

سلسلہ کتب اسلامیہ علامہ اقبال

تکمیل

تاریخ اہل نکلستان

جلد پنجم

یعنی

جان چرڈوگرین کی "اے شارٹ ہسٹری آف وی انگلش پیپل" کا اردو ترجمہ
مترجمہ

قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے

رکن شعبہ تالیف و ترجمہ

جامعہ عثمانیہ

۱۳۲۲ھ ۱۳۳۳ھ ۱۹۲۴ء

مطبوعہ لاہور جامعہ عثمانیہ لاہور

58930

”یہ کتاب مسز میکملن ایڈکپنی کی اجازت سے
جنہیں حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ
کر کے طبع کی گئی ہے۔“

فہرست مضامین

— ❦ —

جزو اول - انقلاب معاشری ۱ - ۱۲۸

جزو دوم - خارجی و استعماری حکمت عملی ۱۲۹ - ۳۳

جزا اول - انقلاب معاشری

۱۹۱۵-۱۹۱۴

محرک و اثر لو کے بعد کی صدی میں جس کثرت سے حوادث و واقعات پیش آئے یہاں ان سب کا احصاء ممکنات سے ہے، حتمی انقلاب کے وسیلے سے آزادی کا راستہ صاف کرنے اور کل باشندگان ملک کو کاملی شہری حقوق حاصل کرنے پر متحد کرنے میں قوم نے جیسی جاس توڑ کو شمشیر کیس، ان کے سامنے خود پھیلنے کی لڑائیاں بھی انگلستان کے نیک و بد کے لیے زیادہ پرخطر و نازک نہیں معلوم ہوتیں اور نہ ان لڑائیوں میں اس سے زیادہ جوش و خروش کا اظہار نظر آتا ہے۔ اس سو برس کے اندر سلطنت کے ہر ایک درجے و طبقے میں تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی خود سلطنت کے اندر، نظریہ حکومت، منبع اقتدار اور عملدرآمد اختیارات کے متعلق حالات کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں۔ تحریری قوانین کا سارا مجموعہ لفظاً یا معنیاً بدل گیا ہے، اور سن ۱۸۳۲ء میں کتاب قوانین کے اندر جو قوانین ثبت تھے، ان میں سے اب چند ہی قوانین غیر تبدیل حالت میں رہ گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ ایسا ہو چکا ہے کہ ہنری دوم و ہنری ہشتم کے ایسے پر زور حکمرانوں نے انگریزی معاشرت کو اجرائے قانون کے ذریعے سے ایک نئے رستے پر لگا دیا تھا مگر تشریحی تغیر کا یہ تیسرا دور جس کے سلسلے اصطلاحات کی کوئی نظیر و مثال تاریخ انگلستان میں نہیں ملتی، خود قوم کا پیدا کردہ تھا۔ حکومت خود اختیاری اور روح آزادی کی قدیمی روایات انگلشیہ کی غیر مقلد قوت نے ملک میں قومی زندگی کے نشوونما، اور مستعمری شہنشاہی کی تشکیل اور کسی حد تک غیر ملکی

حکمت عملی کی رہبری کی ہے؛
انگلستان جس زمانے میں امریکہ سے کشمکش اور فرانس کی جنگ و جدل
میں از سر نو پانچنا ہوا تھا، اس زمانے میں معاشری اصلاح تقریباً بالکل بند ہو گئی تھی،
مگر اب جو صدی آنی والی تھی اس کے تمام دوران میں کوئی ایسا پر صعب بیرونی خطرہ
پیش نہیں آیا۔ اس طولانی جنگ کے مصائب کے ذریعے سے انگلستان نے
خود اپنے اور دیگر اقوام یورپ کی آزادی کے حق کو ثابت کر دیا تھا، ہر طرف
سے فرانسیسی و مردانہالی کے راستے کھل گئے تھے۔ فرانس، اسپین
اور ڈنمارک کے بیڑے تباہ ہو چکے تھے اور اب سمندروں پر انگلستان کا
کوئی حریف مقابل باقی نہیں رہا تھا، دو براعظموں کی باربرداری کا کام تنہا اسی کے
قبضے میں آ گیا تھا اور وہ خود اپنا مال بے نشان ممالک متحدہ امریکہ اور جرمنی
میں بٹھا رہا تھا، اور ہندوستان کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ وہاں وہ اپنے
ہر ایک حریف کے مقابلے میں کم قیمت پر مال فروخت کر سکتا تھا۔ واقعہ آرمیڈا
کے بعد جیسا ہوا تھا ویسا ہی اب بھی ہوا اور ایک مرتبہ پھر قوم کا سر غرور سے
بلند ہو گیا، کہا یہ جاتا تھا کہ قضا وقت دینے ہی طے کر دیا ہے کہ انگلستان
تمام دنیا کی اخلاقی حالت کی رہبری کرے، ہم لوگ سال بسال اپنے
ہزاروں بلکہ لاکھوں ملک والوں کو باہر بھیج رہے ہیں تاکہ وہ کرہ ارض کے
دوسرے حصے کے وسیع ویرانوں اور جزیروں کو آباد کریں۔ جلد تر وہ زمانہ آنی والا
ہے جب اینگلو سیکسن نسل ربح مسکوں کے نصف حصے پر پھیل جائے گی،
اگر یہ ہزار ہا آدمی ہماری آزادی، ہمارے قوانین ہمارے اخلاق اور ہمارے مذہب
کو اپنے ساتھ لے جائیں اور ان دور و دراز ممالک میں ان کو شائع کریں تو معلوم
نہیں ہی نوع انسان کی خوش حالی میں کیسا پر زور اور کیسا سریع اضافہ ہو جائے۔
بلقوں کی کوششوں سے جو نظام سلطنت بنا تھا اس کے متعلق حکماں جماعت میں
جو اعتقاد باعین جدید پیدا ہو گیا تھا، اس میں کسی طرح کمی نہیں آئی تھی بلکہ اس نے
۱۶۵۰ء میں لکھا تھا کہ اس بزرگ عمارت کو قائم رکھنا، اس کی مرمت کرنے
رہنا، اور اسے اور خوشنما بنانا یہ ایک فرض ہے جو خصوصیت کے ساتھ

امرا اور ان شرفائے مملکت کے سپرد کیا گیا ہے جنہیں قوم اپنا نمائندہ بنا کر پارلیمنٹ میں بھیجتی ہے، اور سالانہ ۸۳ لاکھ میں اسی انداز میں ونگٹن نے معنی الاطلاق یہ کہا کہ کسی اصلاح و ترقی کی ضرورت نہیں ہے، اگر اسے انگلستان کے لیے ایک مجلس وضع قوانین بنا پڑے تو وہ ہرگز یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اس وقت جیسی مجلس وضع قوانین میسر ہے ویسی مجلس وہ بنا سکیگا کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ قابلیت ہی نہیں کہ وہ ایسی اعلیٰ خوبی پر ایک ہی قدم میں پہنچ جائے۔ اسکی کوشش صرف یہ ہوگی کہ وہ ایک ایسی مجلس بنا لے جسکے نتیجے وہی ہوں جو اس وقت ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔، قدیم طبقہ اعیان کو خوف تھا تو یہی کہ مبارک کوئی تغیر نہ ہو جائے۔ انقلاب فرانس کے ہولناک مصائب نے انکی اس تشویش کو اور بھی المضا عطف کر دیا کہ وہ حکومت کی اسی صورت کو با تغیر و تبدل قائم رکھیں جس میں خود انہیں سیاسی اقتدار اور اپنے اطاک کی نسبت بے خرخشہ طمانیت حاصل تھی۔ انکا دعوے یہ تھا کہ اگر اولاد اکبر کے جانشینی کے قیدی اصول پر زوال آیا تو اس کے ساتھ ہی سلطنت کے ستون بھی گر کر پاش پاش ہو جائیں گے۔ سلطنت سے مراد روساء عظام کی پارلیمنٹی حکومت اور انتظام اضلاع پر ان کے مسلط ہونے سے تھی۔ وہ بڑی بڑی ریاستیں جن پر انکی قوت کا انحصار تھا اگر تقسیم ہو گئیں تو ملک کی بہر سالی غذا پر تباہی آجائے گی؛

طہقارت جدید

ٹوری اعیانیت کا مطلع نظر یہ تھا کہ ایک ایسی دنیا ہو جس میں دو لکھ منہ غریبوں کی رہبری و حفاظت کریں اور غریب اسی سرپرستی کے تحت میں اطاعت کے ساتھ اوسط درجے کی رواجی مزدوری پر کام کریں اور ان سب کا نفع ایک غیر متغیر نظام سلطنت کو پہنچے، لیکن جب حرفتی انقلاب نے انگلستان کو ایک منتشر آبادی والے زرعی ملک کی جگہ ایک گنجان آبادی والا کارخانہ بنا دیا اور ایک ایسی سوسائٹی پیدا کر دی جسکا سابق میں کہیں پتہ بھی نہیں تھا تو ان اعیان مملکت کو نئے مشکلات کا سامنا پیش آ گیا (اس نئی سوسائٹی میں ایک تو متوسط طبقہ تھا جسکی دولت کثیر اور جسکی قوت بھی وسیع تھی اور دوسرے ان مزدوروں کی وسیع جماعت تھی

جو فاقہ کشی کی حد پر پہنچے ہوئے تھے صنعت و حرفت کے پیشرو اور کارخانے کے کام کرنے والے دونوں میں سے کسی کو بھی ملک کی حکومت میں کوئی دخل نہ تھا۔ پس انہیں انگریزی نظام سلطنت کے اس شاندار قماشہ گاہ کی عظمت و وقعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی جہاں اجازت، اہل کلیسا، اور وظیفہ خواروں کے سوا اور کچھ نہ تھا، نئی حرفتی دنیا کو اعلیٰ قابلیت پر اعتماد تھا، ملک کی دولت کی بحالی اور اس کے وسیع جنگی قرضوں کی ادائیگی کا انحصار انہیں صنایعوں پر تھا۔ ڈیلوی، ہرسل، واٹ، اسٹینسن، کے ایسے علمائے سائنس، زیکری میکانکس، کلارکسن، ولبر فورس کے ایسے مذہبی محبان انسان جیمز مل، سٹیوینس، رابنسن، میکینٹاش، ہکسن، جرجی ہنٹن اور بہت سے دنیاوی مصلحین، جو ہمہ گیر حق رائے دہی، بیلٹ، اصلاح پارلیمنٹ، آزادی مطابع، سفوفانہ و مساویانہ قوانین پر بحث کیا کرتے تھے، یہ سب کے سب انہیں (اب صرف) کے ساتھ تھے۔ ان میں سب سے بلند تر ہنٹن کی آواز تھی جو ملک کے تمام لوگوں کے آزاد کرنے کے لئے بلند ہو رہی تھی۔ ہنٹن چونکہ نسلاً طبقہ متوسط سے تعلق رکھتا تھا اس لئے وہ ان کے خیالات میں شریک تھا اور آخر انکا برگزیدہ پیشرو بن گیا، اس نے یہ اعلان کر دیا کہ ہر قسم کی حکومت کی نوبت آفادہ ہونا چاہیے، یعنی اس سے حکومتوں کو فائدہ پہنچے۔ اسکی زندگی جس فیاضانہ جذبے کے زیر اثر چل رہی تھی وہ زیادہ سے زیادہ تقاد کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع، کا اصول تھا وہ کہتا ہے۔ اسی خیال سے متاثر ہو کر میں اس طرح چلا اٹھا گو باوجود کہ کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ ضرورت عامہ کے سامنے تو ضعیف قانون کی بے حسرتی و بے حسی کا جو مدت دراز سے چلی آتی تھی خاتمہ ہو جانا ضروری تھا، اور انگلستان کے تمام قوانین کی اصلاح خود قوم کے فعل سے (جو اپنے بہبود کی آپ گہبان تھی) ایک ایسی با اختیار پارلیمنٹ میں ہونا چاہیے جسے حقیقی اقتدار شاہی حاصل ہو۔ اب آئندہ قانون سازی کو ایک مستقل علم ہونا چاہیے جسکے اصول معین و مضبوط ہوں اور قانونی کارروائی ایسی ہونی چاہیے جس سے ہر شخص کو اپنی حفاظت کا یقین ہو تمام قوانین پر آزادانہ تحقیقات کی اجازت ہونا چاہیے اور ان کی

ہنٹن

۱۸۳۲-۱۸۴۸

خوبی کا واحد معیار صرف "اصول افادہ" ہونا چاہئے۔ اس اصول کی ضرب ان تمام خرابیوں اور تمام خود غرضانہ اعتراضوں، اور ان تمام عہدوں اور تنظیموں پر پڑتی تھی جن سے عوام کو کوئی نفع نہ پہنچتا ہو۔ اس سے ہر ایک ایسی بے ضرورت قید برطرف ہو جاتی تھی جس سے ہستی انسان کی آزادی محدود ہوتی ہو۔ ہنتھم نے عالم وجد میں جس انقلاب کا مشاہدہ کیا تھا اور جسے وہ اپنی خلقی طباعی اور اعصابی انہماک کے ساتھ شائع کر رہا تھا وہ یہی انقلاب تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "جس آدمی میں کوئی قابلیت موجود ہو اس کا فرض ہے کہ اسکی قابلیت جس طرح اس کے ملک کے کام آسکے اس طرح سے وہ اسے کام میں لائے۔"

حرفی انقلاب

ہنتھم نے کہا تھا کہ "ٹوریوں کے لئے اصول افادہ ایک خطرناک اصول ہے، لیکن (اس اصول کے علاوہ) اور بھی بہت سے امور انقلاب کے نقیب و داعی بنے ہوئے تھے۔ انگلستان کے غربا اس وقت جس مصیبت میں مبتلا تھے کوئی نہیں جانتا کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی مصیبت پیش آئی ہو، جنگ کے ختم ہوجانے سے پانچ لاکھ آدمی ملک میں بیکار اور آوارہ پھرتے اور سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں فاقوں سے مر رہے تھے۔ اسپریر اور ستراد ہوا کہ کلیں بھاپ کی طاقت سے چلنے لگیں اور انکی روز افزوں ترقی سے نظم حرفتی درہم و برہم ہو گیا اور ایک عام مصیبت برپا ہو گئی جو مدتوں قائم رہی۔ جب مزدور نے کارخانوں میں بھر گئے اور کارخانے ان قبضوں میں مجتمع ہو گئے جو جلدی میں تیار کر لئے گئے تھے، تو ان کاریگروں پر پوری پوری تباہی آگئی جو ہاتھ سے کام کرتے تھے اور اپنے گھروں ہی کے اندر اپنے خاندان اور چند مزدوروں اور شاگردوں کو ملا کر اپنے ہی اوزاروں سے سامان تیار کرتے اور پیکر خود اسکا نفع حاصل کرنے سے تنہا کارخانوں میں مزدوروں کے جمع ہوجانے کی حالت یہ تھی کہ ۱۸۲۶ء میں اپنی زمینوں پر رہ کر گریز کرنے والی آبادی ایک تھان بجی نہیں رہی تھی) اٹھارہ برس کے اندر اندر وہ خانی قوت سے چلنے والے گڑھوں کی تعداد تین ہزار سے ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور ہاتھ سے بننے والے جو کسی وقت میں روزگار کرنے والوں میں خوشحال و بلند مرتبہ سمجھے جاتے تھے وہ یا محتاج سے

مجبور ہو کر مزدوری پیشہ جماعت میں اس طرح مل گئے کہ ان میں تیز رہی باقی نہ رہی۔ یہ لوگ اب بے بھر کے بے مزدور ہو گئے اور اپنی محنت کے ثمرے میں انہیں کسی قسم کی اقتصادی دلچسپی باقی نہیں رہی، اور وہ نئی صنعت و حرفت کے طاقتور سرمایہ داروں کے پنجہ آہنی میں بے بس ہو کر رہ گئے۔ قدیم تر زمانے کی سیدھی سادھی مقامی حکومت بیکار ہو گئی۔ غیر محدود مقابلہ اور ہر کس برائے خود کے جدید مسلمات نے اہل حرفہ کے پرانے مقامی رواج کو ناپید کر دیا۔ علمائے اقتصادیات یہ سوچتے تھے کہ قومی قرضہ اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ کسی ملک نے اتنا بڑا قرض کبھی نہیں لیا تھا، دنیا کے بازاروں میں انگلستان کے فروغ سے انکی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں، اور غیر ملکی رقابت کے خوف سے وہ سہم رہے تھے، لامحالہ انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہر شہری کا پہلا فرض اور پہلا حق یہ ہے کہ وہ دولت پیدا کرے اور محنت سے پورا پورا کام لیا جائے اسی کو انہوں نے استقلال و دوام سلطنت کی بھی سب سے پہلی حاجت قرار دیدیا تھا۔ ان کے نزدیک ملک کی خوشحالی اور اس کے باشندوں کی نیک کرداری کا انحصار زندگی کی مقابلی جدوجہد اور اس آزادی پر ہونا چاہیے تھا جو ہر شخص کو اپنے لیے بہترین معاہدہ کرنے کے متعلق حاصل ہو۔ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ روٹی کے کارخانے کا نفع اس کے آخری گھنٹے کے کام سے حاصل ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ دعوے کیا جاتا تھا کہ "نیچے طبقے کے لوگوں کے اوقات جرم قدر بیکار رہتے ہیں، اسی قدر انکی اخلاقی حالت میں پستی آتی جاتی ہے،" طرح کے اقتصادی و اخلاقی عذر پر محنت کا وقت بڑھایا جا رہا تھا اور مزدوری سستی کی جا رہی تھی کتاب قوانین میں ایک قانون بھی ایسا نہیں تھا کہ جو اس معاملت میں مزدوروں کی حفاظت کرتا ہو۔ ایک طرف کام لینے والے عملاً قانون کی گرفت سے بالکل باہر تھے۔ دوسری طرف وہ مزدور جن پر معاہدوں کے توڑنے کا الزام لگایا جاتا تھا ان کے متعلق حکام اپنے گھروں ہی کے اندر بیٹھ کر تین تین ماہ تک کی قید کا حکم دیدیتے تھے اور انہیں ایک لفظ بھی اپنی مدافعت میں کہنے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ اگر مزدوروں کو مزدوری نہ دی جاتی اور

جدید اقتصادیات

کارخانے
۱۸۰۲

مالک اپنی مقرر کردہ قیمت پر انہیں اسپنے گھر سے کھانا دیدیتا تو مزدور کے پاس اسکا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ یہ بھی ہوتا تھا کہ مالک اصلی غسج کی قیمت پر مزدوروں کو تیار شدہ مال دیدیتا تھا کہ وہ اپنی گزشتہ اوقات کے لئے جملہ چاہیں اسے بیچ لیں۔ کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے لئے حفظانِ صحت و اخلاق کے چند قواعد معین کر دیئے گئے تھے۔ وہ قواعد اس قسم کے تھے کہ سال میں دو مرتبہ کمروں میں چونا پھیرا جایا کرے، امیدوار لڑکوں کے لئے کام کا وقت بارہ گھنٹے ہوا کرے، عورتوں اور مردوں کے سونے کے کمرے الگ الگ ہوں، اور امیدواروں کو اتوار کے روز ایک گھنٹہ مذہب عیسوی کے اصول کی تعلیم دی جایا کرے مگر اس مشورے پر عملدراآمد کرنے کے لئے قانون میں کوئی دفعہ نہیں رکھی گئی تھی۔ بعد کے قوانین کی رو سے نو برس سے کم عمر کے لڑکے روٹی کے کارخانوں میں کام کرنے سے ممنوع قرار دئے گئے اور سولہ برس سے کم عمر لڑکوں کے لئے بارہ گھنٹے یومیہ سے زیادہ کام کرنے کی ممانعت ہو گئی۔ اٹھارہ برس سے کم عمر والوں کیلئے کام کا وقت انتہر گھنٹے فی ہفتہ مقرر کر دیا گیا، مگر ان قواعد کے نفاذ کا ذریعہ کچھ بھی نہیں تھا، محنت رات دن جاری رہتی تھی، کھانے کے وقتوں میں مشین کے صاف کرنے کے لئے لوگ روک لیئے جاتے تھے۔ ان کو جب گھڑیاں لانے کی ممانعت تھی کہ مبادا وہ کارخانے کی گھڑی کا امتحان کریں جو قدرتی گھنٹوں کو بڑھا دیتی تھی۔ تازیانے کی سزا بہت کثرت سے دی جاتی تھی، تکلیف دہ بیماریوں کی دہشتیں عام تھیں اور غیر محصور کلوں سے حادثات کا واقع ہونا ایک معمولی بات تھی۔ اس طریقے کی حمایت میں مہتمم یہ حجت پیش کرتے تھے کہ صرف اسی طریقے سے انگلستان غیر ملکوں کا مقابلہ کر سکتا اور دنیا میں اپنی جگہ قائم رکھ سکتا ہے۔ چونکہ کلوں کی ترقی سے پہلی مرتبہ یہ ہوا تھا کہ مردوں کی جگہ عورتیں اور لڑکے بھی کام کرنے لگے تھے اس لئے وہ بھی اسی گرداب بلا میں پھنس گئے تھے اور انکی مصیبت لا علاج تھی۔ عورتیں کوٹلی کی کانوں میں کام کرتی تھیں، گاڑیوں میں وہ چوہا یوں کی طرح سے بلاتھ دی جاتیں اور چاروں ہاتھ پیر کے بل انہیں یہ

گاڑیاں طول طویل زمیں دوز راستوں کے اندر گھسیٹنی پڑتی تھیں۔ اور دن بھر میں سترہ میل سے تیس میل تک کی مسافت طے کرنا ہوتی تھی۔ پانچ برس کے عمر کے لڑکے تاریک کانوں کے اندر بھیج دیئے جاتے تھے، ڈیوڈ ہیل کے مثال نما کارخانے میں پانچ سے آٹھ برس تک کے لڑکے ۶ بجے صبح سے ۷ بجے شام تک کام کرتے تھے اور اس کے بعد مدرسے میں جاتے تھے۔ جب لڑکا نو برس کی عمر کو پہنچ جاتا تھا تو پیرش (حلقہ مذہبی) کی طرف سے اسکی امداد بند ہو جاتی تھی کیونکہ اب وہ پورے بارہ گھنٹے بلکہ اکثر چودہ یا سولہ گھنٹے کام کر کے خود اپنی بسر اوقات کا سامان کر سکتا تھا۔ لوگ دیکھتے تھے کہ لڑکے راتوں کو کارخانے کے فرش پر پڑے رہتے تھے تاکہ صبح کو سویرے سے اٹھ کر کام کے لیے تیار ہو جائیں۔ یتیم اور بے وسیلہ بچے امیدواری کے پردے میں فی الحقیقت بیچے اور خریدے جاتے تھے۔ یہ تذکرے سننے میں آئے ہیں کہ ان میں سے جو لڑکے بھاگنے کی کوشش کرتے تھے لوہار انکے لیے پٹریاں بناتے رہتے تھے اور گھوڑے سے بوندے تیار کھڑے رہتے تھے کہ جو لڑکے کسی طرح بھاگ نکلیں ان کا تعاقب کر کے انہیں پکڑ لائیں و کام کرنے والوں کے لیے ان کے گھروں میں بھی آسائش کی صورت نہیں تھی، نئے آباد شدہ شہروں کے در پر آلام آشوب، میں یہ لوگ نہایت ہی کس پرسی کی حالت میں جمع کر دیئے گئے تھے، یہ لوگ ان مکاؤں میں بھردیئے جاتے تھے جو حریص و طماع سرمایہ داروں نے اپنے چھوٹے چھوٹے صحلوں کے اندر بنا دیئے تھے، انکی کوٹھڑیوں کی قطاریں بدررو کی طرح معلوم ہوتی تھیں، مکانات کے جو سطلے انکے لیے ہوتے تھے ان کے درمیان سے ایک پانچوٹہ ٹھیلہ بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ آدمیوں کے ساتھ کوڑے کرکٹ کا انبار بھی ہر طرف پٹا پڑا رہتا تھا، دائمی انجرات سے ہوا بدبودار ہو جاتی تھی، فرش کبھی خشک نہیں ہوتا تھا پانی کی پیرسانی کا انتظام نہیں تھا، نکاسی کی نالیاں ناپید تھیں، خاک روہوں کا گرتنا نہیں تھا، آخور کے ڈھیر کاشتکاروں کے ہاتھ کھاد کے طور پر فروخت ہوتے تھے۔ ۱۸۴۸ء تک یہ حالت تھی کہ صرف

بلاد و قسبات

و ایسے شہروں کا پتہ چلتا ہے جہاں غزبا کے مکاناتوں سے غلاطت سرکاری خرچ پر اٹھائی جاتی ہو۔ بخارا ان مکانات سے کبھی دور نہ ہوتا تھا جہاں کمزور لوگ اغفونت میں گھل گھل کر مرنے کے لئے پڑے ہوتے تھے، بلدیہ جماعتیں جنہوں نے کسی دوسرے ہی زمانے اور دوسرے ہی عالم میں جنم لیا تھا وہ ان نئے حالات کے مقابلے میں بے بس ہو رہی تھیں۔ ہر ایک دہریہ کے خاص خاص رواج تھے اور اپنے ہاں کی آزادی اور حق رائے دہی کے عطا کرنے کے لئے ہر ایک کے خاص طریقے تھے اور ہر ایک مجلس کی مخصوص ہیئت تھی مگر مجلس تجارت و مجلس تجارت کی جو قیدی روایت چلی آ رہی تھی اس میں سب یکساں تھیں، اس روایت نے انہیں سکھا دیا تھا کہ وہ از اول تا آخر اپنے ہی ارکان کے تجارتی مفاد پر نظر رکھیں اور غریبوں کو ہر ایک استحقاق سے خارج کر دیں۔ قبیلے کی ملکیت کی صورت یہ تھی کہ شخصیت کی ممبرج نے یہ نیال ظاہر کیا تھا کہ وہ (کمبرج) واقعاً شخصیت کی ملک ہے اور انہیں (یعنی ارکان کو) یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ملکیت کے متعلق جو چاہیں کریں، ان کے مالیات راز میں رہتے تھے۔ شہر کی مجلسوں پر نہ سرکاری نگرانی تھی نہ ان میں کسی قسم کی عام نمائندگی ہوتی تھی جس سے مزدوروں کے آنے والے انہوہ کی حفاظت ہو سکے، یہ لوگ تو "اغیار" تھے جو میدانِ اجل میں جمع ہو گئے تھے؛

۱۸۱۶ء میں زراعت عام حرفتوں کی سر تاج تھی، تجارت اور صنعت و حرفت زراعت کی آمدنی کا اندازہ تین کروڑ پینتالیس لاکھ کیا جاتا تھا بہ خلاف ازیں قابضانِ اراضی کی صرف ادا شدہ لگان کی مقدار تین کروڑ سترہ لاکھ تک پہنچ جاتی تھی، لیکن جہاں ایک طرف زراعت کو ترقی ہوتی جاتی تھی اور گیموں کے وسیع کھیتوں کی پیداوار سے انگلستان کے غلے کی نوے فیصدی ضرورت پوری ہوتی تھی، وہیں دوسری طرف وہ زرعی مزدور جن کی تعداد ملک کی حرفت میں سب سے بڑی ہوئی تھی، وہ بہت ہی مبتذل، ماتمی کی حالت میں آگئے تھے۔ ایسے بڑے بڑے علاقوں کے برابر بڑھتے جاتے تھے جنہیں بے زمین والے مزدور کام کرتے ہوں، ایک ایسا دنیاوی انقلاب رونما ہو گیا جس نے

آہستہ آہستہ قصبات کی زندگی کو بدل دیا۔ سترہویں صدی کے بچوں نے جب مجبور ہو کر زمینداروں کا یہ حق تسلیم کر لیا کہ انتظام و قرارداد کی رو سے وہ اپنے علاقوں کو مربوط کر سکتے ہیں تو چھوٹی چھوٹی اراضیداری کی تعداد بالاستقلال گھٹنے لگی۔ خریداری کے لئے کوئی زمین باقی نہیں رہی۔ افتادہ زمینوں جنگلوں اور مشترکہ اراضی کو احاطہ بنا لینے کی وجہ سے زمین پر عام اشخاص کے آخری قبض و دخل کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ سترہویں صدی سے صاحب زمین طبقہ اعیان کو وضع قوانین پر کامل اقتدار حاصل ہو گیا تھا اور ان کے تحت حکمرانی میں تعمیرات بہت سرعت کے ساتھ وقوع پذیر ہوئے۔ خلف اکبر کا استحقاق وراثت اور اس کے ساتھ بڑے بڑے علاقوں کا ایک ہی شخص کے ہاتھ میں جمع ہو جانا سلطنت کے استحکام کے لئے تو لازمی سمجھا ہی جاتا تھا اب ملک کے لئے اقتصادی طور پر غذا کے ہیا کرنے کے لئے بھی اسی ضرورت کچھ کم نہیں بتائی جاتی تھی۔ احاطوں کا بنانا کسی وقت میں یا تو رضامندی باہمی سے یا پھر ہستی سے وجود میں آتا تھا، مگر اب این کے وقت سے بیخ کے قوانین کے بموجب یہ کام جاری کیا گیا، اور مجلس وضع قوانین کو یہی فکر و منگیب تھی کہ کس طرح اس کارروائی کو اور زیادہ کم خرچ و آسان بنایا جائے جسے ایک قومی منفعت کا کام سمجھا جاتا تھا۔ دوران جنگ میں خوراک کے ہیا کرنے کی حاجت، ترقی پذیر آبادی کے ضروریات، علمی ترقی پر زراعت کے مصارف، تجرباتی اقتصادوں کی نئی تعلیم سب وہ موثرات تھے جنہوں نے صاحب قوت طبقہ زمینداران کو زیادہ سرعت کے ساتھ احاطوں کے قائم کرنے، اخراجات کے گھٹانے اور مخالفت کے دبانے کی جدوجہد میں مدد دی۔ اگر سلطنت کے مفاد کا اقتضایہ تھا کہ ملک میں اراضیدار کاشتکار قائم رہیں، تو اس صاحب غرض گروہ کا نفع ہر طرح اسی میں تھا کہ کاشتکاروں کا یہ طبقہ شکست ہو جائے۔ پارلیمنٹ میں ایک تیز و تند جدال کے بعد ایک عام قانون اس غرض سے منظور ہو گیا کہ بیخ کے تمام قوانین میں یکسانی اور ان کے عملدرآمد میں آسانی پیدا کی جائے اور اس عام قانون کے تحت میں بیخ کے ان تمام قوانین کو منظور کر لیا گیا۔ یہی دن ان لوگوں کی

فتمندی کا دن تھا جو ہر جانب اور ہر ایک زمین پر احاطوں کے قیام کے حافی تھے اور اسی دن ان کے مخالفوں کو خاک میں ملا دینے والی شکست نصیب ہوئی۔ اس کے بعد نہایت عاقلانہ رحمت کے ساتھ یکے بعد دیگرے دو ہزار قوانین مشترکہ احاطوں کے قیام کے متعلق جاری ہوئے۔ قوانین انتظام و احاطہ کے زیر اثر زمین پر زمینداروں کا قبضہ مامون و مستحکم ہو گیا تھا۔ جائیداد غیر منقولہ کے متعلق رائے دینے کے لیے جو شاہی کمیشن مقرر ہوا تھا اس نے یہ ظاہر کیا کہ اگرچہ غیر اہم مقبوضات سے قطع نظر کر کے انگلستان کا قانون کم و بیش تکمیل کی اس حد پر پہنچ گیا ہے جہاں تک پہنچنے کی کسی انسانی تنظیم کے قانون کو توقع ہو سکتی ہے۔“

دیہاتی مزدور

احاطوں کے مفاد عامہ کے متعلق کوئی شک، یا غریب کے حقوق کے متعلق کوئی خیال و احساس انیسویں صدی کے وسط تک نہیں پیدا ہوا۔ بڑے بڑے مالکان اراضی جو قانون کے بنانے والے اور اسے عمل میں لانے والے تھے اور صرف وہی لوگ پارلیمنٹی کارروائیوں اور احاطوں کے اخراجات کو برداشت کر سکتے تھے، ان کی رائے فیصلہ کن ہوتی تھی۔ جو لوگ پہلے اراضی مشترکہ سے فائدہ اٹھاتے تھے انہیں اکثر جس شکل میں معاوضہ دیا جاتا تھا اس سے ان کی تکلیفیں رفع نہیں ہو سکتی تھیں، اور کوئی معاوضہ ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا، جس سے اس نقصان کی کلیتہً تلافی ہو سکے کہ دیہات کی پوری آبادی کو دیہات سے بالکل علیحدہ کر کے محض مزدور بنا دیا جائے اور ان کے پاس اتنی کم زمین رہے کہ یورپ کے کسی ملک کے مزدوروں کی بھی یہ حالت نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ انہیں اتحاد باہمی و مفاد مشترک کی قابلیت آئر لینڈ کے مفلوک الحال کاشتکاروں کے نسبت بھی کم ہو گئی گھروں کے اندر کی حرفتوں کے برباد ہوجانے سے دیہات والوں کی تباہی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ متوسط درجے کے زمیندار اور اراضیدار کاشتکار اب کہیں نظر نہ آتے تھے۔ یہ لوگ یا تو شہروں میں جا بسے یا روزانہ کی مزدوری کرنے والوں کے پست درجے تک پہنچ گئے تھے۔ نہ صرف چھوٹے چھوٹے اراضیدار بلکہ اونے درجے کے پڑھار تک وسیع علاقے اور

کاشت کے اس ہر گیسر حصے کے اثر میں آکر بالکل فنا ہو گئے تھے۔ ان
 وجوہ سے زمین کے جو تھے بونے والے عملاً علانی کی حالت میں آگئے جب
 قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے پانچ شلنگ اجرت سے گزر اوقات
 مشکل ہو گئی تو تنخواہوں میں اضافے کے طور پر کھالے کا الاؤنس دینے کا رواج
 ہو گیا تاکہ مزدوری کی شرح اتنی نہ بڑھے پائے کہ پھر اسکا گھٹانا مشکل ہو جائے۔
 آخر پیرشوں کا یہ خیراتی انعام حرفتی نظم کا ایک جزو بن گیا۔ ہر مزدور جہاں پیدا
 ہوا تھا وہیں مقید ہو گیا کیونکہ وہیں اُسے یہ امداد مل سکتی تھی۔ چونکہ کلیسا کے ان
 مشظموں اور نگرانکاروں پر مرکزی حکومت کی طرف سے کوئی روک ٹوک
 نہیں تھی اس لئے انہیں اپنے اختیار سے ذاتی نفع اٹھانے کا موقع مل گیا،
 کاشتکاروں کے لئے حکام ضلع (مجلسٹیوں) کے سوا اور کہیں مرافعہ کا موقع
 نہ تھا اور یہی حکام زمیندار و کارخانہ دار بھی ہوتے تھے۔ خوف و گرسنگی ان کاشتکاروں
 کا رزق مقسوم تھا۔ اکابر نے لکھا تھا کہ "میں بیسیوں آدمیوں کو دیکھتا ہوں جو
 خلقاً سرخ و سفید اور تومسند و دلیر ہوئے چاہئیں مگر حالت یہ ہے کہ وہ سوکھی
 پھلیاں معلوم ہوتے ہیں جب چلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے تئیں
 ٹھسیٹ رہے ہیں، ان کے رنگ ہلدی کی طرح زرد ہیں، اور وہ جھک منگولوں
 کی طرح بجا جت کرتے رہتے ہیں، بہت سے تو واقعی محض ہڈیوں کا ڈھانچ
 رہ گئے تھے۔" آخری چارہ کار کے طور پر کام کرنے کے جو مکان چھپا
 کیے گئے تھے وہ قید خانوں سے بھی بدتر تھے، بیماروں اور کمزوروں کے لئے
 وہاں کوئی مدد دینے والا نہیں تھا، بچے امیدواروں کے طور پر فروخت کر دیئے
 جاتے تھے یا تین شلنگ چار پنس ہفتہ وار خوراک کے عوض کسی ٹھیکہ دار
 کے سپرد کر دیئے جاتے تھے کہ وہ جس طرح چاہے ان سے کام لے گا
 قانون مجرم

قانون مجرم

جرموں پر پھانسی دی گئی جن کے لئے اب یہ سزا نہیں دیا جاتی۔ پانچ شلنگ کی چوری کرنے یا گھانس کے کسی انبار میں آگ لگا دینے کے جرم میں لوگوں کی نعشیں عبرت کی غرض سے بازاروں میں گھنٹوں چھانسی پر لٹکتی ہوئی چھوڑ دی جاتی تھیں۔ کسی کے جیب سے رومال نکال لینے کی سزاسات برس کی جلاوطنی تھی اور جس مقدمے میں یہ سزا دی جاتی تھی اسکی کھل کارروائی چند لمحوں میں ختم ہو جاتی تھی مگر کو جو اب بھی کا بھی کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ ۱۸۲۳ء اور ۱۸۲۶ء تک دارالعوام اس امر پر رضامند نہ ہوا کہ جن لوگوں پر قتل یا فریب سے مال لینے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائے انہیں کاؤنسل (وکیل) کے ذریعے سے مدافعت کا موقع دیا جائے۔ جمل سازوں کو شکنجوں میں ڈال کر جمع کے سامنے آہستہ آہستہ کسا جاتا تھا۔ زمیندار کمائی دار بندوقین اور شکاری جانوروں کے پنجرے آدمیوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔ شکار چرانے والوں کی زندگی کو خیر گوش کی زندگی سے بھی کم سمجھتے تھے۔ اور ایک تیر چرانے کے لئے سات برس کی قید کی سزا دیتے تھے۔ سریمول ریسلی نے جو پھانسی کے خلاف قوانین لکھنے کے لئے مشہور ہے بہت کوشش کی کہ قوانین ملک میں کچھ شائبہ انسانیت نظر آنے لگے مگر اسکی تمام کوششیں بیکار گئیں، اور اس کے مرتے دم تک کی تمام کوششوں کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ جیب کتر نے اور چوری کے ایسے جرائم جو کپڑے سکھانے کے میدان میں کیے گئے ہوں پھانسی کی سزا سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ ادکسی ایونجیلیکی شخص کے لئے نہ کوئی جائے پناہ تھی نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی مہربانی ہو سکتی تھی۔ "نہ ہمدردان بنی نوع انسان کو اسکی امید تھی کہ مختلف العقائد لوگوں میں مذہبی رواداری پیدا ہوگی گوڈا کسٹری پارٹنری ہونے کی حیثیت سے ہیونٹن کی لفظی ترکیب پر اتنے ناراض ہو جاتے تھے کہ اس مذہبی فرقے پر ان کو اتنا غصہ نہ آتا تھا کہ

تعلیم

جن کلام کرنے والوں کی بچپن ہی سے اس قسم کی سخت تربیت ہوتی تھی وہ اکثر تن بتقدیر زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جاتے تھے اور بہتوں کے دل اس جوش اتفاق سے روکشن ہو جاتے تھے جو ان معبدوں

میں عبادت کرنے اور اتوار کے مدرسوں میں حاضر ہونے سے پیدا ہوجاتا تھا جہاں وہ حلیم الطبع پادری تسکین و تسلی کا سبق دیتے تھے جو خود اسی قسم کی سختیاں پہلے اٹھا چکے تھے۔ تاریک ترین مکانوں اور رواتوں میں ہم ایسے روحانی جذبے کی یادگاریں پاتے ہیں جسے اگرچہ سرکاری کلیسا نے نظر انداز کر دیا تھا مگر اس نے لوگوں میں حیرت انگیز جرأت و ہمت اور برداشت شدائد کی قوت پیدا کر دی تھی۔ قومی تعلیم کے لیے کسی قسم کا نظم و انتظام قائم کرنے کے لیے جب کبھی مسودات پیش بھی ہوئے تو پارلیمنٹ انہیں برابر مسترد کرتی رہی اور قوم کی تعلیم کے لیے سلطنت کی طرف سے ایک پیسہ بھی صرف نہیں کیا گیا۔ کلیسا کی جانب سے بنیالیہ ہمدردی انسانی جو کوششیں ہوتی تھیں وہ محض برائے نام تھیں اور انکی غرض بھی فاسد تھی۔ ایک "صحب" لٹیکسٹ نامی نے ہمدرد انسان "دیکھو کروں" اور عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والے بعض پادریوں کی مدد سے ایک تجویزیہ پیش کی کہ شب کے لیے مدرسہ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد لاہور کو سرکاری کلیسا کے اصول کی تعلیم دینے کیلئے قومی مجلس تعلیم قائم ہوئی۔ ان کی تجویزیہ تھی کہ کوئی ایسا خالی کارخانہ لے لیا جائے جس میں ایک ہزار لڑکے آسکیں کسی سجدہ دار استاد کو ایک ماہ تربیت دی جائے، مدرسے کے افتتاح کے وقت تیس ذہین لڑکے منتخب کیئے جائیں جنہیں اور لڑکوں سے آدھ گھنٹے قبل اس دن کا سبق پڑھا دیا جائے، اس کے بعد مکتب کے یہ خردسال خلیفہ، تیس تیس کی جماعتوں کو پڑھا ئیں، اور استاد سب پر نگرانی رکھے۔ مسٹر ہنر مور جو اپنے وقت کی ایک مشہور مصنفہ اور ہمدرد انسان ثورست تھی، اس نے لکھا ہے کہ کیونکر دانائے کل خداوند کریم نے مصیبت و ناداری کے وقت میں ان مفلسوں کو بتا دیا کہ اس ملک کی حکومت اور اس کے نظام سلطنت کے کیا فوائد ہیں اور منصب و دولت کے ان امتیازات کے کیا منافع ہیں جو دولت مندوں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ فساد خیزی کے ساتھ ان حاجت مندوں کی مدد کریں جو انکے زیر دست بنائے گئے ہیں۔ مسٹر موٹوف نے لکھا ہے کہ ہمیں یہ یقین ہے کہ عام غربا

اور خاص کر ان غریبوں نے جنہیں اچھی طرح تعلیم ملی ہے، جو کچھ پایا ہے وہ بطور مراعات کے پایا ہے، حق کے طور پر نہیں پایا ہے، اگر واقعی ایسا ہی ہے تو مجھے شک نہیں کہ اس قسم کی عنایت ہمیشہ ان کے حال پر مبذول رہے گی۔ ان تمام مشکلات کے باوجود غربا میں جتنے ممتاز اشخاص اس زمانے میں پیدا ہوئے، اتنے کسی اور زمانے میں پیدا نہیں ہوئے۔ گفرڈ ایک معمولی تاجر کا بیٹا تھا مگر "کوٹرلی ریویو" کے ایڈیٹر (مدیر) کی حیثیت سے وہی تمام فریق کنسرٹیو (محافظ) کا پیشرو بن گیا۔ ایک جو لاسے کا لڑکا ڈالٹن، ایک مشہور عالم سائنس ہو گیا، اور ایک دوسرے جو لاسے کا لڑکا و ہائٹ، آکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ حقیقی تعلیم جو کچھ بھی تھی اسکا سامان خود ان غریبوں ہی نے ہیسا کیا تھا، مزدوروں کے کلب، اہل صنعت کی بزم، مجالس مباحثہ، حرفتی کتب، اتوار کے مدارس یا چھوٹے چھوٹے کتب خانے جہاں طلبہ کتابوں اور کانفرنسوں کے لیے ایک شنگ ماہوار دیتے تھے۔ "یہی سب انکی تعلیم کے ذرائع تھے۔ یہ لوگ پڑھنا سیکھتے تھے اور ان کے سیاسی رسائل و اخبارات موجود تھے۔ آئندہ کے پچاس برس تک مزدوروں کی صدی یہی تھی کہ "علم حاصل کرو کیونکہ حصول علم ہی سے ہمیں طاقت حاصل ہوگی" وہ اقتصادیات اور اس جدید نظم معاشری کے متعلق بحث کرتے تھے جس سے ان مصیبتوں اور ذلتوں کا خاتمہ ہو جانے والا تھا جو موجودہ نظم نے عائد کر رکھی تھیں جو پادری انہیں کے طبقے سے پیدا ہوتے تھے وہ اس سرکاری کلیسا کے اثر اور اس طبقہ اُمر کے اوپر جس نے کلیسا کو اپنی سیاسی قوت کا آلہ بنا لیا تھا تبرا کرتے تھے ان ستم رسیدہ خستہ حال مخالف و متروک محنت مزدوری کرنے والوں کے تیرہ و تار دنیا کی تہ میں، خیالات کے مہجان، تقریرات کے جوش، اور نئی تنظیم معاشرت کے تخیلات، وسیع تر ہمدردی انسانی، اور تمام محنت کرنے والوں کی قومی یگانگت کی امیدیں موجیں مار رہی تھیں۔ گلی صدی میں اسلحہ کا کوئی ایک نظریہ یا ایک تجویز بھی ایسی نہیں ہوئی جسکا پتہ ان ابتدائی برسوں میں نہ چلتا ہو، گویا آئندہ کے درو کی تخریزی کا زمانہ ہی تھا۔ کارٹر اسٹ

خیال جدید

جس نے ۱۷۷۶ء سے اپنی زندگی پارلیمنٹ کی اصلاح پر وقف کر رکھی تھی، اب اس نے ہمہ گیر حق رائے دہی کے نشر و اشاعت کے لیے مختلف بزم گاہیں "ہینڈن کلب" کے نام سے قائم کیں۔ ایک غریب شخص اسپنس جو کسی وقت میں مدرسے میں معلم تھا اب یہ وعظ کہتا پھرتا تھا کہ ہر ایک گاؤں کی زمین اس کے کل باشندوں کی ملک ہونا چاہیے۔ ولیم لاوٹ۔ کارنوال کے ماہی گیری کے ایک گاؤں میں بہت غربت کی حالت میں پیدا ہوا تھا، وہ اب غریبوں کے لیے "لا روٹی" مسلم و آزادی، کا دعویدار تھا۔ اور غایت درجے کی ہمت و استقلال کے ساتھ ادا و باہمی کی انجمنیں اور مجلسیں مرتب کر رہا تھا تاکہ وہ مساوات سیاسی کے لیے جنگ کریں۔ باجکسن کی بحث یہ تھی کہ محنت سے جو کچھ بھی حاصل ہو وہ سب کا سب ان محنت کرنے والوں ہی کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیے، یہ محنت خواہ داعی ہو یا جسمانی۔ عالمانہ اجتماعیت کے بانوں میں ٹامس (کارک) سب سے بہر آوروہ شخص ہے، اس کا دعوے یہ تھا کہ کام کرنے والے کی محنت سے قیمت میں جو جدید اضافہ ہوتا ہے اس کا مستحق وہ کام کرنے والا ہی ہے۔ پلیس ایک خیاط تھا جسے نو عمری میں غربت و احتیاج کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑی تھیں، اس نے اپنی وسٹ منسٹر کی دکان کو ان ریڈیکل (استیصال کن) اشخاص کا مرکز بنا دیا تھا جو ہمہ گیر حق رائے دہی، سالانہ پارلیمنٹ، مالیاتی اصلاح، تقریر اور جلسے کی آزادی کے لیے کوششیں کر رہے تھے۔ رابرٹ اوون نے جو خود اپنی محنت سے ایک امیدوار مزدور کی حالت سے ترقی کر کے ایک دولت مند کا خزانہ دار بن گیا تھا، اس قسم کی اصلاحات کو اس خیال سے پس پشت ڈال دیا تھا کہ وہ اشتراکیت کا مبلغ بنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسی حرفتی عمومیت کو جس میں اہلک مشترک ہوں اور حرفتی کام سب کی نگرانی میں رہے، اپنا "نیا نظم معاشرت" قرار دیا تھا۔ وہی پہلا شخص تھا جس نے یہ خیال پیدا کیا کہ کارخانوں میں کام کرنے کے اوقات محدود ہوں، کام کرنے کا استحقاق ہو، کم از کم مزدوری مقرر کی جائے، صوبے کے حکام غریبوں کے لیے رہنے کا انتظام کریں، مفت و جبری تعلیم کا ایک نظم

تسلط کو مع ان تمام امور کے جن سے ان کی پشت پناہی ہو رہی تھی، تباہ کر دیا جائے، وہ امور ہی تھے کہ انکی قابلیت اور ان کے حسب قومی کی نسبت ایک وہی عظمت پیدا ہو گئی تھی اور لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ جو ملک امریکو غزبا کے لئے غور و فکر کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے وہ بہت اچھی طرح گزر کر سکتا ہے۔ کابٹ زور دیکر کہا کرتا تھا کہ ڈیوک کا حکم گھیوں پر کچھ اثر نہیں رکھتا اور نہ اسکی لاکھوں آدمیوں کی فوج گھیوں کی قیمت دس شلنگ فی ڈبلش، (تقریباً ۳۰ سیر) کر سکتی ہے، سال بہ سال وہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس خود مد اور فصاحت کے ساتھ اس سٹے کو دل نشین کرتا پھرتا تھا کہ اس کے بعد انگریز اس کے پڑھائے ہوئے سبق کو کبھی فراموش نہ کر کے کہ جس قوم نے محصولوں کے لئے رائے دینے کا حق زائل کر دیا ہو، اور جسے آزاد نہ چلے، تقییر و اجتماع کے حق سے محروم کر دیا گیا ہو، اسکے لئے بجز اصدا ح پارلیمنٹ اور ہمہ گیر حق رائے وہی کے اور کوئی امید نجات باقی نہیں رہی ہے۔ ہمیں پہلے اسی کو حاصل کر لینا چاہیے ورنہ اور کسی طرح کچھ نفع نہیں ہے۔" کام کرنے والوں کو چھٹیت ایک جماعت کے سطنت کے دو بڑے فریقوں کے مقابلے میں اپنی حفاظت ذاتی کے لئے متحد ہو جانا چاہیے۔ کہا جاتا تھا کہ کابٹ بذات خاص گویا قوم کا ایک ڈا ایک چوتھا طبقہ ہے، اسی نے سب سے پہلے عوام کے ہاتھوں میں ایک ایسا اخبار دیا جسے انہیں میں کا ایک شخص لکھتا تھا اور جس نے اپنی علمی قابلیت کے زور سے پریس کی قوت کو ان کے ذہن نشین کر دیا۔ اس نے جب ڈا ویکلی پبلس جبر کی قیمت دو شلنگ نصف پنی سے گھٹا کر دو پنیس کر دی تو اسکی پچاس ہزار کاپیاں تمام ملک میں پھیل گئیں، اور ہر جگہ لوگ اس غرض سے کلیوں میں جمع ہونے لگے کہ ان میں سے جو شخص پڑھنا جانتا ہو وہ اس پرچے کو پڑھے اور باقی لوگ

ٹوری حکومت

اسے سینیں پ

میں اب قدیم طبقہ امریکو طبقہ متوسط اور مزدور دونوں سے خاصیت کا سابقہ پیش آگیا، ان مزدوروں میں اب ایک نئی ذہانت پیدا ہو گئی تھی

اور قدیم طریقوں پر وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ معترض ہو رہے تھے۔ طبقہ امرا میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ لے اپنی منزلت والوں کے لئے اب یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش نظر ڈالیں اور آمادہ کار ہو جائیں۔ اب ہر شخص کو یہ اغتاء اس شخص سے حاصل ہو رہا ہے جو اس سے ایک رتبہ گھٹ کر ہے اور یہ تحریک یوں ہی جاری ہے۔ کیا ہونے والا ہے اسکا علم خدا ہی کو ہے، ”اقتصادی وقت کا وہ ہی جوش جو ایک شخص کو مصلح بنا دیتا ہے، دوسرے کو انقلابی بنا دیتا ہے“ اس وقت کا کوئی شخص بھی خواہ وہ زمیندار ہو یا سرمایہ دار ہو، یا اقتصادیات کا عالم ہو یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ کوئی ایسا انقلاب ہو رہا ہے جو قدیم نظمِ معاشرت کو لٹ کر ایک نئی عمویت کی طرح ڈال دیگا لیکن نپولین جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی انگلستان کو اس معاشری سٹلے سے سابقہ پڑ گیا تھا جو آنے والی صدی کے تمام زمانے میں جاری رہا۔

صلح کے بعد حکومت کا کام لارڈ لورپول کے تحت میں ونگٹن فاتح وارٹلو اور کاسلری سفیر خاص موٹروائٹا کے زیر ہدایت چل رہا تھا۔ یہ لوگ ایک ایسے ملک میں جہاں تدبیر اور صحیح اصول مالیات کی ضرورت تھی وہ عادات و طبائع لیکر آئے تھے جو جنگ کے مسرفانہ اخراجات اور مسلح قوت پر بھروسہ کرنے سے پیدا ہوئی تھیں۔ مہنڈا فرانسسی انقلاب نے امر اہل دولت کے دلوں میں اپنے اٹاک کے تحفظ کی طرف سے ایک مستقل اضطراب اور طبقہ مزدوراں (یعنی لارڈز اور ترین آبادی) کی طرف سے ایک خوف پیدا کر دیا تھا۔ (امرا اور اہل دولت کے نزدیک) سلطنت کے پچانے کیلئے خود ان کی طاقت کا قائم رکھنا ضروری تھا۔ پارلیمنٹ کے گرد اگر فوج متعین کی گئی اور اسی حال میں ان زمینداروں نے جنھوں نے جنگ کے زمانے میں اپنے کھیتوں میں زراعت کی تھی، خود اپنے فائدے کے لئے غلے کا ایک قانون یہ منظور کیا کہ جب تک انٹی شلنگ نی کو اڑھائی قیمت نہ ہو جائے اس وقت تک باہر سے غلہ نہ آوے۔ آمدنی پر محصول لگانے کے متعلق پروویسٹ کی کامیاب

شور انگریزی جس میں اہل دولت و اہل صنعت اس کے موڈ تھے ، اور پیر (شراب جو) کے محصول کی موقوفی ، ان دونوں نے قومی قرضے کا ایک سخت تر بار عام رعایا پر ڈال دیا ۔ دو لکھ ستر ہزار پونے ہجرتیوں پر بیس فیصدی محصول دیتے تھے اور غریب اپنی پیر (شراب جو) پر دو سو فیصدی ادا کرتے تھے ، اور جب تاجروں اور کاشتکاروں کے نقد و اسباب پر محصول لگایا جاتا تھا تو مالکان اراضی طرح کے مطالبے سے بے جا نکلنے لگتے تھے ۔ فاقہ کش اشخاص اگر ایک معینہ قیمت پر روٹی کے ملنے یا خوراک کے خریدنے کے لائق مزدوری پانے کے واسطے شور مچاتے ، یا حق رائے وہی و طریق رائے وہی کے متعلق مجلس منعقد کرتے ، تو حکمران ان سب کارروائیوں کو سلطنت کے خلاف جرم قرار دیتے ۔ اہل حکومت محضروں کی ہمت افزائی کرتے تھے ، انکی تحقیقات کی خفیہ کمیڈیاں زور زمین کی نئی تقسیم کے بیچ کن تجاویز کی بہت ہی ہمت ناک رپورٹیں تیار کرتی تھیں ۔ اجناس ملزم کا قانون معطل کر دیا گیا تھا ، جلسوں کی حماقت ہو گئی تھی اور ہرزہ سرائی و عذاروں کے خلاف قانون مطابح کا اجرا ہو گیا تھا ۔ ۱۸۰۰ء اور ۱۸۳۲ء کے ایمن پانچ سو اہل قسب کو جرمانہ و قید کی سزائیں برداشت کرنا پڑیں ۔ ۱۸۱۸ء کے ہنگامہ پانچ سو گز سنگی ، میں پسند رہ سو فظ زودہ اشخاص " روٹی یا خون " کا جھنڈا لٹے ہوئے گشت لگاتے رہے ، ان کا مطالبہ یہ تھا کہ روٹی کی قیمت مقرر کر دی جائے ۔ ان میں سے چوبیس شخصوں کو سزائے موت کا حکم دیا گیا اور پانچ شخصوں کو الی میں پھانسی دیدی گئی ۔ جب فرقہ عوام کے سب سے زبردست لادخطیب " ہنٹ " نے پیچسٹر کے میدان سینٹ پیٹر میں ایک جلسہ منعقد کیا تو پاس ہزار آدمی جھنڈیاں اڑاتے ہوئے وہاں جمع ہو گئے ۔ ان جھنڈیوں پر لاد مساوی نیابت یا موت " لاد آزادی یا موت " وغیرہ کے الفاظ منقوش تھے ۔ اس غیر مسلح مجمع پر سپاہیوں نے حملہ کر دیا جس میں ایک شخص مارا گیا اور چالیس زخمی ہوئے ۔ پٹر لو کے اس تاریک دن کے بعد نہایت مضطربانہ قوانین کا اجرا ہوا ، لاد قوانین ستر " جو عام طور پر " قوانین زباں بندی " مشہور ہیں ، انھوں نے حکام کو آزادی تحریر و تقریر اور جلسوں کے

۱۸۱۸-۱۸۱۷

پٹر لو

بند کرنے کے لئے اختیارات عطا کیئے۔ اخباروں کے ایڈیٹرز کے
 اسٹامپ کا جو قانون جاری ہوا تھا، کابٹ نے اس سے بچنے کی یہ صورت
 نکالی کہ وہ اپنے لا پولیٹیکل رجسٹر، میں کوئی خبر مطلق راج نہیں کرتا تھا، اس لیے
 اب ایک قانون اس مقصد سے نافذ ہوا کہ چند اقسام کی مطبوعات کو محصول
 اخبارات کے تحت میں داخل کر دیا جائے تاکہ کابٹ کے لاٹوینی ٹریش،
 (دو آنے والے ہملات) کی ارزاں فروخت اور اسکا اثر برباد ہو جائے۔ خطیب
 ہنٹ بھی دوسرے سرگروہوں کے ساتھ قید خانے میں ڈال دیا گیا، کابٹ
 امریکہ کو بھاگ گیا۔ قتل، جلا وطنی اور فوجی لوٹ نے مزدوری پیشہ طبقات کے
 گہرے غصے کو ساکت کر دیا اور دس برس تک حکمرانوں کو کسی شدید ہنگامے سے
 زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ سٹیٹس سمیت کہا کرتا تھا کہ بد معاش و مجرم ہوا مصلح ہونیکے
 نسبت زیادہ محفوظ ہے۔ خوف اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ جلسہ عام کے
 استحقاق کا دعوے کرنے میں کوئی وہم و گہم مصلحین کے ساتھ شریک نہیں ہوتا
 تھا بلکہ اصلاح کی اعانت میں اٹھتی تھیں۔ ہاں ایک نڈنگ چند دینے
 کے بھی وہ لوگ روادار نہ تھے۔ نہایت سخت خطرے میں پڑے۔ یہ
 کسی سچ کے شخص کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ شکایت عامہ میں سے
 خفیہ ترین شکایت کے رفع کرنے کی بھی کوشش کر سکے۔

تسیدم ٹوری مطلق العنانی کی یہ آخری فتح تھی۔ ان کا ستان جدید کے
 علی الرغم قانون احضار مجسدم پھر بھی معطل نہیں ہوا۔ جارج سوم اور کاسبرن
 کی موت کے ساتھ تعمیر عظیم کا ایک ملاحظہ برپا ہو گیا، بادشاہ کے اختیارات
 برابر محدود ہوتے گئے۔ شاہ کی جماعت وزرا میں تین چوتھائی سے
 زیادہ امر داخل تھے، ۱۸۳۳ء میں تقریباً نصف وزرا دارالعوام میں بیٹھے تھے۔
 نئے نوجوان، فرانس کے انقلاب کو بھول چکے تھے اور وہ اب ترقی
 سے برائیاں نہیں تھے۔ خود ٹوری تک اس گروہ کو تکیف و تفسیر کے
 وزرا کے تحت میں ہم تغیرات کی طرف گامزن تھے۔ ان وزرا میں ایک
 تو کیشنگ تھا جو کاسبرن کے بجائے وزیر خارجہ مقرر ہوا تھا۔

اولیٰ کنسرٹیو

کیننگ پیل

دوسرا پیل وزیر داخلہ تھا۔ کیننگ اگرچہ قوانین سستہ کا حامی اور جیکوبن (اتہا پسند احرار) کا دشمن تھا مگر وہ اپنی دور بینی سے صاف دیکھ رہا تھا کہ ایک نئے عالم کی آمد آ رہی ہے۔ اس نے اپنی اعلیٰ ذہانت اور اپنے اثر انداز جوش و فضاحت کے زور سے، دارالعوام پر اپنا تسلط جما لیا تھا اور اپنے مرنے کے قبل پانچ برس کی قسبیل مدت میں وہ گوں اور ٹوریوں سے ملا کر اس نے ایک گروہ بنا لیا تھا جو اصلاح کی طرف قدم بڑھانے کے لئے تیار تھا۔

پیل تیس برس تک تغیر کے بھوت کی طرح انگلستان میں قائم رہا۔ وہ فخر یہ کہتا تھا کہ وہ لا انگلستان کے جٹکینوں کا سرگروہ ہے، اس مغرور، نازک مزاج اور ملکی و مذہبی مساوات کی ہر ایک تجویز کے مخالف شخص کو اپنے معاملات عامہ کی کارروائی کی وجہ سے (جسکے باعث پارلیمنٹ کا وہ سب سے بڑا رکن ہو گیا تھا) مجبور ہونا پڑا کہ وہ مرضی عامہ کے آخری اقتدار، اور مفاد عامہ کی ضرورت کے آگے روایات سابقہ کو قربان کر دے اور اس شخص نے اپنے تسلط مطلق سے کام لیکر ایک سے زائد مرتبہ دارالعوام کو مجبور کر دیا کہ وہ ان آزادی دینے والے قوانین کو منظور کر لے جن پر خود اس شخص نے نہایت ہی شد و مد کے ساتھ لعنت بھیجی تھی۔ اس قسم کے سرگروہوں کے تحت میں اصلاح کے ابتدائی قدم سست، متزلزل اور بادل ناخوار سست اٹھتے تھے۔ کام کرنے والوں اور مالکوں کو ایک محدود حق یہ دیا گیا تھا کہ وہ باہم ملکر مزدوری کی شرح اور کام کے شرائط سے کیا کریں، لیکن اس حد سے آگے شرح کے تجارتی اتحاد کو سازش قرار دیا گیا تھا اور اس کے لئے سزائیں ہوتی تھیں اور مزدوروں کی مجالس اتحادی قانون کی حفاظت سے خارج تھیں۔

جب پیل اور کیننگ نے (جو طبقہ متوسط کے حالات سے خوب واقف تھا) سلطنت کے اترالیات و محمول پر نظر ثانی کی تو آزاد تجارت کی ایک دھندلی سی ابتدا اس طرح ہوئی کہ مال کے آمد و شد اور جہاز رانی کے قواعد میں ترمیمیں کی گئیں اور قوانین غنہ پر نظر ثانی کرنے کی تجویز ہوئی۔ جانوروں پر بے رحمی کرنے کے روکنے کی بھی پہلی مرتبہ کوشش کی گئی۔ زمینداروں کو

۱۸۴۶-۱۸۴۷

۱۸۵۰-۱۸۵۱

۱۸۲۵-۱۸۲۶

58930

شکار چرانے والوں کے خلاف کمانی دار بندوقوں کے استعمال کی مخالفت
 کر دی گئی۔ مکنٹاش جس نے سزائے قتل کے سٹے پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دی
 تھی، اس نے پیل کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ تقریباً سو جرموں کے لیے
 موت کی سزا موقوف کر دی گئی اور دیگر جرائم سے متعلق تقریباً تین سو قوانین میں
 جزوی یا کئی ترمیم کی گئی۔ مکنٹاش نے کہا تھا کہ لاجب میں اس زمانے کو یاد کرتا ہوں
 جب عورتوں کو کوڑے لگانے اور دکان پر سے پانچ شلنگ کی کوئی چیز
 چرانے کے لیے پھانسی پر لٹکا دینے کے خلاف میں جنگ کر رہا تھا تو
 اس کے مقابلے میں یہ زمانہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں دو مختلف ملکوں میں
 آباد رہا اور ایسے لوگوں سے باتیں کرتا ہوں جو دو مختلف زبانیں بولتے ہیں۔“

جب کیننگ کا انتقال ہو گیا اور ولنگٹن وزیر اعظم ہوا تو اسے
 فی الواقع ایک نئے ملک سے سابقہ پڑ گیا تھا۔ تمام حالات غیر تبدیل شدہ
 معلوم ہوتے تھے۔ انگلستان کے اساسی قوانین اور اسکا نظام سلطنت
 ۱۸۲۸ء میں بالکل وہی تھا جو ۱۸۰۱ء میں تھا اور قدیم خود اعتمادی میں کچھ کمی نہیں
 آئی تھی مگر تین برس کے اندر قدیم نظام سلطنت و حقیقت نیا بن گیا تھا اور جدید دنیا
 جس حالت سے ہمارے پیش نظر ہے اسکی ابتدا ہو گئی تھی؛

قوت کی پہلی آزمائش میں مطالبہ یہ ہوا کہ تمام مذاہب کے سروروں کو
 ملکی مساوات حاصل ہونا چاہیے۔ کیتھولکوں کے رفع قیود کا مسئلہ اولیٰ ستمبر ۱۸۲۸ء
 میں تجویز ہوا تھا مگر پچاس برس تک نہایت جوش کے ساتھ انکار ہوتا رہا۔
 ۱۸۰۵ء کے بعد سے پارلیمنٹ کیتھولکوں کے رفع قیود کے مسودات قانون
 کو چودہ مرتبہ مسترد کر چکی تھی۔ بیس برس تک وہاں اس کے لیے برسر جنگ
 رہے اور کیننگ نے اس کے پیچھے اپنی جان تک دیدی مگر کچھ حاصل نہوا۔
 کیتھولک اور منسٹرین اپنے ملک کے لیے جان دے سکتے تھے کیونکہ بری
 و سحری افواج کے دروازے ان کے لیے کھول دئے گئے تھے مگر کوئی
 کیتھولک کسی ملکی عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا تھا اور منسٹرین بھی جن عہدوں پر تھے
 وہ محض اس طرح سے تھے کہ سال بہ سال ان کے لیے معافی کا ایک قانون

کیتھولکوں کے رفع قیود

منظور ہوا کرتا تھا۔ اس صنعتی طبقوں نے کوشش کر کے قانون اختصار و قانون جماعت شخیصہ کو منسوخ کر دیا تاکہ محسروں کو ملکی عہدوں پر فائز ہونے کے لئے عشاے ربانی کے متعلق اقرار سے آزادی ملجائے۔ پیل لا جو غیر روادار جماعت کا نفس ناطقہ تھا اس نے کیتھولکوں کو خلاصی دینے کے مخالفوں کی سرگرمی بڑی ہی شدت سے کی اور ولنگٹن نے اس تجویز کو ملک کے بہترین مفاد کے لئے ہلکا ظاہر کیا، مگر دوسرے سال ان دونوں نے متفق ہو کر کسی نہ کسی طرح پارلیمنٹ سے یہ قانون منظور کر لیا کہ کیتھولک پارلیمنٹ میں داخل اور کم و بیش تمام ملکی و سیاسی عہدوں پر فائز ہو سکیں۔ آزادی کی پہلی عظیم الشان فتح حاصل ہو گئی مگر حکومت نے جو کچھ کیا وہ کسی کشادہ دلی و فراخ حوصلگی کے باعث نہیں کیا بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ لا اتحاد، کے وقت آئر لینڈ سے رفع قیود کے جو وعدے کئے گئے تھے وہ مدت تک ایسا نہیں ہوئے تھے۔ اور ساری قوم نے بڑے ہی وسیع پیمانے پر اسکی مخالفت کے انتظامات کر لئے تھے، اسی سے حکومت کو مجبور ہونا پڑا۔ کلر کے کیتھولک کاشتکار اپنے پروٹسٹنٹ زمینداروں کے قابو سے نکل گئے اور ایک پرزور قومی مظاہرے میں ڈھیل اوکانل کو اپنی طرف سے رکن منتخب کیا۔ ولنگٹن کو اس کے بھائی ولزلی (نائب السلطنت آئر لینڈ) نے متنبہ کر دیا تھا کہ اگر اس نے قوم کی مرضی پر لحاظ نہ کیا تو اسے نہ صرف عام شورش بلکہ کیتھولک سپاہیوں کی بغاوت کا بھی متوقع رہنا چاہیے۔ اس سے وزیر کی ضد ٹوٹ گئی اور یہ صرف ولنگٹن اور پیل ہی کا اقتدار تھا جس نے یورپوں کو اس مسودے کے قبول کر لینے پر مجبور کیا، مگر پیل کو آئر لینڈ کے آزاد کاشتکاروں پر زیادہ غصہ نہیں تھا بلکہ وہ زیادہ تر اس امر سے سچ و تاب گھٹا رہتا تھا کہ اس کے نزدیک حق رائے دہی طبقاتی فوقیت کا آلہ تھا اور (اسی کے قول کے مطابق) زمینداروں نے اس آئے کو بڑی سختوں سے تیار کیا تھا اور اب تک بہت ہی کارگر ثابت ہوتا رہا تھا اب یہ آلہ اس کے (پیل کے) ہاتھ سے ٹوٹ گیا۔ پس جس قانون کے رو سے اس نے یہ قیود رفع کیئے اسی قانون کے رو سے چالیس سال تک کے

ارضی داروں کے حتی رائے ہی کو منسوخ کر دیا اور آئرلینڈ کو اور بھی زیادہ پروٹسٹنٹ زمینداروں کے سیاسی اقتدار میں دیدیا، لیکن اہل آئرلینڈ نے بھی اپنی جگہ پر ظاہر کر دیا ہے کہ ان میں قومی عمویت کی قوت مجہد ہے اور انھوں نے ٹیڈا و سلطنت کی انگریزی روایات کو منسوخ و بن سے ہٹا دیا ہے اور اسکی معاشری ترتیب اور خود پارلیمنٹ کے اقتدار کو معترض بحث میں لے آئے ہیں۔ اسوقت سے اہل آئرلینڈ کا اثر انگریزی سیاسیات کا ایک اہم جز بن گیا ہے۔ وہ کلتی تو ہیں جنھوں نے قدیمی عمویت کے روایات اور داروگیر کے مصائب کے دوران میں نشوونما پائی تھی انکی حریت نواز طبیعت میں اس درد حب قوت موجود تھی کہ آئندہ برسوں میں انگلستان کے اندر جو معاشری و سیاسی مہجان برپا ہونے والا تھا اسے تاناک بنا دین اور خیالات میں آزادی پیدا کر دینا

پارلیمنٹ کی اصلاح

کیتھولکوں کے رفع قیود کے قانون نے جہاں ٹوری فریق کو برباد کر دیا، وہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دو سو برس بعد سلیس اور چٹنگو تھ کے ایسے فلسفیوں کا یہ عقیدہ عوام الناس کے دلوں میں حلوں کر تاجار ہا ہے کہ لا پروٹسٹنٹ اگر دوسروں کے ایمان و ایقان کے خلاف نیابتی سے کام لیں تو وہ کسی طرح سے قابل درگزر نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہانس کی اس تسلیم و یقین میں ایک نئی جان پڑ گئی تھی کہ تمام حکومتوں کی غایت دولت عامہ کی بہبودی ہے۔ قانون رفع قیود کیتھولکان سے اگر ٹوریوں کو پہلی مرتبہ شکست نصیب ہوئی تھی تو اب قانون اصلاح پارلیمنٹ نے انھیں بالکل ہی اکھاڑ پھینکا۔ ان کا دعوے یہ تھا کہ مستحکم حکومت کی ضمانت صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ مجلس وضع قوانین پر انگلستان کے موروثی زمینداروں کا اقتدار قائم رہے، گزشتہ ڈھائی سو برس کے دوران میں پارلیمنٹی نیابت کا مسئلہ بالکل اچھوتا رہا تھا، پھر پچاس برس تک جملہ اعتراضات کامیابی کے ساتھ سترد ہوتے رہے۔ اصلاح پر زبرد سینے کو بغاوت قرار دیا جاتا تھا، پانچ ممتاز و موثر اصحاب جو انصاف کی ابدی بنیاد پر زور دیتے تھے، ان پر مقدمہ قائم ہو گیا اور اس جرم میں انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ پینتیس برس بعد اس معاملے پر نظر کرتے ہوئے اسوقت کے ایک جوبی نے

۱۸۱۰-۱۸۳۵

۱۷۹۲-۱۷۹۳

۱۸۳۱-۱۸۰۹

یہ کہا تھا کہ "ہم سب دیوانے تھے" اس جدوجہد کی تجدید کے بعد تھوڑی بہت اصلاح کرنے کے لیے میسوں کو شمشیں ہوئیں مگر بائیس برس تک سب کام رہیں۔ زمیندار اپنے اقتدار و اختیار میں بالکل مامون و مطمئن معلوم ہوتے تھے۔ دارالامرا میں ان کا غلبہ تھا، دارالعوام میں ضلع کے اربکان کا تقرب ہی کرتے تھے اور قصبے تقریباً تمام انھیں کے ہاتھوں میں تھے۔ بہت سے نامزدگی کے قصابات تھے جہاں کے رکن کا انتخاب سرپرست قصبہ کر دیا کرتا تھا۔ قصابات کیا تھے محض گری پڑی دیواروں اور گھاس سے ڈکے ہوئے توڑوں کا نام قصبہ رکھ لیا تھا، زمانے کی موج انہیں اس طرح بہانے لگی تھی کہ ان کا کہیں نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے "بوسیدہ قصبے" تھے جہاں کے اسیدوار کا انتخاب لارڈ نے نہیں قصبہ کے اثر سے ہوتا تھا چنانچہ نیورک میں ایسا ہوا کہ اپنے نامزد کردہ اسیدوار کے شکست کھا جانے پر ڈیوک نیوکیسل نے ہر ایسے کاشتکار کو خسارج کر دیا جس نے اس کے خلاف رائے دی تھی، اور کہا کہ "کیا مجھے یہ حق نہیں ہے کہ جو چیسر میری ہے اسے جس طرح چاہوں کام میں لاؤں" انتخاب کے اخراجات کی وجہ سے بھی نیابت دو لگتے تھے ہی کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ لارڈ ایشلی نے ڈارٹشاٹر کے انتخاب میں ۱۵۶۰۰ پونڈ صرف کر دیئے۔ ایسے قصبے بھی تھے جہاں سرپرست یا رکن فقیر سے یہ چاہا جاتا تھا کہ وہ بلدیہ کے کل اخراجات ادا کرے۔ بعض قصبوں میں صدیوں تک یہ ہوتا رہا تھا کہ دارالعوام میں اپنے مطلب کے لوگوں کو بھرنے کے لیے امر قصبوں کو خرید لیا کرتے تھے۔ بعض قصبوں میں چار چار سو برس کی قیود و اختیارات کی روایات موجود تھیں۔ کابٹ بھی چلا رہا تھا کہ "تمام برائیوں سے زیادہ فسوسناک برائی (یعنی رشوت) نہایت ہی ذلیل و مذموم اثر پیدا کر رہی ہے" لیکن اب زمیندار طبقے کے مسلمہ اقتدار کو اہل تجارت کی فراوانی دولت اور گروہ مزدوراں کی انفرادی تعداد کے باعث اندیشہ پیش آ گیا تھا۔ مزدوروں کی آبادی شہری آبادی تھی اور شروع صدی سے دس برس میں تیس فیصدی کے حساب سے بڑھتی جا رہی تھی۔

۱۸۲۹

وہ برابر یہ شور مچا رہے تھے کہ محصول ہلکے ہوں، روٹی کی قیمت مسخین ہو، عدالت و انصاف میں اصلاح ہو، ہمہ گیر حق رائے دہی رائج ہو اور پارلیمنٹ سائنس ہو کرے۔ بود و باش اور طریق پیداوار کی اشتراکی تجویزوں کے ساتھ اسباب پہلی مرتبہ سوشلزم (اجتماعیت) کا لفظ زبانوں پر آنے لگا۔ تمام مملکت کے کارکنوں کو متحد کرنے کے لیے متعدد تجارتوں کے گریڈ جنرل یونین (اتحاد انظم) وجود میں آنے لگے آئر لینڈ کے ایک رومن کیتھولک ڈومہرٹی نامی نے ٹریڈ یونین (انجمن مزدوروں) کا دور رس خیال پیدا کیا جس کا مقصود یہ تھا کہ مختلف تجارتوں کے کام کرنے والوں کو ملا کر ایک عظیم الشان انجمن قائم کر دیا۔ اور نصف صدی قبل عام ہرتال کے جس خیال نے فرانس میں جسٹیکریٹ کی وہی خیال اب انگلستان کے مزدوروں میں اس طرح شائع کیا جا چکا تھا کہ وہ ان کی تمام تحریکات کا مرکزی خیال بن جائے۔ وہاں اور فوری دہوں پر جو دہشت طاری ہو گئی تھی اسکا اندازہ وحشیانہ داروگیر اور مطابح کا منہ بند کرنے کی کوششوں سے ہو سکتا ہے۔ دیہات کے غیر منتظم مزدور جو بھوکوں، ریوالی شرح اجرت اور امداد غربت کے خلاف اپنے اعتراض کا اظہار گھانے کے انبار خانوں کے جلا دینے سے کرتے تھے وہ ہولناک سزاؤں کا شکار ہوتے تھے۔ ۱۸۳۳ء میں مزدوری کے متعلق شورشیں ہوئیں جن میں ایک شورش کی جان گئی مگر حکومت کی طرف کوئی شخص زیادہ زخمی بھی نہیں ہوا۔ بد نظمی کی پاداش میں نو مردوں اور لڑکوں کو پھانسی دیدی گئی، چار سو ستاون جلاوطن کیے گئے اور چار سو چودھارک کے اندر قید ہوئے۔ لیکن اس تمام دوران شورا انگریزی میں لارڈ جان سل برابر اس مطالبے کی تجدید کرتا رہا کہ نئے تجارتی طبقے اور ترقی کن شہروں کو کسی قدر حق نیا بہت دینا چاہیے۔ لارڈ موصوف ایک مستقل السنزم اور غیر مشغل مزاج مناظر تھا جو کسی قسم کی رکاوٹ یا شکست کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ جب اس تحریک میں ترقی ہوئی تو پیروان کیننگ لارڈ پامرسٹن کے تحت میں اصلاح کنندہ بن گئے۔ لارڈ گرے اور لارڈ لینسڈاؤن نے وگوں کی رہبری اختیار کی، ٹویوں کو اولی طبقہ سے

جو خوف و ہنگام تھا اس میں وہ بھی شریک تھے اور ایسے انہوں نے
 یہ معتقدانہ اصلاح تجویز کی کہ لا آزاد طبقے کے تمام ذمی فہم و ذمی عزت افراد کو حق
 رائے وہی عطا کرنا چاہیے۔ برٹو سیم نے کہا تھا کہ لا قوم سے میری مراد
 متوسط طبقات سے ہے جو ملک کی علم و دولت کے مخزن ہیں اور جن
 سے برطانیہ کے نام کی عزت ہے۔" میکالے نے اس امر پر زور دیا تھا کہ
 اس قسم کی محفوظ، معتدل، اور قلمی تجویز سے ہمہ گیر حق رائے وہی کے خطرات
 دور ہو جائیں گے۔ مزدوروں نے اس کے جواب میں انہیں لا سست رو
 بڑھل اور نیت و عمل کرنے والے لوگوں کے نام سے سخت مطعون کیا۔
 پندرہ برس تک انکی بزم گاہوں نے انہیں ہمہ گیر حق رائے وہی کی تسلیم دی تھی۔
 وہ بالکل انقلاب کی حد پہنچ گئے تھے، لیکن اس نازک موقع پر انہوں نے
 صحیح سیاسی شعور کا اظہار کیا اور بجائے اس کے کہ ابتدائی میں اس اصلاح کو ہاتھ
 سے نکل جانے دیتے، انہوں نے اس تلخ ناکامی کے باوجود سچے دل سے
 طبقہ متوسط کی تائید کی۔ برمنگھم، لیڈز اور نیچسٹر وغیرہ شہروں میں جکی نمائندگی نہیں
 ہوتی تھی مزدوروں کی آبادی بے انتہا زیادہ تھی۔ برمنگھم کی آبادی ۱۸۱۵ء میں
 نو لاکھ تھی، ۱۸۳۰ء میں یہ آبادی ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی، اسپرڈی اسے
 ایک رائے کا بھی حق حاصل نہیں تھا اور نہ اسے امن و امان کے قائم
 رکھنے، بیماریوں کا مقابلہ کرنے، اور مزدوروں کی حفاظت کرنے کا
 کوئی اختیار حاصل تھا، اسی شہر میں سب سے پہلے لا متوسط و ادنی طبقات کا
 سیاسی اتحاد، قائم ہوا تاکہ حق رائے وہی مکانداری کے لحاظ سے حاصل
 کیا جائے ہی لا اتحاد، ملک کے تمام قریب و بعید مقامات کے لئے
 نوٹ بن گیا۔ لا کارکن طبقات کے ایک قومی اتحاد، نے اس امر پر زور دیا کہ
 ہر مرد کو حق رائے وہی عطا ہونا چاہیے اور اسی کو دولت کی صحیح تقسیم کا واحد ذریعہ
 قرار دیا۔ حکومت نے جب یہ حکم دیا کہ بیفے سے بچنے کے لئے روزہ
 رکھنا چاہئے تو اس اتحاد کے ارکان ایک جلوس بنا کر نکلے اور وہ روٹی کا
 ایک ٹکڑا اور گوشت کی ایک بوٹی لئے ہوئے تھیں پیر یہ منقوش تھا کہ

۱۸۳۰

۱۸۳۱

۱۸۳۲

قانون اصلاح
جولائی ۱۸۳۲ء

نومبر ۱۸۳۰ء
یکم اپریل ۱۸۳۱ء

۱۸۳۱ء
۲۱ مارچ

”وہ مفید با صبح سلاخ یہ ہے“
یہی موقع تھا جب ولنگٹن نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت
نئے بادشاہ ولیم کی زبان سے سرکشوں اور بددلوں کو دھکی دی اور اس نظام سلطنت
کی تعریف کی جس نے انگلستان کو اس درجہ حقیقی آزادی اور معاشری مرفہ بحالی
دے رکھی تھی کہ دنیا کے کسی اور ملک کو نصیب نہیں تھی۔ ولنگٹن آخر تک
اس امر کے خلاف رہا کہ اس نئے نظام سلطنت میں کسی قسم کی تراش خراش
کی جائے، مگر اسے خود اپنے مکان کے اندر اس طرح محصور ہو کر رہنا پڑتا تھا کہ
کھڑکیوں تک میں گولی کے روکنے والے تختے لگے ہوئے تھے۔ بادشاہ اور
وزیر کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ لارڈ مشیر کی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے
گاڑیوں پر سوار ہو کر ٹرک پر سے گزر سکتے۔ جب ڈیوک کو مجبور ہو کر استعفا
دینا پڑا تو اسی جگہ وہ گولوں کے سرگرم لارڈ گرے کا تقرر ہوا۔ گرے چالیس برس
سے زائد تک اصلاح کا موئیر رہا تھا، لارڈ پارمنٹن بھی سرواں کیننگ کو
اپنی تبعیت میں لے ہوئے اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ لارڈ جان اسٹون نے
وزرا عوام میں اصلاح کا پہلا مسودہ قانون پیش کیا جس کے رو سے ”لا بوسیدہ قصبات“
ساقط کیے گئے، حرقی پذیر قصبات کو راکے دی کے حقوق عطا ہوئے اور
راے دی کے لئے بیس یا ونڈ مکان کی ملکیت کا یکساں اصول مقرر کیا گیا۔
یہ مسودہ قانون جو اس آئینی آزادی کی تجدید و ترمیم کرنا چاہتا تھا جسے پہلی مرتبہ
ارل سائمن اور اڈورڈ اول نے قائم کیا تھا، اس کے پڑھنے وقت ٹوریوں نے
حقارت آمیز شور و غلب سے بہت خلل ڈالا۔ دوسری خواندگی صرف ایک
راے کی کثرت سے منظور ہوئی۔ ایک مہینے بعد کمیٹی کے دوران میں اس
مسودے کے خلاف ایک ترمیم منظور ہوئی اور بادشاہ نے بہ عملت
وسٹ فیسٹر میں ہینچر پارلیمنٹ کو طرف کر دیا۔ ٹوریوں کی گرج نے جب
وزرا عوام کو بادشاہ کی اس عاجلانہ آمد سے خبردار کیا تو ایک ایسا ہنگامہ
برپا ہو گیا جسکا لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں، بعینہ وہی نقشہ پیش ہو گیا تھا جو سال ۱۶۴۰ء
کی یادگار کشمکش کے وقت وقوع میں آیا تھا، لوگ عرصے سے چلانے، ٹوپیاں

اچھا لے اور سخت دھکیاں دینے لگے۔ دوسری مرتبہ جب توپوں کی آواز سنائی دی تو ایک رکن نے وزراء سے حلا کر کہا کہ "یہ لوگ گولیوں کا نشانہ نہیں گئے اور تم میں سے بھی بعضوں کے سر اڑ جائیں گے" ملک کے جوش کے سامنے رشوت بھی وغیرہ کے پرانے موثرات کی کچھ پیش نہ گئی اور ملک نے انہیں وزراء کو سو سے زائد کی کثرت رائے کے ساتھ واپس بھیجا۔ دوسرے سو وچ اصلاح کی خواندگی کے وقت کثرت رائے ۱۰۹ تک پہنچ گئی۔ جب دارالامراء نے اسے مسترد کر دیا تو جوش عام شورشوں اور آتشزدگیوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ برمنگھم میں لوہار ہتھیار تیار کرنے اور گھوڑوں کے پیروں کے نیچے ڈالنے کے لیے گوکھرو بنانے کے لئے تمام راست کام کرتے رہے۔ تیسرے سو سے کو ۱۶۲ کی کثرت رائے حاصل ہو گئی۔ دارالامراء نے نو کی کثرت رائے سے دوسری خواندگی منظور کرنی گر کمیٹی میں اس سو سے کو مسترد کر دیا۔ ولنگٹن نے بادشاہ کے حکم سے ایک وزارت قائم کرنے کی کوشش کی مگر وہ ایک ہفتہ بھی نہ چل سکی۔ عوام الناس نے حصار بنا۔ نے اور علانیہ جنگ کرنے کی دھکی دی۔ سیاسی بزم گاہوں اور اتحادوں نے اپنے ارکان کو حکم دیا کہ جب تک یہ سو وہ منظور نہ ہو جائے اس وقت تک کسی قسم کا حصول نہ ادا کریں۔ سپاہیوں کا اندازہ شکوک تھا۔ بنکوں کو ناکامیاب کرنے کے لیے بڑے بڑے اشتہارات لندن کی سڑکوں کی تمام دیواروں پر چسپاں کیے گئے۔ ڈیڑھ لاکھ کو روکنے کے لیے سونے پر قبضہ کر دیا گیا۔ جب اس طرح ساری قوم سے مخالفت کا سامنا پیش آ گیا تو بادشاہ نے قلعی و کامل طور پر انقیاد اختیار کیا۔ گرسے کو واپس بلایا گیا اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ دارالامراء میں اس سو سے کو منظور کرانے کے لیے جس قدر امر کی ضرورت ہو اس قدر نئے امپرنالے، امراء نے رنج و غصہ کے ساتھ اس تہدیہ کے سامنے سر جھکا دیا تا آنکہ ۲۴۲ ارکان دارالامراء سے غیر حاضر ہو گئے اور صرف ۱۰۶ ارکان سو سے کو موافق اور ۲۲ اس کے خلاف رائے

۲۲ اپریل ۱۸۳۲

۲۲ ستمبر

۱۸ اکتوبر

۲۲ اپریل ۱۸۳۲

اپریل

۱۸

جون

دینے کے لئے آئے،

مصلحت کے اثرات

زائر روس چلا اٹھا کہ لاہور شاہ (انگلستان) نے اپنا تاج
 ہالی میں بھینک دیا ہے، اگر اس تجویز کی وسعت سے شجیر ہو گئے جس نے
 قوت کے قدیم اجارے کو برباد کر دیا تھا، ٹوری اپنے زوال پذیر ملک پر
 ماتم کرنے لگے، ان کا خیال تھا کہ تیس برس میں اس قانون کی تباہ کاریاں
 عیاں ہو جائیں گی، موروثی ریاستوں میں تغیر ہو جائے گا، سرکاری کلیسا الٹ
 دیا جائے گا، آزاد دارالامرا تباہ ہو جائے گا بلکہ ممکن ہے کہ اس کا وجود ہی
 باقی نہ رہے۔ مزور اس خیال میں ٹوریوں سے کم نہ تھے کہ زمانہ آئندہ کے
 اندر انقلاب مضمحل ہے، وہ جانتے تھے کہ انہیں کے مردانہ دارالاستقلال
 و ہمت کی وجہ سے یہ فتح حاصل ہوئی ہے، بقول جیس، "ان دنوں حقیقت
 یہی پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی آزادانہ مرضی سے ایک حقیقی قومی نعرہ لگائے۔
 متحد ہوئے تھے اور اسی امر نے اس دور کو ہر ایک سابقہ دور کے بہ نسبت
 اہمیت دیدی ہے، چند برسوں کے اندر نوجوانوں کی ایک نئی نسل
 پیدا ہو جانے والی تھی جسکی نشوونما اس طرح ہوئی ہو کہ وہ لا اقدار کے
 احترام سے خالی الذہن اور نیابتی حکومت کے تخیلات سے مملو ہو،"
 اور ان کے اخلاقی اثر سے آخر الامر ایک وسیع تر اصلاح قوم کے توقعات کو
 پورا کر دے۔ لاہور ایک دن امر سے فیصلہ کن جنگ ہو کر رہے گی
 اور نجسام کار میں امر کو ہزیمت اٹھانا پڑے گی، یہ بیم و امید نے نواتح
 قانون اصلاح کے صورت حالات سے پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اسکے
 اصول کا نتیجہ تھی، اس قانون نے چھپن بوسیدہ یا نامزدگی کے قصبات کو
 ساقط کر دیا تھا اور تیس دوسرے قصبات میں صرف ایک ایک کن باقی رکھا،
 اس طرح ایک سو تینتالیس حکمیں تقسیم کے لئے نکل آئی تھیں جنہیں سے
 اضلاع کو پیسٹھ مزید نمائندے دئے گئے اور بقید تعداد پینچسٹھ، سبٹرن،
 برمنگھم، اور دوسرے ترقی کن قصبات کے درمیان تقسیم کر دی گئی۔ قصبات میں
 دس پاؤنڈ کی مکنڈاری کی شرط حق رائے ہی کے لئے قائم کی گئی اور آزاد

اشخاص کی رائے ہی کے حقوق محدود کر دیئے گئے۔ مفصلات میں نقد دار اور پٹہ دار چالیس شلنگ کے اراضی داروں اور پچاس پاؤنڈ سالانہ ادا کرنے والے غیر پابند معاہدہ کاشتکاروں کے ساتھ شامل کر لیئے گئے۔ لیکن دارالعوام کے صاحب املاک طبقات، جاٹداو اور غیر منقولہ املاک کی حفاظت اور انقلاب کے روکنے کی غرض سے متحد ہو گئے تھے تاکہ جہاں تک ہو سکے قدیم نظم و ترتیب کو باہلے نہ دیں، جس قانون نے تجارتی طبقات کو رائے ہی کا حق عطا کیا تھا اس نے تینوں ملکوں میں، پانچ لاکھ رائے دہندوں کا بھی اضافہ نہ کیا اور جگہوں کی تقسیم اس طرح سے ترتیب دی گئی کہ نصف سے زائد ارکان کا انتخاب مملکت کی تین فیصدی بالغ مردوں کی طرف سے ہوا۔ قوم کے چھ شخصوں میں سے پانچ شخص اب بھی رائے ہی کا حق نہیں رکھتے تھے۔ جس انتظام نے متوسط طبقے کے نصف اشخاص کو نصف حق رائے ہی کے چھوڑ دیا ہو، وہ درحقیقت انہیں فریب دینے کے لئے وضع ہوا تھا۔ مزدور جن کی مدد سے یہ قانون مکمل ہوا تھا، انکی کچھ پیش بھی نہ ہوئی اور ملک برائے اندازہ کے ساتھ انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ اہل تو یہ ہے کہ ان کے حق میں یہ نیا نظام سلطنت پر اپنے نظام سلطنت کے نسبت کم جمہورانہ ثابت ہوا۔ بہت سے لوگ اپنی قیدی رائے ہی کے حق کو کھو بیٹھے اور نئے دس پاؤنڈ والے مکان داری کے انتظام میں ان میں سے بہت ہی کم کسی کو موقع ملا۔ وہ اپنی بے انتہا کوششوں سے بالکل خستہ و درماندہ ہو گئے تھے۔ ان کے سرگروہ بالکل مفلس و قلاش اور مسلسل محنت سے چور ہو گئے تھے، حقیقت میں دارالعوام میں بہت ہی کم تفسیر نظر آتا تھا۔ زمیندار شرفا اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے اب بھی دارالعوام پر حاوی تھے اور مشل سابق قصابات میں سے بھی نصف کی نمائندگی وہی کر رہے تھے، اور وزارت و گوں کی ہویا ٹویروں کی ابھی آئیندہ چھتیس برس تک ان کی رہبری دارالامرا ہی سے ہوتی رہی، (اس میں صرف پانچ برس کا وہ زمانہ مستثنیٰ ہے جب لارڈ جان رسل وزیر اعظم تھا) لیکن اصلاح کے دوست و دشمن دونوں انقلاب کی نظریاتی کے تسلیم کرنے میں حق بجانب تھے۔ ناقابل تفسیر نظام سلطنت کا ضبط و دماغوں سے نکل گیا تھا اور ہر شے تنقید و تفسیر کیلئے

جدید دارالعوام

۱۸۳۳ء

کھل گئی تھی۔ لہ اصول افسادہ، یعنی دولت عامہ کے مفاد کے لئے عقلاً جو امر درست معلوم ہو اسکا اختیار کرنا، حکمران طبقات کے خدا داد حق کی جگہ پر قائم ہو گیا تھا، اور مرتے دم بلیتھم اپنی کامیابی کی انتہائی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اختیار کا توازن بدل دیا گیا تھا۔ آخری قانون جو بادشاہ کی ذاتی غرض کے موافق پیش کیا گیا ہو وہ جاریج ہارم کا ملکہ کرولائین سے طلاق حاصل کرنیکا مسودہ قانون تھا، اور عام جوش و غضب کے سامنے جن مسودات سے دست بردار ہونا پڑا ان میں تقریباً ہی پہلا مسودہ تھا۔ ولیم ہارم کے بعد کسی بادشاہ نے وزیر کو برف کرف کرنے کے حق کے دعوئے کرنے کی جرأت نہیں کی۔ بادشاہ کے وزیر جو اسوقت تک عملاً شاہی اثر سے مقرر ہوتے تھے اب ان کا عزل و نصب تنہا دارالعوام کے ہاتھ میں آ گیا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہی پہلا موقع تھا کہ انتخاب عام کے براہ راست نتیجے کے طور پر کسی وزارت کو استعفی دینا پڑا ہو۔ جب دارالعوام نے اپنی رایوں کی فہرست شائع کرنا شروع کر دی تو ذمہ داری کا ایک نیا احساس پیدا ہونگا جیسا کہ گلید اسٹن نے افسر کیا ہے اسوقت تک یہ ہوتا رہا تھا کہ لہ بند قصابات، پر قابو رکھنے کی وجہ سے امرا دونوں ایوانوں کے تضادم کو خاموشی کے ساتھ دبا دیا کرتے تھے مگر اب چونکہ یہ اقتدار غائب ہو گیا تھا اور ایوان ادنیٰ کی آزادی بڑھ گئی تھی اس لئے اب دارالامرا کی طرف سے دارالعوام کے مقابلے میں ایک ایسی مخالفت برپا ہو گئی جسکا قانون اصلاح کے قبل کہیں نام و نشان ہی نہیں ملتا۔ درحقیقت اس قانون نے دارالعوام کو لہ حکمران و انتخاب کنندہ ایوان بنا دیا تھا، اور دوسو برس قبل ہم نے جو ولیرا نہ تجویز قائم کی تھی وہ اب انجام کار نظام سلطنت کی ایک بنیاد بن گئی تھی یعنی بصورت دشواری و دقت لہ دارالعوام تنہا سلطنت کو بچائے گا۔

اصلاح کنندہ
پارلیمنٹ

چند مہینوں کے سوا دس برس تک وہاگ برسر اقتدار رہے اور ان دس برسوں میں بڑی کثرت سے قوانین وضع ہوئے۔ انکا پہلا جلیل القدر قانون یعنی تمام برطانوی نوآبادیوں میں غلاموں کی آزادی، پرانے طریق کی

اوپر نکلنے کی کامیابی تھی۔ وطن کے اصلاحات میں دارالعوام کا ابتدائی جوش
 متعدد قوانین کی صورت میں ظاہر ہوا، یہ قوانین اگرچہ فی نفسہ چھوٹے چھوٹے
 تھے مگر ہر ایک سے ایک اصول قائم ہو گیا تھا جو آئینہ الیٰ صدی میں سلطنت
 کے افعال کی رہبری کرنے والے تھے۔ طبقہ متوسط کے نئے اثر کا اظہار
 ان کوششوں سے ہوا جو منحرفوں اور یہودیوں کے مذہبی قیود کے رفع کرنے
 اور انگلستان و آئر لینڈ کے سرکاری کلیسیا کے نظم و نسق کی اصلاح میں کی گئی۔
 جب دارالامرا نے آکسفورڈ اور کیمبرج کے دروازے کھولنے سے
 انکار کر دیا تو لندن کی نئی قائم شدہ یونیورسٹی کو اختیار دیدیا گیا کہ وہ تمام
 مذاہب کے لوگوں کو اسناد عطا کرے۔ ۱۵۳۴ء کے بعد سے اب پہلی مرتبہ
 عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ خاص اپنے
 کلیسیاؤں میں اپنے طور پر رسم مناکحت ادا کریں۔ ملک کی مذہبی زندگی کو سیاسی اغراض
 کے قید بند اور دنیاوی اقتدار سے حقیقتاً آزاد کرنے کا جو کام اس طرح
 شروع ہوا تھا وہ تمام صدی میں جاری رہا۔ یہ عزم ہی کچھ کم قابل احترام نہیں تھا کہ
 دولت عامہ کے ہر رکن کو یکساں انصاف اور قانونی حفاظت حاصل ہونا چاہئے۔
 یکے بعد دیگرے ایسے قوانین وضع کئے گئے کہ جن لوگوں پر الزام لگایا جائے
 انکی طرف سے عادل گواہوں کی شہادت پیش ہو سکے اور تمام بلزموں کو
 بذریعہ وکیل جوابدہی و مدافعت کا حق حاصل ہو گیا۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرنے
 پایا کہ تشہیر کا قابل شرم طریقہ منسوخ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مردہ جسم کو
 پھانسی پر لٹکا چھوڑ دینے اور علانیہ کوڑے لگانے کی وحشیانہ حرکات
 بھی بند ہو گئیں۔ ابھی تک سینتیس جرموں کے لئے موت کی سزا مقرر
 تھی، اب وہ صرف قتل کے لئے مختص کر دی گئی۔ علانیہ پھانسی دینے کی
 عاقبت ہو گئی اور عدالتوں میں وسیع الاثر اصلاحیں کی گئیں تاکہ اس کے ذرائع
 ہر شخص کی دسترس کے اندر پہنچ جائیں پہلے ہی سال میں، اصلاحی
 پارلیمنٹ کو ایک دھندلا سا احساس اس امر کا بھی ہوا کہ سلطنت قوم کی تسلیم کی
 جوابدہ ہے۔ اس فرض کی ادائیگی سے بہت دنوں تک انکار ہوتا رہا جسکی وجہ

مساوات مذہبی
۱۸۳۴

۱۸۳۵

اصلاح قانونی

۱۸۳۶

۱۸۳۷

۱۸۳۷-۱۸۴۹

تعلیم

خواہ یہ ہو کہ عوام الناس کا خوف غالب تھا یا یہ کہ مالکان کارخانہ و عملائے اقتصادیات کے خباثات کا پاس و سجاوٹ کیا جاتا تھا۔ پولیس نے لکھا ہے کہ ادارہ حکومت عوام کی تسلیم پا جانے کے نتائج سے انکے جاہل رہنے کے اثرات کی نسبت زیادہ ہراساں تھے، بہر حال اب پہلی مرتبہ سلطنت کی طرف سے بیس ہزار پاؤنڈ کی امداد دی گئی۔ یہ ایک طرح کا چنندہ تھا جو دو سو ساٹھوں کے درمیان تقسیم کروایا گیا تھا، جن میں سے ایک سرکاری کلیسا کی قائم مقام تھی اور دوسری منخرف جماعتوں کی۔ بعد میں ایک مجلس تعلیم (بورڈ آف ایجوکیشن) کا تقرر ہوا اور تیس ہزار پاؤنڈ اسکی تحویل میں دیئے گئے کہ تمام فرقوں کے درمیان تقسیم کیا جائے جس میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو روسن کے تھوٹک کتاب مقدس کا استعمال کرتے تھے، یہ بھی حکم دیا گیا کہ لڑکوں کو ہفتے میں دو گھنٹے تسلیم دی جایا کرے۔ اگرچہ ہنوز ایسے ایسے کاروباری اضلاع جن میں لاکھوں کی آبادی تھی، غریب بچوں کے مدارس سے محروم تھے اور اگرچہ تسلیم پانے والوں سے صرف نصف کے قریب اس قابل ہوتے تھے کہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد وہ عبارت پڑھ سکیں، اور چار میں ایک ایسا ہوتا تھا کہ لکھ کے اور فیصدی دو کسی حد تک حساب بھی جانتے تھے مگر بائیں ہمہ سلطنت کی ذمہ داری کا ایک اصول قائم ہو گیا تھا جو اس کے بعد سے پھر کبھی ترک نہیں کیا گیا۔ کارخانوں کے لئے توضیح قوانین کے طریقے کو سپڈلر نے پھر زندہ کر دیا تھا، اور ایک کمیٹی نے جس کا وہ خود صدر نشین تھا دارالعوام کو اس قسم کے قوانین کے اجرا کے لئے مجبور کر دیا۔ لارڈ ایٹلی کا پیش کیا ہوا ایک قانون منظور ہوا جسکی رو سے نو برس سے کم عمر کے لڑکوں کا کارخانے میں کام کرنا ممنوع قرار دیا گیا، اور پٹھارہ برس سے کم عمر والوں کے لئے کام کا وقت بارہ گھنٹے تک محدود کر دیا گیا۔ ایڈون جیڈوگ کے اثر سے اسی قانون کے سلسلے میں پانچ برس کے لئے چار گھنٹے انٹیکلر (ناظر) مقرر ہو گئے۔ یہ پہلی کوشش اگرچہ محض امتحانی و عارضی تھی تاہم اس سے مرکزی نگرانی کا جدید و پرزور اصول قائم ہو گیا، انسپکٹروں کے جوش سے

لوگوں کے لئے کچھ حقیقی حفاظت کا سامان مہیا ہو گیا اور اسی سے ایک نئی امید کی شعاع طلوع ہوئی، لیکن اس قسانون کی یاد ایک اور منہج سے بھی دلوں میں جاگزیں ہے، وہ یہ کہ اس نے اس مہا شے کا دروازہ کھول دیا جو اس تمام صدی میں جاری رہا۔ اس زمانے کے تمام علمائے اقتصادیات اس رائے پر قائم تھے کہ ہر انگریز کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا کام جس طرح چاہے کرے اس میں کسی طرح کی مداخلت نہ ہو، نہ اسے مدد دی جاوے نہ اس کے راستے میں کوئی روک پیدا کی جائے تاکہ کارخانے دار کو سلطنت کی اچھی بری مداخلت سے کوئی نقصان نہ پہنچے اور مزدور ایک آزاد شخص کے طور پر معاملت کرے، اسکی آنکھیں پارلیمنٹ کی طرف لگی رہیں بلکہ وہ اپنی کامیابی کے لئے خود اپنے قوت بازو پر بھروسا کرے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو غریبوں سے زیادہ قربت رکھتے تھے وہ صاف دیکھ رہے تھے کہ ایک غلام وفاقہ کش قوم کے سامنے جو "آزادی" پیش کی جاتی ہے وہ لفظی و سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ لارڈ ایٹلی (جو ۱۹۰۵ء کے بعد سے لارڈ سٹافٹسبری کے نام سے زیادہ مشہور ہے) غریبوں کی مصیبتوں پر کڑھ رہا تھا اور جس حد تک آلام و مصائب اس نے معائنہ کئے تھے ان سے متاثر ہو کر وہ سلطنت کی مداخلت کا پر جوش حامی بن گیا تھا، "ادہم پارلیمنٹ" سے کہتے ہیں کہ تم اپنے قوانین کو اس قابل بناؤ کہ وہ قسانون کا صحیح فرض ادا کر سکیں۔ ان لوگوں کی حفاظت کرو جنہیں "دظلم" سے بچانے میں دولت، مرتبہ، عمر کوئی شے بھی کام نہیں آتی، جب حکومت نے یہ چاہا کہ تحفظ کی عمر کو گھٹا دے اور یہ دلیل پیش کی کہ بارہ برس کے لڑکے بھی بڑوں کی طرح خود اپنے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں، نیز یہ کہ ہفتے میں چھ گھنٹے کے کام سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچاتا ایٹلی نے حقارت کے ساتھ دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ وہ پارلیمنٹ جس نے غلاموں سے کام لینے کو مردود قرار دیا ہو اور بالغ بچوں کے لئے ہفتے میں پینتالیس گھنٹے سے زائد کام کی اجازت نہ دی ہو وہی پارلیمنٹ شہنشاہی

برطانیہ کے بچوں کو نسلائی کے غار میں دھکیں دے۔ ایشلی کے قانون کارخانہ، "ای سے اس جنگ کا آغاز ہوا جو بختتم کے تسلیم کردہ انفرادیوں اور سلطنتی اجتماعوں کے درمیان جاری ہوئی، (سلطنتی اجتماعوں کا دعوے سے یہ تھا کہ سلطنت کے ہر باشندے کو استحقاقاً یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ اپنے حکومت کے توسط سے اپنے لئے کل قوم کے تحفظ کا دعوے کرے)۔

قانون امداد

درحقیقت اس سال کو ایک نئے دور کا دیباچہ سمجھنا چاہئے پارلیمنٹ جو ملک کے حیرت انگیز جوش سے تازہ تازہ متاثر ہوئی تھی، اسکے سرکام میں آزادی و انصاف کی روح دائرہ سائر ہو گئی تھی۔ ابتدائی کارروائیاں کیسے ہی ٹہرتے ڈرتے ہوئی ہوں اور وہ کیسی ہی بے حقیقت نظر آتی ہوں مگر یہی کارروائیاں پر از جرات خیالات و مسامی کی آمد کی خبر دے رہی تھیں، آئندہ سال کے قانون امداد غراب سے جس طرح زیادہ پر جوصلہ کوشش کا اظہار ہوتا تھا اسی طرح اس سے قانون سازوں کے مناقب و مثالب بھی اچھی طرح واضح ہو گئے تھے۔ قانون کارخانہ کی طرح یہاں بھی انھوں نے مقامی عہدہ داروں پر مرکزی نگرانی قائم کی، سنہ ۱۶۵۰ء کے بعد پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا اور بلکہ اعتباراً صرف پنج برس کے لئے امتحاناً اسکا اجرا تجویز ہوا، انھوں نے نظم و نسق کے وہ اصول قائم کئے جو خاص ان کے طبع زاد تھے اور اس کے ساتھ ہی سود مند بھی تھے، چھوٹے چھوٹے ہاکٹری پریشوں کو ملا کر بڑے بڑے مجموعے بنا دیئے گئے اور قدیم رضا کارانہ متولیوں اور تاجسروں کے بجائے تنخواہ دار عہدہ داروں کا ایک نیا طبقہ قائم کیا گیا جس کا تمام وقت سرکاری کاموں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ دوسری طرف امداد کا اصولی و عملی طریقہ (جس میں کام کرنے والی جماعتوں کی اسٹے کو کوئی دخل نہ تھا) ایسا رکھا کہ اس نے مضائقہ و آلام کو اور بڑھا دیا۔ رائے عامہ پر اس وقت اقتصادیوں کی حکومت تھی اور ان کے خیالات و آرا پسند معینہ نظریات کے اندر مقید تھے جنہیں وہ اپنے زمانہ کے حیر العقول تغیرات میں اپنے مخصوص انکشافات سمجھتے تھے۔ ان پر یہ خوف

مسلماً تھا کہ آبادی، ذرائع معاش کے مقابلے میں زیادہ بڑھ جائے گی، وہ اسکے بھی مدعی تھے کہ اجرت میں اگر کسی قسم کی بااعلیٰ نہ کی جائے تو وہ فطری "قوانین" کے تابع ہو جاتی ہے، یعنی اس حد سے کبھی نیچے نہ آوے گی جو گزراوقات کے لئے بدرجہ اول ضروری ہو اور نہ اس سے اوپر جائے گی جسے ملک کی تجارت معقول طور پر برداشت کر سکے، بلکہ غلے کی قیمت کے لحاظ سے اس میں مناسب کمی بیشی ہوتی رہے گی۔ وہ اپنے اس مسلمہ اصول میں کسی قسم کے حصہ و استثنیٰ کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ اقتصادی کامیابی بہرہ ور کے عمل کی شخصی آزادی اور خود اسکی قابلیت کی بلامد کو شمشوں پر منحصر ہے۔ ان اصولوں کے لحاظ سے یہ امر مضر سمجھا جاتا تھا کہ انتہائی جزورسی کو مد نظر رکھے بغیر غریبوں کو مدد دی جائے، اور مدد دی بھی جائے تو صرف ایسی حالت میں جب واقعی فائقے کی نوبت آجائے اور اس کے شرائط ایسے سخت ہوں کہ سوائے مفلوک اصحاب اشخاص کے اور کوئی اس سے متمتع نہ ہو سکے۔ بیرونی امداد بند کر دی گئی اور قلت اجرت کی اعانت میں غریبوں پروری کے طور پر غلے سے مدد کرنا بھی متروک ہو گیا۔ اس طرح مزدوروں کو موقع مل گیا کہ وہ کام کی تلاش میں جہاں چاہیں آزادی کے ساتھ جا سکیں لیکن یہ آزادی محض برائے نام تھی۔ امداد کے بند کر دینے سے اجرتوں میں تو کچھ اضافہ نہیں ہوا اور جب غلہ ساٹھ شلنگ فی کوارٹر کے حساب سے فروخت ہونے لگا تو لوگ روٹی بغیر مرنے لگے۔ کام کرنے کے مقامات بڑھائے گئے، مگر اول تو ان میں داخل ہونا دشوار تھا اور کسی طرح داخل بھی ہو جاتے تو وہاں کی تکالیف قید خانے سے بھی بدتر تھیں۔ اصولیوں کے نزویک مسلم الاقتصاد اور نیابت کے اصولوں کو باہم متحد کرنے کے لئے یہ طریقہ بہت انسب معلوم ہوتا تھا کہ جو لوگ قابل محصول جاڈاد کے مالک ہوں انھیں مجلس متولیاں میں ان کے محصول کے تناسب سے رائے دینے کا حق دیا جائے جسکا نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص یہ کہتا تھا کہ ان متولیوں کو غریبوں کی فکر کرنے کے بجائے صرف شرح محصول کی فکر دانگیں رہتی ہے۔ مزدوروں نے

قانون امداد غربا کے اس سخت انتظام کا مقابلہ وحشیانہ بغاوت سے کیا اور ایک ایسا فریقانہ عناد پیدا ہو گیا جسکی خرابیاں درافتہ منتقل ہوتی رہیں یہ فصلات میں انباروں کے جلانے کے وحشیانہ واقعات وقوع میں آئے اور حکام نے بھی مثل سابق ظالمانہ طریقہ پر انکا تدارک کیا؛

بلدی اصلاح

۱۸۳۵

ایک کام جس میں غلطی نہ ہو سکتی تھی کہ تمنا وہ قانون اصلاح بلدیہ تھا جس نے بہت ہی وسیع پیمانے پر مقامی حکومت خود اختیاری عطا کر دی، اسی قانون نے عملاً اس طولانی مدنی کشمکش کا خاتمہ کیا جسکے ذریعے سے انگلستان کے شہروں نے بہت سی ناکامیوں اور ٹھوکروں کے بعد غلامی سے نکل کر خود مختاری اور معاشری آزادی کے میدان میں قدم رکھا تھا۔ یہ کارروائی تین برس پہلے کے قانون اصلاح کے نتیجے میں بے انتہا جمہورانہ تھی۔ بیشک ایک قصبے کے مقامی معاملات کو قوم کے سپرد کر دینا اس قدر ہیستیک نہیں معلوم ہوتا تھا جتنا کہ سلطنت کے معاملات میں انھیں دخل دینے کی اجازت دینا ہیستیک نظر آتا تھا، جب اہل شہر کی نئی شخصیہ جماعت (یعنی مکانداران ٹمپن عام) کے سامنے جسکا کام تمام باشندوں کے مشترک اغراض کو ترقی دینا تھا، مجالس تجار، واٹمن ہائے تجارت فنا ہو گئیں تو قدیم فرسودہ امتیازات اور محبوب و مرغوب اجارات بھی یک قلم ہوا ہو گئے اب نیابتی کاونسلیں (جن کا انتخاب عام کامیوں کے لئے مکانداری کے اصول انتخاب کی بنا پر ہوتا تھا) دو شہر کے ہر دو دو نوں کے دونوں، محصول ادا کرنے والوں کے خادم گئے جانے لگے، یہاں تک کہ قصبے کا خزانچی اس امر کا مجاز تھا کہ روپیہ صرف کرنے کے متعلق خود کاونسل کے حکم پر سوئٹ تک کاربند نہ ہو جب تک کہ وہ مصارف قوانین بلدیہ اور قصبے کے نظام حکومت کے رو سے جائز نہوں، لیکن نئے امتیازات کو پوری طرح عمل میں لانے میں سالہا سال گزر گئے۔ ایڈون چیٹوک اور لارڈ شائفسبری کے ایسے چند دلیر اعظم رجال نے کاہلی، تعصب، اور انتظامی مشکلات کا مقابلہ کرنے اور وبا، اموات، جہالت اور ظلم کے مقابلے میں سینہ سپر رہنے میں جس غیر متزلزل اعتماد علی النفس کا

اظہار کیا اور اس میں مدت تک انھیں جیسی کچھ تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں جب ہم ان کا خیال کرتے ہیں تو ہم پر ضرور ایک طرح کی افسردگی طاری ہو جاتی ہے۔ شہروں میں غریبوں کے محلوں کے اندر مکانون کے ہوا دار بنانے، پادر و جاری کرنے اور تعمیرات کرنے کے متعلق جب ایک مسودہ قانون پیش ہوا تو حکومت نے اسے مسترد کر دیا اور غریبوں کے لئے مکانون کا انتظام کرنے کے لئے کچھ بھی کوشش نہ ہوئی، مگر آزاد شدہ شہروں (بلدیات) میں مزدوروں کی امیدیں وسیع ہو گئی تھیں، بلدیات اپنی اپنی جگہ پر اظہار جوش میں ایک دوسرے سے مسبقیت یگانا چاہتے تھے۔ پس صدی کے وسط سے انھوں نے اہل شہر کے لئے پانی، روشنی، پختہ سڑک، مکانات، کتب خانے، وسائل آمدورفت، طبی امداد وغیرہ کے سامان پیدا کرنے شروع کئے اور صحت و تعلیم کے ذرائع کو اپنی جمہورانہ نگرانی میں یکجا کرنے کی کوشش میں سرگرم ہو گئے۔ اصلاح کی پشت گرمی اور جوش نے اب تک وہ لوگوں کو سنبھالے رکھا تھا، مگر مزدوروں کو دغا دیکھنا رنگ لائے بغیر نہ رہا، خود ان میں عزت و انصاف کا احساس باندھ پڑ گیا، اور ملک کے اندر ان کی نیکنماہی برباد ہو گئی۔ دو برس کے اندر لوگوں کی کثرت ۱۷۱۴ء سے گھٹ کر ۱۰۰ لاکھ رہ گئی۔ اسی اثنا میں سر رابرٹ پیل نے معتدل ٹوریوں کو کنسرویٹو (مستحفظین) کے نئے نام کے تحت میں جمع کر لیا۔ یہ لفظ پہلے پہل کیننگ نے لگا لاکھا، اسکے بعد رفتہ رفتہ اسکا عام رواج ہو گیا۔ رابرٹ پیل ہی نے انھیں اوسط درجے کے سبریق ٹوری، کی طرف رہبری کی جسکا مطمح نظر یہ تھا کہ مالیات کو عمیق نظر سے دیکھا جائے، عام ہیجان و اضطراب کے بالمقابل ایک مستعد حکومت قائم کی جائے اور جن خرابیوں سے کلیسا یا سلطنت کو خطرے کا اندیشہ ہو ان میں باکستیا طرز نیم کی جائے۔ مسلسل کمزور حکومتوں کے دوران میں وہ لوگوں اور معتدل ٹوریوں یعنی کنسرویٹو میں کچھ ایسا فرق نہیں معلوم ہوا تھا عمومی تنظیمات سے دونوں یکساں بدظن اور ریڈیکل (بیچ کن) شورش انگیزوں سے بے حد خائف تھے۔ اسے طبقات کا قانون اصلاح کسی طرح بھی موجب طمانیت نہ ہوا

۱۸۴۱

۱۸۴۲

فریق کنسرویٹو

۱۸۳۲-۱۸۳۸

اور آئندہ تیس برس تک ہر ایک عمومی بزم و انجمن اس ایک مقصود کی طرف گامزن رہی کہ اپنے ملک کے نظام سلطنت میں قوم کو دخیل بنائے۔ جب ۱۸۱۸ء میں کابریٹ نے غریبوں کو حق رائے دہی کے لئے برائیگنٹ کیا اس وقت روٹی کے کارخانوں میں ۷۰۰۰ آدمی کام کرتے تھے مگر ۱۸۳۹ء میں مسودہ اصلاح کی رو سے جو لوگ خارج رکھے گئے تھے انہیں کی تعداد ۴۶۹۰۰۰ تھی یہ کثرت کبھی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ دستکار غایت بددلی اور سخت غصے کے ساتھ الگ ہو گئے۔ دستکاروں اس وقت سے ان کے سرگروہ باواز بلند یہ کہنے لگے کہ انہیں اپنی ہی متحدہ طاقت کے سوا اور کسی طرف مدد کے لئے نظر نہ اٹھانا چاہئے اور ان میں منتظر رفاقت کا جو احساس پیدا ہو گیا تھا وہ نفع رسائی کی انجمنوں، حرفتی مجلسوں، امداد باہمی کی انجمنوں، تجارتی بزموں اور اتحادوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ امداد باہمی کی انجمن اول اول ۱۸۲۸ء میں "دکان متحدہ" کے نام سے پانچ پاؤنڈ کے سرمایے سے قائم ہوئی تھی، اب ان انجمنوں کی تعداد کئی سو ہو گئی ہے۔ ۱۸۲۹ء میں ایک آرٹ لینڈی روسن کیتھولک ڈوہرلی نامی نے سب سے پہلے یہ کوشش کی تھی کہ کام کرنے والوں کی حفاظت کے لئے مختلف تجارتوں کو ایک متفقیت یا قومی انجمن میں متحد کیا جائے۔ اس کے بعد ایک باشندہ ویلز، رابرٹ اون نے "د قومی حیات ثانیہ کی بزم" "د اور متفقہ تجارتوں کا قومی اتحاد اعظم" قائم کیا، یہ اتحاد مختلف تجارتوں کی جداگانہ انجمنوں کا ایک متفقہ مجموعہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ کام کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کر دیا جائے شرح اجرت اتنی ہو کہ کام کرنے والے آرام سے بسر کر سکیں، ہر شخص کو کام ملنے کا حق ہو، اور جو کام ان کے ہاتھ سے انجام پائے اس کے نفع میں انہیں حصہ دیا جائے۔ چھ ہفتوں کے اندر اندر پانچ لاکھ اشخاص اس اتحاد کے رکن ہو گئے جن میں اہل حرفہ، عورتیں اور بچاؤ کے ہزار ہا مزدور سب ہی طرح کے لوگ شامل تھے۔ یہ تعداد ایسی تھی کہ انگلستان یا اور کسی یورپی ملک میں اس سے قبل کہیں کوئی نظیر اس کی

نہیں مل سکتی۔ وہاگ اور ٹیری دونوں فریق کے وزراء ان نئے اتحادوں کے متعلق یہ کہتے تھے کہ وہ انہیں جن مشکلات و خطرات کا سامنا ہے ان میں یہ اتحاد سب سے زیادہ مہیب ہے۔ ”وہ قومی اتحاد عظیم، کو تباہ کر نیچے لے نہایت لا ابا لیا نہ طور پر قانونی ضوابط کی کھینچ تان کھینچنے لگی، تاہم اس کے بعد الٹی خرابی اس حد کو پہنچ گئی کہ ڈارنڈسٹاؤر کے چھ مزدوروں کو اتحاد کی ایک دیہاتی بزمگاہ قائم کرنے کے جرم میں سات سات برس کی جلا وطنی کی سزا دی گئی۔ اتحادی مزدوروں کا ایک جلوس جب تینتیس جھنڈے لے ہوئے مزدوروں کی جانب سے ایک تعرض و درخواست حکومت میں پیش کرنے کے لئے لندن میں ہو کر گزرا، تو تمام سڑکوں پر سوار متعین کر دیئے گئے اور بغیر کسی قسم کی شنوائی کے انہیں واپس کر دیا گیا۔ جن عظیم الشان احتجاجوں سے ہم اچھی طرح واقف ہیں ان میں یہ پہلا عظیم الشان احتجاج تھا۔ ”وہ قومی اتحاد عظیم“ کی سر فرزند شانہ کوشش کی ناکامی سے کسی طرح پرست ہمت ہوئے بغیر، ایک دوسری ”انجمن کارکنان“ نے ایک ایسی بزم کی طرح ڈالی جہاں اہل حریفہ خود اپنی تعلیمی سمیت کو مرتب کریں اور خود اپنے رہنما پیدا کریں اور اس طرح کارکن طبقے کی ایک صحیح روش کو ترقی دیں۔ علاوہ ازیں اسی انجمن نے سب سے پہلے اس طرح پر بین الاقوامی کارروائی کا راستہ کھولا کہ تمام ممالک کے کام کرنے والوں کے درمیان پیغامات کی آمد و رفت کا ایک سلسلہ قائم کر دیا، عامۃ الناس کیلئے مختلف صورتوں میں ایک نئے واسطے اخبار جاری کئے گئے، چار آنے کا سرکاری محصول ادا کئے بغیر ان کے فروخت کرنے کے لئے ۱۸۳۶ء و ۱۸۳۷ء کے مابین ۷۲۸ء مقدسے چلائے گئے جن میں ۲۱۹ صرف ۱۸۳۵ء میں دائر ہوئے۔ اگرچہ عوام کی چیخ پکار سے مجبور ہو کر لارڈ پلورن نے محصول ایک پنی (۱/۱) تک گھٹا دیا تاہم ایشہا رات کے لئے رقوم ادا کرنے اور کاغذ پر ۷۰۰۰۰ پاؤنڈ محصول دینے سے غریبوں کے وہ اخبارات جو قانونی پابندی کے ساتھ شائع ہوں آئندہ پچیس برس تک نہ پاپس (۲/۴) میں پڑتے رہے، کاغذ کے محصول کی محولہ بالا قسم کاغذ کی اس تمام مالیت کی نصف تھی جو انگلستان میں

۱۸۳۶

اخبارات

۱۸۳۶

۱۸۳۵-۱۸۳۶

تیار ہوتا تھا۔ مزدوروں کے نئے تخیلات کی اس بیباکانہ روش پر ہم متعجب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، لیکن ان کی ہمت کیسی ہی کچھ بلند کیوں نہ ہو جو طبقہ ہمنوز غلامانہ حالت میں ہو اور مطبوعات کی ارزانی ایک نئے و بے معمول ڈاک کا طریقہ، ریلوے سلسلہ رسل و رسائل، سہولت سفر، اور تبدیل کار کا موقع سب مفقود ہو اسکے وسائل سے بہت بعید تھا کہ وہ ہمہ گیر اتحاد و اتفاق قائم کر لے۔ سلطنت کی طرف سے غداری یا سازش اور بغاوت کے مسلسل مقدمات سے حکومت کا انداز، قوم کی فلاکت اور پارلیمنٹ سے باہر کی عمومیت اور پارلیمنٹ کے اندر کی وہگ وزارت کے درمیان روز افزوں انفراق سب مہیا ہو جاتا ہے۔ مزدوروں کو تجربے سے معلوم ہو گیا کہ جن طبقات کو نیا نیا حق رائے دی حاصل ہوا ہے وہ اپنی شکایتوں کے رفع کرنے اور باہر والوں کی آوازوں کو دبانے میں کس درجہ سرگرم ہیں۔ مزدوروں نے "چارٹسٹ" (منشوری) "انٹی کارن لالیگز" (مخالفان قانون غلہ)، "ٹریڈ یونینسٹ" (مزدوران اتحادی)، "فیکٹری رفارمر" (مصلحان کارخانہ) مختلف ناموں سے اپنے اجتماعات قائم کئے، مگر انھیں کسی نام سے بھی پکارا جاوے وہ سب کے سب بلارو کد اسی عظیم شاں فوج کے متفرق دستے تھے جو قوم کی آزادی اور رفع قیود کے لئے لڑ رہی تھی۔

چارٹسٹ
(منشوری)

آئندہ کے دس برسوں میں ان میں سے ہر انجمن بساط جنگ پر صف آرا ہو گئی۔ لارڈ جان رسل وہ پر جوش مصلح تھا جسکی غیر متناہی کوششوں سے ملک کو "قانون اصلاح پارلیمنٹ"، "قانون اصلاح بلدیہ"، "تجارت کی منسوخی"، "تعمیری قوانین اور مذہبی پابندیوں میں بہت کچھ نرمی کے فوائد حاصل ہوئے اور تعلیمی تحریک میں جان پرگنی، وہ دارالعوام میں دس برس سے زیادہ پیل کا خاص انخاص بد مقابل رہا اور بیس برس سے زیادہ وہگ فرق پر اسکا غلبہ قائم رہا، وہی اب دارالعوام کا سرگروہ تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ ۱۸۳۲ء کا قانون اصلاح تختہ حثیت رکھتا ہے اور نظام سلطنت اب پھر مکمل ہو گیا ہے۔ اسی برس میں مشورین بہ سرکردگی فرگس اوکانر، سیاسی میدان میں اتر آئے انکی صدا یہ تھی

۱۸۳۶

” ہم سب کوں سے اپنا بدلہ لیں گے۔“ اصلاح کے معاملے کی دعا بازی قانون ادا و غریبا سے تنفر، زوال پذیر تجارت کی وجہ سے گرسنگی کی شدت و سختی ان سب باتوں نے ملکر بیخ کنوں، اجتماعیوں، اتحادی مزدوروں، اور عورتوں کے مطالبہ رائے دی کی بہت سی بزمگاہوں کو اس امر پر متحد و متفق کر دیا کہ وہ سب یہ تہیہ کر لیں کہ جب تک رائے دی کا حق نہ حاصل ہو جائے گا، تمام مسائل کو برطرف رکھیں گے۔ پیل نے جب ”قوانین کارخانہ“ کی مخالفت کی اور سوجہ سے کنسر ویٹو طبقہ کی طرف سے مزدوری پیشہ جماعتوں کی تسام امیدیوں باطل ہو گئیں تو انھوں نے سمجھ لیا کہ ”د منشوریت“ کے سوا، ان کے درد کی اور کوئی دوا نہیں ہے۔ اوکانل نے اسکا نام ”چارٹر“ (منشور) رکھا تھا، اس چارٹر میں حسب ذیل چھ باتوں کا مطالبہ کیا گیا تھا، خفیہ رائے دی، کن پارلیمنٹ کے لئے جائداد کی شرط کا ترک کیا جانا، ارکان کو تنخواہ یا معاوضہ ملنا، ہر بالغ شخص کو رائے دی کا حق ہونا، ملک کو مساوی طبقہ رائے انتخابی میں تقسیم کرنا، انتخاب کا سالانہ عمل میں آنا اور امن جلسوں کا انعقاد، پارلیمنٹ کے پاس پریپیٹ درخواستوں کا بھیجنا (جسکی اہمیت کو جعلی دستخطیں کلی زائل نہیں کر سکتیں) اپنے مقاصد پر زور دینے کے لئے ایک پرچے کا جاری کرنا، یہی وہ مسائل تھے جنکے ذریعے سے آئیں پسند منشوریوں کو یہ امید تھی کہ وہ حکومت کو راضی کر لیں گے، دوسری طرف پریس (ترک مے نوشی) کی انجمنوں اور عامۃ الناس کے دارالعلوموں کے ذریعے سے یہ کوشش ہو رہی تھی کہ قوم خود اپنی تجدید حیات کا سبب بنے اور اپنے لئے حقیقی آزادی حاصل کرے۔ دوسرا حصہ جو انتہائی غربت کی وجہ سے بالکل سرفہر ہو گیا تھا وہ انقلاب اور جسمانی قوت سے کام لینے کی طرف مائل ہو گیا۔ حکمراں طبقات نے ان سب کو کانفرنسٹ (اشتراکی) کے ایک لفظ عام میں داخل کر لیا تھا، جو تحت شاہی، کلیسا، اور خاندان کے تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ لارڈ شافٹسبری نے ریج واندو کے ساتھ یہ کہا کہ ”اخلاقیات و سیاسیات کے دو بڑے عنقریب جماعت اور منشوریت تمام ملک کو تروبالا کر رہے ہیں“ منشوری خود تو آپس کے اختلاف رائے سے

کمزور اور اپنے مشتبہ و مشکوک سرگروہوں کی وجہ سے مضحل ہو گئے اور اس حال میں انھیں سابقہ پڑا اعلیٰ درجے کے فوجی انتظام اور پولیس سے، جن کی کیفیت یہ تھی کہ فوج تمام حرفتی اضلاع میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی اور پولیس نئی نئی بھرتی ہوئی تھی اور خوب قواعد اور تھی۔ پس حکومت نے اول تو ان کے نہایت ہی پاکباز و اعلیٰ خصائل سرگروہوں کو سخت قسم کی قید میں ڈال دیا اور جب اس طرح منشوریوں کا ہر ایک فرقہ زیادتی پر مجبور ہو گیا تو پھر حالمانہ سختی کے ساتھ انھیں دبا دیا گیا۔

اس وقت تو ان کی کوششیں پرمردہ ہو کر رہ گئیں مگر بعد کو پھر ۱۸۴۸ء میں ان میں بیداری کے آثار پیدا ہو گئے۔ یہ نیا جوہش اندرون ملک کے مصائب اور براعظم کے انقلابات کے متعدی اثر کا نتیجہ تھا۔ منشوریوں کی آخری مجلس مشورہ جب لندن میں جمع ہوئی ہے، اس وقت فریبوں کی مصیبت حد نہایت کو پہنچ گئی تھی، اور جب اس مجلس کے شرکا قوم کی ناقابل برداشت مصیبت کے اظہار کے لئے یکے بعد دیگرے کھڑے ہوئے تو بہت سی صبر آزمائیوں اور غلطیوں کے بعد ان منشوریوں نے اپنے پرانے وقتوں کا جوہش و خروش تازہ کر دکھایا۔ ان کا ایک جلوس پارلیمنٹ میں ایک درخواست گزارانے کے لئے چلا کر ڈیوک و لنکٹن کی فوجی پیش بندیوں اور لندن پولیس کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب یہ مجمع با یوس ہو کر منتشر ہو گیا تو اس کے ساتھ ہی منشوریت بھی معدوم ہو گئی لیکن اس نے جو کام کئے تھے وہ بیکار نہیں گئے۔ دس برس کی جدوجہد نے ایک نئے طبقے کے نشوونما کا اظہار اور مشترکہ مساعی اور صبر و برداشت کے ذریعے مزدوروں کو اس طرح مستی کر دیا تھا کہ اس سے قبل ان میں کبھی ایسا اتحاد نہیں ہو سکا تھا۔ کارل مارکس کے ویسے سے ان کے الفاظ بھی انگلستان کے حدود سے باہر پہنچ گئے تھے۔ اس شخص نے ان کی آخری مجلس مشورہ کی تیاریوں کو دیکھا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ انگلستان کے منشوری سے عمومی ہیں اور اگر وہ اپنے چھ مطالبات کو حاصل کر لیں گے تو وہ تمام دنیا کے لئے آزادی کا راستہ کھول دیں گے۔

قوانین غلہ

درحقیقت بس شے نے منشوریوں کو ایک طرف کو ہٹا دیا تھا وہ ان ہی برسوں میں قوم کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ وہ شور انگیز تھاوم تھا جو حرفتی طبقوں (اور زمینداروں) اور ان کے قوانین غلہ کے درمیان واقع ہوا۔ انگلستان کے کھیتوں میں، اب اتنا غلہ نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ فاقہ مست شہروں کی کثیر آبادی کے لئے کافی ہو سکے۔ آبادی میں ہر سو برس تقریباً بیس لاکھ کا اضافہ ہوتا جاتا تھا اور قوم کا حصہ کثیر جٹی اور آلوپرگزان کرتا تھا۔ کاہڈن نے بالا اعلان یہ کہا کہ ایک برس کے اندر بریٹنل کو اس سے زیادہ سامان بھیجا گیا جتنا اس دوران میں انگلستان کی کل زرعی آبادی نے خرچ کیا ہے۔ ۱۸۳۷ء کے بعد متواتر کئی برسوں تک فصلوں کے خراب ہونے سے بڑی تباہی برپا ہو گئی۔ ایک طرف شرح اجرت گرتی جاتی تھی اور دوسری طرف غذا کی قیمت بڑھتی جاتی تھی۔ ۱۸۴۰ء تک پہنچ کر اس اضافہ کا اندازہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ کیا گیا ہے جس کا بار بالخصوص غریبوں پر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ۱۸۳۰-۳۳ء میں برآمد کی مالیت ۱۸۱۶ء کے بہ نسبت کم تھی اور کار بار کے انحطاط کے ساتھ ہی کارخانہ داروں کی تجارت بھی قدامتوں جا رہی تھی۔ رچرڈ کاہڈن ڈا ایٹی کارن لالیگ (انجمن مخالفین قانون غلہ) میں جان برائٹ کا شریک ہو گیا۔ (کاہڈن ایک کسان کا بیٹا تھا جو ۱۸۱۳ء کی زرعی تباہیوں میں برباد ہو گیا تھا اور برائٹ کو نگر مذہب کا پیرو اور راکڈیل کا ایک صنعتی تھا) یہ دونوں مبلغ ملک کے تمام عرض و طول میں آزاد تجارت کے لئے آتش فشاں کرتے پھرتے تھے۔ انھوں نے سیاسی اختلافات کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ اس مہم میں ان طبقوں کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا جنکی آواز کی اب تک قومی مجلسوں میں کوئی شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ عام عبادت سے اتفاق نہ کر نوالے پارلیوں کے سات سو نمائندوں کا جمع ہونا ٹائٹل کی لٹری میں محض "اد لغویت و مضحکہ" تھا اس وقت سے پہلے اہل سیاست انتخابات کے سوا دارالعوام سے باہر بہت ہی کم کوئی تقریر کرتے تھے اور ارکان کبھی اپنے حلقہ انتخاب سے باہر نہیں نکلتے تھے مگر کاہڈن اور برائٹ نے (جو بالترتیب ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۳ء میں

کاہڈن
برائٹ

۱۸۳۱

پارلیمنٹ میں داخل ہوئے) اپنی بہترین قوت عوام الناس کے جلسوں کو خطاب کرنے میں صرف کر دی۔ ان جلسوں میں کثیر تعداد اشخاص سیاسی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے جو انھیں ایک نئی اہمیت اور ایک نئے "قانون اصلاح" کے لئے تیار کرنے میں کسی طرح بھی منشوری تحریک سے کم اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ انھیں دونوں نے کام کرنے والوں اور کام لینے والوں کو اپنی غرض مشترک میں متحد ہونے کے لئے پہلی مرتبہ صلاح دی، کا باطن اس امر پر زور دیتا تھا کہ انگلستان کی قوم و ہرقافی جماعت نہیں ہے بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو شہروں اور قصبوں میں رہتے ہیں اور وہی اس ملک پر حکومت کریں گے، "آزاد تجارت کے حامیوں کی تبلیغ و معنی خیز اتھاسوں میں زوال پذیر حرفت، ترقی پذیر غربت، فاقہ کش و گرفتار اجل اشخاص کی ضروریات، مزدوروں کی نیکو خلاصی، صنایعوں کے منافع، ماورائے بحر تجارت کی دولت و ثروت، اہل ملک کو جاگیرانہ غلامی سے نکال کر آزاد قوم کے درجے پر پہنچانا، تمام ملکوں کے درمیان امن و امان اور خیر اندیشی کی اشاعت، کاروبار، بلند حوصلگی، اور ہمدردی انسانی کے دلائل سب مباحث موجود ہوتے تھے۔ منشوری اسکا ترکیب ترکیب جواب دیتے تھے کہ روٹی کے سنتے ہونے سے مزدوری بھی سستی ہو جائیگی، زائد از ضرورت پیداوار سے اجرت غیر متیقن ہو جائے گی۔ وہگ اس سے پہلے ہی انھیں "قانون ادا وغربا" کی مصیبت میں پھنسا چکے، ان کے لڑکوں کو مرنے کے لئے کارخانوں میں بھیج چکے، اور ان کے سرگروہوں کو قید خانوں میں ڈال چکے ہیں۔ اور (سب پر سر یہ کہ) اسی کرڈر پاؤنڈ کا قرضہ ان کے گلے سنڈھ گئے ہیں، اور وظائف، سرکاری کلیسا، ہزار ہا عہدہ سے اور تنخواہیں، بری و بحری افواج، مقامی محاصل، اور زمینداری کے بوجھ ان کے سروں پر لا دوئے گئے ہیں۔ اس کا دندان شکن جواب بھی موجود تھا، برائشٹ نے کہہ دیا کہ لاجو برطانیہ کے طبقہ امرا کا صعب ترین دشمن ہے وہی تمہارا صمیم ترین دوست ہے، حقیقت یہ ہے کہ آبادی کا ہر حصہ محض مفلس و تلاش تھا اور ادا وغربا میں ستر لاکھ پاؤنڈ سالانہ خرچ ہوتے تھے۔ مثل سابق مصیبت کی وجہ سے

۱۸۴۱
آزاد تجارت

شورشیں برپا ہوئیں اور ہول و تحریف کا دوزخ ٹم ہو گیا۔ صرف ایک قید خانے میں پانچ سو قیدیوں کا مقدمہ خاص کشتروں کے ذریعے سے انجام پایا۔

مالیات و اقتصادیات کے متعلق وہ لوگوں کی ناواقفیت افسوسناک حد تک پہنچی ہوئی تھی، وہ اپنے آٹھ برس کے دوران حکومت میں محصول پر محصول ایزاد کرتے گئے اور کبھی اسپرٹس رٹائی نہ کی، کچھ کیا تو یہ کہ سال بہ سال اپنے موازنے میں کمی کو بڑھاتے گئے۔ سر رابرٹ پیل جب وزارت پر واپس ہوا تو اس نے پھر اس کام کو اٹھایا جسے اس نے ۱۸۱۹ء میں شروع کیا تھا، محصولوں کو کم کر کے آمدنی کو مستحکم کیا اور ۱۸۱۶ء میں جو انکم ٹیکس (محصول آمدنی) موقوف ہو گیا تھا اسے پھر جاری کر دیا۔ تجارت کے دوبارہ فروغ دینے اور اسباب معاش کے ارزاں کرنے کے لئے ۷۹ چیزوں کے محصول کم کر دیئے یا انھیں بالکل ہی ساقط کر دیا لیکن غلے کا محصول جس کے ذریعے سے زمیندار امرانے ۱۸۱۶ء میں زراعت کو محفوظ کیا تھا، اس میں بہت ہی خفیف ترمیم کی گئی۔ زمینداری سے تعلق رکھنے والے بہت قوی اور فریقانہ روابط بہت مضبوط تھے۔ لیکن جب اس امر کا ثبوت بہت کثرت سے فراہم ہو گیا کہ غلے کی قیمت کے ساتھ مزدوروں کی اجرت میں تغیر نہیں ہوا اور فاقہ کشی کے دنوں میں بد امنی بھی لگی چلی آرہی ہے تو پیل کی مخالفت کمزور پڑ گئی۔ اس نے عامۃ الناس کے اس بلاخیز طوفان کی حرکت و قوت کا اندازہ کر لیا اور آرٹ لینڈ میں قحط کے رونما ہونے سے قدیم نظریات و خیالات کی قوت کو دبانے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ ٹوریوں ہی کی جانب رہ کر اس نے قوانین غلے کی منسوخی کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کیا۔ مباحثے کے دوران میں پر از غیظ و غضب اضطراب برپا رہا، سینیٹ کی صبح کو چار بجے رائیں لی گئیں اور غلے کے معاملے میں آزاد تجارت کو مستحاصل ہو گئی۔ ۱۸۲۹ء کی طرح، پیل نے پھر ایک مرتبہ انقلاب ہوتے ہوتے روک دیا لیکن اپنے ملک کے لئے اسکی یہ آخری خدمت تھی۔ اسی پر لڈ از مصائب و غضب آلود دور، میں جس دن ملکہ نے اس مسودہ قانون پر اپنی منظوری ثبت کی ہے اسی دن پیل کے فریق نے ازراہ انتقام کشی

اسے ہمد سے ہٹا دیا۔

جدید تجارتی حالت

۱۸۳۸-۱۸۱۵ اور مرست پیدا ہو گئی، ان دریافتوں کی وجہ سے دنیا کے سونے کی پیداوار
 ۱۸۳۸ پچپن لاکھ سے بڑھ کر تین کروڑ تک پہنچ گئی۔ ریلوں نے انگلستان کے
 ۱۸۳۰ ہر شہر کو بند گاہوں سے ملا دیا اور کیونزڈ کے اسٹیموں (دُغالی جہازوں) نے
 بحر اوقیانوس کو عبور کر کے ایک نیا سلسلہ قائم کر دیا تھا، ان دونوں
 امور نے بھی انقلاب کی تیز گامی کو بڑھا دیا۔ علمی ایجادوں نے انسان کی قوت
 پیداوار کو اس درجے بڑھا دیا کہ سالانہ اور سالانہ کے درمیان اہل ملک کی
 تعداد تو ایک کروڑ دس لاکھ سے بڑھ کر چار کروڑ دس لاکھ تک پہنچی مگر پیداوار کی
 اوسط غالباً اس سے دس گونہ زیادہ بڑھ گئی۔ لارڈ شائلسبری تو چلا اٹھا کہ یہ
 کیسی عظیم الشان قوم ہے اور مرفہ انحالی و اقتدار کے یہ کیسے سامان ہیں۔
 تیس برس کی عسیدیم المثال مرفہ انحالی کے دوران میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ
 تمام دنیا کا کارخانہ ہو جائے گا، قدیم قوموں کو لامحالہ زوال ہو گا اور اہل حرفہ کی
 قوت بڑھے گی۔ سفر کے نئے وسائل کے باعث جدید ویریا اتحادات کی
 ہمت افزائی ہو رہی تھی۔ ڈاک کے ریل کے ذریعے سے بیجا نے کے
 قانون نے ملک کے تمام حصص کو ایک دوسرے سے ملا دیا، اور جس ۱۸۳۸

۱۸۴۰ تجویز کو لے آنے والی محصول ڈاک کی یہودہ تجویز، کہا جاتا تھا اور جسے
 لہ قوم کے شعور و عمل سے مجبور ہو کر لبرل وزارت نے باؤل ناخواستہ قبول
 کر لیا تھا، اس کے عمل میں لانے کی صورت نکل آئی۔ اقوام کے لیے بھی
 ایک دوسرے سے ملنے کے غیر مترقبہ مواقع پیدا ہو گئے۔ انگلستان

کے مزدوروں نے اس سے پہلے ہی اپنے نظم و انضباط اور جلسہ ہائے علمہ کی
 وسعت سے تمام یورپ کو ششدر کر رکھا تھا، حکومت خود اختیار کی کا پر زور
 احساس جو ہر نسل کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا اور متواتر مشکلات کے مقابلہ کرنے کے
 لیے نئی نئی صورتیں اختیار کرتا رہتا تھا، اسی احساس نے اب اتحاد مزدوروں کے

اتحاد مزدوروں

طریقے کو تمام خطرات سے بالاتر بنا دیا، اور یہ اتحاد زیادہ مضبوط ہو گیا، اس کا
 نظم و انضباط زیادہ بلند ہو گیا، اس کی عمومیت کا مفہوم وسیع تر ہو گیا اور خود
 اس اتحاد کو اپنی طاقت کا زیادہ قوی احساس پیدا ہو گیا۔ بیس لاکھ مزدور اس امر پر
 متحد ہو چکے تھے کہ حکومت کے اس رجحان پسند قانون کی کچھ پروا نہ کریں گے
 جو اس غرض کے لیے تجویز ہوا تھا کہ مالکوں اور ان کے نوکروں اور کارکنوں کے

۱۸۵۱

اختلافات کے معاملات میں جسٹسوں کے اختیارات کو بڑھا دینے کے لیے
 ان اتحادوں کے زیادہ وسعت پذیر ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ اسی وقت سے ان اتحادوں نے خود کو

ایک نئی تجویز کے مطابق ترتیب دیا، وہ اب ہر ایک ہمدرد و شہادہ خود ساختہ بہروں کی ہدایت پر
 چلنا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ واقعی مزدوری ہی کرنیوالوں کو اپنا رہنما چاہتے تھے جنہیں تنخواہ ملتی اور
 خاص اسی کام کے لیے انہیں تربیت دی جاتی ہو، انجمنوں کی لہ انجمن مجتہد،
 میں گیارہ ہزار ارکان شامل تھے۔ پانچ سو پاؤنڈ ہفتہ وار آمدنی تھی، ایک محفوظ
 سرمایہ اور قابل تعریف، مالی و انتظامی طریق موجود تھا، آئندہ کے بیس برس تک
 یہی انجمن تمام نئی انجمنوں کے لیے نمونے کا کام دیتی رہی۔ جب وہ مزدور
 جن کے لیے ان کی انجمنوں نے اطمینان اور مقبول اجرتیں حاصل کر لی تھیں،
 دس پاؤنڈ کے مکاندار اور انتخاب کنندہ ہونے لگے تو پہلی مرتبہ اہل حرفہ کو
 سیاسی اقتدار میں ہاتھ لگانے کا موقع ملا۔ اتحادات مزدوروں نے اس امر پر
 بحث کرنا شروع کر دیا کہ پارلیمنٹ کے ذریعے سے عمدہ قوانین، تعلیم، اور وسیع تر

مواقع حاصل کرنے کے لئے انھیں براہ راست اپنے نمائندے پارلیمنٹ میں بھیجا جا پیئے۔ خود پارلیمنٹ کو اب ان لوگوں سے نفرت نہیں رہی تھی، جو انتخابات کے موقعوں پر اپنا اثر دکھانے کے لئے اور یہ خیال پھیل گیا تھا کہ بزرگ افسل اعلیٰ درجے کے ماہر کارگروں کا رازے دہندوں کے زبر سے میں شریک کر لینا ہر طرح پر محفوظ ہے، مزدوروں کے دوسرے ایسے تنظیمات بھی اتحادات مزدوراں کے پہلو پہ پہلو قائم تھے جن کے انتظام کسی طرح کم قابل تعریف نہ تھے، یہ تنظیمات امداد باہمی کی انجمنیں تھیں۔ راکڈیل یا نیرز ریشروان راکڈیل، کے ذخائر جنہیں اس وقت کے قانون کے مطابق کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں تھی، اس کا دخل و دزدی سے پوری طرح بچا رہنا محض ارکان و عہدہ داروں کی شخصی عزت اور اس جوش و شوق خدمت عامہ کا نتیجہ تھا جس نے اس اجتماعی زندگی کے مطلع کو منور کر دیا تھا چند برسوں کے اندر انڈیکسنگ کے انجمن ہائے امداد باہمی قائم ہو گئیں۔ مال بنانے والوں کی گلڈ اور اتحاد مزدوراں کے مانند مال کے صرف کرنے والوں کی ان انجمن ہائے امداد باہمی کو کسی قسم کے خاص لوگوں سے بچے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور ان کے دروازے اہل ملک کی تمام جماعتوں کے لئے کھلے ہوئے تھے، جو شخص ایک شلنگ کی رقم ادا کر دیتا وہ مزدوروں کی اس عمومییت کے مفاد اور اس کی حکومت کا شریک کار ہو جاتا تھا، اس عمومییت میں دستکاروں کی مجلسوں کی ایک منتظم حکمران جماعت تھی جن کا انتخاب ہر سہ ماہی میں تمام ارکان کی کھلی مجلس میں ہوتا تھا، اور ہر رکن مرد اور عورت اس میں ایک رازے دے سکتا تھا، اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ ان کا حصہ کیا تھا اور وہ کتنے دنوں سے رکن تھے۔ پھر مجلس کے ارکان اپنی طرف سے ہر صیفے کے منتظم کا انتخاب کرتے تھے۔ خود اپنی ذات پر انحصار کرنے والوں کے ان پیشروؤں نے نہ صرف کاروبار کی حیرت انگیز قابلیت کا اظہار کیا بلکہ جس زمانے میں لوگ حکومت مقامی کو بہت کم جانتے تھے اس زمانے میں انھیں لوگوں نے دور دراز کے دیہاتوں اور کان کنی کے اضلاع میں اجتماعی

۱۷۳۴
انجمن ہائے امداد باہمی

زندگی کا ایک نیا احساس پیدا کیا، ان مقامات میں انجمن امداد باہمی کا مخزن ہی شہریت کا واحد مدرسہ ہوتا تھا جہاں عوام الناس کو آزادانہ و فہمیدہ انتخاب کے استعمال کی تربیت دی جاتی تھی اور منتخب شدہ عہدہ دار خدمت عامہ کے فخر و سبابت سے ذوق آشنا ہوتے تھے۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اہل ملک کے ان تربیت یافتہ گروہوں کی قوت کا اظہار سلطنت کے معاملات میں بھی ہونے لگا۔

وضع قوانین دربارہ
کارخانہ جات

ادھر تو مزدوران اتحادی اور ارباب امداد باہمی، منشوری اور حامیان تجارت آزاد، حصول رائے دہی کے لیے صف آرا ہونے پر مجبور ہو رہے تھے اور قوانین کارخانہ سے متعلقہ کشمکش نے تمام مزدوروں میں زیادہ تیز و قوی عزم پیدا کر دیا۔ جن قوانین کا اثر دستکاروں کی زندگی و موت پر پڑتا تھا، ان میں خود ان کی کوئی آواز یا ان کا کوئی اثر نہیں تھا۔ ان کے مضامین کے کم کرنے کے متعلق ہر خیال اور عقیدے کے لوگوں کی طرف سے وضع قوانین کے لیے زور دیا جانے لگا تھا۔ ان کا قانون اصلاح کے قبل کا سرگروہ میکائل سیڈلر، ایک رحمت پسند شخص حق رائے دہی اور اصلاح کا مخالفت کرنے والا، اور ٹوری وسیعی اجتماعیوں کا پیشرو تھا، ساڈوی، ٹوریوں کا جانب دار اور ہمدردی انسان کا واعظ تھا، انھیں کے ساتھ اڈون میڈوک شریک تھا جو کسی وقت میں بنٹھم کا سکرٹری (مستند) رہ چکا تھا، فیڈلڈن، ریڈیکل رکن پارلیمنٹ تھا، ان کے علاوہ استیصالی کارخانہ دار، دستکار، فرقہ و سلی کے پادری، گوٹکر، آزاد خیال، اخبار نویس، سب کے سب ان کی حالت زار سے متاثر ہو رہے تھے۔ ایک دیکھنے والے نے آپ ہی آپ یہ شکایت کی تھی کہ لہ اس وقت تو ہمدردی انسانی ہمیں بہانے لیے چلی جا رہی ہے، اور خدا ہی جانے یہ کہاں جا کر رکے گی یا ہمیں کہاں لیجا لگی۔ لیکن پارلیمنٹ کے اندر برسوں تک مزدوروں کا صرف ایک سربراہ اور وہ حمایتی تھا اور وہ لارڈ شافٹسبری تھا۔ شافٹسبری ایک پرہوش ٹوری اور پرانے طریق کے ایجنٹ کلیسا کا پیرو تھا، اسے، مذہب کیتھولک کفر و اسجاد،

لارڈ شافٹسبری

جمہوریت، وجہا عیت سب سے یکساں نفرت تھی۔ ۱۸۵۱ء تک دارالعوام میں اسے یکہ و تنہا سرمایہ داروں، اقتصادیوں، کارخانہ داروں، اصولیوں، لادہمدردی فروشوں، سے نفرت رکھنے والوں غرض ایک زمانے کے ساتھ روزانہ مقابلہ کرنا پڑتا تھا، لہذا دارالعوام میں اسے ایک گھاس کا بھی سہارا نہیں تھا، چن بکیوں کی نہ کوئی آواز تھی نہ ان کا کوئی اثر تھا ان کی طرف سے اسے ہر خیال کے لوگوں بلکہ نصف بنی نوع انسان سے لڑنا پڑتا تھا، لبرل بچوں کے تحفظ کے لیے مدد دینے پر آمادہ تھے مگر نوجوان مردوں اور عورتوں کے کام کرنے کی لاد آزادی، میں سلطنت کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت کرنے کے خلاف، سب کے سب متفق تھے۔

جان براہیٹ نے یہ دھکی دی کہ وہ اپنے کارخانوں میں نفل لگا دے گا اور جن لاکھوں آدمیوں کو وہ نفع کے ساتھ کام میں نہیں لگا سکتا ان کے کہلانے کی ذمہ داری انھیں لوگوں کے سر ڈال دے گا۔ کاڈن اس امر پر مصر تھا کہ مزدوروں کو اپنی معاملات آپ کرنا چاہیے۔ پیر (ساکن ڈارنگٹن) نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر نوجوانوں کے کام کا وقت اٹھاؤں گے تب تک گھٹا دیا جائے گا تو وہ اپنے کارخانے کو بند کر دے گا۔ امر اکا کل کا کل طبقہ بالکل الگ رہا۔ یہی حال پارٹیوں کا تھا، لہذا سرمایہ داروں کی اقتدار اور اونچلک اشخاص نے انھیں نسبت کر دیا تھا۔ پیل نے وزیر اعظم کی حیثیت سے اس کے (شافٹسبری) کے راسخے میں ہر طرح کی دقیقیں ڈالیں جس سے یہ کہا جانے لگا کہ پیل کا میلان تمام تر دولت و سرمایہ کی طرف ہے، گلیڈ اسٹون مجلس تجارت کا صدر تھا مگر اس نے شافٹسبری کے ارکان دارالعوام کو جمع رکھنے کی کبھی بھی کوشش نہیں کی، نہ اسکی طرف سے کبھی رائے دی، نہ اسکی تائید میں کبھی ایک لفظ زبان سے نکالا۔ شافٹسبری نے اپنے تاریک ترین ایام میں لکھا تھا کہ لہذا میں نہ یایوس ہوں اور نہ یایوسی کا اظہار کرتا ہوں، وہ ایک خاص اشخاص طبیعت کا شخص تھا، اور اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سمجھتا تھا، اس نے غریبوں کے لیے اپنا آرام و آسائش، اقتدار، تعلقات دوستانہ، وزارت کا عہدہ

۱۸۴۳

۱۸۴۲

سب کچھ قربان کر دیا۔ اس نے کہا کہ لاہ اگر میں انہیں دغا دے جاؤں تو پھر
اسندہ کبھی یقین نہ ہوگا کہ اسے مرتبہ حیثیت کا کوئی ایک شخص بھی ایسا ہووے
جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ پارلیمنٹ جس امداد کے لیے چالیس برس سے انکار کر رہی
تھی اس کا کچھ حصہ دو دکشوں پر چڑھنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے حاصل
کر لینا مدتوں کی کوشش سے انجام پایا، یہ سبھی پانچ برس بلکہ اس سے بھی کم عمر کے
ہوتے تھے، لوگ انہیں چرا لپیٹتے، بیچتے تھے یا پھنسا لیتے تھے، انہیں
تنگ و تکلیف دہ دو دکشوں پر آگ بھجانے کے لیے کھر کے مٹھے لیکر

۱۸۳۰

چڑھنا پڑتا تھا، وہ تمام رات کا جل کے انبار پر برہنہ پڑے رہتے اور بہت
ہولناک بیماریوں سے مرتے رہتے تھے۔ دیوانہ اشخاص کو زنجیروں میں باندھ کر
بھوکا مرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا ان کے لیے ایک بہت ہی نامکمل مسودہ
قانون منظور کرنے کے لیے شافٹسبری کو بائیس برس محنت کرنا پڑی اور
راست کو کام کرنے کی ممانعت کے قوانین کے لیے گیارہ برس صرف ہوئے۔

اس نے کہا تھا کہ ان برسوں میں لادگریوں کی ضروریات و حقوق، اور
اسیروں کے اختیارات و فرائض، کے متعلق کسی قدر توجہ پیدا ہو گئی تھی۔
دو تین لاکھ آدمیوں کی صحت کی حالت معقول حد تک درست ہو گئی ہے، اور
تیرہ برس سے کم عمر کے پورے چالیس ہزار بچے روزانہ تین گھنٹے مدارس
میں پڑھتے ہیں، لیکن پہلے بااثر قانون کارخانے سے بیس برس
گزر جانے کے بعد تک لارڈ شافٹسبری، سو لاکھ کام کرنے والوں کیلئے
جو ہنز قانون سے کسی قسم کا نفع اٹھانے سے محروم تھے، حمایت کر رہا
تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ جب تک یہ لوگ قانون کی حفاظت میں نہ آجائیں
میں کوئی عہدہ قبول نہیں کر سکتا۔

۱۸۶۶

قوانین کارخانہ میں اس طرح رورور کرتی ہونا، قانون غربا کا
کامیاب تجربہ، متضاد اغراض خیالات و آرا کی پھدہ کشاکش، ان سب نے
مزدوروں کے اس عزم کو راسخ و عمیق کر دیا کہ ۱۸۳۲ء کے قانون میں ان کے
حق میں جو زیادتی ہوئی ہے اسکی اصلاح ہونا چاہیے۔ بارہ برس کی برہمی و

جمہیت کا عروج

کشاہت کے دوران میں کامیابی و ناکامی عجیب طرح سے خلط ملط ہو گئی تھی۔ انفرادیوں نے آزاد تجارت کی صورت میں خاص ٹفسد مندی حاصل کر لی تھی اور سلطنتی اجتماعی، قانون کارخانہ کی صورت میں اپنی پچھلی کامیابی سے ہم آغوش ہوئے تھے۔

۱۸۳۶

۱۸۴۶

۱۸۴۵

دوسری طرف منشوریوں کی ناکامی سے غم و میت پھر اسے وہی کے وقت شکست یاب ہو گئی تھی۔ لیکن اس سال جب کارل مارکس نے تمام ملکوں کے مزدوروں کو باہم اتحاد کرنے کی صلاح دی تو اجتماعیت نے اپنا نیا کام شروع کر دیا۔ جدا جدا اجتماعوں اور اجتماعوں کے ذریعہ سے اصلاح حاصل کرنے کی کوشش کو خیر باد کہہ کر اس وقت سے یہ فکر بھی ہونے لگی کہ عمومی حکومت کی قوت سے تمام معاشری و حرفتی نظم کو از سر نو مرتب کرنا چاہئے۔ مروجہ اقتصادی نظریات نے یہ سکھایا کہ اس کے بغیر کوئی مفید نہیں ہے کہ لوگ یا تو قانون کے ذریعہ سے مصیبت میں پھنسے ہوئے غریبوں کی امداد کریں یا سلطنت کی بہتری پر نظر رکھیں دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں حاصل ہو سکتیں کیونکہ تمام امیدوں کا منبع اور تمام معاشری مصیبتوں کا علاج ہی ہے کہ افراد پر سے ہر طرح کے قیود برطرف کر کے انھیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہر طرح چاہیں خود اپنے مقاصد کو پورا کریں۔ ان مسلمات پر اب روز افرادوں جوش کے ساتھ اعتراضات ہونے لگے تھے۔ حرفتی تغیرات سے عظیم الشان قوت حاصل ہو جانے کے باعث اگر سرمایہ داروں کو ایسی آزادی حاصل ہو گئی تھی تو ان کی اس مطلق العنانی کے خلاف مزدوران اتحادی اور اہل اجتماعیت بھی خواہ مزدوروں کے اتحاد کے ذریعہ سے یا سلطنت کی طرف سے اجرائے قوانین کے زور سے جنگ پر آمادہ تھے تاکہ اجرت پر کام کرنے والوں کو کسی حد تک اپنی محنت مزدوری میں آزادی مل جائے، یہ کام کرنے والے اب بے التعمر کے لیے صرف مزدور ہو گئے تھے اور اپنی محنت کی پیداوار میں انھیں کسی قسم کی وچپی باقی نہیں رہی تھی۔ ایسے مسائل کے ہوتے ہوتے جن پر تجربہ سے کوئی رائے نہیں قائم کی جاسکتی تھی نہ کسی روش پر چلنے سے یقین ہو سکتا تھا، اور نہ مصائب و آلام کے رفع کرنے کے لیے کسی طرح کا عام اتفاق موجود تھا، جو جہاتیں کبھی دوستوں کی

اقتصادی نظریات

حیثیت سے اور کبھی دشمنوں کی حیثیت سے قائم ہوتی اور شکست ہوتی رہتی تھیں وہ صاف دیکھتی تھیں کہ صورت حالات بدل بدل جاتی ہے اور انھیں نت نئے مخالفے کرنا پڑتے ہیں جان اسٹورٹ مل، جسے نئے دور کا پیغمبر کہنا چاہیے وہ اس اعتقاد کی طرف آتا جاتا تھا کہ چونکہ افراد کی کشمکش کی وجہ سے مصائب اور سخت ہو جائیں گے اس لیے دولت عامہ کو چاہیے کہ وہ سب کی بہبودی کا سامان کرے، زبردستوں کی قوت کو روکے اور زیر دستوں کی بے کسی کی پشت پناہ بنے، بچوں کی محافظت کرے معاہدوں، سرمایہ مشترک کی کمپنیوں، ریلوے کے اجاروں اور اسی قسم کے اور امور پر نگرانی رکھے، جو لوگ نفع مشترک کے لیے متحد ہوں، ان کی انجمنوں کو مدد دے اور علمی جہات اور مستقرات کی طرح کے نفع عامہ کی خدمات کی اعانت کرے۔ اس کے برعکس پلیس آزادانہ معاملت کے جوش میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ طریق اجناس تک میں مزدوروں کو ان کے مالکوں کے رحم پر چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ برائٹل اور کاڈن دونوں اتحاد مزدوراں، پرنٹریں کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ لا ان کی بنیاد و حشیانہ ستم شکاری اور اجارے کے اصولوں پر ہے، لیکن جہاں کاڈن مکاندارانہ طریق رائے وہی کی مخالفت کر رہا تھا وہیں برائٹل اسے صحت بخش قومی زندگی کیلئے لازمی سمجھتا تھا۔ پیل و گلڈ سٹون کے ایسے کنسرویٹو برائٹل و کاڈن کے مانند استیصالیوں کے ساتھ اس غرض سے شریک ہو گئے کہ ایک ٹوری (لارڈ شافٹسبری) کے اس مسودہ قانون کی مخالفت کریں کہ عورتوں اور بچوں کو معاون و غار میں کام کرنے سے خلاصی دلائی جائے، اور اس کے بعد آزاد تجارت کے حصول کے لیے پھر ان کے ساتھ متحد ہو گئے۔ استیصالی اور "امسجی جٹھالی"، اتحاد مزدوراں کی تائید میں تھے، جسپر لبرل بدیں خیال لعنت بیٹھے تھے کہ یہ ایک

لارڈ ٹرک سسٹم، (Truck System) جس کا ترجمہ "طریق اجناس" کیا گیا ہے، یہ ہے کہ کارخانہ دار مزدوروں کو نقد کے بجائے جنس میں اجرت دیا کرتے تھے یا نقد اس شرط سے دیتے تھے کہ مزدور اپنی ضروریات انھیں کے کارخانہ سے خرید کریں۔

دوسری مطلق العنانی کا پیدا کرنا ہے جو بدشگونی میں سلطنت کی خود مختار نہ تعدی سے کسی طرح کم نہیں ہے اور ہیبتناک ہونے میں غالباً اس سے بڑی ہوئی ہے۔ عامۃ الناس کا دوست شافٹسبری، اجتماعیت سٹوٹے وہی، اور خفیہ طریقے رائے وہی سب کی مخالفت کر رہا تھا غریبوں کے ان پادریوں کو جو عام عبادت سے اتفاق نہیں کرتے تھے، اینگلیکی پادریوں سے پست درجے میں قرار دیتا تھا، اور کسی مدرسے کو کیسی ہی سخت احتیاج ہو لیکن اگر وہاں رومن کیتھولک کتاب مقدس کے پڑھانے کی اجازت ہو تو اسے سرکاری امداد دینے کے مخالف تھا۔ گلڈسٹون نے جب اس امر پر زور دیا کہ سول سروس (ملازمت ملکی) کا دروازہ مقابلے کے لیے کھول دینا چاہیے تو برائٹ نے اس سے مخالفت کی۔ لوگوں کے دلوں میں آزادی کا خیال ضرور تھا مگر مذہبی مساوات کی طرف جو قدم اٹھایا جاتا تھا اس سے اضطراب کا ایک نیا طوفان برپا ہو جاتا تھا اور اسے انگریزی اخلاق اور برطانوی سلطنت کے پارہ پارہ کر دینے کا موجب قرار دیا جاتا تھا، چنانچہ مینوٹھ کو کسی عطلے کا ملنا، کسی راتھسی ایلڈ کا منتخب ہو جانا، رومن کیتھولک اساتذہ کو انگلستان میں آنے دینا، ان سب باتوں پر اپنے اپنے وقت میں، شور برپا ہوا۔ ۱۸۵۴ء میں عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں اور کیتھولکوں کو ان کے بہت سے سیاسی قیود سے بڑے ہی سخت مباحثوں کے بعد آزادی ملی یہودیوں کو بلدیہ عہدوں پر فائز ہونے کی اجازت ۱۸۴۴ء میں حاصل ہوئی اور پارلیمنٹ میں وہ ۱۸۵۹ء میں داخل ہو سکے اور دارالعلوم بتدیج ۱۸۵۴ء و ۱۸۶۱ء میں سب مذہبوں کے لیے کھولے گئے۔

تجارت و دولت

پہلی بین الاقوامی نمائش جس نے وسط صدی کو ممتاز بنا دیا ایک ایسے وقت میں منعقد ہوئی تھی کہ دنیا تہ و بالا ہو رہی تھی۔ انگریز اس خیال سے شاداں و فرحاں تھے کہ یہ اس امر کی ضمانت ہے کہ آزاد تجارت قوموں کے اختلافات کو برطرف اور ان کے ملک کو دائمی خوشحالی کی نعمت عطا کرے گی۔ وہ فخر و مباہات کے ساتھ یہ محسوس کرتے تھے کہ انگریزوں کی "دہ حریت" براعظم کا لہجہ و ماویٰ اور اس کے لیے نمونہ بن گئی ہے۔ انگلستان ہی میں

کیور نے وہ سیاسی سبق پڑھے جن سے اس نے اظالیہ میں کام لیا، اور انگلستان ہی سے کارل مارکس نے اپنے خیالات اخذ کیے۔ پریشیا نے انگریز مزدوروں کے اعلیٰ انتظام کا اعتراف اس طرح کیا کہ تحفظ تجارت کا طریقہ اختیار کر لیا اور اپنے مزدوروں کے لیے وہی قانون کارخانہ منظور کیا جسے پیل نے مسترد کر دیا تھا، لیکن درحقیقت یہی لاد نیشن عظیم، جس کا آئین ازان امیدوں کے ساتھ ہوا تھا، مدتوں کے امن کو خست کرنے والی اور اصلاح شدہ پارلیمنٹ کے تشریحی کاموں کو ختم کرنے والی ثابت ہوئی۔ معرکوں میں فتح و شکست پانے کے بعد پرانی دنیا کے گزرتے جانے اور نئی دنیا کی آمد کے درمیان ایک زمانہ سکون کا آگیا تھا۔ سر رابرٹ پیل مرچکا تھا، اور قدیم طریق ٹوری کا سرگروہ اور جدید طریق کنسرویٹو کا بانی، ولنگٹن بھی امروز فردا کا جہان تھا۔

۱۸۵۰

۱۸۵۲

مصلح لارڈ جان رسل کے مستعفی ہو جانے سے وہ لوگوں کی مستعدی کے زمانے کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ جب سے وہ لوگوں نے آزاد تجارت کے مرحلے میں امرائے کے مقابلے میں عمومیت کی رہبری کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی وقت اقتدار ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور ان کے زوال کے بعد کابینہ کے سرگروہوں میں سے کوئی سرگروہ بھی ان میں سے نہیں ہوا، دس برس کے سست تعلیمی زمانے میں قدیم تر زمانے کا آخری نمائندہ (لارڈ یا مرسلٹن) ملک پر حکمرانی کرتا رہا۔ وہ ۱۸۱۶ء میں پارلیمنٹ میں داخل ہوا تھا اور ۱۸۶۹ء سے ۱۸۶۸ء تک ٹوریوں کے تحت میں برسرکار رہا تھا، عوام الناس میں اس کی قدر و منزلت اس وجہ سے تھی کہ وہ کھیل کے شوق اور جریت پسندی کے لیے مشہور تھا۔ اور ترقی پذیر قوموں کے حامی اور آزادی کے موؤد ہونے سے براعظم میں اس نے اپنی وقت قائم کر رکھی تھی، مگر خود وطن کے مصلحین کے نظروں میں وہ ایک وہمی شخص اور سبک زندگی کا بدنام کنندہ تصور ہوتا تھا جسکی نہ کوئی حسین روش تھی اور نہ کوئی اعلیٰ تعلیم تھی۔ جو نوجوان اس کے ارد گرد نشوونما پارہے تھے وہ انہیں اپنے داداؤ کے زور سے روکے ہوئے تھا، پرائیٹ نے بالا اعلان یہ کہا تھا کہ اب کوئی دوسرا سرگروہ ایسا نہ ہوگا جو اتنے آدمیوں کو خاموش رکھے

جتنے آدمیوں کو لارڈ پامرسٹن نے خاموش کر رکھا تھا۔ اس کے روایات اس سکوت و جمود کے زمانے کے تھے جب پارلیمنٹ کی کتاب یادداشت بالکل سادی پڑی ہوئی تھی۔ بعد کے زمانے میں کتاب قوانین میں ہر سال اس سے زیادہ قوانین ثبت ہونے لگے تھے جتنے کسی اور ملک میں ہوتے تھے لیکن لارڈ پامرسٹن کے دور اقتدار میں وضع قوانین کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ دارالامرا کو لوگ ادخواب گاہ، سمجھتے تھے جسکا کام صرف یہ تھا کہ وہ اس دارالعوام کے فیصلوں کو مندرج کر لے جس سے اسے خوف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ شکایات کے رفع کرنے کے لئے اب جلسوں کا انعقاد نہیں ہوتا تھا۔ ایک شخص نے کہا تھا کہ اس وقت تو پمپٹن (شورش انگیزی) سے بدتر کوئی اور تجارت نہیں ہے، تھوڑے سے ہنرمند دستکاروں کو حق رائے وہی عطا کرنے کے لئے باضابطہ مسودات وقتاً فوقتاً پیش ہوتے رہتے اور ویسی ہی بے پروائی کے ساتھ خارج بھی کر دیئے جاتے۔ برائٹ نے جب مکاندارانہ حق رائے وہی کی دکالت کی تو اس نے اپنی زحمت کشی کو مردہ گھوڑے پر چابک لگانے سے تشبیہ دی۔ گلڈسٹون نے کہا کہ ہم ادخالف اصلاح زمانے میں زندہ ہیں، اس میں شک نہیں کہ جنگ کریمیا اور شورش ہند کے خطرات نے لوگوں کی توجہ بیرون ملک کی طرف منکشف کر دی تھی لیکن غالباً اس دس برس کے سیاسی جمود کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ قوم تمام تر تجارتی و مالی معاملات میں نہمک ہو گئی تھی۔ دولت کے انتشار سے قوم میں بلند پروازیوں کا ایسا زور ہو گیا تھا کہ اس سے قبل کبھی یہ حالت پیش نہیں آئی تھی اور پھر متواتر مالی بربادیوں اور تیریوں سے قوم پر ایک خوف طاری ہو گیا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں یہ تباہی مشترکہ سرمایہ کے بنکوں کی تعداد کے (جو کسی سرکاری قانون کی رو سے منضبط نہیں ہوئے تھے) روز افزوں ترقی کی وجہ سے پیش آئی۔ ۱۸۵۴ء میں بیرون ملک میں بے سوچے سمجھے تجارت کرنے سے یہ صورت واقع ہوئی اور ۱۸۶۶ء میں لغو بلند پروازیاں، تجارتی دغا و فریب، اور کاروبار بنک کی ناقابلیت اس کے محرک ہوئے۔ عام خوف اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ (پارلیمنٹ کی) ایک منتخب کمیٹی اس غرض سے بنائی گئی کہ

۱۸۵۰ لا متوسط احوال اور مزدوری پیشہ طبقات کے پس انداز کو کہیں جمع کرنے کے،
 ۱۸۵۱ مسٹر پرغور کر کے دوسری کمیٹی وسیع پیمانے پر شراکت کے قانون پر غور کرنے
 ۱۸۵۲ کے لیے بنائی گئی، اور چھوٹی چھوٹی انجمنوں اور کاروبار کے قانون تجارت کا کمیشن
 مقرر ہوا۔ لوگ اب یہ مطالبہ کرنے لگے کہ جزورس لوگوں کی سلطنت کی طرف سے
 حفاظت ہونا چاہیے اور قانون صرف اس لیے نہ ہونا چاہیے کہ جب بربادیاں
 ہو چکیں تو ان کے تاج کا تدارک کیا جائے بلکہ قوانین ایسے ہونا چاہئیں جو خود
 غلط کاری کے وقوع کو روک سکیں۔ طبقات مزدوراں کے خیال سے ادا باہمی
 کی انجمنوں کو قانونی حفاظت عطا کی گئی، اور مسلسل کالفرنسوں (جلسہ ہائے شوری) کے
 بعد انھیں عام مشترکیت میں جمع کر دیا گیا جنھیں انگریزی واسکاٹلنڈی تھوک فروشی
 کی انجمن اور اتحاد ادا باہمی کے ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا اور جن میں ہزاروں
 اہل ملک مجتمع ہو گئے تھے جو غنیمت و فہمیدہ مزدوروں کی ایک فوج تھی۔ اسی قسم
 میں ایک ڈاکو آپریٹو ہول سیل سوسائٹی، (تھوک فروشی کی انجمن ادا باہمی) تھی،
 جسکی ابتدا دستکاروں کے ایک چھوٹے سے گروہ نے کی تھی جو منچسٹر میں
 دو چھ آنے کی چائے پر،، (یعنی ادتے درجے کے تھوہ خانے میں) جمع ہو گئے تھے،
 اس انجمن نے آئندہ کے پچاس برسوں میں اپنی مسلسل کامیابی سے ایسی کاروباری
 وسعت حاصل کر لی کہ اس درجے پر پہنچنا کسی واحد سرمایہ دار کی سعی سے خارج تھا۔
 اسکی ابتدا چوبیس ہزار ارکان سے ہوئی، اور نو برس کے اندر اندر وہ ایک لاکھ
 خاندانوں کی ضروریات کو ہیا کرنے لگی۔ اس نے خود اپنا ایک صیفہ بنک کا
 قائم کر لیا جسکا سالانہ لین دین دو کروڑ پاونڈ کا ہوتا ہے، ایک کارخانہ جو تے کا جاری
 کیا جس میں سالانہ کم و بیش اسی لاکھ پاونڈ مالیت کے جو تے بنتے ہیں، آٹا پیسنے کی
 بڑی سے بڑی کلوں میں سے پانچ کلیں اور تبا کو کے وسیع ترین کارخانوں میں سے
 ایک کارخانہ، اب اس کے زیر انتظام ہے۔ انگلستان میں بہت سی
 زرعتی زمین اور سیلون میں چائے کے باغات کی وہ مالک ہے، اور کہا جاتا ہے کہ
 سال میں جتنے دنوں کام ہوتے ہیں ان میں فی سنٹ تقریباً ایک ہزار پاونڈ کا
 مال خرید کرتی ہے اور یہ خریداری نقد ہوتی ہے۔ بیڑیوں کے پس انداز کو محفوظ رکھنے

قوانین تجارت
 و صرافت

کے لئے ایک تجویز گلیڈ اسٹون نے یہ نکالی کہ ڈاکخانوں میں سیونگ بنک قائم کیے جن میں اب تمام آبادی کا پانچواں حصہ اپنا کفایت شعاری سے بچایا ہوا ۱۸۶۱

روپیہ داخل کرتا ہے۔ اسی نے اول اول مزدوروں کے لئے اس امر کا امکان بھی پیدا کیا کہ وہ چھوٹی چھوٹی رقوم کے لئے مستقل و معیاری سالانہ نفع حاصل کر سکیں ۱۸۶۳

اور اس میں کسی قسم کے دغا و فریب یا دیوارہ نقل جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ قدیم سرمایہ مشترکہ کی کمپنیوں اور ساموکاری کی انجمنوں کے بجائے محدود ذمہ داری کی کمپنیوں کا قیام و اجرا مسلسل قوانین کے ذریعہ سے اس زور کے ساتھ جاری رہا کہ ۱۸۶۲ء ۱۸۵۵

۱۸۶۲ کے قانون کے موافق ان کمپنیوں کے موصو لہ سرمایہ کی جو مقدار معلوم ہوئی تھی وہ ۱۸۶۴ء تک تیس کروڑ ستر لاکھ تک بڑھ گئی۔ اور صدی کے ختم ہوتے ہوتے اس میں دو ارب کا اضافہ ہو گیا۔ کمپنی کا سارا قانون ترمیم ہو گیا۔ نیا خیال یہ پیدا ہو گیا تھا کہ قانون کا صرف یہی کام نہیں ہے کہ وہ دغا و فریب کی سزا دے بلکہ عوام کو محفوظ بھی رکھے، اس خیال کا اثر قانون دیوالہ میں ظاہر ہوا، جس نے پہلی مرتبہ یہ قرار دیا کہ بڑے بڑے ملکانہ تجارتی مقروض ہو جائیں تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو چھوٹے چھوٹے تاجروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان ۱۸۶۹

جدتوں کے ساتھ معاشری حالات بھی خاموشی کے ساتھ دوسرے سانچے میں معاشری تئیرا ڈھلنے لگے تھے۔ دولت جو پہلے دس بیس ہی آدمیوں کے قبضے میں رہا کرتی تھی اب وہ لاکھوں آدمیوں کے درمیان تقسیم ہو گئی جس سے چھوٹی چھوٹی آدمیوں میں اضافہ ہو گیا اور معمولی آرام و آسائش کی سطح کچھ بلند ہو گئی۔ ذمہ داری کے محدود ہوجانے سے لوگوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ بصورت نقصان اپنی تمام املاک کو خطرے میں ڈالے بغیر تجارت کر سکیں، اس سے متوسط طبقہ کے لوگوں کو کاروبار کرنے اور روپیہ لگانے کے لئے نئے مواقعے حاصل ہو گئے۔ سال بہ سال ایسے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی جو فی الواقع تاجر بن جاتے اور کمپنیوں کے شرکاء کی حیثیت سے ملک کی وسیع حرفتی و تجارتی مستعدیوں میں شریک ہو جاتے تھے۔ محدود ذمہ داری کے طریق کے عمل میں آجانے سے اپنی طور پر تجارت کرنے والے چھوٹے چھوٹے تاجروں کے بجائے بڑی بڑی دکانیں قائم ہو گئیں۔ لوگوں کی ایک

فوج کی فوج مقابلاً باہمی، اندیشہ نقصان اور بذات خاص مخاطرات میں پڑنے کی بجائے بڑی بڑی کمپنیوں اور کاروباری کوٹھیوں کے تنخواہ دار محرر و عہدہ دار بن گئے۔ سرکاری خدمات کے لوگوں کو بھی ملا کر یہ طبقہ اب اس درجہ وسیع ہو گیا ہے کہ قومی خصائل و روش میں اس نے ایک نیا انداز پیدا کر دیا ہے۔

درحقیقت یہ چند سال بہت اہمیت کے سال تھے۔ گلڈ اسٹون نے اپنی ذہانت سے تمام سرکاری مالیات اور حساب کتاب کے طریق پر نظر ثانی کر کے انہیں بدل دیا تھا، اور امور عامہ کے انتظام میں قوم سے یہ خواہش کی گئی تھی کہ وہ اور زیادہ گہرے تعلق کا اظہار کرے۔ سول سروس (حکام ملکی) کے عہدے سیاسی سرپرستی اور خاندانی اثرات کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نالائقی کے باعث اور کسی کام کے نہ ہوتے تھے ایک محفوظ مامن بن گئے تھے۔ گلڈ اسٹون نے اس طریق پر اعتراضات شروع کر دیئے اور دوامروں پر زور دیا کہ تقریباً مقابلے کے ذریعہ سے اور ترقی لیاقت کے اعتبار سے ہوا کرے۔ بہبود عامہ کے لئے یہ انقلاب اول درجے کی اہمیت رکھتا تھا اور زبردست مخالفت کے مقابلے میں آہستہ آہستہ اسے کامیابی حاصل ہوتی گئی۔ تحصیل وصول اور مالیات کے متعلق پیل نے جو اصلاحات شروع کئے تھے گلڈ اسٹون نے اپنے پے درپے موازنات سے ان میں ایسی ترقی کی کہ سب کو حیرت میں ڈال دیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ تاریخ انگلستان میں وہ سب سے بڑا عالم مالیات ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی، آزاد تجارت کو مکمل کر دینے، محصولوں کے بوجھ کو ہلکا کر دینے، اور تجارت کو پر زور دے دینے سے، اسے تاجروں اور ان لوگوں کی غایت عقیدت حاصل ہو گئی جو دس پانڈ کے مکا بذاری کے سخت محصول میں جکڑے ہوئے تھے اور جنہیں مالی حیثیت سے اپنے کو محفوظ رکھنے کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ کاغذ کے محصول کے برطرف کر دینے اور اس طرح عوام کے لئے ارزاں مطبوعات کے ہیا کرنے کے لئے مسودہ قانون پیش ہوا مگر دارالامرا نے اسے مسترد کر دیا۔ مالیات کے سے نہایت ہی اہم معاملے ہیں دارالعوام کے روبرو دارالامرا کا یہ نظر ثانی کا اختیار

دارالعوام مالیات

۱۸۶۰

گلیڈ اسٹون کی نظر میں لا نظام سلطنت میں ایک بڑی مہیب بدعت تھی، بلکہ کہنا چاہیے کہ لا دارالامر کا قوم سے جنگ کرنا تھا،۔ پھر سٹن کی سخت مخالفت کے باوجود اس نے دارالعوام کے اقتدار کو ایک نئی ترکیب سے بائیں طور جا دیا کہ سال بھر کی مالی کارروائیوں کو ایک ہی سودے میں شامل کر دیا، اور کاغذ کا محصول برطرف کر دیا گیا مگر اس وقت سے دارالعوام کے امتیازات میں اسکی ذمہ داریوں سے توازن پیدا ہو گیا۔ اس وقت تک دارالعوام کے سامنے نہ تو اخراجات کا صحیح صحیح حساب پیش ہوتا تھا، نہ سختی کے ساتھ اسکی جانچ کی جاتی تھی اور نہ مالیات کے باقاعدہ انتظام کی طرف سے کوئی طمانیت تھی۔ اب کمیٹی آف پبلک اکاؤنٹس (مجلس حسابات سرکاری) کے نام سے دارالعوام کی ایک مجلس مرتب کر کے حکومت سے بالکل الگ محاسب و منقح کے نام سے اعلیٰ پارلیمنٹی عہدے قائم کر کے حقیقی نگرانی کی بنا ڈال دی گئی۔ ان عہدہ داروں کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ سلطنت کے ہر محکمہ کے سابقہ حسابات کا معائنہ کر کے دارالعوام کو اپنی رائے سے مطلع کریں، پارلیمنٹی عطیاست جس طرح خرچ ہوئے ہوں ان کی موزونیت کی جانچ کریں اور صرف ناجائز سے جس عہدہ دار کا تعلق ہو اسے حساب نہیں کے لینے طلب کریں۔ اس طور پر مالیات کے متعلق حقیقی اقتدار اور وزراء اور ان کے عہدہ داروں کا دارالعوام کو جواب دہ ہونے کا پہلی مرتبہ مطالبہ کیا گیا اور یہ مقصد حاصل بھی ہو گیا۔

نیپولین اول نے انگریزوں پر یہ طعن کیا تھا کہ لا وہ دکانداروں کی ایک قوم ہیں، درحقیقت کاروبار کی طرف متوجہ ہو جانے سے اب ان کی تجارتی یکسوئی میں، عمومی کا بعید ترین خیال بھی خلل انداز نہیں ہوتا تھا۔ نظام سلطنت کی میزان کے پلے جس طرح برابر کر دیئے گئے تھے اس سے دہگ اور ٹوری دونوں یکساں طور پر مطمئن تھے۔ یہ سمجھنے نے یہ اشارہ کیا ہے کہ لا مزدوری پیشہ طبقات ہماری مشنصرائے عامہ میں کچھ بھی شرکت نہیں کرتے، بڑے بڑے صاحبان اٹاک اور سرمایہ داروں کی مہبت سے انتخاب کنندگان لا مودب ہو گئے تھے، وہ اپنے قائم مقاموں کا پاس و سحاظ کرنے لگے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ نظام سلطنت کا توازن پھر قائم ہو گیا اور طمانیت کا عیش پسندانہ خیال پھر پیدا ہو گیا تھا، ارکن سے، نے

۱۸۶۰

۱۸۶۲

۱۸۶۶

مالیات کے متعلق دارالعوام کا منشور

زمانہ جدید

لکھا تھا کہ لا ایک روشن خیال و ذمہ دار حکومت کی صورت میں جسے محکومین کے فیصلے نے پسند کر لیا ہو، آزادی کے عظیم الشان اغراض حاصل ہو گئے ہیں، نظام سلطنت نے مقاصد کو پورا کر کے اور نظم معاشرت کے صحیح مفاد کو ترقی دے کر عوامیت کو زیر اثر کر لیا ہے۔ لیکن جو ابرج جمع ہو رہا تھا اس سے دفعۃً آگ برسنے لگی جس نے تمام ملک کو اپنی لمیٹ میں لے لیا، کھیت کی باقی ماندہ جڑوں کو چلا دیا اور نئی فصل کے لئے زمین تیار کر دی۔ جو نیا نظم معاشرت سرسری طور پر آہستگی کے ساتھ ملک میں پیدا ہو رہا تھا گلیڈسٹون نے اپنی شاندار تقریروں میں اس کو مخاطب کیا، پامرستون کی موت سے کل روابط ڈھیلے پڑ گئے تھے اور قدیم طریق خاک میں مل گیا تھا لوگ متحیر ہو کر کہتے تھے کہ لا پامرستون کے مکان کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ پر قائم نہیں رہی ہے۔“

۱۸۶۵

عوامیت
سلطنت

حقیقت یہ ہے کہ ایک نئی دنیا پیدا ہو گئی تھی جو پرانی دنیا سے مماثلت نہیں رکھتی تھی، بلکہ اس کی ظاہری و باطنی دونوں حالتیں بدلی ہوئی تھیں۔ مختلف تجارتیں جب یکے بعد دیگرے ذاتی انتظامات سے نکل نکل کر مشخصہ جماعتوں کے ہاتھوں میں جانے لگیں جو حکومت کی پیدا کردہ اور اسی کی مسلط کی ہوئی تھیں تو غیر محدود مقابلہ کا اعتقاد کمزور ہو گیا۔ حکومت کے زیر اثر اور اسکی نگرانی میں شرکت کے نئے قانون بن گئے، مشترک فائدے کے لئے مزدوروں کی جتماعندی اور امداد باہمی کی انجمنیں تسلیم کر لی گئی تھیں۔ پرزور سرکاری نگرانی کے تحت میں (ریلوے کمپنیوں کی ایسی) جماعتوں کو اجارے عطا ہو گئے تھے، جماعت ہائے بلدیہ کو خست یار دے دیا گیا تھا کہ وہ افراد کی سست و تکلیف وہ کوششوں کے بجائے قومی (اجتماعی) خدمات قائم کرے جن کا معاوضہ ایسے عام اطلاق یا عام محصولوں سے دیا جائے جسے قوم نے منظور کیا ہو اور سلطنت کے قرضوں سے بھی بددیوبارے۔ یہ وہ تغیرات تھے جنہوں نے خیالات کو ایک نئے

راستے کی طرف پھیر دیا تھا۔ حکومت کے متعلق متعصب کے خیالات کا اتباع جسکا حاصل یہ تھا کہ حکومت صرف قیود کو رفع کر دے اور بس، اب نظروں سے گر گیا تھا، اور

نیا اجتماعی تصور یہ پیدا ہو گیا تھا کہ سلطنت کا فرض ہے کہ وہ ہیو و عامہ کے حصول میں مستعدی سے کام لے۔ یہ تغیر کس سرعت کے ساتھ وقوع میں آیا تھا، اس کا اندازہ مل کی اس معذرت سے ہو سکتا ہے جو اس نے لا مزدوری پیشہ جماعتوں، کا تذکرہ لانے کی نسبت پیش کی ہے۔ مل پہلے تو عدی کے نصف اول میں افادیوں اور انفرادیوں کا اثر پڑا، اور اس کے بعد نوجہز اجتماعیت نے اسے متاثر کیا، وہ خود اس لبرل اصول کا معتقد تھا کہ لوگوں کو مستعدی و ذہانت سے کام لینے پر مجبور کرنے کے لیے مقابلہ ہر طرح پر مفید ہے۔ پس اجتماعیوں کے ساتھ اس نے بھی پہلے سے یہ رائے قائم کر دی کہ ایک وقت ایسا آوے گا جب حرفتی زندگی نئی شکلیں اختیار کرے گی اور لا مزدوری پیشہ جماعت، کا نام ہی باقی نہ رہے گا کیونکہ انجام کار میں ہر جماعت کو محنت (مزدوری) کرنا پڑے گی اور کام سے جو حاصل ہوگا وہ بہ تراضی باہمی سب میں تقسیم کیا جائے گا اور جبکہ اس حقد و عناد کا کوئی اثر باقی نہ رہ جائے گا جو کام لینے والے اور کام کرنے والوں کے ایک دوسرے کے بالمقابل صرف آرا ہونے سے پیدا ہو گیا ہے۔ عموماً گویا دروازے پر پہنچ گئی تھی۔ لا غرباب اپنے گلوں کی رسیاں توڑ کر باہر نکل آئے اور اب اس کا امکان نہیں رہا تھا کہ ان کے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا جائے یا ان پر بچوں کی طرح حکومت کی جائے۔ اب ان کی قسمت کا نیکسہ بہ خود ان کے ہاتھ میں چھوڑ دینے کے بغیر چارہ کار نہ تھا، یہ الفاظ جان اسٹورٹ مل کے ہیں جو قدیم و جدید دنیا میں بین بین حیثیت رکھتا تھا۔ دیوساروں کی وہ جنگ جو آئندہ نسل پر شبہ ہو جانے والی تھی اس کے بے دوسرے گروہ تیار کھڑے تھے۔ ایک ان میں سے گلڈ سٹون تھا جو ظفر مندانہ طور پر عوام الناس کے سرگروہ کی حیثیت سے جب زمانہ مابعد کے ٹائٹل کے مزدوروں کے درمیان آیا تو وہ یہی رائے رکھتا تھا کہ لا منہر نسب سے بہتر ہے، دوسرا شخص ڈزریلی تھا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ دونوں فرقوں کے سرگروہ ایسے لوگ تھے جو نسلاً قدیم حکمران طبقے سے نہیں تھے، گلڈ سٹون۔ اسکاٹلنڈ کا باشندہ اور جارج ٹرنر غرب الہند کے

ایک سوواگر کا بیٹا تھا، اور پنجمین ڈزریلی، ایک صاحب علم بیوی کا لڑکا تھا۔
 گلیڈسٹون کے پہلے اصلاح شدہ پارلیمنٹ میں داخل ہونے کے پانچ برس بعد
 جب ڈزریلی ملکہ وکٹوریہ کی پہلی پارلیمنٹ میں داخل ہوا اسی وقت سے انکی
 رقابت کا آغاز ہوا اور ڈزریلی نے جب حیثیت وزیر خزانہ اپنا موازنہ مرتب کیا
 اور دوسرے سال اسی جگہ سے گلیڈسٹون نے اپنا موازنہ پیش کیا تو پھر یہ
 رقابت برابر برپا رہتی گئی۔ آئندہ برسوں میں ان دونوں نے ایک دوسرے کے
 مقابلہ میں اپنے اپنے مسودات اصلاح پیش کیے اور پھر ایک برس کے
 اندر ہی اندر دونوں سرگروہ وزارت عظمیٰ کے عہدے پر پہنچ گئے، اس تمام
 دوران میں سلسلہ رقابت جاری رہا۔ ان دونوں نے بدبروں کے بیٹے یہ
 مقدر ہو چکا تھا کہ وہ اپنے پرانے رفیقوں کو چھوڑ کر مخالف فریق کو از سر نو مرتب
 کر کے اس کی سرگروہی اختیار کریں، کیونکہ جیسا کیننگٹن و پیل کے زمانے
 میں ہو چکا تھا ویسا ہی اب بھی پیش آیا کہ ایک نئی معاشری قوت یعنی منضبط و منظم
 جماعت ہائے مزدوران کی ترقی کے باعث، پرانی جماعتیں ٹوٹ رہی تھیں اور
 ٹوری و وہگ جو پہلے قانون اصلاح کے وقت مزدوروں کے روکنے کیلئے
 باہم متفق ہو گئے تھے، اب اس دوسری اصلاح کا زمانہ جس قدر قریب آتا جاتا
 تھا اسی قدر وہ تائید عامہ کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے رقیب
 بننے جاتے تھے۔ گلیڈسٹون، پیل کا اتباع کرنے والا کنسرویٹو تھا،
 اس نے تہدید کی تائید اور قانون غلہ کی حمایت کی تھی، بری و بحری فوجوں میں
 بلا فدیست منصبوں کو قائم رکھا تھا، مساوات مذہبی کو روکا تھا، خفیہ طریقے سے
 وہی اور پارلیمنٹ پر نگرانی عام کی تو بیچ کی ہر ایک کوشش کی مخالفت کی تھی، درجوں کے
 حصول کے کم کرنے اور فوج میں تازیانے کی سزا کے موقوف کرنے سے
 انکار کر دیا تھا۔ اپنے استاد کی طرح وہ بھی قوم میں نئے جذبات کی ترقی کے
 باعث اپنے قدیم وھیروں سے دور جا پڑا تھا مگر اس معاملہ خاص میں وہ پیل
 سے زیادہ اپنی برجوش طبیعت کے اثر میں آ گیا تھا، بقول مل وہ ایک ایسا بدتر تھا
 جس میں از سر تا پا ترقی و اصلاح کی روح طوں کر گئی تھی۔ وہ اس انتظار میں نہیں

۱۸۳۲
۱۸۳۷۱۸۵۲
۱۸۵۳
۱۸۶۰
۱۸۶۷

رہتا تھا کہ کوئی اسپر و باؤ ڈالے یا اسے مجبور کرے، جب وہ کچھ کرے، بلکہ اسے خود یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ کس کام میں اصلاح و بہتری ہو سکتی ہے۔ وہ خود اینگلیکی کلیسا سے تعلق رکھتا تھا مگر وہ ساتھ ہی اس امر پر نازاں تھا کہ اُس کے آبا و اجداد عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں میں داخل تھے، اور اس نے منحرفوں کو سیاسی تحریک کے میدان میں کھینچ لیا تھا، اس کی حیرت انگیز ذہنی و اخلاقی قوت سے وہ پرانے سے پرانے وہگے،، بھی سطرف مائل ہو گئے تھے کہ استیصالیوں کے ساتھ ملکر اصلاح کے ان راستوں پر چل کھڑے ہوں جن میں اب تک کسی نے قدم نہیں رکھا تھا۔ کاروباری لوگ اس وجہ سے اس کے مداح تھے کہ وہ فوجی اہلواغزموں کی مفاخرت و خود نمائی کے خلاف امن اور قلت خرچ کا معتقد اور کفایت شعاری پر کاربند تھا۔

بنی نوع انسان کے متعلق اسکی اعلیٰ و ارفع امیدوں سے عوام کے دلوں پر ایک گہرا موج پیدا ہو گیا تھا، اور جو دل مدتوں سے مردہ ہو چکے تھے ان میں نئی جان پڑ گئی تھی، اسی طرح اپنی پر جوش مسخوری، اپنی تاباک ذہانت، اور اپنی خوش آئند آواز سے اس نے انگلستان کے روحانی مقدر راستہ کی تصویر کھینچ دی تھی، یہ وہ مقدس نظارہ تھا جس میں ایک قوم کی قوم حکومتوں پر رائے زنی کرنے کے عظیم الشان ذمہ داری کے فرض کی طرف بلائی گئی تھی یا یوں کہنا چاہیے کہ بلند رتبہ والوں کی نا انصافی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے دنیا کے کمزوروں کو خیر و برکت دی گئی تھی۔ اس طرح پر اخلاقی و مذہبی جذبات کا بھڑکانا اس کے رقیب ڈزریلی کی طبیعت کے بالکل منافی واقع ہوا تھا۔ ڈزریلی کی بلند جوصلگی کسی شے کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، وہ موقع سے فائدہ اٹھانے میں کسی طرح کا پس و پیش نہیں کرتا تھا، کوئی کام ایسا نہیں تھا جس کے کر گزرنے سے اس کی بیباکانہ طبیعت میں ذرا بھی جھجکا پیدا ہو، اُس نے تو برائٹ سے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم یہاں شہرت طلبی کے لیے آئے ہیں، اس کی ذہنی قوت اور معاملات عامہ پر اس کی غائر و عمیق نظر اس کے وقت میں بے مذہم مثل سمجھی جاتی تھی اور انگلستان و آئر لینڈ کی حالت کے متعلق اس کی استیصالی

ڈزریلی

تفقید است (جہاں تک الفاظ کا تعلق تھا) دور رس، پر زور اور موثر تھیں مگر رسائی ذہن کے سوا اور کسی قسم کے آثار اس سے نہیں ظاہر ہوتے تھے، نہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ ان اصلاحات کے عمل میں لانے کا کچھ ایسا متمنی معلوم ہوتا تھا جن کا وہ دوران مخالفت میں وعظ کہا کرتا تھا، امتناعیوں اور انتہائی ٹوریوں کو جب وہ سخت نہریت نصیب ہوئی جس نے ان کی دھجیاں اڑا دیں تو اس مشکل وقت میں ڈزریلی ہی تھا جس نے ان دل شکستوں کو دوبارہ جمع کیا اور قوانین غلطی کے ہنگامہ خیز اختلاف میں پیل کا اس سختی سے پھچھالیا کہ اسے تباہ ہی کر کے چھوڑا۔ ٹوری مخالفوں کے سرگروہ کی حیثیت سے اس نے اپنی صبر آزما ہوشیاری و تدبیر سے ان لوگوں کا ایک فریق تیار کر لیا جنہیں پیل ایترو پریشان چھوڑ گیا تھا، اور تقریباً تیس برس کی برہمی کے بعد انہیں قوت و اقتدار کے درجے پہنچا دیا، اس تیس برس کے دوران میں ٹوریوں کو صرف ایک مرتبہ خفیف سی کثرت حاصل ہو گئی اور (۱۸۵۲ء، ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۸ء میں) جب انہوں نے پارلیمنٹ کی برطرفی کا مطالبہ کیا انہیں قوم کی طرف سے کبھی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ ڈزریلی کو جب مجبور ہو کر لا تحفظ تجارت، کی حکمت عملی کو ترک کرنا پڑا تو وہ معاشری اصلاح کی مہم سی تجویز کی طرف متوجہ ہو گیا جسے استیصالیوں کی فلسفیانہ اور منطقی اصلاحوں کے برخلاف قومی و تاریخی حالات کے زیر اثر رکھنا مدنظر تھا۔ وہ جس طبقہ امرا کی رہبری کر رہا تھا وہ اپنے سر سے اس اہتمام کو رفع کرنے کے لئے بچپن تھا کہ وہ مزدوروں کی جماعت کا مخالف ہے، پس یہ لوگ اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ ایک منضبط و منظم جموہیت کے اس شاندار خیال کو قبول کر لیں جس میں جموہیت کی سرکردگی بادشاہ اور دارالامرا کے ہاتھ میں ہو اور صاحب جائداد امرا قوم کے مرہبی ہونے کی حیثیت سے تجارتی طبقات کے مقابلے میں اپنے اختیار کو قائم رکھیں مگر اجنبیت اور عوام الناس کے اندیشہ ناک مداخلت بجا کے خطرات سے امرا اور معزین دیہات پر پھر خوف طاری ہو گیا۔ چونکہ ڈزریلی کو مالیات میں پانے کاموں کے بنانے میں کوئی نمایاں قوت حاصل نہیں تھی اس وجہ سے وہ اندرون ملک کے معاملات کو چھوڑ کر لا امپیرلزم،

۱۸۴۷
۱۸۴۸

(شہنشاہیت) کی خیرہ کن روشنی سے ملک کے جوش کو بھڑکانے کی

طرف مائل ہو گیا؛

۱۸۶۲

دوم قانون

اصلاح

پارلیمنٹ کے مرتے ہی گلیڈسٹون نے جولارڈ رسل کے تحت میں وزیر خزانہ رہ چکا تھا، اصلاح کا ایک مسودہ قانون پیش کر دیا، وہ پہلے ہی یہ کہہ چکا تھا کہ ہر شخص جو بہ اسباب ظاہر کسی شخصی نامزدیت یا کسی سیاسی خطرے کے کاٹنے سے ناقابل قرار دیا جائے، وہ اخلاقاً نظام سلطنت کے حدود کے اندر داخل کیے جانے کا استحقاق رکھتا ہے، لیکن (جب عمل کا وقت آیا) تو اس نے ایک ایسی غلط مفاہمت کی تجویز کی جس میں چالیس لاکھ سے زیادہ مزدوروں کو چھوڑ دیا گیا تھا، اور جس میں مزدوری پیشہ جماعت کو جو کل آبادی کی تین چوتھائی تھی قصبات میں صرف ایک چہارم انتخابی اختیار اور اصلاح میں تو محض برائے نام ہی سا کچھ اختیار دیا گیا تھا، اسپر بھی ایک کمزوروں کی لبرل پارلیمنٹ نے اس بے جان سے مسودہ قانون کو نامنظور کر دیا۔ لارڈ ڈرنہی نے ایک ٹوری حکومت قائم کی جس میں ڈرنہی وزیر خزانہ بنایا گیا۔ اب وہ موقع آیا کہ اہل حرفہ نے اپنی درستی و ترتیب کے زمانے میں جو قوت قائم کی تھی اس کا اظہار کریں، جنگ امریکہ کے باعث روٹی کے قحط نے یہ سخت سبق دیدیا تھا کہ امداد غربا کے جس قانون کو صرف اعلیٰ طبقات کے لوگوں نے مستوی کر دیا ہو اس کے تحت میں کام کرنیوالوں کو کیا کچھ مصیبتیں جھیلنا پڑیں گی، کام کرنے والوں کے حق رائے دی کی اہمیت اس وقت اور بھی زیادہ واضح ہو گئی جب عدالتوں کے فیصلے نے یہ ظاہر کر دیا کہ اتحادات مزدوران جو بزم خودیہ سمجھتے تھے کہ ان کے سربسے کو قانونی حیثیت و حفاظت حاصل ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مل انھیں یہ سمجھا رہا تھا کہ بجا سے خود پارلیمنٹ کا نفع جو کچھ بھی ہو اس سے قطع نظر مزدوروں کی آواز کا وہاں سنا جانا اور وضع قانون پر اس کا اثر نا لازمی و ضروری ہے۔ کابینہ نے پچاس برس پہلے جو آواز بلند کی تھی، برائٹ نے اب اسی کو دہرانا شروع کیا، اس نے قوم سے یہ کہا کہ لا اگر ایک طبقہ ناکام میاں رہا ہے تو ہمیں خود قوم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ہر ملک میں قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جو چھوڑوں میں رہتے ہیں“

۱۸۶۷

لندن کے مزدوروں کی انجمنوں نے دارالصدر میں گشت کرنا شروع کر دیا۔ مزدوروں کے عظیم الشان جلسوں نے دیہات کے صوبوں کے قصبات میں ہیبت ناک اضطراب برپا کر دیا۔ اتحادات مزدوران و انجمن ہائے اتحاد باہمی کے ارکان پرائسٹ کے سامنے باقاعدہ ترتیب سے قواعد کرتے تھے، گویا فوج کا ایک ٹی ویل حق رائے وہی کے فتح کرنے کے لئے کوچ کر رہا تھا۔ بیس برس قبل کی منشوریوں کی ناکامی اب نظر مندی سے بدل گئی تھی۔ وزیر ملی نے ضرورت سے مجبور ہو کر یا اس امید میں پڑ کر کہ وہ پیروان بنتقم کے خلاف مزدوروں کو ٹوریوں کا جانب دار بنا لے گا، بہت سے عجیب و غریب رو و بدل کے بعد آخر پارلیمنٹ سے وہ قانون منظور کر لیا جو ان تمام اصلاحی مسودات سے زیادہ بڑھا ہوا اور انتہا کو پہنچا ہوا تھا جو اس وقت تک پیش ہوئے تھے، اس قانون کی رو سے شہروں کے اہل حرفہ کی جماعت سے دس لاکھ سے زیادہ اشخاص رائے و ہندوں میں شامل کر لئے گئے تھے۔ اس قانون نے مسرت سے زیادہ تشبہ پیدا کر دیا تھا، دوسرے انتخاب کے موقع پر نئے انتخاب کنندوں نے گلید اسٹون کو برسر اقتدار کر دیا، گلید اسٹون کی شخصی ہرولڈ ہیری کا جوش ۱۸۶۸ اس وقت موجزن تھا اس کی کوئی نظیر ولیم پٹ کے بعد سے انگلستان میں نہیں ملتی۔ وہ ایک ایسے وزیر خزانہ کی حیثیت سے رائے و ہندوں کے سامنے آیا تھا جس نے فرانس کے ساتھ تجارت کو سہ چند بڑھا دیا تھا اور ارزاں خوراک ہیا کر دی تھی اور جو عام آدمیوں کا دوست و حمایتی، امن و امان کا وزیر اور نیکو کاری و راست بازی کا واعظ تھا۔ عوام کے مجمعوں نے جب گلید اسٹون کی یہ صلاے جنگ سنی کہ نیک کرداری و فرائض ملکی، قوموں کے معاملات عظیمہ کے بلند رتبہ اور آئندہ کی غیر محدود امید پر نظر رکھو، جب انھوں نے، نا انصافی کے اس لعنت بیجے والے مبلغ کے غصے پر توجہ کی اور اس کی آواز کی خوش آہنگی اور اس کے انداز بیان کی تاثیر و قوت کے سامنے بہوت ہو کر سر جھکا دیئے تو پھر پارلیمنٹ کا سارے مزاج شخص بھی گرا گیا اور اس نے بالاعلان کہہ دیا کہ سلطنت کے جدید انکشاف اور قانون پارلیمنٹ بلکہ خود عاملانہ حکومت کی نسبت بھی

مزدوروں کے زمانہ مابعد کے اعتماد کے سامنے قدیم عداوت نسیا مٹا ہو گیا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ انگلستان، ویلز، اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے تمام مہمان آزادی کو حریت کی نئی رفاقت میں شامل ہونے کے پٹے صلائے عام دیدیجائے یہ نئی رفاقت سیاسیات و ماتحتی کے قید و بند کے بجائے آزادانہ مرضی کے اتحاد پر مبنی ہو گی

نئی پارلیمنٹ

۱۸۳۳ء کا قصہ ۱۸۶۶ء میں پھر دہرایا گیا۔ لوگوں کو یہ نئی شکایت تھی کہ لائسنس رائے دہندوں نے انہیں پرانے آدمیوں کو پارلیمنٹ میں بھیجا ہے۔ یہ وہی لوگ تھے جو انتخاب میں بڑی بڑی رقمیں صرف کر سکتے اور بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو انتہائی کمزوریت کے خیالات رکھتا ہو۔ لہذا ان نئے حلقہ ہائے انتخاب کے جاہل عوام سے ٹوری اور ونگ دونوں حد درجہ خائف تھے۔ یہ عوام اگر متحد ہو جاتے تو ملک میں سب پر غالب آجاتے اور یہ جہالت کا تعلیم پر اور تقوا کا علم پر غالب آنا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑے بڑے ونگ خاندان جو گزشتہ چوبیس برس تک ونگوں کی سرگروہی کر رہے تھے، انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب ان کی حکومت کا خاتمہ ہے۔ ایسے قابل نوجوان کی ایک کثیر تعداد کے منتخب ہو جانے سے جو نفا میں طبقہ اعیان ہی سے نہیں تھے، اب پہلی مرتبہ دارالعوام کے معاشری انداز میں تغیر رونما ہوا۔ نئے قہبات نے لبرل ارکان منتخب کر کے بھیجے۔ اہل اسکاٹلینڈ نے سات کنسر ویٹو کے مقابلے میں جمعاً لیس لبرل منتخب کیے۔ ان کی نسبت رائٹ نے یہ کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مزدوروں کے معاملات کو پوری طرح سمجھتے ہوئے ہیں لہذا چاہئے تھا کہ یہ لوگ انگلستان کے ساتھ اپنے اتحاد کو منسوخ کر لیتے، کیونکہ اگر وہ انگلستان سے الگ ہو جاتے تو وہ ایسی حکومت قائم کر لیتے جو میرے خیال میں ایسی فہمیدہ اور عوام کے اس درجے میں خیال ہوتی کہ روئے زمین پر کوئی حکومت ایسی نہ ہوتی، لارڈ شافٹسبری نے یہ اشارہ کیا تھا کہ لہ مزدوروں کے طبقات اب زیر دست ہونے کے بجائے بالادست ہو گئے ہیں اور وہ خود اپنے لئے جنگ کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ۱۸۶۹ء میں

جان برائٹ ، وزارت میں شامل ہوا اور عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والے
 ذریعے سے پہلا وزیر تھا ، اور وہی پہلا شخص تھا جسے مزدوروں نے نامزد کیا تھا۔
 ۱۸۴۰ء میں مزدوری پیشہ طبقے میں سے پہلی مرتبہ ایک شخص شاہی کمیشن میں شریک
 ہوا۔ ۱۸۴۳ء میں پہلا مزدوری پیشہ شخص پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہوا ، ۱۸۴۵ء میں
 اتحاد مزدوران کے عہدہ داروں کو مجلس مدارس میں شرکت کا موقع دیا گیا ، اور ۱۸۸۲ء
 میں مزدوروں سے انسپکٹراں (ناظران) کا رخانات مقرر ہوئے ، لیکن ترقی پذیر
 عمومیت کے اثرات اس سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ پہلے اصلاحی قانون
 کے وقت سے وزراء کا انتخاب شاہی اثر سے نہیں بلکہ دارالعوام کی طرف سے
 ہونے لگا تھا ، دوسرے قانون اصلاح کے بعد ایک نئے نشوونما کی وجہ سے
 دونوں جانب سے یہ سمجھا جانے لگا کہ وزیر اعظم لا قوم کا منتخب کردہ ، ہوتا ہے۔
 وزیر ملی کو جب انتخاب میں شکست ہوئی تو پارلیمنٹ میں گئے بغیر اس نے استعفا
 دیدیا اور اس طرح قوم کے براہ راست فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی
 جس نسبت سے بادشاہ کی طاقت گھٹتی گئی اور دارالعوام کی طاقت بڑھتی گئی اسی
 نسبت سے وزراء کا ضبط و ارتباط بہ مقابلہ سابق کے زیادہ قوی ہوتا گیا۔ ملکہ وکٹوریہ
 کی تعلیم اس طرح ہوئی تھی کہ وہ کاہنہ کو پارلیمنٹ کا نہیں بلکہ صاحب تخت کا رکن
 سمجھتی اور وزیر کی شکست کو لا بادشاہ سے فرد ، کے مرادف خیال کرتی اور
 پارلیمنٹ کے برطرف کر دینے کے اختیار کو بادشاہ کی شخصی مرضی کے تابع تصور
 کرتی تھی۔ اس پرانے طریق کے مطابق ۱۸۲۹ء میں آرل گرسے نے یہ بحث
 پیش کی کہ وزیر جو مسودہ قانون پیش کرتا ہے وہ ایک معمولی رکن کی حیثیت سے
 پیش کرتا ہے اور اس لئے اس قسم کے مسودے کے نامعلوم ہوجانے سے
 حکومت کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد بھی ایسی صورتیں پیش آئیں کہ
 پارلیمنٹ کو برطرف کیے بغیر وزارت میں تغیر ہو گیا اور وزیر اعظم ایسی صورتوں
 میں بھی برسر اقتدار رہا جب اسے دارالعوام میں کثرت رائے حاصل نہیں رہی
 تھی ، لیکن وزراء نے آہستہ آہستہ یہ حق حاصل کر لیا کہ نہ صرف دارالعوام
 کے مخالف ہونے کی صورت میں بلکہ ایسی صورت میں بھی جب دارالامر ان کے

یہی تئیرات

راستے میں وقتیں حائل کر رہا ہو وہ پارلیمنٹ کی برطانیہ کا مطالبہ کریں۔ اس دعوے کی بنا پر کہ ذرا بادشاہ کی اجازت سے نہیں بلکہ قوم کی مرضی اور دارالعوام کے اقتدار کے زور پر کام کرتے ہیں، کا بیٹہ ایک مجتمعہ جماعت بن گیا اور اپنی ذمہ داری میں متحد و متفق ہو گیا۔ نئی اصلاح شدہ پارلیمنٹ نے ۱۸۳۳ء کے غیر ایفا شدہ وعدوں کی تجدید کی۔ قوانین غلہ کے منسوخ کرنے کی ایک تحریک کو ۱۸۳۴ء میں شکست ہو چکی تھی مگر اب اس محصول کی آخری یادگار یعنی گہیوں پر ایک شلنگ فی کو اڑھائی کی ادائیگی موقوف ہو گئی۔ انگلستان اس معاملہ میں اب تک دنیا کے دوسرے سے بڑے بڑے ملکوں سے پیچھے تھا کہ اس کے بیس لاکھ بچوں میں سے دو تہائی ۱۸۶۹ سے زیادہ مدرسے سے خارج تھے۔ اب (۱۸۵۶ء میں) ایک تنخواہ دار وزیر تعلیم کے تحت میں قومی و لازمی تعلیم کی ایک تجویز قائم کی گئی۔ سول سروس (ملازمت ملکی) کے لئے بادشاہ بہ اجلاس کونسل کے حکم سے مقابلے کا امتحان جاری کیا گیا۔ ایک لا مجلس حکومت مقامی، اس غرض سے ترتیب دی گئی کہ وصحت عامہ کی فکر اور قانون امداد غربا کی نگرانی کرے۔ فوج میں طبقہ اعیان کے واحد اثر کو اس طرح روکا گیا کہ کمیشنوں (اعلیٰ فوجی عہدوں) کی خریداری بند کر دی گئی اور فوجی قوت کو بلا شرکت غیرے دارالعوام کی نگرانی میں لے لیا گیا۔ برسوں کے مناتشے کے بعد ان طالب علموں کے لئے جو کیمبرج یا آکسفورڈ کے امتیازات سے مستفید ہوں، مذہبی اختیارات موقوف کر دیئے گئے اور اب پہلی مرتبہ ایک یہودی کو امارت کا درجہ عطا ہوا، اور یہی پہلا موقع تھا کہ جو لوگ زندہ تھے ان کی یاد میں کسی رومن کیتھولک کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہو۔ خفیہ طریقے رائے دی کے ۱۸۶۳-۱۸۶۱ قانون نے آخر اس دہکتی ہوئی آگ کو بجھا دیا جس سے شروع صدی سے وہ لوگ پناہ مانگ رہے تھے جن کی روزمرہ کمائی کا انحصار محض ان کی رائے کے پوشیدہ رہنے پر تھا اور اس وقت تک یہ مقصد حاصل نہیں ہوا تھا۔ پرانا جواب یہی تھا کہ رائے کے پوشیدہ رکھنے کی خواہش زمانے کے برے آثار میں سے ہے۔ یہ طریق انگریزوں کے مخصوص اخلاق کو تباہ کر دے گا، اور انھیں اس درجہ مبتذل بنا دے گا جو اپنے سیاسی عقیدے کے ظاہر کر دینے سے شرماتے ہوں اور

لا منہ چھپا ہے ہوئے رائے وہی کے صندوق کے پاس جانا چاہتے ہوں
 اسراف، عدم مساوات اور نفاذ قوانین کی تاخیرات کے ختم کر دینے کے
 اصلاحات کے طولانی سلسلے کی تکمیل قانون عدالت کے نفاذ اور عدالت عالیہ
 اور عدالت مرافعات فوجداری کے تقرر سے ہو گئی لیکن ان تغیرات کے دوران

۱۸۶۳-۱۸۶۹

۱۹۰۷

میں جو پرانے وعدوں کو پورا کر رہے تھے دو نئے قانون سب سے زیادہ
 نمایاں رہے۔ ان میں سے ایک قانون کلیسا سے آئرلینڈ اور دوسرا قانون
 اراضی آئرلینڈ تھا۔ انگلستان و آئرلینڈ کے مخالفانہ مباحث میں ان
 قوانین سے ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ کلیسا سے آئرلینڈ جو قلیل القدر اور
 وغالب فریق کا کلیسا تھا، اس کی برطرفی سے قدیم سیاسی نظریے کے خاتمے کا یقین
 ہو گیا، اس نظریے کو ۱۸۳۳ء میں بہت احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا گیا تھا اور
 اس کا منشا یہ تھا کہ سلطنت میں دنیاوی حکومت کے لیے دینی اقتدار ایک لازمی
 جزو ہے۔ ایوان اعلیٰ کے ساتھ مخالفت کا آغاز تو ۱۸۶۶ء کے اختیارات
 دارالعوام کے مسودہ قانون سے پہلے ہی ہو چکا تھا، اب اور زیادہ شدت
 کے ساتھ اس بنیاد کی تجدید ہو گئی۔ لارڈ مارلے نے لکھا ہے کہ لاد سیاسی نظم میں
 ایسی کشیدگی کبھی اس سے پہلے پیدا نہیں ہوئی تھی جیسی کہ دارالامرا کے ساتھ
 اس تیز و تند مخالفت کے دوران میں ظاہر ہوئی۔ امرائے اس وقت شکست کو
 تسلیم کر لیا جب خطرہ نہایت ہی سخت ہو گیا۔ قانون اراضی جس کے ذریعے سے
 گلپڈ ہسٹون نے دلیرانہ طور پر یہ کوشش کی تھی کہ آئرلینڈ کے جملہ کاشتکاروں
 کے لیے اسٹر کے کاشتکاروں کے سے حقوق کا یقین کر دے، اس سے اور بھی
 طولانی و شدید اختلاف آرا شروع ہو گیا۔ وہ ایوان جس میں زیادہ تر زمیندار ہی شامل
 تھے اس کے شور و تحسین و مرجا کے اندر پارلیمنٹ نے یہ صدا بلند کی تھی کہ کاشتکار
 کا حق زمیندار کے نقصان کے مرادف ہے، لیکن اراضی آئرلینڈ کا پہلا
 قانون نہ صرف آئرلینڈ کے زمیندارانہ اجارے کے لیے صدائے موت
 تھا بلکہ انگلستان کے بے بھی یہی حکم رکھتا تھا۔ ۱۸۳۳ء میں ڈارمٹشائر
 کے مزدوروں کے نقل مکان کے بعد سے انگلستان کے نئی کام کرنیوالوں کو

آئرلینڈ کے

اصلاحات

۱۸۵۶

۱۸۷۰

اپنی حالت میں کسی تغیر کا علم نہیں ہوا تھا۔ اب پھر ایک مرتبہ ایک میٹھوڈسٹ واعظ و مزدوری پیشہ شخص جو سفاح کی سرکردگی میں انہوں نے اتحادات قائم کرنا شروع کیے، ان کا مطالبہ سولہ شلنگ ہفتہ وار مزدوری اور گیارہ گھنٹے کے کام کے دن کا تھا، اور ایک برس کے اندر انہوں نے تقریباً ایک لاکھ ارکان جمع کر لیے، یہ لوگ حضرات فقہانانہ اور عام مخالفت کا سامنا کر کے اکثریت کی چاندنی میں جمع ہوا کرتے تھے؛

ٹوریوں کی فتح

۱۸۳۵ء کی طرح اس وقت بھی اصلاح کاروں نے کے بعد ہی رجعت قہقہری شروع ہو گئی اور اتحاد مزدوران کے ارکان نے یہ محسوس کیا کہ ان کے حقوق خاص سے بے انصافی کی جاتی ہے۔ قانون اصلاح کے بعد جو پارلیمنٹیں منعقد ہوئیں ان میں پہلے ہی پارلیمنٹ میں اس فریق کو غلبہ ہو گیا جسے ڈزریلی نے از سر نو مرتب کیا تھا، اور اس تمام مدت میں اول سے آخر تک پارلیمنٹ ٹوری ہی رہی۔ ڈزریلی نے دو برس پہلے ٹوریوں کے نئے مقصد کا ان لفظوں میں اعلان کیا تھا کہ: "انہیں تنظیمات کی بقا، اپنی سلطنت کا قیام، اور قوم کے حالت کی اصلاح و ترقی ہمارا مصلح نظر ہے" اس زمانے کے ایک مروجہ فقرہ ہے، یوں کہنا چاہیے کہ "تمام معاشری مسائل اب شہنشاہیت کے عدو میں داخل ہو گئے تھے" مگر نیز اس کا فریق سرفروشانہ انقلاب کا حامی نہیں تھا۔ اس لیے اس کے لیے حسب معمول تہدید ہی قانون موجود تھا۔ ایک سو پندرہ برس کی شورش انگیزی کے بعد لڑکوں کے دودکشوں پر چڑھنے کا ظالمانہ رواج موقوف ہوا، ان قوانین کے سلسلے میں جنہوں نے ۱۸۴۵ء نے پندرہ پچیس لاکھ مزدوروں کو قانون کے سلسلے میں لے لیا تھا اور ان کی محنت کے متعلق ایک قانون کارخانہ کا اضافہ ہوا۔ اتحادات مزدوران کے کاموں اور ان کی یکجائی معاہدات اور ان کی پرامن فہمائش اور روک ٹوک کو قانوناً تسلیم کر لیا گیا۔ اس طولانی محنت کا خاتمہ ہوا جو ۱۸۲۳ء میں اتحادات مزدوران کو قانونی سازش اور اس کے عواقب سے بری کرنے کے لیے شروع ہوئی تھی۔ کاشتکاروں کے زمین کو ترقی دینے کی صورت میں ان کے لیے ایک قانون معاہدہ بنایا گیا تھا مگر شرط یہ رکھی گئی تھی کہ زمیندار بھی اس قانون کے تحت میں آنا منظر کریں

شہنشاہیت اور اس طرح یہ کارروائی بالکل بے اثر ہو گئی تھی۔ وزیر علی معاشری معاملات سے بزودی تمام ایسی کارروائیوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے فریق کے لئے عمومی کم بحث طلب تھیں یعنی لا اپنی شہنشاہی کی بقا، کارخانہ داروں کو یہ اندیشہ دامنگیر ہو گیا تھا کہ دوسرے مالک اپنے فنون و آلات حرب، اپنی سعی و دولت، ذہانت، محنت اور آزادی کے زور سے انگلستان کے تقدم کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں، وزیر علی نے اس توحش کا تدارک شہنشاہی استحکام روابط، شہنشاہی محصول درآمد، شہنشاہی نیابت اور تحفظ کے شہنشاہی ضوابط کی تجویزوں سے کیا۔ استعماری وسعت، اور معاملات یورپ میں انگلستان کے غلبہ نہیں تو دباؤ کی وجہ سے الٹیریتھ کے وقتوں کی شان و شوکت کو پھر زندہ کر دیکھنا مد نظر تھا، از روہ دار غیر ملکی حکمت عملی سے براعظم پر یہ ظاہر کر دینا منظور تھا، انگلستان کی رائے و منظوری کے بغیر وہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔ چالیس لاکھ پونڈ پر پھر سویر کے حصوں کی خریداری سے ایک نئے طریق عمل کا آغاز ہو گیا تھا، دوسرے سال ملکہ کو قبصرہ ہند کا خطاب دیکر ایک "ایشیائی طاقت"، اور لا مشرقی شہنشاہی، کی حیثیت سے انگلستان کی عظمت و شوکت اور بڑھائی گئی اور وزیر علی، لارڈ میکنسفیلڈ بنکر دار الامرا میں داخل ہوا۔

۱۸۴۵

۱۸۴۶

پارلیمنٹ اور قوم

عرض اس ٹوری وزیر نے جن درخشاں خیالات اور جزیرہ کن تصورات کے ساتھ جزیرہ برطانیہ عظمیٰ کی شہنشاہی قسمت کا نقشہ کھینچا تھا کہ رو سے زمین کی تمام وسعت و فحت پر اس کا دور دورہ ہوگا اور وہی ہر ایک سمندر کی مالک ہوگی، یہی خیالات جدید شہنشاہیت کا قالب اختیار کر کے ملک کے اندر جوش عام کے ابھارنے کے لئے ایک نیا عقیدہ اور ہمارے زمانے میں تاریخ انگلستان کی روش معین کرنے کے لئے بہ ہمہ وجوہ ایک اہم قوت بن گئے۔ اس کے برعکس استعمالی اور اجتماعی یہ دعوے کرتے تھے کہ انگلستان اقوام عالم کے درمیان اپنی بلند و مستحکم حیثیت صرف اسی طرح قائم رکھ سکتا ہے کہ وہ اپنی اندرونی اصلاح کرے۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ عام قوم کو فلاح کی حالت سے نکل کر آزاد شخصوں کی سی خود مختاری، اپنی حریت سے استعمال کا اور اک اور اپنی مرضی کو

عمل میں لانے کی قوت حاصل کرنا چاہیے۔ تمام ملک اس عام اختلاف سے گونج اٹھا تھا۔ گلیڈسٹون نے یہ رائے ظاہر کی کہ لڈ پارلیمنٹ سے باہر جو کچھ ہے اس نے اس سے بدرجہا زیادہ اہمیت حاصل کر لی ہے جو پارلیمنٹ کے اندر ہے۔ جنگ کے لئے نئے آلات تیار کیئے جا رہے تھے۔ استنبالی مصلحین کے سرگروہ مسٹر چیمبرلین نے برٹنگھم میں وہ مواد تیار پایا جو اس کی شاطرانہ علمی قابلیت ہی کے انتظار میں تھا۔ برٹنگھم چھوٹے چھوٹے کارخانہ داروں اور غیر منظم مزدوروں کا ایک نیا قصبہ تھا، وہاں دو لاکھ کارخانہ داروں کے روایات موجود تھے، نہ ذی اثر اتحادات مزدور قائم تھے، یہ ایک بڑا گاہ تھی جسے چیمبرلین اپنے حسبِ مرضی جسطرح چاہتا ایک انتخابی آلے کے سانچے میں ڈھال لیتا اور وہاں کے لوگ اس سے زیادہ اس کے مطیع فرمان اور اس کے اشاروں پر چلنے والے ہوتے جتنا اٹھارہویں صدی میں قصبوں کے لین دین کرنے والوں کے لئے ممکن تھا۔ برٹنگھم کے لبرل ایک زبردست انضباط کے تحت میں ترقی پزیر ہو گیا جس میں ہر ایک امیدوار سنے یہ اقرار کیا کہ وہ "لڈ بزنک" کے فیصلے پر کاربند ہوگا (لڈ کاکس، "بزنک") کا لفظ لارڈ بکنسفیلڈ کا نکالا ہوا تھا۔ انحراف کی ہر ایک علامت کو مٹا دیا اور جنگ کی ایک منضبط تجویز کے مقابل میں انفرادی رائے کو دبا دیا گیا۔ مسٹر چیمبرلین نے اپنی جو دست و قلیب سے جو صورت قائم کی تھی وہ لڈ طریق برٹنگھم کے نام سے اور شہروں میں بھی رائج کی گئی۔ پارلیمنٹ میں منتخب ہوجانے کے بعد اس نے ان انجمنوں کو ایک نیشنل لبرل فڈریشن (قومی آزادانہ تہفیت) میں مجتمع کیا اور اس کے لئے ایک مرکزی کاؤنسل قائم کی اور اس طرح وہ ایک ایسی نمونیت کا سرگروہ بن گیا جو جنگ کے لئے متحد و متفق تھی۔ ادھر بزنک نے ریاست دہندوں کی انفرادی رائے کو دبا دیا تھا، ادھر امیدواران انتخاب محض نے حلقہ ہائے انتخابی کی وسعت ہی سے مجبور ہو گئے کہ وہ اپنے فریق کے مسند و تجویز عمل کو سر جھکا سے موئے قبول کر لیں کیونکہ یہی ایک ذریعہ عام رضامندی حاصل کرنے کا رہ گیا تھا۔ مسٹر چیمبرلین کی صفت شکن قوت کے سامنے ٹوریوں کو انتخاب عام میں نہریمت اٹھانا پڑی تو

بزنک

۱۸۷۹

۱۸۷۷

انہوں نے اپنی باری میں لا طریق پر نگہم، کی نقل کی اور لارڈ رینڈلف چرچل نے لا ٹوری عہدیت کے سرگروہ کی حیثیت سے کنسر ویٹو انہوں کی ایک تنقید قائم کر دی، عام مباحثے کے زور میں ان دونوں شورا نگروں نے پارلیمنٹ سے باہر کے رائے دہندوں سے یہ خواہش کی کہ وہ اپنے منضبط تنظیمات کے ذریعے سے ان کی اعانت کریں تاکہ وہ اپنے پارلیمنٹ کے اندر کے فریق کے سمت رفتار سرگروہوں کو مجبور کر کے عام پسند اصلاحات حاصل کریں۔ اب دارالعوام سے وپسی نہیں رہی تھی بلکہ خود انتخاب کنندوں سے وپسی پیدا ہو گئی اور عوام الناس کو بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ سیاسی میدان میں آنے والے کے لئے خود پارلیمنٹ کی کامیابی سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ ملک میں کامیابی حاصل کرے۔ اگلے وقتوں میں کوئی وزیر پارلیمنٹ سے باہر کوئی اہم اعلان نہیں کرتا تھا اور نہ وضع قوانین کی تجویز ان انتخاب کنندوں کے سامنے پیش کرتا تھا جنہیں قانون میں ہدایت کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ ۱۸۶۶ء تک یہ حال تھا کہ ملکہ وکٹوریہ نے ایک وزیر پر اس بنا پر اعتراض کیا تھا کہ اس نے خود اپنے حلقہ انتخاب سے باہر تقریر کی تھی جس سے عام اضطراب کے پیدا ہوجانے کا احتمال تھا، لیکن اب جو نئے طبقات سیاسی زندگی میں داخل ہوئے تھے ان کو اس طرح کے باروں کے اندر بند رکھنا ممکن نہ تھا۔ گلڈسٹون جس نے اپنے (۱۸۶۶ء کے) مسودہ قانون کے پیش کرنے کے متعلق اپنے ارادے کا اعلان کر کے قوم کو ششدر کر دیا اور (۱۸۶۳ء کے) عام پسند موازنے کے حالات بیان کر کے جو ہنوز پارلیمنٹ میں پیش نہیں ہوا تھا ملک کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ وہی اب عوام الناس کے اندر اس پہلی مہم کی سرگروہی کر رہا تھا جسے حکومت کے کسی سرگروہ نے اب تک اختیار نہیں کیا تھا۔ لاہم ٹیلوٹھین سے یہ صورت وقوع پذیر ہوئی، گلڈسٹون اسے لا سیاسیات کا فساد، کہا کرتا تھا، یہی مہم تھی جس میں یہ ستر برس کا بڑھا جو اپنے بارہویں انتخاب کے لئے تیار ہو رہا تھا، چارٹوں کی گہری ریف میں شاندار جلسوں کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا اور اپنے عظیم الشان جوش فصاحت سے جھلاہوں، کان کنوں، دستکاروں اور کسانوں کو اس امر پر بھار رہا تھا کہ وہ خارجی معاملات

۱۸۸۰

۱۸۸۳

قوم سے لیتا

اور اندرونی حکمت علی کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کی اہمیت کو سمجھیں، ٹوریوں نے
 عہدیت کے اس پر جوش متبرک سفر کو مطلع کیا اور اسے لہ نظام سلطنت میں
 بدعت اور دولت عامہ کے لیے خطرہ قرار دیا۔ مگر اس کے بعد سے کوئی فرق قوم
 کو براہ راست مخاطب کیے بغیر قائم نہیں رہ سکا۔ جیسا کہ گلپڈ سٹون نے ملک کو
 لکھا تھا کہ لہ خود مار کونٹس سالسبری نے کافی نام کے عام جلسوں کے ذریعے سے
 ایک ایسی حکمرانی قائم کر دی تھی جسے عام شعور انگیزی کی حکومت کہنا سجا ہوگا۔ لیکن
 بعد میں جب اپنے ہوم رول کے مسودہ قانون کے جہاد کے لیے گلپڈ سٹون
 نے جلسوں کے ساتھ انگلستان و اسکاٹ لینڈ میں گشت کیا اور ملک کے
 سامنے اس نے یہ دعوے کیا کہ لہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ اس کے نزدیک
 حالات کی جو صحیح صورت ہو اسے ملک کے سامنے پیش کرنے کے لئے
 وہ جن وسائل سے چاہے کام لے سکتا ہے، لہ اس کی یہ کارروائی
 تمام دیگر کوششوں پر فوق لے گئی۔ ہل پارلیمنٹ جو ہوم ڈپارٹمنٹ کے
 ہیجان عظیم کے بعد منتخب ہوئی تھی اور جس کی رہبری تمام ہوم ڈپارٹمنٹ
 میں سب سے زیادہ صاحب جرات وزیر اعظم کر رہا تھا، اس کے لئے اس
 راستے کو پوری طرح کھول دیا۔ جدید انگلستان (جو ہمارے پیش نظر ہے)
 گامزن تھا۔ اور اسی پارلیمنٹ نے آئر لینڈ کی امیدوں کا دروازہ بھی وا کر دیا۔
 ۱۸۷۲ء کے بعد کے بارہ برس سے مسٹر ٹریوین، سال بہ سال یہ تجربہ پیش
 کرتے رہے تھے کہ پارلیمنٹ کی تقیبات سے باہر مکاروں کی جو تعداد عظیم ہو
 ہے اسے انتخاب کا حق دینا چاہیے مگر کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ لیسٹر
 گلپڈ سٹون نے زور دکھایا اور پارلیمنٹ میں ایک نیا قانون وضع منظور کیا
 تمام رکاوٹیں ختم ہوئیں۔ ۱۸۳۲ء میں تینوں ملکوں کے تمام حلقہ کے انتخاب میں
 پانچ لاکھ سے بھی کم راسے دہن سے شامل کیے گئے تھے۔ ۱۸۶۷ء میں
 تیرہ لاکھ چوبیس ہزار کا اور اضافہ ہوا تھا لیکن اب بیس لاکھ سے دہن سے
 داخل کر لیے گئے اور اس سے زیادہ نمایاں کام یہ ہے کہ محض گلپڈ سٹون
 کے جوش و خروش سے دب کر پارلیمنٹ اس امر پر راضی ہو گئی کہ آئر لینڈ کے

راے دہندوں کی تعداد دو لاکھ سے بڑھا کر پانچ لاکھ کر دی۔ پچاس برس کی جنگ و جدل کے بعد برطانیہ غلطی کے مزدوری پیشہ طبقات نے شہریت کا وہ کامل حق حاصل کر لیا جس کے دینے سے ۱۸۳۲ء میں انکار کیا گیا تھا اور آئرلینڈ کی قوم کے عامۃ الناس کے لئے تو یہی پہلا موقع تھا کہ سلطنت ہائے متحدہ کی پارلیمنٹ کی نیابت میں انھیں شامل کیا گیا ہو۔

سلطنتی اجتماعیت

انگلستان کے درو دیوار سے کسی سیرج الوقوع تغیر یعنی ایک زور دار اجتماعی تحریک کے آثار کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ ہنری جارج نے ایک نیا زرعی طوفان برپا کر دیا تھا اور زمین کے جو تھے بوسنے والوں اور شہروں میں کام کرنے والوں کے دلوں پر یہ نقش کر دیا تھا کہ رکارڈو کے اقتصادی لگان کا نظریہ کیا ہے اور اس نظرے کے بموجب شہر اور دیہات کے اندر زمیندار کا حصہ کیا ہے۔ حرفتی انقلاب کے متعلق کارل مارکس کی تعلیم اور تجدیدی گروہوں کے جوش سے قوی دل ہو کر مزدوروں نے برسہا برس سے بے حس و حرکت لبرل طریق کے قید و بند کو توڑ دیا تھا اور ایک نئی اتحادیت کی طرف تیز قدم بڑھاتے جا رہے تھے۔ اتحادات مزدوران، جن کی نسبت کسی وقت میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ اجتماعیت کے مقابلے میں سد سکندری سے کم نہیں ہیں اب خود یہی اتحادات اس امر پر مصر تھے کہ سلطنت کو اصلاحات کے جاری کرنے کا حکمانہ اختیار ہونا چاہیے اور اس کام کو اس کے فرائض میں داخل سمجھنا چاہیے۔ ان کے موتر نے یہ منظور کر لیا کہ تمام زمین کو قومی سمجھا جائے اور کام کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن بزور قانون قرار دیا جائے۔ کارخانوں کے قوانین جب اول اول وضع ہوئے تھے، اس زمانے کی بہ نسبت اب دنیا بہت آگے نکل گئی تھی اور اب سلطنت سے لاجو درخواست کی جاتی تھی وہ اسے ماں باپ یا ایک معطلی و منعم فیضیوں آقا سمجھ کر نہیں کی جاتی تھی بلکہ اسے قوم کی مرضی کا عامل بلکہ خادم سمجھ کر کی جاتی تھی۔ بلدی حکومت میں عمومیت نے اختیارات کے نئے احاطے کی نئی وسعت میں قدم رکھا تھا۔ شہروں نے مقامی نظم و نسق کے دور افتادہ اور منتشر باقیات کو عجلت کے ساتھ اپنے ہاتھ میں مجتمع کر کے اور اپنے حق رائے دہی کو

۱۸۸۶

ایک چار دیواری مکان کے رهنے والے اور خود اختیار عورتوں تک وسعت دینے کی بجائے اور عام محصول کو تقییمی منفعت کے لئے کام میں لانے کو اس حد پر پہنچا دیا کہ سابق میں کبھی اس کا تجربہ بھی نہیں ہوا تھا۔ رابرٹ اون کا جواب اب ایک حقیقت بن گیا۔ یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اب مقامی جماعتیں منافع عام کے لئے قوم کی مرضی سے اتنی اہلاک کا انتظام کرتی ہیں جن کی پہلی قیمت ایک ارب پانڈے سے کچھ کم نہیں ہے، نیز یہ کہ قوم نے خود اپنے لئے اپنے تحت اقتدار میں جو کام و انتظام تخریب دیئے ہیں خواہ وہ امداد باہمی کی رضا کارانہ انجمنوں کی صورت میں ہوں یا قصبات و دیہات کی کونسلوں کی سرکاری جماعت کی حیثیت رکھتے ہوں، ان سب کا سالانہ خرچ تقریباً بیس کروڑ پانڈے تک پہنچا ہے یعنی سلطنت کے متحدہ کے تمام لوگوں کے شخصی ذاتی مصارف کے کم و بیش آٹھویں حصے کے برابر ہو جاتا ہے، پچاس برس سے پارلیمنٹ کے فیصلوں کو جن اصولوں نے اپنے تابع کر رکھا تھا اب ہر طرف ان کی تقیص ہو رہی تھی۔ ننانوہ جدیدہ کا مطالبہ یہ نہیں تھا کہ امتیازات کو نسوخ کر دیا جائے اور سلطنت ہو خواہ اتحاد کی کوئی اور صورت ہو، سب کے مقابلے میں شخصی آزادی کو محفوظ رکھا جائے بلکہ اب مطالبہ یہ تھا کہ پوری آزادی کے ساتھ ایک جدید نظم معاشرت کی تعمیر کی جائے۔ لوگ اب اقتصادی مسلمات کے قدیم اقتدار سے اپنے کو آزاد کر رہے تھے، ملتحصم نظروں سے گر گیا تھا، اور مل جو اپنے وقت کا معلم اول بنا ہوا تھا، اب اس کی تعلیمات کے پرچے اڑ رہے تھے، مگر نئے معتقدات کے جو تضاد طوار ہر طرف شائع ہو رہے تھے ان میں سے کسی کو بھی مسلمہ فوقیت نہیں حاصل ہو ہی تھی، متفلسف لبرل جو اس اقتصادی انتہا میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے وہ اس امر پر معترض ہو سکتے تھے کہ بغیر کسی واضح و بین روش کے سیاسی تجربات کی عادت پڑھتی جا رہی ہے مگر ان کا ایسا کہنا بالکل بیکار تھا، ملتحصم نے لکھا ہے کہ "المعاشری وضع قوانین کے متعلق کسی معینہ دائمی اصول پر قائم رہنے کی کوشش کرنا بھی عبث ہے۔" یہ سب کچھ انہیں "و مدارج کے تابع ہیں" مسٹر پیمبر لہین پر اس وقت ایک اصلاح شدہ معاشری سلطنت کے تخیلات کا غلبہ تھا، انھوں نے پہلی مرتبہ

ان خیالات کو ایک شاہی وزیر کی قبولیت کا فریب عطا کیا، اور بحیثیت
 ۱۸۸۰-۱۸۸۵ وزیر تجارت "غیر مصدقہ تجویزوں" کا مینڈر برسا شروع کر دیا، ہر بالغ شخص کو اسے وہی
 کا حق ہونا، کسی ایک شخص کا ایک سے زائد رائے نہ دینا، ارکان کو معاوضہ
 ملنا، تعلیم کا مفت دیا جانا، اراضی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر قابض ہونا، شہر کے
 غربا کی سکونت کا از سر نو انتظام کرنا، سلطنت کو یہ حق ہونا کہ وہ اعتراض عامہ کے لئے
 کم سے کم بازاری قیمت پر زمین لے سکے، انکم ٹیکس (موصول آمدنی) کا تدریجی ہونا،
 بڑی بڑی ریاستوں کو شکست کر دینا، اور معمول صاحبان اراضی سے لے جو ہاتھ پر
 نہ ہلانا چاہتے ہوں، لے زرفدیہ، وصول کرنا، یہ تمام تجاویز یکے بعد دیگرے
 نازل ہو رہی تھیں۔ انگلستان، اب زیادہ مدت تک غریبوں کا "بندھ" نہیں
 رہنا چاہتا تھا، یہ انقلاب بہت سرعت کے ساتھ معاشری اصلاح سے
 گزر کر انگریزی نظام سلطنت کے بیخ و بن تک پہنچ گیا۔ اٹھارھویں صدی کے
 وسط سے پامرسٹن کے وقت تک تمام مڈبراس امر پر متفق رہتے آئے تھے کہ
 ارضی جائداد کے بڑے بڑے غیر منقسم حصص میں موروثی جائینی جاری رہنا چاہئے
 تاکہ وسیع زراعت سے ملک کی غذا کا تحفظ ہو اور اولاد اکبر کی جائینی سے
 بادشاہت کا نظام سلطنت یعنی زمیندار طبقہ امر کی حیثیت قائم رہے۔ برائٹ نے
 قوم کو اسکاہ کیا کہ انگلستان کی نصف زمین ٹیڑھ سو سے کم افراد کے قبضے میں
 ہے اور اسکا ٹیپنڈ کی نصف زمین پر دس بارہ شخصوں کا قبضہ ہے۔ جائدادوں کے
 باہم ملانے پر اس فکر کاوش کے ساتھ توجہ ہو رہی تھی کہ انگلستان کی تقریباً
 دو تہائی زمین کا قطعی بندوبست ہو چکا تھا، پہلے قانون اصلاح کے بعد ہی لارڈ شافٹسبری
 جب چن سو رتھ میں گیا تو اسے پرانے نظروں کے ختم ہونے کے تہنات
 محسوس ہونے لگے اور اس انتہائی شان و شوکت میں اسے یہ نظر آ گیا کہ باغلب وجہ
 "موروثی تمول، اور امر کے شاہی جاہ و جلال کی ہمسری کرنے کی پیاخری عظیم الشان
 کوشش ہے" اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جائینی خلف اکبر کے ذریعہ سے
 ہے اندازہ جائدادوں کا حاصل کرنا "انتہائی حد کو پہنچا اور اب اس کا زوال شروع
 ہو گیا ہے" لیکن دوسرے قانون اصلاح کے دوران میں علمائے اقتصادیات تک

بڑی بڑی ریاستوں کے زرعی فوائد کو زیر بحث لانے لگے اور یہ تجویز کی کہ زمین کی خرید و فروخت بھی اسی آزادی کے ساتھ ہونا چاہئے جیسے جائیداد غیب منقولہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور خلیفہ اکبر کی جائیداد کا ناقابل انتقال بنانا متروک کرنا چاہئے۔ مزید برآں جو لوگ اس امر کے منکر تھے کہ خلیفہ اکبر کی جائیداد زرعی مرزہ اسحالی کاستوں ہے وہ آخر آخر یہ سوال کرنے لگے کہ آیا یہ طریقہ نظام سلطنت کا ایک لازمی ستون ہے بھی یا نہیں؟

حقیقت دونوں ایوانوں کے پارلیمنٹ کے درمیان فصاحت کی سختی
 بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ امر قانون اصلاح کے بعد ارکان دارالعوام کی نئی قوت کے
 سمجھنے سے قاصر رہے تھے، اور چاہتے تھے کہ بلطائف اچیل اپنی پرانی منزلت کو
 حاصل کر لیں اور حسب معمول اپنے اختیارات سے کام لیتے رہیں، مگر تغیر شدہ حالات
 بتدیج نیا رنگ اختیار کرتے جا رہے تھے۔ کسی شدید اختلاف کے نہ ہونے کے
 باعث لارڈ پارلسٹن کے دور میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ارکان دارالعوام بنا اختیارات کا
 منبع و مخزن نہیں۔ لارڈ شافٹسبری نے کہا تھا کہ "امرا تو بنداب کا کام دیتے ہیں
 اور وہ اپنے کو ایسا ہی سمجھتے بھی ہیں۔ یہی ان کا کام ہے اور وہ کبھی اس سے آگے
 نہیں بڑھتے"۔ امرا اور ارکان دارالعوام دونوں ڈر رہے تھے کہ اگر انہوں نے
 اختلافات پیدا کئے تو جاہل نر با کا گروہ عظیم ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے
 اٹھ کھڑا ہوگا، اس لئے انہوں نے خاندانی جماعت کے فیصلے سے جو ملائمت تک
 عملاً دونوں ایوانوں پر حاوی تھے، مدت تک ایک سوچا سمجھا ہوا توازن قائم رکھا۔
 جب تک دونوں ایوان اصلاً ایک ہی سے رہے یعنی ان کے ارکان قدیم النسب
 امر اسے انگلشیہ کے طبقے سے ہوتے رہے، اس وقت تک ان میں باہم
 اختلافات برپا نہیں ہوئے۔ جائیداد کی قدیم شرط کے ساقط کر دینے سے
 ارکان دارالعوام میں کوئی حقیقی تغیر نہیں ہوا تھا، اور صاحب جائیداد امر الے بہت
 آسانی سے ان بندگان زر کے ساتھ اتفاق قائم کر لیا، لیکن جب دارالعوام میں ایسے
 لوگ داخل ہوئے جن کے طبائع و خیالات نے حکمران طبقات سے باہر
 نشوونما پایا تھا تو فصاحت کا برپا ہونا لابدی ہو گیا۔ عمومییت کے ترقی پذیر میلان اور اپنے

امرا و عوام

۱۸۵۸

دوسرے ایوان کے آقاؤں سے ارکان دارالعوام کے انحراف کا اظہار
برائٹ کے ان الفاظ سے ہو گیا جن میں اس نے امر کو صاف صاف
متنبہ کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "قوم سے موافقت رکھ کر وہ زمانہ دراز تک قائم
رہ سکتے ہیں لیکن اگر وہ اس کے راستے میں روڑے اٹھائیں گے تو پھر انھیں
ایسے واقعات سے سابقہ پڑے گا جو ان کے لئے خوش آئند نہ ہوں گے۔"

امرا کی مدوش

جب اسے واد نے ایوانوں کا تقابل زیادہ نمایاں ہو چلا تو امر اس طرف مائل
ہوئے کہ وہ سلطنت کے کسی ایک فریق کے ہمنوا ہو جائیں۔ لبرلوں سے
جب خصوصیتیں بڑھنے لگیں تو امر کا یہ حال ہوا کہ انھوں نے بیس برس کے دوران میں
کنسرویٹو فریق کے خلاف صرف دو مرتبہ رائے دی، ایک جنگ چین کے
متعلق پارلیمنٹ کی حمایت میں اور دوسرے قانون کلیسا کی منظوری کے وقت

۱۸۵۷

۱۸۶۹

مگر یہ منظوری بادل نحواستہ تھی، لیکن تصادم و تاخیر کے واقعات پیش آنے کے
باوجود ملک کا فائدہ اسی میں تھا کہ جو ایوان صاحبان جاٹا د کی جماعت عظیم کی نمایندگی
کرتا ہو وہ نئی کارروائیوں کے ساتھ اپنی وابستگی کو اپنی جداگانہ منظوری کے ذریعے سے
ثبت کرے، اور اس طرح یہ زبردست طبقہ قوم کی عام تحریک کے ساتھ باضابطہ
متفق ہو جائے۔ مگر امر کا ٹوریوں سے دائمی اتحاد کرنے کی طرف جھک پڑنا ایک

۱۸۸۱

شدید آئینی مشکل کا سبب بن گیا۔ لارڈ سیکسفیلڈ کے انتقال کے بعد ٹوریوں کی
سرگروہی پھر ایک پرانے اعیانی خاندان کی طرف منتقل ہو گئی اور بیس برس سے
زائد تک ان کی قسمت کی باگ مار کوئٹس سالسبری اور ان کے پیچھے مسٹر بالفور
کے ماتھے میں رہی۔ بقول گوشن نظر ثانی کا یہ رفیع نشان ایوان دارالعوام کی طرف
ایک بزمگاہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ "قوم کی نگاہ اگر دارالامرا کے فیصلے کی طرف

۱۸۸۵

ہوتی ہے تو فریقانہ حالات سے اسے پہلے ہی سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ
فیصلہ کیا ہوگا، قانون اصلاح کے متعلق جب انھوں نے شدید و طولانی مخالفت
برپا کی تو گلڈ اسٹون نے ان معنی خیز الفاظ میں انھیں دھمکی دی کہ "دارالامرا میں
ایسے تغیرات عمل میں آئیں گے جس سے اسکی ہیئت ترکیبی پر اثر پڑ جائے گا۔"
اس سے دونوں ایوانوں کے آخری تصادم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

پاکستان
اور

اسی قانون کے ساتھ ساتھ سلطنت متحدہ کی جدید تاریخ شروع ہوئی۔ انگریزی و آئرلینڈی دونی قوموں کی دہری قوت آئندہ کے انقلاب کا سامان بنایا کرنے لگی۔ ۱۸۱۵ء سے اہل عمومیت علی تجاویز پر زور دیرے تھے۔ یورپ میں اور کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں ان تجاویز نے اتنے بڑے جم غفیر میں حرکت پیدا کر دی ہو، نہ اجتماعات و اضطرابات کے ایسے عظیم الشان مناظر کہیں اور نظر آتے تھے اور نہ علی تنظیم میں ایسے وسیع ذرائع کا اظہار ہوا تھا۔ لیکن بے انتہا کوششوں کے باوجود بھی ان کی ترقی رک گئی۔ بہت زور و کدھمی رفتار کے ساتھ انھیں تھوڑی تھوڑی اصلاحیں پر عطا کی جاتی تھیں، اور وہ بھی اس وقت جب سختیوں نے عامۃ الناس کے صبر و ضبط کے پیلے کو بالکل ہی لبریز کر دیا ہو۔ پچاس برس مسلسل محنت کے بعد یہ ہو سکا کہ اہل حرفہ کو کسی قدر راستے دی کا حق حاصل ہوا، اور دیار سے کے لوگوں کے لیے غمخیزیت کے حقوق تسلیم کرنے کے لیے ستر برس کا زمانہ زحکار ہوا۔ درحقیقت کسی عام پسند اصلاح کو عمل میں لانے کے لیے ستر برس کو اوسط زمانہ قرار دینا کچھ ہیجان ہو گا۔ حق راستے دی، آزاد تجارت، سکائڈ رائے راستے دی، خفیہ طریق راستے دی، یہ سب نہایت تشدد آمیز اضطراب و مہمان کے بعد حاصل ہوئے اور وہ بھی اس وقت جب خطرہ انتہا کو پہنچ گیا تھا، ملک میں غالب و حاوی اثر اب بھی جنوب کے پرانے انگلستان ہی کا تھا۔ یہی حصہ دہبار، طبقہ اعیان، قبائون، کلیسا سے سرکاری، زبردست پرس، اعلیٰ مالیات، شاہی افواج، استحفاظیت کی تمام معاشری قوت، سب کا مرکز تھا۔ جنوب کے اعیان انگلستان، کا جب یہ حال تھا کہ وہ اپنے ہی ملک کی شمال کی حرفتی آبادی کے اغراض و مقاصد سے جا ہو گیا تھا، تو پھر اسکا ٹیمنڈ، ویلز اور آئرلینڈ سے (جو اپنی معاشری تنظیم، روایت اور مذہب کی وجہ سے اس سے بالکل متمیز تھے) اس کا بدرجہ اولیٰ الگ ہونا بدیہی تھا۔ ۱۸۸۲ء کے قانون اصلاح نے نہ صرف قوتوں کا ایک نیا توازن قائم کر دیا بلکہ انگریزی سیاسیات میں ایک ایسی قوت داخل کر دی، جو جنگ کی ترتیب کو بدل دینے والی اور ترقی کے قدم کو تیز کر دینے والی تھی۔ کلٹی نسل جسے لارڈ سالسبری لاکلٹی سنجاف، کہتے تھے،

وہ ایک غیر اور پست درجہ کی قوم سمجھی جاتی تھی۔ یہی نفرت زدہ قوم تھی جو انگریزی عہدیت میں نئی قوت پیدا کرنے کے لیے ظاہر ہوئی تھی۔ اہل آئرلینڈ اپنے ساتھ وہ مسئلہ لائے جو صدیوں کا پرانا ہو چکا تھا، یعنی شہنشاہی میں آئرلینڈ کا درجہ کیا ہو، ایک برس کے اندر اندر کے بعد دیگر تین حکومتوں کے سقوط سے ان کے حملے کی شدت اور اس سے قائم شدہ انتظام کی ابتری واضح ہو گئی، جب مخالفت بڑھی تو حملہ و مدافعت دونوں کی شدت غضب نے ۱۸۳۲ء کی طرح بغاوت عظیمی کے واقعات کو یاد دلایا کہ کس زور کے ساتھ آزادی کو دیا گیا تھا اور کس جوش کے ساتھ اس نے سراٹھایا تھا۔

۶۱۸۸۳
جون
۶۱۸۸۴
جنوری
۶۱۸۸۵
جولائی

اتحاد سے پروٹسٹنٹ زمیندار بے روک ٹوک ہر طرف غالب ہو گئے تھے، تمام زمین پر تنہا قابض ہونے سے جو دولت و قوت و ثروت حاصل ہو سکتی تھی وہ تو حاصل ہی تھی، اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب بھی ایسے جمع ہو گئے تھے جن سے ان کی پشت قوی رہتی تھی، یہی لوگ انگلستان کی فوج قلعہ گیر کا کام دیتے تھے، دارالامرا میں اہل آئرلینڈ کا ایک وکیل بھی نہیں تھا، دارالعوام کے ارکان زمینداروں کے حکم سے منتخب ہوتے تھے جو انتخاب کے وقت اپنے کاشتکاروں کو باہر کے مکانوں میں منقل کر دیتے اور سپاہیوں کی نگرانی میں انھیں مقامِ رائے دہی تک لے جاتے تھے، شاہی فوجیں ہر وقت زمینداروں کے لیے گوش برآواز رہتی تھیں، مطابق ان کے زیر اثر تھے، انگریزوں کے دلوں میں مدتوں سے اہل آئرلینڈ کے عناد کا خیال جما ہوا تھا، جس میں حقارت کا شائبہ بھی شامل تھا، یہ سب باتیں زمینداروں کی تقویت کا باعث تھیں۔ ایک متمول سرکاری کلیسا جس نے مدتوں سے سیاسیات کی تعلیم پائی تھی اور جس کے عہدہ دار انھیں زمینداروں کے لڑکے اور نامزد کردہ اشخاص ہوتے تھے، وہ ان کے تابع فرمان تھا، اخراج کو آسان و زود عمل بنانے کے لیے خاص قوانین تھے جن کا انگلستان میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا، اور قدیم انگریزی قانون کی سنگینی و تشدد کے علاوہ مزید تعزیری قوانین تھے اور ان سب کا عمل میں لانا طبقہ زمینداروں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ لوگ خود، ان کے لڑکے اور ان کے نگہداشتے

آئرلینڈ اتحاد کے
تیرا اثر

جج، و حاکم، بڑی جوری، شیپرف (ناظم ضلع)، محصل، پولیس، اور تمام سرکاری محکموں کے افسروں کی جگہیں اپنے قبضے میں کئے ہوئے تھے اس عظیم المثال قوت سے یہ کام لیا جاتا تھا کہ اس طریق زمینداروں کو قائم رکھا جائے جو انسانی زندگی و محنت کو کلیتہً برباد کرنے والی تھی جس کے زیر اثر چالیس لاکھ شکاری کاشتکار ایسی پرورد فلاحیت کی حالت میں مبتلا تھے کہ یہ خیال کرنا ہی مشکل ہے کہ فطرت انسانی اسے کیونکر برداشت کر سکتی ہے، ان لوگوں پر لگان اس قدر سخت تھا کہ وہ قانون مر رہے تھے، محض آلویران کا گزران تھا، مکان ایسے تھے جو بحر ابیض کے وحشیوں اور ایشیائی قبائل کے ان مکانوں سے بھی بدتر تھے جنہیں کسی سیاح نے دیکھا ہو ان مصائب کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑتا تھا کہ ان کی محنت کی پیداوار انگلستان میں رہنے والے زمینداروں کے لئے ملک سے باہر چلی جا رہی ہے۔ پیل کا قانون ان بھوکاؤں کے مرض کی دوا نہیں تھا جنہیں کبھی روٹی کی صورت تک دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ غلے کی آزادانہ آمد جس سے اہل انگلستان کو سستی روٹیاں ملنے لگیں اس سے باشندگان آئرلینڈ کے چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی کی لگان اور دوچند ہو گئی تھی۔ ایک ایسی زمین جس میں باقراط پیداوار ہوتی ہو اور جس کے رہنے والے محنتی و جفاکش ہوں وہاں قحط عظیم سے وقت لگانا مصیبتوں کی بارش ہونے لگی، مدتوں سے اس قحط کا اندیشہ لگا ہوا تھا اور اس کی پیشین گوئی ہوتی رہتی تھی۔ دس لاکھ آدمی مر چکے تھے اور یہ ان برسوں میں جب ان کی غلے کی فصلیں بہت اچھی ہوئی تھیں لیکن غلہ تو غیر حاضر زمینداروں کے زر لگان ادا کرنے کے لئے فوج کی نگرانی میں جہازوں پر لد لدر انگلستان کو جا رہا تھا، "لاہیب بیدخلی" نے دوسرے دس لاکھ آدمیوں کو زمین سے خارج کر دیا۔ جو ہزاروں مکان گرا دیئے گئے تھے ان کے خارج شدہ اشخاص دلدلوں اور کھانوں کی طرف بھاگ گئے یا جہازوں کے تابوت، پر امریکہ پہنچا دیئے گئے۔ جب اس طرح ساری قوم کا اخراج شروع ہو گیا تو ہر طرف شور مارت مچا ہو گیا، اخراج کیا تھا، ایک قوم کا جنازہ نکل رہا تھا جو اپنے مقدس

لا قحط

۱۸۴۶-۱۸۵۱

مقامت اپنی زبان، اپنے روایات اور اپنی تہذیب و تمدن کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگی جا رہی تھی، یہ ایک قوم کو اس طرح ان کے ملک سے نکالنا تھا جسکی نظیر بت پرست شاہان اشوریا، روم کے "قناصل" اور اٹلا (قبرضا) کے قیامت خیز واقعات کے سوا دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں مل سکتی۔ ٹائٹس نے لکھا تھا کہ "قوم کلٹ جا رہی ہے اور جوش انتقام کو ساتھ لیے ہوئے جا رہی ہے"

۱۸۳۶

تباہی اب کاشتکاروں کی طرح زمینداروں کی بھی راہ دیکھ رہی تھی، اور انگریزوں نے اس کے علاج کے لیے جو قانون بنا یا کہ زیر بار ریاستوں کو فروخت کر دیا جاسے اس سے ملک کی مصیبتوں کی تکمیل ہو گئی۔ دونوں ملکوں کے اتحاد کا فوری نتیجہ

۱۸۱۶

یہ ہوا تھا کہ آئر لینڈ کے مالیات کا دیوالہ نکل گیا تھا، اور جن منصوبوں کی نکت و پزیر دست منسٹر کے انڈر سٹیج کر برطانیہ عظمیٰ کے محصول و ہندوں کی رفع تکلیف کے لیے ہوئی تھی، اُس نے جس تیقن کے ساتھ اول الفکر کی تکلیف رفع کی تھی وہی تیقن کے ساتھ آئر لینڈ کے بار کو جہاں حالات مختلف تھے اور گران کر دیا۔ لوگ جس قحط زدہ ملک سے بھاگے جا رہے تھے حکومت نے اُسے پچیس لاکھ پاؤنڈ کا

مالی اخراجات

مستقل محصول اور بڑھا دیا، اس سے دس برس کے اندر شرح محصول میں چالیس فیصدی کا اضافہ ہو گیا، اور ایک شاہی کمیشن نے یہ تجویز کیا کہ اسباب کے محصول سے جو آمدنی انگلستان میں فی کس کے حساب سے ہوتی ہے وہ اب تقریباً اس سے نصف ہو گئی ہے جو ۱۸۱۹ء میں تھی، اس کے برخلاف آئر لینڈ میں

۱۸۵۰
۱۸۶۰

یہ شرح دوئی ہو گئی ہے۔ یہ بھی نہیں تھا کہ انگلستان کی طرح یہاں کی کل آمدنی ملک کے اندر ہی خرچ ہوتی۔ آئر لینڈ میں جو کچھ خرچ ہوتا تھا اُس کے سوا آئر لینڈ کا تیس لاکھ پاؤنڈ انگریزی ہی خرچے میں رہ جاتا تھا، یہاں تک کہ ترانوے برس میں ساڑھے پچیس کروڑ پاؤنڈ بغیر کسی معاوضہ کے دوبار کے دوسری جانب منتقل ہو گیا، یہ رقم ایک شہنشاہی کا ہرزہ ہے، ہو سکتی ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کا عہد حکومت جو

۱۸۹۶

انگلستان کے لیے قابل فخر خوشحالی و ترقی کا زمانہ شمار ہوتا ہے، وہی آئر لینڈ کی اس غیر تباہی قومی تباہی کا دور ہے جسکا مقابلہ صرف ملکہ الیزبتھ کے بعد حکمرانی سے ہو سکتا ہے۔ عام تعرض کہہ کر ایک صورت اپنی اپنی باری میں نام کا م رہی۔

۱۸۹۶

اہل مذہب نے تن بتقدیر رنج و غم کے ساتھ سپر ڈال دی اور وفاداری پر قائم ہو گئے۔ مختلف مقامات پر وحشت انگیز ہنگامے ہوئے جن میں زیادتیوں بھی ہوئیں مگر حقیقت یہ ہے کہ لوگ مصیبت و ایووسی سے دیوانے ہو کر یہ شور مچا رہے تھے لیکن حکمراں طبقات ان سب پر ایک طرف سے "بے وفائی" و "عداری" کا داغ لگا دیتے تھے۔ ڈینیئل اوکانل جو اہل یورپ کی رائے میں وائٹمنس کے بعد سب سے بڑا عام پسند مقرر ہوا ہے، اس نے عشر کا مذہب طریقت، کیتھولکوں کی رائے دہی سے خارج رکھنے اور اتحاد کے تمام طور و طریق کے خلاف سیاسی اضطراب کی سرگروہی اختیار کی۔ ٹامس ڈیوس نے ملک میں ذہنی زندگی کے بیدار کرنے اور قومی آزادی کے لئے تمام طبقات و مذاہب کو متحد کرنے کے لئے "اینگ آئر لینڈ" (نوجوان آئر لینڈ) کی تحریک نکالی، (۱۸۴۲ء - ۱۸۴۶ء)۔ اسمتھ اور برنن جب ۱۸۴۵ء میں قحط زدہ آئر لینڈ کی فریادوں پر پارلیمنٹ کی بے توجہی کو دیکھ کر ڈیوس ہو گیا، تو اس نے ایک نامکمل مسلح بغاوت سے اس طرف توجہ منعطف کرنا چاہی، مگر اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ شمال و جنوب میں کاشتکاروں کی ایک لیگ قائم کی گئی۔ جنھوں نے کٹاوا اور آئر لینڈ میں ایک مہم کی تجویز سوچی کہ علانیہ جنگ کر کے اس محکومیت کے جوئے کو اتار چینکیں جس کے مظالم نفرت انگیز اور جسکی تباہ کاریاں ناقابل برداشت ہو گئی تھیں۔ ازک بٹ نے آئینی ہوم رول کے ایک فریق کی رہبری اختیار کی، مگر انگریزوں کی طرف سے ان سب کا جواب یہی تھا کہ اتحاد کی بعد والی صدی میں انھوں نے جرائم و تہدید کے چھیا سی قوانین نافذ کر دیئے تھے۔ مگر ۱۸۴۵ء کی امریکہ رحمت پسندی کا خیال کر کے شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں، جب خود ان کے ملک میں برطانوی آزادی کا پر فخر منشور یعنی قانون احضار مجرم معطل کر دیا گیا تھا، اتنی بڑی بیع برطانوی شہنشاہی میں یہ قانون صرف ایک مرتبہ چند ہفتوں کے لئے جمیکا میں برطرف کیا گیا مگر آئر لینڈ میں اتحاد کے بعد کی ایک صدی کے اندر اندر یہ قانون تیرہ مرتبہ سے کم سعلق نہیں ہوا ہے۔ ساختہ پر ساختہ جوری، سیاسی جج، طرف دار حاکم، پولیس کی دیکھ بھال، اور مجسروں کی گرم بازاری،

۱۸۴۳
۱۸۴۶ایر لینڈ کے
نصر ضلع

یہ سب ایسے اسباب تھے کہ نفاذ قانون محض لا اظہار مرضی، ہو گیا تھا۔ اس کا کوئی آئینی تدارک نہیں تھا۔ ۱۹۲۹ء میں پریل نے جو قانون نافذ کیا تھا اس کے بعد سے یہاں تک کے لوگوں کی نیابت مطلق نہیں ہوئی تھی۔ قصبوں کے انتخاب کنونشن ۱۹۶۸ء میں ۳۰،۰۰۰ سے بڑھا کر... ہم تک کر دیئے گئے، یہ کارروائی ایک ایسی اصلاح کے ذریعے سے ہوئی تھی جو انگلستان و اسکاٹ لینڈ کی اصلاحوں سے بالکل مختلف تھی، تقریباً ستر برس تک جبکہ آبادی اسی لاکھ سے گھٹ کر پچاس لاکھ رہ گئی تھی اتحاد کی رو سے آئر لینڈ کو جس قدر ارکان دیئے گئے تھے وہ نسبتاً اس سے کم تھے جو اتنے ہی آبادی کے لئے انگلستان میں منتخب ہوتے تھے۔ وسط منسٹر میں ان کا تناسب ایک اوجھ کارہنما تھا، اس مستقل قلت کی انتہائی بے بسی اس سے عیاں تھی کہ جب آئر لینڈ کے کل ارکان اراضی، بلدیات، پارلیمنٹی اصلاح، مالیات و تعلیم کے متعلق آئر لینڈی مسودات کی تائید کرتے تھے تو انگریز اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے نہایت بے پروائی کے ساتھ انہیں ٹھکرا دیتے تھے۔ آئر لینڈ کے مسودات قانون کو نصف شب یا اس کے بعد ہی وقت مل سکتا تھا، اور حکومت کے مقررہ اوقات میں اس ملک کو کبھی کوئی حصہ نہ ملا۔ آئر لینڈ کا کوئی سامنڈلہ ہو دارالعوام میں پیش ہوتے ہی وہ آئر لینڈ کے ذریعہ بساط سیاست کا ایک مہرہ بن جاتا تھا۔ برائٹ نے کہا تھا کہ لا آئر لینڈ کا کوئی ایسا حکمراں نہیں ہے جو آئر لینڈ کے لئے حکومت کرے۔

۱۸۵۱

جب سے میں پارلیمنٹ میں ہوں، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آئر لینڈ کے مسئلہ میں کبھی کوئی کام ایسا ہوا ہو جس میں تذبذب داری کی جھلک نظر آتی ہو، قانون احصاء جرم کا معلق کر دینا تو نہایت ہی بد عقل و ستم شعار اشخاص سے بھی ہو سکتا تھا، مگر اصلی حکومت کے لئے ان سے زیادہ اعلیٰ طبیعت، صاحب فہم اور وطن دوست اشخاص کی ضرورت تھی۔ انگریزوں کے لئے آئر لینڈ کے معاملات ہمیشہ دور از خیال غیر مانوس و ناگوار رہے، ان کے دلوں میں ہمیشہ یہی خیال چارہا کہ ہوم رول (حکومت خود اختیاری) کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ لا ایک چھوٹی سی کڑی جوش کھا رہی ہو۔

چارلس سٹورٹ پارٹل نے دارالعوام میں جو پہلی تقریر کی وہی اس نے

پارٹل

۱۸۷۵

صاف کہہ دیا تھا کہ "آئرلینڈ ایک قوم ہے" ایک ایسے ملک کے نام سے، جو حالت جانگنی میں مبتلا ہو اور جہاں کے بچے بچائے اہل ملک (یعنی آئرلینڈی) سڑکوں کے کنارے جان دینے کے لئے ابتک اپنے تیرہ و تار مکانوں سے نکال نکال کر باہر کئے جا رہے ہوں، پارٹل نے ایک قومی پارلیمنٹ اور ایک آزاد قوم کا (جو باطنیان تمام اپنے ملک میں رہتی ہو) مطالبہ کیا، جب وہ ہوم رول (حکومت خود اختیاری) کی مشترکیت کا صدر منتخب ہو گیا تو اس نے "د اشک شوقی" کی ان کوششوں کا جو اس درجے بدنام ہو چکی تھیں صاف صاف جواب دیا، اس نے کہا کہ بے پروا اور نظر حقارت سے دیکھنے والے انگلستان کو بزور متوجہ کر نیکیے لئے لہہ میں اپنی روش کو انتہائی حد تک پہنچا دینا چاہیے "اپنی شاطرانہ رکاوٹوں سے اس نے دارالعوام کو بیکار کر دیا، اور مباحثے کے انضباط کے لئے دارالعوام کو پہلی بار قاعدہ بنانے کے لئے مجبور ہونا پڑا جس سے اس کے ارکان کی قیدی آزادی محدود ہو گئی، اس کے ساتھ ہی پارٹل نے دارالعوام کے اندر آئرلینڈی فریق کا ایک جتھا قائم کر کے پرانے دو فریقی طریق کو خطرے میں ڈال دیا۔ اسی اثنا میں آئرلینڈ کے اندر سن ۱۸۸۰ء میں "لینڈ لیگ" (سعاقدہ اراضی) نے زمینداروں کے خود سری کے خلاف جنگ کر دی تھی۔ قحط عظیم کے زلزلے کی طرح اس وقت بھی اخراج کا زور شور تھا، ۱۸۸۰ء میں ۱۰۶۵۷ اور ۱۸۸۱ء میں ۱۷۶۴۱ آدمی خارج کیئے گئے، گو باروزانہ کم و بیش پچاس کا اوسط رہا، ۱۸۹۲ء کی پہلی سہ ماہی میں ۷۰۰۰ آدمی نکالے گئے اور دوسری سہ ماہی میں ۱۵۰۰۰ آدمی اسی انتظار میں بیٹھے تھے، تین دن کے اندر اندر ساڑھے سات سو آدمی کائی میرا کے دلدلوں اور چٹانوں کی طرف بھگا دیئے گئے۔ بقول جسٹس گارڈن مغربی آئرلینڈ میں لوگوں کی حالت جیسی ابتر تھی دنیا میں کسی قوم کی یہ حالت نہیں تھی۔ بحر اوقیانوس والے سواحل کی طرف دیکھا جاتا تھا کہ باشندوں کو نکالنے کے لئے گن بوٹ مسلح پولیس کو لیے پھرتے تھے اور لوگوں کے مکانات ڈھا کر پھر دوڑتے ہوئے دوسرے قریب کے بندرگاہ میں جاتے کہ وہاں سے ان لوگوں کے سدھق کے لئے کچھ خیراتی سامان خوراک لائیں۔ سیکشنفیلڈ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ آئندہ انتخاب کا معرکہ الارامسٹڈ

” ہوم رول “ ہوگا اور نئی پارلیمنٹ میں پارٹل منجملہ ۱۰۳ آئرلینڈی ارکان کے
 ۵۳ کا سرگروہ تھا۔ دارالعوام نے کاشتکاروں کے خطرے اور مصیبت کے گھٹانے
 کے لیے ” معاوضات ایشری “ کا ایک قانون منظور کر لیا تھا، دارالامرا نے
 اسے مسترد کر دیا۔ امرائے جنگ کا مطالبہ کیا، پس زیادتی کا جواب زیادتی سے
 دیا گیا۔ پارٹل اور لا معاقدہ اراضی، اس غضب آلود قوم کے پیشرو بنے ہوئے
 تھے، حکومت نے احضار مجرم کے قانون کو معلق کر دیا، اور وائسرائے (نائب السلطنت)
 کو یہ اختیار دیدیا کہ محض شبہ پر وہ جسے چاہے بے تامل گرفتار کر لے اور قید میں ڈال دے
 نہ ہفتے تک پارٹل اور اس کے رفقاء اس مہیب تجویز میں وقتیں ڈالنے کے لیے
 نہایت متمردی اور جہرہ دستی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے رہے، اور اسوقت تک
 ان کو شکست نہ ہوئی جب تک کہ دارالعوام کی قدیم آزادی ” سدا لباب “ کے نئے
 اور ” مستثنیٰ طریق “ اور دارالعوام سے آئرلینڈی ارکان کے تھپل کے ذریعے سے
 زائل نہ کر دی گئی چند مہینوں کے اندر ایک ہزار سے زائد اشخاص جن میں خود
 پارٹل اور بہت سے آئرلینڈی ارکان بھی شامل تھے، اس قانون کے طفیل میں
 جو لا و معافی شورشچیوں “ کو دبانے کے لیے نافذ کیا گیا تھا، قیدخانوں میں پڑے
 ہوئے تھے، قیدخانے ہی کے اندر سے انھوں نے ” عدم ادائیگی لگان “
 کا پیغام عام شائع کیا، عوام الناس کے غیظ و غضب کے اس جوش و خروش کے
 دوران میں گلڈ اسٹون نے ملک داری کے شریفانہ احساس سے متاثر ہو کر
 لا نیا قانون اراضی، مرتب کیا جس کا منشا یہ تھا کہ آئرلینڈی کاشتکاروں کو قبضے کا یقین،
 مناسب و موزوں لگان، اور حق اراضی کے آزادانہ فروخت کا اطمینان دلا دیا جائے۔
 اس مہم میں ایک شخص واحد کا یہی ایک واحد قانون پیش ہوا تھا، اہل آئرلینڈ
 کے سوا کسی نے اس طرف ذرا بھی فکر یا توجہ نہیں کی۔ گلڈ اسٹون نے دارالعوام کے
 اس کامل زہول و بے پروائی کو تھل کے ساتھ برداشت کیا اور لا ایسے مشکلات کا
 سامنا کیا، کہ اس ملک کے کسی اور مسودہ قانون میں ایسی دشواریاں پیش نہیں آئی تھیں،
 اسکی تجویز میں اگرچہ بہت سی لغزشیں تھیں اور بعد میں اس میں بہت سی ترمیموں کی ضرورت
 سمجھی گئی، مگر اس نے اپنی بہت وقار سے لا آئرلینڈی کاشتکاروں کو ان کی

۱۸۸۱ء

غلامی کے لیے بنیادی منشور عطا کر دیا، لیکن چیف سکریٹری، (معتدائے عالیہ والی) لارڈ ہزڈرک کیونڈش اور انڈر سکریٹری (نائب معتد) ریکٹ کو چند سر باختہ شخصوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے قتل کر دینے کی وجہ سے اسید کی روشنی تارک پر گئی۔ جب آئر لینڈ کے لیے نئی تہدید اختیار کی گئی تو دارالعوام کو بھی نئی تہدید سے سابقہ پڑا، آئر لینڈی ارکان معطل کر دیئے گئے اور باحثوں کے بند کرنے کے قواعد زیادہ سخت کر دیئے گئے۔

یہ بھی صورت حالات جب گلیڈ اسٹون نے وہ معرکہ اذرا تقصیر کی جس سے انگریزی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا، اس تقریر میں اس نے عدل و انصاف کا واسطہ دلا کر مطالبہ کیا تھا کہ اہل آئر لینڈ کو وہی حق رائے دی جانا چاہئے جو انگلستان کو حاصل ہے۔ اور "اتحاد" کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ۱۸۸۲ء کے قانون اصلاح میں انھیں یہ موقع دیا گیا کہ وہ مسٹر میں انکی آواز کا بھی کچھ اثر ہو سکے۔ مسٹر چیمبر لین کی خواہش یہ تھی جو لوگ واقعی آئر لینڈ کے نمائندے ہیں ان سے بائیں طور معاکت کر لیجائے کہ قومی کاؤنسلوں کے ذریعے سے

حکومت مقامی کو رواج دیا جائے۔ اور زمین کا بندوبست (مناسبتاً) ہو جائے مگر لارڈ ہارنگٹن اور کامینہ کے امر نے اس تجویز کو مسترد کر دیا، اور "قانون جرائم" جون ۱۸۸۵ء کے دوبارہ اجراء کی تہدید کے ساتھ لبرل حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ٹیپوں نے فی الفور ایک قانون اراضی منظور کر لیا جس میں زمین کے مع و شرعاً کے منتہیات داخل تھے۔ تہدید کو بھی انھوں نے ترک کر دیا۔ انگلستان پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ آئر لینڈ میں جن لوگوں کو نیا نیا حق رائے دی عطا ہوا ہے وہ ان عنایات کی وجہ سے ہوم رول کی معنوی خواہش کو ترک کر بیٹھے ہیں، انتخابات جدید کے وقت ستمبر ٹوری اور پانچ لبرل امیدوار اس تہدید کے ساتھ اسٹیک کے وہ آئر لینڈ کو قوم پرستوں کے ہاتھ سے نکال لیں گے لیکن صرف بیس مقامات ایسے ہوں گے جہاں مقابلہ نہ ہوا ہو، ورنہ ہر جگہ مقابلہ ہوا اور ان لوگوں کو آخسری و کامل ہزیمت نصیب ہوئی، مسٹر لینیسٹر اور گناسٹ میں ہر ضلع اور ہر قصبہ بڑی کثرت کے ساتھ قوم پرستوں کے ہاتھ رہا، اور السٹر میں نصف تعداد انھیں کی رہی۔ ٹیپوں کے لیے السٹر کے

جنوری ۱۸۸۶ء

شمال مشرقی کو نے اور دارالعلوم ڈبلن کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ ان جگہوں پر ان کے کل اٹھارہ ارکان قابض تھے، آئرلینڈ کا "بے تاج کا بادشاہ" پارلیمنٹ منجھد ۱۰۳، ارکان کے ۸۵ ارکان کو اپنی معیت میں لیے ہوئے دارالعوام میں داخل ہوا، اس کا انتخاب تقریباً کلی اتفاق رائے سے ہوا تھا، اور اس نے یہ اقرار کیا تھا کہ جب تک ہوم رول نہ حاصل ہو جائے گا وہ انگریزی حکومت کے تحت میں کوئی عہدہ نہیں قبول کرے گا، قوم پرستوں کا یہی فرق ہے جسے گزشتہ تیس برس کے اندر کسی نے صلہ سے جنگ دینے کی جرأت نہیں کی چونکہ انگلستان میں لبرل فریق کو کنسرویٹو پر ۸۶ کی کثرت حاصل تھی اس لیے دونوں پلوں کا برابر رکھنا پارلیمنٹ کے ہاتھ میں تھا، اور جس اساسی مسئلے کو بروقت اتحاد آئرلینڈ و انگلستان (ہمیشہ کے لیے طے شدہ سمجھ لیا گیا تھا، انگلستان کو پھر اسی سے سابقہ پڑا، ٹوری حکومت نے جس روز یہ اعلان کیا کہ وہ نیشنل لیگ (معاقدہ قومی) کے بند کرنے کے لیے ایک مسودہ قانون پیش کرنا چاہتی ہے اسی روز آئرش رایوں کی قوت سے سابقہ حکومت کی طرح اسکا بھی خاتمہ ہو گیا، گلید اسٹون کی رائے یہ تھی کہ "اس ملک (آئرلینڈ) کی خواہشوں اور ضرورتوں پر نظر کرنا قانون و تنظیمات کا فرض منصبی ہے۔ جب شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی جب آئرلینڈ کے لوگوں نے اپنی رائے کے ذریعہ سے علانیہ اپنے قومی مقصد کے حق میں فیصلہ کر دیا تو پھر گلید اسٹون نے اپنے دل میں ہوم رول کے مسئلے کا تصفیہ کر لیا۔ ایک ایسے بھروسے ہوئے دارالعوام میں جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور جسے تعطل کے اثر سے خاموش کر دیا گیا تھا، اس نے آئرش پارلیمنٹ کے از سر نو قائم کیے جانے کیلئے اپنا مسودہ پیش کیا، "ہوم رول" کے عطا کرنے کے لیے دارالعوام سے باہر کے کاؤ نام کی رضامندی سے ہر شخص حیرت میں پڑ گیا لیکن اس کے سوا اور دوسرے موثرات بھی وسٹ منسٹر پر حاوی تھے، انگلستان یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس میں ایک بے مثل خوش حالی کا آغاز ہو گیا ہے، شہنشاہی کا نیا غرور اپنی انتہائی قوت پر پہنچا ہوا تھا، اور لوگوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ اس شاندار عمارت میں کوئی ظاہری رخنہ پڑے، اور انھیں یہ اعتماد تھا کہ انگلستان کی فوجی قوت ایک

اپریل

آئرلینڈ و
شہنشاہی

کمزور و برباد کردہ آئرلینڈ کا سرکپل دینے کے لئے کافی ہے۔ اتحاد کا اسکی
حقیقی صورت میں قائم رکھنا بقائے شہنشاہی کے لئے لازمی سمجھا جاتا تھا۔ یقین یہ
کیا جاتا تھا کہ کچھوں تک آبادی کو قابو میں رکھنے کے لئے پروٹسٹنٹ حکومت و اقتدار کا
برقرار رہنا لابد و لازمی تھا، جنگ راضی، تعدی و تطاول، جزیرے کی انقلابی حالت
اور وہاں کے انگریزی نظم و نسق پر دھواں دھار لعنت و ملامت سے خوف و غصہ
طاری ہو گیا تھا، اور انگلستان میں قوم کلت کے خلاف قدیم عناد و
و حقارت میں اور شدت پیدا ہو گئی تھی۔ ترائوں کے لبرلوں نے اپنے فریق کے خلاف
رائے دی اور مسودہ لاہوم رول، تیس رایوں کی کثرت سے مسترد ہو گیا۔
آئرلینڈ چھٹ کر الگ ہو گیا اور اپنے ساتھ لبرل فریق کی قوتوں کو بھی منتشر کرتا گیا۔
مسٹر چیمبرلین کی استیصالی کوششوں اور ان کے مسئلہ لاہوم کی وجہ سے
انگلستان کے اندر اس فریق میں پہلے ہی تفرقہ پڑا ہوا تھا، اور اس پر خوف
طاری ہو گیا تھا، بڑے بڑے امرائے عظام نے اپنے قدیمی روایات اور لبرل
فریق کے ساتھ اپنے دنیاوی اتحاد کو خیر باد کہہ دیا، اور مارکوش ہارنگٹن کے قطع تعلق
کے بعد وہ لبرلوں کے ساتھ صلاح و مشورہ رکھنے سے کنارہ کش ہو گئے۔ جب
لبرل امیروں کی طاقت جواب دینے لگی اور اس فریق کا اثر میں اتنی قوت نہ رہی کہ
اس کا کچھ لحاظ کیا جائے تو پھر دارالامرا کی "لحک و اصلاح" سے کوئی چارہ نہ رہا۔
ان کے بعد ارباب دولت اور اہل تجارت کی نوبت آئی اور انھیں کے ساتھ ساتھ
سوداگری پیشہ اشخاص بھی نکل گئے، اقتصادی اور اہل علم ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔
وہ دو خارجی طاقتیں جو آئندہ نسل میں انگلستان کی تباہی کو دعوت دہانی تھیں یعنی
شہنشاہی و آئرلینڈ، وہ دونوں آئندہ اتحاد میں قطعی طور پر ایک دوسرے
کے مقابلے میں آئیں پڑیں۔

جولائی

ملکی اصلاحات

(۱۸۹۲-۹۵ء کے) ایک مختصر وقفے کے علاوہ میں برس تک کنسر ویو
حکمران رہے، جسکے مسودہ بالا کو اسکاٹ لینڈ نے ۲ و ۳، و یلز نے
۱۹۵، آئرلینڈ نے ۱ و ۲ کی کثرت سے منظور کیا اور انگلستان
نے ۱ سے ۱ و ۲ کی کثرت سے مسترد کیا تو پھر انتخابات کے وقت "لاکلٹی سجا ف"۔

کی اہمیت کا ثبوت مل گیا اور اُس وقت سے پارلیمنٹ (خواہان اتحاد) سلطنت متحدہ کے مختلف حصوں کے نمائندوں کی قدوقیمت ایک دوسری ہی نظر سے دیکھنے اور انگریزوں کی رائے کو غالبانہ اہمیت دینے لگے، ازمنہ جدید میں، لارڈ سالسبری کی مجلس وزراء سے زیادہ اعیانہ رنگ میں رنگی ہوئی تھی، اس کے دس ارکان دارالامرا میں نشست کرتے تھے، مگر ان لبرلوں اور استیصالیوں کے دباؤ کی وجہ سے جنھوں نے اسے اس مرتبے پر پہنچایا تھا، اسے بدرجہ مجبوری نئے راستے اختیار کرنا پڑے اور اس نے لاخواہان اتحاد، فریون کا جدید و جامع نام اختیار کر لیا، لارڈ کپرس نے جس قانون انتقال اراضی کو چھوڑ دیا تھا اسے لارڈ سالسبری نے پیش کیا اس مسودہ قانون کا منشا یہ تھا کہ خلف اکبر کی وراثت کا قاعدہ منسوخ کر دیا جائے اور جائیداد غیر منقولہ کو بھی جائیداد منقولہ کے مثل قرار دیدیا جائے، امر اسے اس مسودے کو یہ کہہ کر مسترد کرویا کہ "یہ اجتماعیت کی سیریس کے لیے ایک نکتہ تراور بہت سے قدیمی خاندانوں کے لیے موت و معدومیت کا قوت ہے" پارلیمنٹ جس نے کسی وقت احاطوں کے اصلے پر اپنا سارا زور صرف کر دیا تھا اب وہ آہستہ آہستہ اس جدید و مخصوص حساس کے ہمنوا ہوتی جاتی تھی جس نے عوام میں بل چل ڈال رکھی تھی۔ چالیس برس قبل مرکزی اقتدار کے ترقی پذیر خیال کی وجہ سے احاطوں کے لئے کمشنروں کے تقرر کی ضرورت پیش آئی تھی اور سیر و انفرج اور مزدوروں کے لئے قطعہات کے محفوظ کیے جانے کے قواعد سے قوم کے ضروریات کے تسلیم کیے جانے کا پہلی مرتبہ اظہار ہوا تھا، لیکن عملاً اس قانون کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ احاطوں کے قائم کرنے میں آسانی ہو گئی اور چوبیس برس کے اندر ۶۱۴۸۰۰ ایکڑ زمین کے احاطے بن گئے جن میں سے ۲۲۰۰ ایکڑ عوام کے لیے علیحدہ کیے گئے۔ ایک جمعیت مشترکہ، قانونی حقوق، مفاد عامہ، اور وسیع الاثر دست اندازی کے خلاف مزموں کی ضروریات کے تحفظ کے لیے قائم کی گئی تھی، وہ پارلیمنٹ، عدالت اور خوارکان دارالعوام کے ساتھ دلیرانہ جنگ کر رہی تھی اور جوں کے اس فیصلے کے خلاف سرگرم مقابلہ تھی کہ چونکہ سبک (عوام) کوئی شخص نہیں ہے اس لئے وہ حصول حقوق کے ناقابل ہے

۱۸۹۳-۱۸۸۷ اور وہ ہرگز یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ کھلی زمینوں کے استعمال کا جو رواج ہے اس پر اس کا حق ہے علاقوں کے رئیسوں کو بتدیج نیا اصول تسلیم کرنا پڑا کہ انکی اراضی مشترکہ عام اغراض کے تابع ہے اس لئے جب تک عوام کے مفاد کا بدیہی ثبوت نہ ہو اس وقت تک کوئی احاطہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ قانون احاطہ کے سو برس بعد جب ایک مشترکہ اراضی کو ذاتی اراضی کے طور پر احاطہ بنا لینے کی منظوری دی گئی تو یہ منظوری آخری منظوری تھی اور قدیم طریقہ عملاً متروک ہو چکا تھا۔ دوسرے معاملات میں بھی سنیے کنسرویٹو کا مینہ پر لبرلوں کے اثر کا ثبوت ملتا ہے، مفت تعلیم، جسکا سٹرجمینٹ برٹ سے وعدہ کر رہے تھے عطا ہو گئی وہ حکومت مقامی کے قانون کے متعلق بھی برسوں سے ۱۸۸۸ زور دیر ہے تھے، اب ایک قانون کی رو سے دیہات کا انتظام اضلاع کے بڑے بڑے زمینداروں کے ہاتھ سے نکال کر خود قوم کو سپرد کر دیا گیا، اور آخر الامر دیہات کے لوگ ان عمومی امتیازات میں شریک کرنے لگے جن کے لئے عظیم نے نذر دیا تھا اور جن سے قصبات ۱۸۳۵ء سے متمتع ہو رہے تھے۔ اب ایک ایک مکان یا کمرے کے رہنے والے بلا کسی شرط و قید کے خفیہ طریقے رائے دی کے ذریعہ سے کونسل کا انتخاب کر سکتے تھے جو ان پر محصول لگاتی اور اس روپے کو مفاد عام کے لئے خرچ کرتی۔ بعد کو (۱۸۹۳ء میں) لبرل حکومت نے دیہاتی نظروں کی جماعت حکمران میں ضلعوں اور سرشوں کی کونسلوں کو ملا کر اسکی پوری تکمیل کر دی، اور قصبہ و دیہات کی قدیم زندگی جو محض قدیمی رسم و رواج کی یادگار کے سائے کے طور پر چلتی جاتی تھی اب اسے مقامی فخر و ذمہ داری کے احساس کو زندہ کرنے کا موقع مل گیا۔

آئر لینڈ میں ٹوریوں کی حکومت کا آغاز اس طرح ہوا کہ مسودہ امداد کاشتکاراں تیسری مرتبہ مسترد ہو گیا اگرچہ الیٹ کے حکم پر لارڈ سائلسبری کو مجبور ہونا پڑا کہ لگان کی نظر ثانی، اور پیٹ داروں کے ادفان کو (جنہیں چند ماہ قبل وہ غیر دیا ندرانہ و نا صواب قرار دے چکے تھے) قبول کر لیں، کاشتکاروں کی مدد تجویز ہم، اور لاد قونی لیگ، کا تدارک لیبیس برس کی قوی العزم حکومت سے کیا گیا۔ ایک دائمی قانون تہدید، کی رو سے لارڈ لفٹنٹ کو یہ اختیار

دیا گیا کہ وہ جس ضلع کو چاہے لا اعلان، کے تحت میں قرار دیدے اور اس طرح آرٹیفیڈ کے ہر ایک حصے میں قانون فوجداری کا بدل دینا، یہ فیصلہ کرنا کہ کن امور کو جس قسم قرار دیا جائے قانونی طریق کار کیا ہو، اور آیا ملزم کو جوہری کے طلب کرنے کی اجازت دی جائے یا نہیں، یہ سب حکام عاملانہ کی رائے و صوابدید پر منحصر ہو گیا۔ مسٹر بالفور نے یہ تجویز کی کہ بعض بعض صورتوں میں ملزموں کو لندن لاکر ان پر مقدمہ قائم کیا جائے، یہ وہی تجویز تھی جو امریکہ کی جنگ خود مختاری کے وقت وہاں کے لا باغیوں، کے لئے نکالی گئی تھی مگر یہ تجویز چل نہ سکی۔ آرٹیفیڈ ارکان کی مخالفت کے علی الرغم اس مسودے کو دارالعوام میں سدالباب کے ترقی یافتہ طریق کی رو سے جسے اب گلوٹین (جلو تین) کہنے لگے تھے، آگے بڑھایا گیا مسٹر بالفور آرٹیفیڈ کے چیف سکرٹری (مستوفی خاص) تھے اور اس عہدے کے اختیارات تمام تھینشاپی میں سب سے زیادہ بے قید تھے، انھوں نے اس کے دفعت سے حکام لینا شروع کر دیا۔ زمین کے مقدمات میں سزایابی کی تعداد ۲۸۰۵ تک پہنچ گئی، ان میں نصف سے زائد مقدمات ایسے تھے جن میں انگلستان میں ملزم کو جوہری کی حفاظت حاصل ہوتی۔ یہ مورچہ شکن آہستہ ہی بدنام ہو گیا۔ اٹھارہ اضلاع لا اعلان شدہ، قرار دیدیئے گئے، اور پارلیمنٹ کے پچیس ارکان قید میں ڈال دیئے گئے۔ ٹائمز نے اس بحث کو اٹھایا کہ پارٹل بھی ان جرائم میں ملوث ہے اور حکومت کی طرف سے دارالعوام کے اندر اس الزام کو دہرایا گیا، ملزم کو دارالعوام کے اس آئینی نفع سے محروم کر دیا گیا کہ اسکی تحقیقات دارالعوام کی ایک منتخب مجلس کے ذریعے سے ہو اور اسے مجبور کیا گیا کہ وہ ایک خاص عدالت کے روبرو حاضر ہو جسے اسکے سخت ترین سیاسی دشمنوں نے مقرر و منتخب کیا تھا، حکومت کے حکم سے پارٹل کے ساتھ "دوسرے اشخاص"، ارکان پارلیمنٹ اور جنگ جو و با امن ہر طرح کے مجبان وطن بھی اس عام جبری تحقیقات اور اس غیر محدود عدالت استیصال میں شامل کر دیئے گئے۔ سیاسی جوش و ہوا تیز ہو گیا جیسا سترھویں صدی میں ہوا تھا، اور لبرلوں نے یہ اعتراض کیا کہ بغاوت عظمیٰ کے بعد سے اب پہلی مرتبہ انگلستان میں یہ ہوا ہے کہ سیاسی الزام کی بنا پر لوگوں پر

پارٹل کمیشن

۱۸۸۵
ستمبر

مقدمات قائم کیے جاتے ہیں اور انھیں جوری کی حفاظت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس دور میں یہی پہلا موقع ہے کہ ججوں کو واقعات جرم کی بنا پر حکم لگانا پڑتا ہے۔ مقدمات کی کارروائی ایک سواٹھائیس دن تک چلتی رہی اور اس کا خاتمہ اس دروغ باف جعل ساز پگٹ کی خودکشی پر ہوا، جس کے جعلی اتہامات کی بنا پر یہ الزامات عائد کئے گئے تھے۔

پارٹل کی موت

پارٹل پر طلاق کا مقدمہ دائر ہونے کے بعد جب لبروں نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ سرگروہی سے کنارہ کش ہو جائے تو آئر لینڈ کی نصیبت اور بھی گہری ہو گئی اس دروناک کشکش کا خاتمہ پارٹل کی موت پر ہوا، لیکن اس نے آئر لینڈ کو سیاسیات کی جس بلند منزل پر پہنچا دیا تھا پھر وہ کبھی اس سے نیچے نہیں آیا۔ نیوکیسل میں لبرل متفقیت نے ہوم رول کی حکمت عملی کا اعلان کر دیا اور اس کے ساتھ ہی سرکاری کلیسا نے ویلز کی مسدودی، انتخابات کی اصلاح، ارکان کی مواضع وہی، اصلاح اراضی، اعتدال شراب نوشی و مقامی حق انتخاب، مالیات، اراضی پر اجرائے محصول، اور دارالامر کی اصلاح، کے مطالبات بھی پیش کر دیئے۔ دوسرے سال گلڈسٹون نے ہوم رول کے طرفداروں کی چالیس کی کثرت سے پھر وزارت قبول کی تاکہ آئرش قومیت کے حق کی وکالت کر سکے۔ ایک قوم کو آزادی دلانے کے لئے اپنی آخری جان نازانہ کوشش کے لئے جب یہ ۱۸۹۲

تراسی برس کا بڈھا کھڑا ہوا ہے تو اس میں ایک عجیب شان نمایاں تھی، اداس کا سفید چہرہ اتمتا رہتا تھا، درشتی میں اگر وہ کونٹیر (میٹاتی) معلوم ہوتا تھا تو اپنے منضبہ انداز سے ایک ایک نظر آ رہا تھا، اس کی سچین آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے، اور اس کی حیرت انگیز آواز اور اس کے انداز بیان کا کمال اپنا چہرہ دکھاتا ہے تھے۔

یونیسٹوں (حلمیان اتحاد) نے جب دیکھا کہ سدالباب کا طریقہ جو آئرش قوم پرستوں کو دبانے کے لئے وضع کیا گیا تھا وہ ان کے خلاف کام میں لایا جا رہا ہے تو انہیں بہت ہی غصہ آیا۔ مسودہ ہوم رول جسے دارالحوام نے ۱۸۹۳ء کی کثرت راستے منظور کیا تھا، دارالامر میں جا کر ۱۸۹۳ء کے مقابلے میں ۱۸۹۴ء کی کثرت راستے سرسری طور پر مسترد کر دیا گیا۔ حکومت نے اور بھی جتنے مسودے پیش کئے سب کا ۱۸۹۵

دوسرا مسودہ
قانون ہوم رول
۱۸۹۲

بلا استثنیٰ یہی حشر ہوا، اس تذلیل کے دوران میں دارالعوام کو صرف ایک طرف (یعنی معاملات مالی میں) اپنا غلبہ محسوس ہوا، اور انھوں نے اپنے اس غلبے سے یہ کام لیا کہ ایک مالک کے مرنے اور دوسرے کے قابض ہونے کے لیے ریاستوں پر بہت سخت محصول لگا دیا جو دولت کے تناسب سے بڑھتا جاتا تھا۔ چنانچہ یہی پہلا موقع تھا کہ سرولیم ہارکورٹ نے زمین کی وہ حیثیت قرار دے دی، جو دوسری اٹلاک کی تھی اور یہ اصول قائم کیا کہ وراثت جتنی ہی بڑی ہوتی ہے اسے نسبتاً زیادہ محصول ادا کرنا چاہئے۔ لبرل اسپس کے مناقشات سے پاش پاش ہو گئے تھے۔ مسلسل شکستوں نے ان کے نظام کو ابتر کر دیا تھا۔ رفع قیود و حق رائے وہی کے متعلق ان کا کوئی ایسا لائحہ عمل نہیں تھا جس پر وہ کچھ کام کر سکیں ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی طاقت پر زوال آ گیا، اور ان کا ستارہ اقبال اس قدر پست ہو گیا کہ اس آخری صدی میں کبھی اس درجے کو نہیں پہنچا تھا، گلیڈسٹون نے جو دارالعوام کے لیے آکٹو برس تک محنت کی تھی وہ پہلے ہی اُسے عالم یاس و شکست میں چھوڑ چکا تھا، لیکن چلتے چلتے امر کو ان زوردار الفاظ میں متنبہ کرنا گیا تھا کہ جو اختیار اس طرح بے سوچے سمجھے استعمال کیا جائے گا اس کا اقتضا خود یہ ہو گا کہ اعلیٰ ترین قوت اس کا تصفیہ کر دے۔“

۱۸۹۳

تعمیراتی نیک نگرانی کے لیے اصلاحات

آئندہ کے لیے ٹوریوں کے دس برس کے اقتدار میں اصلاح کے تمام مسائل ملتوی ہو گئے تھے اور انگلستان کے لیے تو وضع قوانین بہت ہی کم ہوئی، آئر لینڈ کے لیے حکومت خود اختیاری کو دو مرتبہ مسترد کرنے کے بعد یونینسٹوں (حامیان اتحاد) نے یہ چاہا کہ کچھ اصلاحات کر کے وہاں سے ہوم رول کا خیال مٹا دیں۔ چنانچہ آخری لٹری حکومت نے گنجان اصلاح کی ایک مجلس قائم کی تھی کہ بحر اوقیانوس کی طرف کے سواحل کے دلدلوں اور چٹانوں پر جو کسان مارے مارے پھر رہے تھے، ان کی حالت کو ترقی دے۔ مغرب کے ویران قطععات میں ملکی ریلیں نکالی گئیں تاکہ آمد و رفت کے وسائل اور بازاروں کے راستے گھل جائیں۔ ایک نیا قانون اراضی اس غرض سے تجویز ہوا کہ لگان کی ترتیب درست کی جائے اور کاشتکاروں کو زمین کی خریداری میں مدد ملے۔ ملک کے وسائل و ذرائع کو

۱۸۹۳

۱۸۹۱

۱۸۹۶

۱۸۹۶

۱۸۹۸

ترقی دینے کے لئے ایک مجلس زراعت قائم کی گئی۔ اب پہلی مرتبہ انگریزی نمونے کے موافق ضلع و علاقہ کی کونسلیں قائم کر کے عام پسند مقامی حکومت کی بنیاد ڈالی گئی اور اس میں زمیندار طبقے کو مزید معاوضہ دیا گیا، فنی تعلیم کی ہمت افزائی کی گئی، سو برس کی ضبطی کے بعد آخر الامر آئرلینڈ کی آبدنی آئرلینڈ ہی کی طرف منتقل کر دی گئی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ جب ایک شاہی کمیشن نے یہ رائے ظاہر کی کہ معاہدہ لا استجار کے شرائط کے خلاف آئرلینڈ پر اس کی آبدنی کے ثواب سے بیس لاکھ یا اس سے کچھ اوپر سال بہ سال زائد محصول لگتا رہا ہے اور اس کا نظم و نسق تمام یورپی ممالک سے زیادہ مسرفانہ ہے تو اس پر پورے چھکے سے نظر انداز کر دیا گیا، اور اس کے لئے کوئی تدارک نہ سوجا گیا۔ آئرلش قوم ایک ایسے نظم و نسق کی تاویسانہ نگرانی میں رکھی گئی جو تمام تر پروسٹنٹ قلیل التعداد و جماعت کے ہاتھ میں تھی جس کا شمار کل قوم کے ایک ربع کے برابر تھا، مجالس اور امداد کے طریقے سے اب بھی انگلستان کے سیاسی اغراض سے پورے کرنے کا کام لیا جا رہا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں پرانے وہوں کا عقیدہ یہ تھا کہ داد ترمیم و تسبیح کو خیر دینا چاہیے، بزور نہیں حاصل کرنا چاہیے، اب لائبرل ٹوری حکومت، بلا واسطہ اس عقیدے کی وارث ہوئی تھی اور لطف و مراعات سے ادھوم رول، کو فنا کرنا چاہتی تھی، اس کی حکمت عملی اس یقین پر مبنی تھی کہ قومی و فاشعاری محض شور انگیزوں کا ایک فسانہ ہے اور قوموں کا خاص مقصود مادی خوشحالی ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اس قوم کے فرار کو روکنے میں بے اثر ثابت ہوا جو اپنے ملک آبائی کو خیر باد کہہ کر دوسرے ملک کو اس طرح جلا وطن ہو رہی تھی کہ تمام عالم عیسوی انگشت بدنداں تھا، اور سب اس پر ہنس رہے تھے۔ جن تارکان وطن نے ۱۸۴۶ء سے ۱۹۰۰ء تک امریکی جھنڈے کے نیچے پناہ لی ان کا شمار کسی طرح پچاس لاکھ سے کم نہیں ہو سکتا، ملک کی آبادی ساڑھے بیالیس لاکھ سے زیادہ نہیں تھی، اور اس میں بھی روز بروز زوال آتا جا رہا ہے، اس پر بھی تیس ہزار یا اس سے زیادہ بہترین قوی کے نوعمر مرد وزن ہر سال بحر اوقیانوس کے دوسرے طرف پہنچ رہے تھے، یہ تعداد اس سے بہت زیادہ ہے جو جرمنی کی سات کروڑ کی آبادی

رکھنے والی شہنشاہی باہر بھیجتی ہے۔ جو ملک ایک نسل سے کچھ ہی زائد زمانہ کے اندر اندر اپنے تین لاکھ ندی مزدوروں کو ہاتھ سے کھو چکا ہے اس میں خود کشاوری کی عادت و عہارت زوال پذیر ہو گئی ہے۔ آئرلینڈ والوں کا ایک فقرہ ہے کہ تھوڑی جگہ میں بہت آدمی بھر دیئے جاتے تھے اور کھانے کو کم ملتا تھا۔ (گویا رہنے اور کھانے دونوں کی تکلیف تھی) صدی کا آغاز نئی تہدید سے ہوا اور تجدید شدہ "پرزور حکومت" کے تحت میں ملک کا بڑا حصہ "اعلان شدہ" قرار دیدیا گیا اور اس آئرش ارکان (پارلیمنٹ) قید میں ڈال دیئے گئے۔ "سیرائیٹوٹی میکڈائل" جو بطور نائب مہتمم کے وہاں بھیجے گئے تھے انھوں نے جب یہ اعلان کیا کہ آئرش نظم و نسق کی رہبری لے آئرش خیالات کے زیر اثر ہونا چاہیے تو حکمران طبقات میں غصے سے ایک شورش مچ گیا، لیکن حکومت نے خریدار اراضی کے ایک عظیم الشان ودیہ قانون کی رو سے آئرلینڈ میں تباہ کن جنگ اراضی کو ہمیشہ کے لئے مسدود کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس قانون کے وسیلے سے آئرلینڈ کی زمین بہت جلد بلبدا مکانہ طور پر کاشتکاروں کے ہاتھ میں چلی جا رہی ہے اور قدیمی نسل جو مختصر چٹانوں اور دلدلوں کی طرف نکال دی گئی تھی، اب آہستہ آہستہ ان مقامات سے نکل کر اپنے پرانے میدانوں اور چراگاہوں کی طرف کھسکتی آرہی ہے۔ مختصراً اراضی کے اس طرح بند ہو جانے سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ آئرلینڈ کے زمیندار اپنی مامونیت کے باعث علی فہم و فراست میں انگلستان کے طبقہ زمینداروں سے کس قدر پیچھے رہ گئے تھے، انگلستان کے اٹھارے اور بڑے بڑے قطععات سیر کے ترقی یافتہ طریقے کے مقابلے میں بے زمین اور اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کی جنگ کچھ اور ہی چیز تھی اور آئرلینڈ کے کاشتکار جو زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لگان پر لے کر کاشت کرتے تھے، انکی جنگ کچھ اور ہی تھی۔ مزدور صرف یہ کر سکتے تھے کہ وہ مزدوری کرنے سے انکار کریں اور قاقوں سے جان دیں، کاشتکار یہ کر سکتے تھے کہ لگان نہ ادا کریں اور کھاتے پیتے رہیں۔ پس آئرش زمینداروں نے کم سے کم ذمہ داری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی فکر میں مقابلتی لگان کا طریقہ نکال کر خود ہی اس طاقت کو قائم کیا جس نے بالآخر انھیں اکھاڑ پھینکا۔ اس اثنا میں انگلستان کی

قانون خریدار اراضی

انگلستان کی دولت

دولت اور اسکی قومی خود اعتمادی میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا تھا۔ اس دور کی تجارت کے اعداد اس قدر وسیع ہیں کہ ان کا صحیح تصور قائم کرنا بھی مشکل ہے، ۱۸۸۶ء میں چھ ہزار ملین (چھ ارب) مالیت کے جاک سا ہو کاران لندن کی معرفت صاف ہوئے تھے، ۱۹۱۳ء میں اس قسم کے چکوں کی مالیت سولہ سترہ ہزار ملین (سولہ یا سترہ ارب) تک پہنچ گئی، دنیا کے حرفت کے نئے ممالک میں چار لاکھ میل ریل جاری کرنے کے لئے شہر لندن نے سرمایہ مہیا کیا، گزشتہ آٹھ برس میں غیر ملکی تجارت کی مقدار چوالیس فی صدی بڑھ گئی اور اب ۱۹۱۳ء میں چودہ سو ملین (ایک ارب چالیس کروڑ) پاؤنڈ کے مجموعے تک پہنچ گئی ہے، زمین سے تقریباً اٹھائیس کروڑ ٹن کوئلہ نکالا گیا جس میں نو کروڑ آٹھ لاکھ ٹن کے قریب غیر مالک کو ارسال ہوا، ۱۸۳۷ء سے ۱۸۶۶ء تک کے دور خوشحالی میں لبرل برسر اقتدار تھے اور ان کے تجارتی قوانین کی وجہ سے، بقول گلڈسمون تجارت ۱۸ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی تھی، ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۶ء تک کے میں برس میں ٹوریوں کا دور دورہ رہا اس میں فراغ و دولت نے اور بھی ہاتھ پاؤں پھیلائے جس سے آبادی کے خوشحال طبقے میں قومی عیش پسندی کی عادت بہت بڑھ گئی۔ لکھ کے دور حکمرانی کے پچاسویں اور ساٹھویں برس کی جوہلی کے مواقع پر شہنشاہی و نوآبادیات کی وہ شان و شوکت دکھائی گئی کہ چشم انگلستان نے بھی کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا تھا، ڈزریلی اپنی یہ حکمت عملی سالیسری کے لئے ترکے میں چھوڑ گیا تھا کہ ایک وسیع و عالمگیر شہنشاہی کا شاندار تخیل پیش نظر رہے، اور اس کے تحفظ و ترقی کے لئے کسی خرچ کی کچھ پروا نہ کی جائے پھر جب جیمز لین نے باشندگان شہنشاہی کو آواز دی کہ وہ سیاسیات کو ایک ایک قریبے کے اندر محدود رکھنے کے گورکھ دھند سے کو چھوڑیں اور ہر شے کو شہنشاہی نقطہ نظر سے دیکھیں ۱۰۰ اوبہ اپنی استعماری قوت کی عظمت و وسعت کا اندازہ کریں تو لوگوں کے دلوں پر سحر کا سا اثر ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ملک کے اندر نہایت ہی اہم تحریکات غیر مرئی طور پر ترسیل کرتی چلی تھیں، ٹوری حکومت کا فقرہ خود ان قوتوں کا شاہد ہے جو زمین کے نیچے سے اٹھ رہی تھیں۔ جب مسٹر چارلس بوٹھ نے لندن کی مکمل مردم شماری سے پہلے ۱۸۹۹ء

کر دیا کہ دنیا کے اس سب سے زیادہ متمول شہر میں کل آبادی کا تیس فیصدی حصہ حرفتی حالات سے مجبور ہو کر دائمی افلاس و مصیبت کی زندگی بسر کر رہا ہے اور صحت جسمانی کے قائم رکھنے کے لیے ان کے پاس ادنیٰ ضروریات تک مہیا نہیں ہیں اور ان میں کام کرنے کی سکت ہے اور پھر پارلیمنٹ کے مقرر کردہ کمیٹیوں نے تمام ملک کا ہی نقشہ نظروں کے سامنے کر دیا مگر اسکا کچھ علاج نہ بتایا تو علمی تحقیقات نے صاف دکھا دیا کہ ایک طبقہ افضل ایسا موجود ہے جو انتہائی مصائب میں مبتلا ہے۔ بہت سے تجربات اس مقصد سے کئے گئے کہ کیا صورت ہو کہ کام کرنے والے اپنی محنت کے منافع میں حصہ پاسکیں اور اپنی حرفتوں کی نگرانی میں شریک ہو سکیں مگر کسی تجربے میں بھی کامیابی نہیں ہوئی اور روز افزوں قومی دولت کے زیادہ سے زیادہ تقسیم کا مسئلہ ویسا ہی مطلق و لاینحل رہا جیسا چاس برس پہلے تھا۔

انہی میں قدیم عقیدے کی طرف سے لوگ بدظن ہو گئے تھے کہ دولت کا مہیا کرنا ملک کا اولین فرض ہے۔ نوجوان جوشیلوں نے "جدید اتحادیت" میں زور پیدا کر دیا تھا، انہوں نے غیر کاریگر مزدوروں کے انضباط میں کامیابی حاصل کر لی، انقلاب پسند اجتماعیت کو ترک کر کے آئینی کارروائی کی طرف توجہ کی اور تمام کام کرنے والوں کے انضباط کو مستحکم کر لیا اور ان میں نیا علم ادب شائع کیا، اتحاد مزدوروں کی موج جب برطانوی حرفت کے چپے چپے پر پھیل گئی تو ارکان کی نقد اور جو تیس برس پہلے پانچ لاکھ تھی ساڑھے تیس لاکھ پر پہنچ گئی تھی۔ آئینی چالیس لاکھ پاؤنڈ ہو گئی اور مزدوروں اور بے روزگاروں پر کم و بیش دس لاکھ پاؤنڈ سالانہ صرف سے لگا کر حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سلطنت کے اندر ایک نئی سلطنت بنالی تھی جیسا پارلیمنٹ کے نوٹس پر کانگریس حکمرانی کرتی تھی۔ قانون "تلافی مزدوریاں" سے ان کی قوت کا اظہار ہو گیا، انکی استواری و آزادی جس درجہ بڑھ گئی تھی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لندن کے کارخانہ جہازات کے کام کرنے والوں نے جب ہڑتال کی تو ان کی امداد عام چندے سے ہوئی جس میں صرف سوواں حصہ تجارت و امداد باہمی کی انجمنوں سے حاصل ہوا تھا مگر جب انہیں کے مزدوروں نے ہڑتال کی تو برطانیہ سلطنت متحدہ کے

۱۸۸۷

۱۸۹۰

۱۸۸۹

۱۹۱۳

اتحاد مزدوران کے سرے سے لڑی گئی، اس میں تقریباً اسی ہزار پاؤنڈ صرف ہوئے جن میں اتحاد مزدوران کے سوا دیگر ذرائع سے دس ہزار سے بھی کم حاصل ہوئے تھے۔ اتحادات کا پرہیزگاری، خطبات، ہڑتالوں کی ترقی پذیر تعداد سے ظاہر ہو گیا۔ ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۶ء، ۱۸۹۸ء میں تجارتی نزاعات کا اوسط ایک ہزار سالانہ کے قریب تھا، ۱۹۱۳ء میں انکی تعداد ۳۶۲ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۱۱ء میں کم و بیش دس لاکھ مزدور اس میں شامل تھے، ۱۹۱۳ء میں وہ پندرہ لاکھ کے قریب ہو گئے۔ اصل یہ ہے کہ اس مسئلے کی وسعت اور اس کی تعمیری اصلاح کے صحیح طریقے کے متعلق عام حیرانی و پریشانی، یہی ان اتحادات کی خاص مشکل ہے، جسمانی محنت کی جزا پر تھکنے ہونے کے سبب سے طبقہ مزدور میں ارباب فکر کی کمی ہے، طبقہ متوسط کے مصلحین کے حسب خیال تعلیم کا جو طریقہ قائم کیا گیا ہے، اس کا میلان اس طرف ہے کہ ذہین نوجوان کارآمد کاموں اور خود اپنے ہمیشہ لوگوں کی ذہنی رہبری کو ترک کر کے تنخواہ دار محرموں اور معلموں کے ہیروانی طبقہ متوسط میں شمول ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ غیر ملکی مقاصد کے دباؤ سے مجبور ہو کر آئندہ اس ملک کے مزدور ذہنی تربیت کی کوئی نئی صورت اختیار کریں لیکن اس وقت تک تو ان کی سیاسی سرکرمی نے ان کے جوش تعلیم کو دبا رکھا ہے۔ محفوں کے بلندی و مقام اور جماعتوں میں مزدوروں کے انتخاب کو محفوظ کرنے کی فکریں ہیں، اور اب ان جماعتوں میں ان کے ایک ہزار ارکان داخل ہیں۔ پارلیمنٹ میں بھی محفوں نے زیادہ موزوں قوت کا مطالبہ کیا، اپنے اتحادات مزدوران کی ایک لاکھ لاکھ انتہا بات مزدوروں، قائم ہوئی اس کے بعد مختلف جٹائی و دیگر تنظیمات کو باہم ملا کر لہ آزاد فریق مزدوروں، کی بنا ڈالی گئی۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی کچھ زیادہ اقتدار حاصل نہیں ہوا، یہاں تک کہ ایک لاکھ مزدوروں اور کام کرنیوالوں کی ایک عام لاکھ جلس عارضی، نے باتفاق کیا کہ اس مسئلے پر مشترکہ کوٹھالی اور پارلیمنٹ میں مزدوری پیشہ ارکان کے داخلہ کے مسئلے پر ایک لاکھ جلس نیابت مزدوروں، قائم کی۔ مزدوری پیشہ طبقے کا اثر اس وقت بھی

برطانیہ عظمیٰ کے حدود سے باہر محسوس ہونے لگے، ایک لاجبجمن
 ۱۸۳۶ مزدوران، اس سے پیشتر بھی بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے کی کوشش
 ۱۸۳۸ کر چکی تھی، اور کارل مارکس تمام ملکوں کے مزدوروں کے متحد ہوجانے کی آرزو
 طے کر چکا تھا، اب پھر ایک مرتبہ مزدوروں کو خلاصی دلانے کے تجاویز میں نئی جان
 پڑ گئی اور یہ تجویز ہوئی کہ الہر ایک ماہرانہ وغیر ماہرانہ پیشہ اور آفتاب کے نیچے
 بسنے والی تمام قوموں کا ایک اتحاد قائم کیا جائے۔ چھتیس برس کی کوششوں کے
 ۱۸۸۵ بعد ایک بین الاقوامی موٹو لندن میں اور دوسری پیرس میں منعقد ہوئی، اور
 ۱۸۸۶ ہسپل میں ایک لاجبجمن الاقوامی اتحاد برائے وضع قانون مزدوراں، اس غرض
 سے قائم کیا گیا کہ تمام مہذب ممالک میں مزدوروں کے لئے یکساں قانون
 رائج کرے، ان کاموں سے مزدوروں کی ایک نئی برادری مصدق ہوئی۔ اس قسم
 کے واقعات نے قوم کی نظروں کو وسیع کر دیا ہے، اور کہنا چاہئے کہ ہی واقعات
 مزدوروں کی جانب سے ایک قوم سے دوسری قوم کو سفارتیں بھیجنے کا باعث
 ہوئے ہیں، تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی ملک کے عام باشندوں کو
 غیر ملکی تعلقات سے واسطہ پیدا ہوا ہو اور وہ جنگ و صلح کی ذمہ داری میں شریک
 کیے گئے ہوں۔

خاتمہ جنگ بول
 ۱۸۸۲

جب جنگ بول ختم ہوئی اور لارڈ سالسبری کی جگہ مسٹر بالفور نے
 لی اس وقت ترقی کن کمیونٹ اور اعیان کا بینہ کا مخالف دفعہ عیاں ہو گیا، طریقہ تعلیم کی
 اصلاح کے ایک قانون سے ملک پر تین کروڑ سالانہ خرچ کا بار پڑ گیا، اس قانون
 نے یہ روار کھا کہ کلیسیائی مدرسوں کو تعلیمی ابواب کی آمدنی سے مدد ملے مگر وہ اپنے
 انتظامات اور مذہبی تعلیم کے لحاظ سے کامل قومی نگرانی سے مستثنیٰ رہیں، اس کی
 وجہ سے ایک ایسے سرکاری کلیسا کے ساتھ جو حکومت سے سیاسی تعلقات
 رکھتا ہو عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں کا عناد پھر تازہ ہو گیا، اور دارالعوام
 میں یہ قانون اسی دن جاوین، کے ذریعے سے منظور کیا گیا جسے ۱۸۹۳ء میں مسودہ
 ہوم رول کی منظوری کے لئے کام میں لائے جانے کے وقت اسی کنسٹیٹیوٹ فریق
 نے بڑی شدت سے ہدف ملامت بنایا تھا۔ ۱۸۸۵ء کے مستقل قانون کے بعد

آئرلینڈ میں تہدید نافذ کرانے کی کارروائی کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی لیکن اب ایک انگریزی مسودہ قانون کے متعلق خود انگریزوں ہی کی مخالفت کے دبانے کے لئے اسے زندہ کیا گیا، اور آئندہ سات برس تک طریقہ سدالباب (جس نے اب بہت ترقی کر لی تھی) پر دور نشست میں کام میں آئے لگنا اور اپنی اپنی باری میں ہر ایک حکومت اپنے اپنے فریقانہ تو ضیع قانون کے لئے اس سے کام لیتی رہی۔ بعد ازاں جب مسٹر چیمبرلین نے شہنشاہیت کے جوش کو جو اس زمانے میں جنگ چھوٹی افریقہ کی وجہ سے بہت تیز ہو گیا تھا، ایک نئے راستے پر ڈالا تو ایک دوسری کشاکش پیدا ہو گئی۔ انھوں نے یہ آواز بلند کی کہ غیر ملکی مفاد کے خلاف انگریزی مصنوعات کا تحفظ ہونا چاہئے اور مستعراست کو انگلستان سے اپنے تجارتی روابط منقطع کرنے کے لئے ایک شہنشاہی محصول درآمد و برآمد قائم کرنا چاہئے۔ لا تحفظ، و لا تجارت آزاد، کی اس جنگ کے جوش و خروش میں تمام دوسرے خیالات چھو ہو گئے۔ اس دوران اختلاف میں قوانین کا وضع ہونا بند ہو گیا، اور اس سال میں اس قدر کم قوانین منظور ہوئے کہ اس صوبے کے کسی سال میں ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس جنگ و جدل میں سیاسی فرق پارہ پارہ ہو گئے۔ جہاز رانی، پارچہ بافی، ساہوکاری اور کوئلے کے کاروبار کو تحفظ دینے لگے۔ انھوں نے دوسری طرف انگلستان کے زرعی کام کرنے والے جو خود زمین کے مالک نہیں ہو بلکہ محض مزدوری کرنے والے ہوتے ہیں، ان کو ریلوے کے گراں بکنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا، انھیں جو کچھ غرض تھی وہ نئے کی اجازت خریداری سے تھی۔ جب مسٹر بالفور نے استعفیٰ دیا تو ان کی اس صلاحیت کے جواب میں انھیں ایسی سخت شکست نصیب ہوئی کہ قانون اصلاح کے بعد سے کسی زرعی نوآوری شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا تھا۔ ۱۸۳۲ء میں، ۱۶۲ ٹوری منتخب ہوئے تھے مگر ۱۸۹۶ء میں صرف ۱۵۸ یونینسٹ اربعیان اتحاد دارالعوام میں داخل ہوئے ہاں اس لبرل پارلیمنٹ کے خیر مقدم کے لئے سنا اور پراسے مسہم ہی مسائل حاضر تھے، اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ مسائل نہایت درجہ اہم و مختلف النوع بہت ہی الجھم ہوئے، اور اس درجہ اہم تھے کہ سابق میں

اصلاح محصول درآمد و برآمد

۱۹۰۵

نوم کی قوت

کبھی ایسے مسائل کا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ جماعت ہا سے مزدوراں، ارکان امداد باہمی اور اہالیان اتحاد مزدوراں سب اپنی اپنی سیاسی قوت کے اظہار پر تلے ہوئے تھے ارکان امداد باہمی نے مزدوری پیشہ طبقات کا جو عظیم شان انتظام قائم کر لیا تھا اسکی کیفیت یہ ہے کہ اس کے تیس لاکھ ارکان ہیں، جو کل آبادی کا پانچواں حصہ ہے، اور عام ایشیا کے ہیا کرنے کا ساری دنیا میں ہی سب سے بڑا کاروبار ہے جسکی تجارت بارہ کروڑ پانچ سو سالانہ سے متجاوز ہے۔ اسکی پندرہ سو انجمنیں ہیں جن کا انتظام تیس ہزار منتخب شدہ ارکان مجلس سرانجام دیتے ہیں اور جن میں پچاس ہزار تنخواہ دار عہدہ دار ہیں، درحقیقت اس نظم و نسق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے اس زمانے میں ہی سب سے زیادہ کامیاب تجارتی کوشش ہے۔ دھوکہ فروشی کی انجمن، نے اپنے کارخانوں میں کم سے کم مزدوری کا ایک معیار قائم کر دیا ہے اور کام کا وقت اتنا رکھا ہے جو ۱۹۱۲ء کے منظور شدہ اوقات میں سب سے زیادہ فیاضانہ ہے۔ عمومیانہ حرفت کی طرف مندی، ایسے کاروبار کی ترتیب جس میں آٹھ کروڑ پانچ سو سالانہ کی خریداری ہوتی ہو، اغراض کا استحکام، باتفاق یکدگر کام کرنے کی عادت، ان سب باتوں نے جماعت مزدوراں کی اس انجمن کو سیاسی فرقوں کے تجارتی باہشت و اختلاف میں ایک پر زور موثر بنا دیا۔ یہ لوگ صرف چیزوں کے خرچ کرنے والے نہیں بلکہ تجارت کرنے والے ہیں، ان کے جہازات سمندر پار سے وٹن مختلف ملکوں کی پیداوار لاتے ہیں، حاصل میربحری میں جو ہندیاں ادا کی گئیں ان میں سب سے بڑی ہندی انجمن کی دھوکہ فروشی کی انجمن کی تھی قیمتوں کے متعلق چونکہ ان کا احساس بہت سخت تھا اس لئے انجمنیں اس کا یقین ہی نہیں ہوتا تھا کہ حاصل درآمد غیر ملک والے ادا کرتے ہیں، اور ان کے بیس لاکھ راسے وہیں سے اس قدر قوی تھے کہ انھوں نے اصلاح حاصل درآمد و برآمد کے مسئلے کو شکست دیدی اور پہلی مرتبہ دارالعوام کے اندر ایک فریق مزدوراں (حزب العمال) نے نشست کی۔ تیس انتخابات میں سہ طرفہ مقابلہ ہوا اور پارلیمنٹ میں جماعت مزدوراں کے انیس نمائندوں کا داخل ہوجانا، فریقان سیاسی کے قائم شدہ انتظام اور پرانے مسئلہ اغراض کے لئے ایک خاص پراز معنی

۱۹۱۳

انتباہ تھا، ۱۹۰۱ء کے ٹیف ویل کے مقدمے میں دارالامرا نے جو فیصلہ کیا اس کے تدارک کے خیال سے جب ایک قانون مناقشات تجارت پیش کیا گیا، تو اتحادات مزدوران نے اپنی پوری قوت لے کر حزب العمال، کی جانب ڈال دی اور انارنی جنرل اڈویل سرکار کے مسودے کو مسترد کر دیا، اور حکومت سے بزور ایک ایسی کارروائی منظور کرائی جس سے اتحادات اس حد تک قانون کے حیطہ عمل سے خارج ہو گئے کہ وہ نقصان رسائی (Tobit) کے مقدمے سے مستثنیٰ رہیں اور نقصانات کے لئے ان کے سرمے سے کسی قسم کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

رائے عامہ نے مزدوروں کے معاملات کو سلطنت کے معاملات کی صف اول میں پہنچا دیا۔ جب یہ نیا احساس پیدا ہوا کہ دولت عامہ کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے اور اس کے ہر جزو کی کمزوری سے اسے نقصان کا پہنچنا لازمی ہے، تو یہ نظر آنے لگا کہ ہم نے جس آبادی کو سو برس قبل مصائب کی طرف سے سخت دل پڑا تھا وہی آبادی اب درد و مصیبت کے احساس رکھنے اور تکلیف سے محفوظ ہونے میں ممتاز ہو گئی ہے، ۱۸۴۲ء میں سمجھا جاتا تھا کہ مفلیک اسحاں اشخاص کو فائدہ کنشی سے بچانے میں ستر لاکھ پاؤنڈ صرف کرنا ملک کے لئے ناقابل برداشت اسراف ہے، اب جو سرکاری رقم غریب تر طبقات کے لئے صرف ہوتی ہے اس کی مقدار ستر کروڑ سالانہ تک پہنچ جاتی ہے اور اس میں سے دو تہائی رقم کو قانون امداد غربا یا اعانت مفلسان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مدارس میں لڑکوں کو کھانے کے معائنہ ہوتا ہے۔ بدھوں کے لئے وظائف مقرر ہو گئے ہیں۔ تمام مزدوروں کے لئے براعانت سرکاری لازمی کر دیا گیا ہے، غیر مشغول اشخاص کے لئے خاص امداد مقرر ہوئی ہے، بیماروں کے لئے صحت نگاہیں بنائی گئی ہیں، دیہاتی مزدوروں کے لئے نئے جھوپڑے (مکان) اور قطعات اراضی کا سامان کیا گیا ہے۔ وسیع شدہ تعلیم کے نئے عطیات کی وجہ سے ۸۸۵ مدارس ثانیہ میں ایک چوتھائی بچے ہیں، ابتدائی مدارس کے امیدواروں کو لامعافی، کے طور پر دیدی گئی ہیں۔ مناقشات تجارتی میں حکیم (Arbitration) حکومت کے فرائض میں داخل ہو گئی ہے۔ پارلیمنٹ نے جب بعض تجددوں کے لئے مجالس تجارت (بورڈ) قائم کر کے اور کوئٹے کی قانون کے لئے

جدید تنظیموں کو

۱۹۰۴-۱۹۱۱

۱۹۰۲-۱۹۱۲

۱۹۱۲ کم از کم اجرت کا قانون منظور کر کے قانوناً اقل اجرت کے اصول کو تسلیم کر لیا،
 تویہ ترقی سلسلہ عقیدے کے مجلس واضع قوانین کو اجرتوں پر کوئی اختیار نہیں ہے،
 پاور ہوا ہو گیا۔ یہ وہی اصول ہے جس کا کچھ مبہم سا اشارہ ۱۸۱۸ء میں راپٹ اولیٰ
 نے کیا تھا، جس پر ۱۸۳۳ء میں بحث ہوئی تھی اور جس کا مطالبہ ۱۸۹۳ء کی ہڑتال اور
 اقبال کارخانہ (Lockout) کے وقت (جو زمانہ جدید کا سب سے بڑا
 مناقشہ ہے) کیا گیا تھا، ۱۹۱۲ء کی عظیم الشان ہڑتال میں اسکی تجدید ہوئی تھی،
 اور دو لاکھ ادا دہا بھی والے رائے دہندوں نے اپنی ۱۹۱۳ء کی موتمن اسے
 وسعت دیکر ایکس "ہمہ گیر اقل اجرت" کے دعوے میں بدل دیا تھا۔ مزدور
 اور اہل ملک کی حیثیت سے عورتوں کے خاص مشکلات کے متعلق حکومت پر
 براہ رزور دیا جاتا رہا ہے۔ اقتصادی دشواریاں عورتوں کو محنت مزدوری کرنے پر
 نیا وہ مجبور کرتی جاتی ہیں۔ اس صدی کے حرفتی تغیرات اور تجارتی قوانین کی وجہ
 سے یوٹا فوٹا عورتیں بھی بدرجہہ جمہوری اجرت پر کام کرنے والوں کی جمہوریت
 عام میں داخل ہو گئی ہیں، جب مرد کثرت کے ساتھ نئے مستقرات و ممالک میں
 جانے لگے اور تنہا رہنے والی اور خود اپنا بار اٹھانے والی عورتوں کا تناسب ملک
 میں بڑھ گیا یہاں تک کہ اٹھارہ برس سے متجا وز عمر کی چالیس لاکھ سے
 زائد عورتیں (یعنی کن تعداد کا ثلث) روپیہ پیدا کرنے کے مشاغل میں مصروف
 ہو گئیں اور تمام معاشری، مالی اور اجیری قوانین سے انھیں بذات خاص تعلق پیدا
 ہو گیا تو پھر شہنشاہی کے لئے انھیں بھی اپنا حق ادا کرنا پڑا۔ "اتحادیات مزدور" نے
 نے جن کا آغاز روٹی کی حرفت سے ہوا تھا، سستی کے ساتھ اور بدشواری کچھ
 ترقی کی تھی مگر گزشتہ بیس برس کے اندر ان میں بہت جلد جلد وسعت ہوتی گئی ہے،
 اور ۱۹۰۶ء کے بعد سے ارکان کی تعداد تقریباً دوچند ہو گئی ہے۔ اسی دوران
 میں وہ قدیم حق رائے نہی جس کے بموجب مکانات اور عورتوں کو مجالس کلیسا میں
 رائے دینے کا حق تھا، اسے نئے مجالس حفظان صحت و ترقی بلدا ت کے لئے
 بھی وسیع کر دیا گیا، اور بعد میں اسکی توسیع بلدیاتی و اضلاعی کونسلوں کے لئے بھی
 ہو گئی۔ عورتوں کو مجالس مدرسہ میں شریک ہونے، ادا و قانون غسریا کی ہوتی،

عورتوں کی سزا

۱۸۵۴

۱۸۴۶-۱۸۴۸

- ۱۸۸۰-۱۸۶۹ اور ضلع وقصہ کی کونسلوں کے ارکان کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت مل گئی، اور وہ ملکی ملازمت میں بھی داخل کر لی گئیں۔ ایک نیا طبقہ جو زیادہ مخلصانہ نوع اور آزادانہ زندگی کے طرف قدم بڑھاتا جا رہا تھا، اسکا اثر تعلیم کی پر زور تحریک اور عورتوں کے کالجوں کے قائم ہونے سے ظاہر ہو گیا۔ کارآبد پیشوں میں داخل ہونے کا دروازہ اسطرح کھل گیا کہ عورتوں کو طبابت کرنے کا حق دینا گیا، والی تعلیم لندن اور آئر لینڈ کے دارالعلوم شاہی نے انھیں سائنس کا دینا منظور کر لیا۔ تربیت یافتہ عورتوں کی ایک روز افزوں جماعت نے معاملات عامہ کے متعلق بے طرح محنت کرنا شروع کر دی، اور کارخانوں کی انسپکٹری اور ایجنٹوں کی کنیت پر عورتوں کے ناموں سے، تمام معاشری و ترقی معاشی میں ان کے اثر کو تسلیم کر لیا گیا۔ گزشتہ پچاس برس کے اندر ان کثیر التعداد کام کرنی والی عورتوں کی اہمیت جسطرح بڑھتی رہی ہے اسکا اندازہ ان مسلسل قوانین سے ہو سکتا ہے جو عورتوں کے لیے ان کی ملک اور آمدنی کے محفوظ کر کے جاری ہوئے ہیں یا علاوہ انہیں عورتوں کے کامل حقوق شہریت کے متعلق جو اہم مطالبات ہوتے رہے ہیں ان سے بھی اس کا اندازہ ہو سکتا ہے، کارٹرائٹ نے ۱۸۶۶ء ہی میں پارلیمنٹی اصلاح کی ایکسٹنشن قائم کی تھی جس میں عورتوں کو بھی شامل کیا گیا تھا، اور پھر منشوری تحریک کے دوران میں عورتوں کی بزم گاہوں نے کافی قوت کے ساتھ ان کے حقوق پر زور دیا تھا لیکن پھر یہ کلب اس خیال سے بند کر دیئے گئے تھے کہ مہاوا ان سے مردوں کے ہم سیر حق رائے دہی کے حصول میں تعلق ہو جائے۔ جس برس بعد عورتوں کی حق رائے دہی کے سب سے زیادہ پر زور رہا جان اسٹوارٹسٹن مل نے اس نظر انداز معاشی کو خود ذرا عوام میں پیش کر دیا۔ اور ادھر کے آخری چند برسوں میں دارالعوام میں، پے در پے جو مسودات پیش ہوئے ہیں، ان سے اس مہم کی اہمیت پیدا ہوتی ہے۔ حق رائے دہی کی مجلسیں اپنے حصول مقصد کے لیے ایک لاکھ یا نو لاکھ لاکھ صرف کر رہی ہیں، یہ خرچ اس سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے جتنا اس نے لاکھ لاکھ خرچ میں ہوتا ہو۔ کارخانوں میں کام کرنے والی اور وہ ہزار ہا عورتیں جو ادھر سے

چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف ہیں، اور ان کے ساتھ تقریباً وہ تمام
دماغی کام کرنی والی عورتیں جو ذمہ داری کے عہدوں پر فائز یا ایسے ہی کاموں میں
مشغول ہیں، سب کی سب اس حق رائے وہی کی شورش انگیزی میں ایک دل
ہو گئی ہیں، اور چونکہ یہ پہلا موقع ہے کہ حق رائے وہی کی اس جدوجہد کی وجہ
سے ان مستعد کار و ذہین عورتوں کا جم غفیر اجتماعیوں اور حزب العمال کے ساتھ
متفق ہو جاتا ہے اس لئے اس سے ہمارے وقت کی انقلابی تحریک میں
ایک نئی قوت کا اضافہ ہو رہا ہے۔

اس اثناء میں معاشری تغیر کے دباؤ کی غجوری سے اہم آئینی تغیرات
رو نما ہو گئے ہیں۔ دارالعوام کے یونائیوڈ حکومت کے زیادہ مطیع و منقاد
ہوتے جانے سے، فریقانہ مناقشہ تیز ہو گیا، اور ایک معنی کر کے بجا بھی تھا،
اپنی اپنی باری میں ہر ایک وزارت نے اپنی مطلق العنانی سے نئے اندیشے
پیدا کر دیئے تھے اور اپنے معاشری قوانین سے نئی منافرت بھڑکا دی تھی۔
اس جنگ کی شدت میں ہر ایک مسئلے کی نسبت یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ کابینہ کے
اعتماد کا امتحان ہے۔ روز بروز یہ خیال قوی و قوی تر ہوتا گیا کہ دارالعوام کا وقت
اور اسکی قوت حکومت کا وقت اور حکومت کی قوت ہے۔ ارکان کی آزادی،
جسے ایوان کے قیدی قواعد میں بہت سختی کے ساتھ محفوظ رکھا گیا تھا، بتدریج محدود
ہوتی گئی۔ جسکی صورت یہ واقع ہوئی کہ "قاعدہ ترقی" ایجاد ہوا، جو اول اول
مسودات کے متعلق مجلسی درجہ (Committee Stage) پر عائد ہوتا تھا اور
بعد کو "اعلیٰ مالی" (Supply) پر بھی عائد ہونے لگا، تحریک کی بعض
صورتیں جس میں صدر دارالعوام سے کرسی صدارت کے چھوڑ دینے کی خواہش کی جاتی تھی،
مشروط ہو گئیں، یہ طریقہ اس بنا پر مسترد کر دیا گیا کہ اب یہ طریقہ آئینی حالات
کے مطابق نہیں رہا ہے، کیونکہ اب ہر باب حکومت دارالعوام ہی کے
ملازم ہیں، مہاشوں کے محدود کردیے پر بھی عمل ہونے لگا، فریقانہ سرمایوں کا
یکجا مجتمع ہو جانا، پسند شدہ امیدواروں کے اخراجات انتخاب کا ان کے
فریق کی طرف سے ادا کیا جانا، صدر دارالعوام کے انتخابات میں وہی

کیجی تجیرات

۱۸۴۵

۱۸۴۸-۱۹۱۲

(فقیرانہ فرق) کا اختیار و اثر کل ہم کی خاطر انہ چالوں کو مضبوط رکھنے کے لئے ایک ایک چیزیات میں یہاں تک کہ ارکان کے لئے منظور شدہ معاوضے کے لینے نہ لینے کے متعلق بھی، اطاعت کا لازمی ہو جانہ ان سب باتوں نے جمع ہو کر تمام فریقوں کو مجبور کر دیا کہ ان میں ایک فوجی انضباط کی سی کیفیت پیدا ہو جائے۔

۱۹۱۱ حکمرانوں کی سلطنت کے اختیارات کے برابر بڑھتے جانے سے کابینہ کی قوت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ لارڈ سالسبری نے غیر ملکی معاملات کو عملاً دارالعوام کی حد سے باہر نکال لیا تھا اور یہی حال ملک کی بری و بحری محافظت کا تھا اور عام طور پر حکمران حکومت قائم ہو گئی تھی۔ ۱۸۳۴-۳۵ کے حالات میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ پہلی مرتبہ باحتیاط و ترمیم پذیر صورت میں یہ کوششیں ہوئیں کہ کارخانہ جات اور امداد غربا کے قانون کے متعلق سلطنت کی نگرانی کا نیا اصول جاری کیا جائے۔ نیز یہ کہ جو کام امتحان پانچ برس کے لئے جاری کیا گیا تھا وہ کس طرح ایک مستقل قاعدہ بن گیا، اور بڑھتے بڑھتے تمام مضافاتی و اصلاحی نظم و نسق پر حاوی ہو گیا، یہاں تک کہ دونوں کے اندر اندر تمام مقامی اقتدار، حکومت کی براہ راست نگرانی میں آ گیا۔ پارلیمنٹ نے جب "مجلس تجارت" اور "مجلس حکومت مقامی" کے افسران اعلیٰ کو مالی اعتبار سے وزراء کے سلطنت کے مساوی کر دیا تو گویا اس نے اندرون ملک کے معاملات میں اس بلند درجے پر پہنچے ہوئے نظم و نسق کو تسلیم کر لیا، قومی خزانہ اور پارلیمنٹی امداد سے مقامی جماعتوں کو جو رقوم دیجاتی تھیں جب وہ پچاس برس کے اندر اندر دس لاکھ سے بڑھ کر دو کروڑ تک پہنچ گئیں (اور اس کے علاوہ چار کروڑ مقامی ابواب سے وصول ہوئے تھے)، تو مرکزی حکام کو معائنہ، مشورے اور نگرانی کے مزید حقوق حاصل ہو گئے۔ ان قانونی فرائض کے علاوہ محکمہ جات کو اور بھی بہت سے وسیع و تکمیلی اختیارات حاصل ہو گئے جن میں عدالتی و قانونی دونوں قسم کے اختیارات شامل تھے، یہ اختیارات اپنی اپنی باری میں ہر ایک حکومتی عہدے کے لئے وسیع کر دیئے گئے۔ آخری برسوں میں جس قدر معاشری اصلاحات ہوئے تھے ان سب کا نفاذ و انتظام حکومت دفتری (ارباب نفوذ) کو سپرد کر دیا گیا ہے اور مقامی جماعتیں اس سے خارج رکھی گئی ہیں۔

قانون و حکمت عملی دونوں کے متعلق عہدہ داروں پر جو رکاوٹ عدالت یا پارلیمنٹ کی طرف سے پہلے مائد ہوتی تھی وہ یا تو فرو ہو گئی یا اس سے پہلو بچا لیا جاتا ہے اور سلطنت کے نکلے جنھیں یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خود یہ تاویل و تفسیر کر لیں کہ قانون کا منشا کیا ہے، اور قانون تحریری کی متابعت میں خود اپنے لئے ضوابط و قواعد مرتب کر لیں، انھیں اب یہ قدرت حاصل ہو گئی ہے کہ وہ اہلک و حقوق کے متعلق ایسے اختیارات عمل میں لاسکیں جو اب تک کم و بیش پارلیمنٹ ہی کے لئے مخصوص تھے، اس ملک میں لا انتظامی قانون، کے رواج کے عملاً شروع ہو جانے سے رعایا کے حقوق اور پارلیمنٹ کی نگرانی میں بہت سی سجاوٹ اندازیاں ہونے لگی ہیں۔ مخرانے نے جب لا وظیفہ پیرا نہ سالی، کے انتظام میں محاسب اعلیٰ یا لا مجلس حسبات عامہ، کی نگرانی سے انکار کر دیا تو خاموشانہ رضا مندی کے ساتھ اسے قبول کر لیا گیا (حالانکہ اس صیغے میں پندرہ ہزار بحث طلب دعاوی پیدا ہو چکے تھے) تمام اثرات اس امر پر متفق ہوتے گئے کہ ارکان کی آزادی دہی جائے اور وزیر کا درجہ بلند ہوتا جائے تا آنکہ وہی تمام اقتدار کا منبع اور ہر قسم کے وضع قوانین کا سرچشمہ بن جائیں۔ زمانہ محال کے معاملات کی پیچیدگیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی مسودہ قانون کا ترتیب دینا ایک ایسا دقیق کام ہو گیا ہے کہ سرکاری ماہروں کے سوا کسی اور سے اسکا انجام پانا دشوار ہے، اور ارکان دارالعوام جو اپنی طرف سے ابتداء کسی قانون کے پیش کرنے کے تمام مواقع کو عملاً کھو چکے تھے اب نئے قوانین کی ترتیب و ہیئت ظاہری پر بھی ان کا کسی قسم کا اثر باقی نہیں رہا۔ وزیر اعظم پر جب ہر جانب سے نئے اختیار کا بوجھ پڑنے لگا تو اسے اتنی قوت حاصل ہو گئی کہ ازمینہ جدیدہ کی سلطنتوں میں کسی وزیر کو یہ قوت نہیں حاصل ہے۔ عمومی تحریک سے بھی یہ فائدہ نکال لیا گیا کہ بادشاہ کے اختیار کو اور کم کر دیا جائے کیونکہ ملکہ و کٹوریہ کے عہد حکومت میں شاہی مداخلت کو رقبہ نظر سے دیکھنے کی وجہ سے جب بادشاہ کے شخصی عمل کا دائرہ برابر محدود ہوتا گیا، اور شاہی امتیاز بادشاہ کے ہاتھ سے نکل نکل کے وزیر کی طرف منتقل ہوتے گئے تاکہ وہ قوم کی امانت کے طور پر ان کو اپنے قبضے میں رکھے تو قوم نے اس

کارروائی کو بطیب خاطر قبول کر لیا۔ عمومیت کی ترقی کے ساتھ بادشاہ کے حقیقی اختیارات بڑھ گئے مگر عمل درآمد کا ذریعہ بدل گیا تھا، بادشاہ کے قدیمی اختیارات خاص کی تجدید کی گئی اور اسے مزید نئے اختیارات عطا کئے گئے چنانچہ انگریزی حکومت عاملانہ از روئے قانون اسوقت سب سے زیادہ باختیار حکومت ہو گئی ہے۔ سر ولیم اینس نے کہا ہے کہ اب اقتدار شاہی کابینہ کے ہاتھ میں ہے۔ "انیسویں صدی میں کابینہ کے سرگروہ کو اپنے اپنے وطن میں بحیثیت سرگروہ کابینہ کسی قسم کا باضابطہ امتیاز حاصل نہیں تھا، اور گلیڈسٹون کا شمار تو معاشری درجہ سبک کے اعتبار سے بھی عوام کے طبقات میں تھا، صرف اتنا تھا کہ وہ مشیر شاہی کا منصب رکھتا تھا، اڈورڈ ہفتم نے اپنے شاہی اعلان کے ذریعے سے پہلی مرتبہ وزیر اعظم کو یہ درجہ عطا کیا کہ وہ آئندہ ہر دو اساقفہ اعظم اور لارڈ چانسلر کے ہم رتبہ قرار دیا جائے۔ (جن کا اعزاز بہ اعتبار قدامت خود برطانوی نظام سلطنت کے ہے) اور انھیں کے مثل اسے بھی شاہی خاندان کے بعد، محلات شاہی کے تمام عہدہ داروں اور تمام طبقہ امر اپر تقدم حاصل ہو گا۔

جدید و از عوام

اس اثنا میں ارکان دارالامرا و دارالعوام کی فحمت میں نئے مناقشات کی وجہ سے اور تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ اس تمام صدی میں، ٹوری نظام سلطنت میں طرح کے تغیر و تبدل کو روکنے کے لئے سینہ سپر ہوتے آئے تھے، گویا وہ نئے خیالات کی شدت طغیانی کو روکنے کے لئے رُسکے ہوئے پانی کا کام دیر ہے تھے، مگر اب وہ پوری آمادگی سے تمام نئی نئی باتوں کے جاری کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے، وہ نہ صرف جدید تجارتی نظم پر زور دیر ہے تھے بلکہ خود نظام سلطنت کے ترمیم کئے جانے کی طرف بھی قدم بڑھانے لگے تھے روایات کا خیال اور اسکا قدیم اقتدار جب دلوں سے محو ہوتا گیا، تو لفظ کنسر ویٹو کی جگہ "لا یونینٹ" نے لے لی اور اس فریق کارٹیسازہ انداز کمزور ہو گیا اور قوی ترین اثرات طبقہ زمینداران کے ہاتھوں سے نکل کر تجارتی طبقات کے ہاتھوں میں آنے لگے، جس کی انتہا یہ ہے کہ مسٹر بالفور کی جگہ پر مسٹر لوئر لا بحیثیت سرگروہ منتخب ہو گئے، جو نسلا کنا ڈوی، مذہباً پریسبیٹین اور شغلاً کارخانہ دار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی دارالامرا جو دوسرے

طبقے کے جدید امرا کے بہ کثرت داخل ہونے اور ٹوری امراء عظام کے چنگ اعیان اور تجارتی ارباب دولت کے ساتھ متفق ہو جانے کے بعد ان میں جنگویانہ قوت کے پیدا ہو جانے کے باعث بالکل متغیر ہو گیا ہے، اس نے خود کو تمام و کمال یونینٹ حکمت عملی کا ہمنوا بنا دیا ہے۔

نظر ثانی کے آئینی طور و طریق کو چھوڑ کر اب پہلی مرتبہ امرانے اپنی تاریخ میں یہ کیا کہ بے چون و چرا اپنا سارا زور ایک ہی سیاسی جماعت کی طرف ڈال دیا ہے۔ دارالامرا کے حمایت کی قدیم وجہ چسپروہنگ اور ٹوری دونوں متفق تھے وہ یہی تھی کہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ ٹیٹوہیت پر ایک روک قائم رکھے، اب یہ غرض ایک نئے نظریے کی خاطر برطرف کر دی گئی۔ وہ نیا نظریہ یہ تھا کہ قوم قصد آجس خیال پر قائم ہو اسے عمل میں لانا دارالامرا کا کام ہے خواہ یہ خیال خود پارلیمنٹی قائم مقاموں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ برک نے اپنے وقت میں دارالامرا کی نسبت یہ تحریر کیا تھا کہ وہ بجائے خود وہ نظام سلطنت کا سب سے کمزور حصہ ہے، اسی طرح سمجھٹ نے ۱۸۴۳ء میں یہ یادداشت ثبت کی تھی کہ لڈ ایوان ادا نے ہی حکمران اور انتخاب کنندہ ایوان ہے، جو حکومت اسکی قوت پر مبنی ہو وہ اپنے ضروریات کے دس میں سے نو حصے پورے کر سکتی ہے، امر کی تائید ایک طرح کی مدد و نائش ہے، بہر حال اب امر اس امر کے دعویدار ہیں کہ ان کا ایوان محض آئینی نظر ثانی کا ایوان نہیں ہے بلکہ وہ ایک سیاسی عدالت مرافقہ بھی ہے۔ ٹیٹوہیت کے محافظ ہونے کی حیثیت سے وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انھیں اس امر کے جانچ کرنے کا حق ہے کہ رائے وہی کے وقت عامۃ الناس نے جو فیصلہ صادر کیا ہے اسپران کے نمائندے کس حد تک عمل کر رہے ہیں اور نیز یہ کہ قانون میں کسی اہم تغیر سے وہ اس وقت تک انکار کر سکتے ہیں جب تک کہ موجود الوقت پارلیمنٹ برطرف ہو کر دوسری پارلیمنٹ کا انتخاب نہ ہو جائے جس میں وہ خود بلا تغیر و تبدل کے واپس آجائیں گے۔ غرض کہ اس زمانے کے تمام سجوم اختلافات پر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اس اندیشناک تصادم کا بھی اضافہ ہو گیا ہے جسکی پیشین گوئی قانون اصلاح ہی کے وقت میں ہو گئی تھی اور جو آخری چالیس برس کے اندر قریب سے قریب تر آ گیا ہے۔

برک نے کہا تھا کہ لا ہمارے نظام سلطنت کے اجزا جس طرح مخالفانہ اغراض کی وجہ سے ترازو کے دوپٹے میں اسی طرح روابط دوستانہ کے اعتبار سے انکا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس پُر پیچ نظام سلطنت کا نتیجہ پریشانی و ابتری کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ پریشانی و ابتری اب رونما ہو گئی ہے جو سلطنت کے لئے پرخطر و باعث برہمی ہے۔ برخاستگی پارلیمنٹ کے دوران میں جب درمیانی انتخابات کا نتیجہ خلاف منشا ظاہر ہوا اور مسٹر بالفور نے دفعتاً استعفا دیدیا تو یہ اصول مسلم کہ حکومت کو اپنا اقتدار براہ راست قوم سے حاصل ہوتا ہے تمام نظائر سابقہ کی حد سے آگے بڑھ گیا۔ اب سوال صرف یہ رہا کہ قوم کی مرضی کس طرح دریافت ہو اور اس سے کیوں کر نافذ کیا جائے۔ گزشتہ دس برس میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کنسرویٹو حکومت نے کوئی مسودہ قانون منظور کیا ہو اور دارالامرا نے اسے مسترد کر دیا ہو، نہ دارالامرا کی طرف سے کبھی کسی ایسی ترمیم پر زور دیا گیا جسے کنسرویٹو وزیران اپنڈ کرتے ہوں لیکن ایک لبرل حکومت جس نے ایسی بڑی فتح حاصل کی تھی کہ قانون اصلاح کے بعد سے کبھی کسی گروہ کو ایسی فتح نہیں نصیب ہوئی تھی اور اس نے تازہ تازہ حکومت کے کام کو ہاتھ میں لیا تھا، اسے چار برس کی سپائیوں اور ذلتوں کے دوران میں کبھی یہ موقع نہ ملا کہ (دارالامرا سے) ایک کارروائی بھی ایسی منظور کرالیتی جسکی مخالفت کنسرویٹو فریق کی جماعت قلیل کر رہی ہو، خواہ (دارالعوام) میں یہ کارروائی سو سے دو سو تک کی کثرت رائے سے منظور ہوئی ہو۔ امرا اور ٹوری فریق کے باہم گرتفق ہونے کی وجہ سے دارالعوام کے ٹوری سرگروہ کو یہ موقع حاصل ہو گیا تھا کہ وہ برسراقتدار ہو یا نہ ہو مگر امر کی مشورت سے وہ ہر ایک قنارے پر مسودے کی قسمت کا فیصلہ کر دے، امر کے دعوے نے دارالعوام کی وقت اور نیابتی حکومت کے اقتدار کو خطرے میں ڈال دیا۔ لبرل کابینہ نے انتخابی اصلاحات اور مختصر العہد پارلیمنٹوں کے ذریعے سے نیابتی تنظیمات کو تقویت دینے کی تجویزیں کیں، اور بہت بڑی کثرت رائے سے انھیں منظور کرایا مگر وہ برابر مسترد ہوتی رہیں۔ سہ ہنری کیمپبل بیڑین کے تحت میں دارالعوام نے اس کا جواب اس قرار داد سے دیا کہ امرا کے حق تسخیر (اجما) کو اس طرح کم کرنا چاہئے کہ

دارالعوام سے تو

۱۹۰۵
دسمبر۱۹۰۶
جون

دارالعوام کا اختتامی فیصلہ ایک ہی پارلیمنٹ کے دوران میں نافذ ہو جائے۔
 نئے وزیر اعظم مسٹر ایسکووتھ نے تختہ میں اس نامسعودی تصادم میں کچھ اور تاخیر ہو گئی۔
 دونوں جانب سے انتقامات دوست درازیاں اور تیز ہو گئیں اور ہر ایک
 اپنے اپنے حقوق خاص کو اس حد تک کھینچنے لگا کہ سابق میں کوئی نظیر اسکی نہیں ملتی۔
 جس حکومت کو حسب معمول تو ضعیف تو انین کا موقع نہ دیا جاتا ہو تو (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا
 ہے) اسے ضروریہ طمع ہوگی کہ ایوان سے باہر جو محکمہ جات اسکے زیر اثر ہوں
 وہ انھیں کے قانونی و عدالتی فرائض کو برٹھائے۔ ایوان کے اندر اس نے ایسے
 مسودات پیش کئے جن میں مالی مسائل کے ساتھ سیاسی معاملات بھی اس طرح
 ملا دیئے گئے تھے کہ ان کا جدا کرنا ممکن نہ تھا، کسی مسودے پر نظر ثانی کرنا،
 دونوں ایوان کے لئے محض ایک نمائشی کارروائی ہوگی۔ اس جنگ کی ہماہمی میں
 رعایا کے حقوق اور ارکان ایوان کے حقوق بالکل پامال کر دیئے گئے۔ آخر الامر
 ایک مالی مسئلہ پر بساط جنگ بچھ گئی۔ جماعت ہائے مزدور ان کی نفع رسانی
 کے لئے یونینسٹ فریق نے تجویز پیش کی کہ تجارت کے لئے تحفظی طریقہ اختیار
 کیا جائے اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اس محصول کا باغیر مالک کے تیار شدہ
 مال پر پڑے گا اور برطانوی مزدوروں کے لئے کام کا پورا موقع نکل آئے گا،
 لبرلوں نے اسکا جواب اپنے موازنے سے دیا، جس میں یہ تجویز کی گئی کہ معاشری
 اصلاحات کے لئے ایک نئے طریقہ محصول سے روپیہ پیدا کیا جائے جسکا
 بار تعمیراتی زمینوں کے غیر مترقبہ اضافہ مالیت پر پڑے کیونکہ حرفتی انقلاب کے بعد
 قصبات کی بنا و عروج سے یہ اضافہ مالیت از خود بلا تردد پیدا ہو گیا تھا مسٹر جمبر لین
 نے اپنے بستر علالت پر سے یہ اعتراض بھیجا کہ تحفظ کے بالمقابل آزاد تجارت کی
 اس مالی تجویز کے منظور ہو جانے سے محصول درآمد کی کامگاری غیر معین زمانہ تک
 ملتوی ہو جائے گی، اور دارالامرا نے جو اپنے کو قدیمی نظام سلطنت کے
 ۱۹۰۹ء تا قابل تسنیر جہاز میں محفوظ سمجھتا تھا اس موازنے کو ۵۰ کے مقابلے میں ۳۵۰
 کی کثرت زائے سے نامنظور کر دیا حالانکہ دارالعوام نے اسے ایک خلاف معمول
 طولانی دوران اجلاس میں ۲۳۰ کی کثرت سے منظور کیا تھا۔ انگلستان کی

موازنے کا
استرداد

تاریخ میں اس قسم کے اختیار کا کام میں لانا تو درکنار، کبھی اسکا دعویٰ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں سمجھا یہ جاتا تھا کہ ۱۸۶۰ء میں گلڈ اسٹون نے ہمیشہ کے لئے اس دعوے کو طے کر دیا ہے کہ محصولات کے عائد کرنے اور ان کے منسوخ کرنے کے متعلق دارالعوام کا یہ حق بلا رد و کد قائم رہنا چاہیے کہ وہی ضبط چاہے اسکے طور و طریق اور مقدار وقت کا تعین کرے۔ "عام ہیجان میں ایک سال کے اندر دو انتخابات عمل میں آئے۔ پہلی پارلیمنٹ دارالامرا کے اس استحقاق کو باطل قرار دینے کے لئے جمع ہوئی کہ وہ سال رواں کے مالیات کو درہم و برہم کر کے ملک کے نظم و نسق کو روک دے اور اس طرح پارلیمنٹ کو بزور برطرف کر دے۔ ایک مسودہ قانون یہ پیش ہوا کہ آئندہ دارالامرا کو یہ اختیار نہ رہے کہ وہ کسی مالی مسودے کو نامنظور یا اس میں ترمیم کر سکے اور دوسرے مسودات کے متعلق ان کا حق تصنیح صرف ایک ہی پارلیمنٹ تک محدود رہے، اس کے علاوہ تہید میں بھی یہ لکھا گیا کہ وقت مناسب پر ایوان اعلیٰ از سر نو مرتب کیا جائے جو موروثی بنیاد پر نہیں بلکہ عام پسند اصول پر ہو، موازنہ دو بارہ بھیجا گیا تو امرانے اسے منظور کر لیا۔ دوسری پارلیمنٹ سے یہ چاہا گیا کہ وہ مسودہ پارلیمنٹ پر قوم کی مرضی کا اظہار کرے، جب اس جنگ نے ترقی کی تو امرانے پیہم مسودات قانون اور قراردادوں کی رو سے یہ چاہا کہ عاجلانہ طور پر اصلاح کی تجویزیں منظور کر کے اس حملے کی روک کریں مگر یہ کارروائیاں مشتے بعد از جنگ کا حکم رکھتی تھیں۔ وراثت خلیفہ اکبر کے اصول کو جو کسی وقت میں نظام سلطنت کا اساس خاص اور انگلستان کے نظم زمینداری کی بنیاد، سمجھا جاتا تھا، اسے ترک کر کے انھوں نے ایک تجویز یہ پیش کی کہ نسب و خدمات دونوں کو مجتمع کر لیا جائے اور انتخاب و نامزدگی کے طریق پر بھی عمل ہو۔ انھوں نے زور دیا کہ "جن مسودات مالی سے معاشری یا سیاسی اثرات مترشح ہوں، انھیں مسترد کر دینے اور ان میں ترمیم کرنے کا حق امر کو ہونا چاہئے۔ اس سے انھیں مالیات پر دارالعوام کے مساوی اقتدار حاصل ہو جاتا۔ انھوں نے یہی تجویز کی کہ متنازعہ فیہ مسائل کا امر او عوام کے مشترکہ اجلاسوں میں فیصلہ کیا جائے، اور یہ خواہش بھی کی کہ جب دارالامرا یا دونوں ایوانوں کے

۱۹۱۰ء
جنوری، ستمبر

نارضا منداشخاص متحد ہو کر کسی مسئلے پر قوم کے خاص تصفیے کا مطالبہ کریں تو اس وقت
 "مراجعہ" سے کام لیا جائے، یہ ایک پرخطر پریکٹس تھی جو نیا بتی حکومت کے
 تمام نظم کو درہم و برہم کر دیتی، لیکن اب اس قسم کی تجویزوں کا وقت گزر گیا تھا،
 موازنہ کے مسترد کر دینے سے طبیعتوں میں اس درجہ اشتعال پیدا ہو گیا تھا کہ
 بحث و مفاہمت کے لئے کوئی موقع باقی ہی نہیں رہا تھا۔ ۱۸۳۲ء کی طرح قانون
 پارلیمنٹ امریکہ کے پاس اس تہدید کے ساتھ بھیجا گیا کہ اگر ضرورت ہوگی تو اس قدر
 نئے امرابنا دیئے جائیں گے کہ وہ مخالفت پر غالب آجائیں، اس موقع پر ایوان امریکہ
 دروازوں تک بھرا ہوا تھا اور جوش کی کوئی حد و غایت نہ تھی، آخری وقت تک
 نتیجے کی طرف سے شک تھا، چھ سو چھتیس امرامیں سے انہتر لبرل امرانے
 مسودے کی موافقت میں، اور ایک سو چودہ انتہا پسند ٹوری امرانے اس کے
 خلاف میں رائے دی، تقریباً چھاس اعتدال پسند ٹوریوں نے اس خیال سے
 لبرلوں کا ساتھ دیا کہ پانچ سو نئے امیر بنا کر ان کا تختہ غرقاب نہ کر دیا جائے۔
 یہ قانون ایسے غیظ و غضب کے طوفان میں منظور ہوا کہ اس ایوان میں کبھی اس سے
 پہلے یہ حالت پیش نہیں آئی تھی، جب اس شور کی آواز دارالعوام تک پہنچی تو وہاں ایک
 نیا غلغلہ بلند ہوا جو پارلیمنٹ کی دیواروں کے باہر تک سنائی دیا، یہ آوازہ طرب
 یہ ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ امراکو عوام کی مرضی پر سر جھکانے کے لئے مجبور کر دینے والی
 اعلیٰ قوت قوم ہی کے ہاتھ میں ہے اور قوم کی طرف سے یہ قوت اد وزیر عظم
 یعنی "برگزیدہ قوم" کو تفویض ہے۔ دارالامر نے (جو دنیا میں قدیم ترین مجلس ہے)
 جب یہ دیکھا کہ اس کے آزادانہ اختیارات اور اس کے قدیم موروثی روایات
 دونوں کے دونوں ایک ساتھ نضت ہو گئے ہیں، تو تغیر کا پورا دور دورہ
 ہو گیا اور لوگوں کو آخر الامر ان حالات سے سابقہ پڑا جن کی پیشین گوئی پہلے
 قانون اصلاح کے مخالفوں نے کر دی تھی کہ اس قانون کا نتیجہ یہی ہونا ہے کہ
 اس سے وسیع و اساسی تغیرات واقع ہوں گے اور دارالامر کی ہستی اگر کلیتہً
 نمانہ ہو جائے گی تو کم از کم اسکی آزادی تو ضرور ہی برباد ہو جائے گی۔ دوسرے
 قانون اصلاح کے وقت سچھٹ نے امراکو متنبہ کر دیا تھا کہ جو طوفان دارالامر کو

قانون پارلیمنٹ
 مارچ ۱۹۱۱ء

اڑا لیجانا چاہتا ہے وہ اپنے ساتھ موروثی ریاست، وسیع اجتماع املاک اور معاشری اثر سب کو بیانیجا لے گا۔ اس کے الفاظ یہ تھے کہ جب تک دارالامرا قائم ہے، سو وقت تک تمام جماعت امر کو سوسائٹی پر اس سے بے انتہا زیادہ اثر حاصل رہے گا جو دارالامرا کے منسوخ ہو جانے کی صورت میں ہوگا، اسی قسم کی پیشین گوئیاں تیسرے قانون اصلاح کے متعلق بھی ہوئی تھیں کہ "یہ ایک ایسی کارروائی ہے جسکا اثر ہر قسم کی جائداد کے قبضے و انتقال پر اسی طرح پڑے گا جیسا کہ دوسری کارروائیوں کا اثر سیاسی تنظیمات کے اصول و عمل پر پڑا ہے۔"

آئرلینڈ
اصلاح

اگر فیصلہ تنہا انگلستان کے اوپر منحصر ہوتا تو ایک ایسا عظیم الشان تغیر آخری وقت میں بھی ٹل جاتا، کیونکہ ۱۹۱۰ء کے انتخاب کے وقت رائے دہندوں کے خیالات مختلف مقاصد کی طرف بٹے ہوئے تھے، ایوان ثانی، اصلاح محصول درآمد و برآمد، اتحاد (آئرلینڈ) اور موازنہ جس سے تمام معاشری قوانین تشریحات کی بحث اٹھ کھڑی ہوتی تھی، سب انکی توجہ اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے، ایسی حالت میں کسی ایک قانون کے وضع کرنے کے متعلق ملک کی رائے لینے کی مشکل اس سے ظاہر ہے کہ اس انتخاب کا نتیجہ کیسا کچھ اچھا ہوا سارہا۔ انگلستان میں دونوں فریقوں کا توازن برابر برابر رہا، ایک طرف حرفتی بلدات و قصبات تھے اور دوسری طرف زرعی اصلاح، غرض سہ ۲۷ لبرل اور ۲۷ ٹوری منتخب ہوئے اور ان دونوں سے الگ ایک گروہ اسم حزب العمل کا تھا۔ اسکاٹ لینڈ اور ویلز نے حکومت کی تائید کی مگر دونوں کے وجود مختلف تھے، قوم کے فیصلے کی مختلف تاویلیں کی جانے لگیں۔ اغراض کی اس اتبری اور قوتوں کے اس توازن میں آئرلینڈ کو حصول رفعت کا موقع مل گیا اور اسی نے اس قبضے کا تصفیہ کیا۔ موازنہ جس میں اب ایک برس کی تاخیر ہو گئی تھی، اس کی منظوری دینے کے قبل (آئرلینڈ کے) قوم پرستوں نے انتہا پسند استیصالیوں کے ساتھ ملکر یہ مطالبہ کیا، کہ تمام کاموں سے پہلے "حق تردید" منسوخ کر دیا جائے حکومت قطعاً و حتماً اس امر کا اقرار کرے کہ مسودہ قانون پارلیمنٹ کو وہ اتمام تک پہنچائے گی اور "ہوم رول" (حکومت خود اختیاری) کا راستہ کھلا چھوڑ دے گی۔

۱۹۱۰ء
اپریل ۱۹۱۰ء

تاریخ کے انتقالات کی یہ بھی ایک مثال ہے کہ ایک قوم جو اپنے ملک کی حکومت خود اختیاری سے منقطع کر دی گئی ہو اسے مدت تک یہ قوت حاصل رہے کہ وہ سمندر کے دوسرے جانب انگریزی سیاسیات کو یا اپنے حسب مرضی چلائے یا اسپین ابری برپا کر دے، ۱۸۰۱ء سے ۱۸۸۶ء تک دس وزارتیں آئر لینڈ ہی کے معاملات میں اپنی جگہ سے گریں۔ اس اتحاد کے قانونی صورت اختیار کرنے کے بعد جو سیاسی رجحوت واضطراب کے تاریک ترین دور میں تجویز ہوا تھا، اہل آئر لینڈ، انگلستان کی مزدوری پیشہ جماعتوں میں عمومی آزادی کے مبلغ کے طور پر گشت لگاتے پھرتے تھے، اور انھیں نے عامۃ الناس کی تسلیم کے نمونے پیش کئے، اور سب سے پہلے "قومی اتحاد مزدور" کے ترتیب دینے کے لئے سرگرم ہیا کئے، اور انھیں نے منشوریوں کی شور انگیزی کی بنا قائم کی۔ یہی اہل آئر لینڈ تھے جنہوں نے "قانون رفع قیود" کے وسیلے سے سرکاری کلیسا کے غلبہ پر، "جنگ عشر" کے ذریعے سے اس کے املاک کے غالبانہ دعاوی پر، اور "قانون منوخی کلیسا سے سرکاری" کے توسط سے اسکی سیاسی اہمیت پر، پہلی خوفناک ضرب لگائی۔ مسئلہ اراضی میں اہل آئر لینڈ ہی نے بساط جنگ پھوادی، آئر لینڈ میں، غیر مفید زمینداری، اس کے سیاسی و معاشری دیوالیہ پن، اور تحریک کی قوت کا منظر پیش کر کے انھوں نے انگریزی کسانوں اور مزدوروں میں ایک نئی حرکت اور نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے انگلستان کے طبقہ امرا کو اس اکھاڑے میں اترنے پر مجبور کر دیا جسکے حدود اسوجہ سے تنگ ہو گئے تھے کہ یہ امر آئر لینڈ کے اس نظم زرعی سے اتحاد و اتفاق رکھتے تھے جس نے تعزیری قوانین کے تحت میں نشوونما پائی تھی اور جو تہدید کے ذریعے سے قائم تھا، چودہ برس کے اندر انگلستان میں زمیندار شرفاکی قوت منتشر ہو گئی تھی اور اس جنگ کی آواز بازگشت، انگلستان میں محسوس ہو رہی تھی آئر لینڈ کے پہلے قانون اراضی کے بعد ہی، ۱۸۳۴ء کے بعد سے پہلی مرتبہ انگلستان کے زرعی مزدوروں میں اضطراب پیدا ہوا، اور انگلستان کے کسانوں نے پہلی مرتبہ یہ لا حاصل کوشش کی کہ ابری سے ان کا جو نقصان ہوا ہے اسکا معاوضہ ملے۔

دوسرے قانون کے بعد پہلی مرتبہ قوانین شکار میں ترقی کی گئی، یہی قوانین تھے جن کے متعلق برائٹ نے ۱۸۲۵ء میں دیہات کے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ ان قوانین کے تحت میں سالانہ پانچ ہزار آدمیوں کو بھرانہ، قید اور جلا وطنی کی سزا بھگتنی پڑتی ہے، اس کے ساتھ ہی کاشتکاروں کو زیادہ موثر طور پر معاوضہ نقصان دیا گیا، اور اس وقت کسی ایک شخص نے بھی "آزادگی معاہدہ" کے مقدس حق کے لئے آواز بلند نہیں کی۔ "انگلستان اور آئرلینڈ" کے درمیان جو غار عمیق پیدا ہو گیا تھا، اس میں بقول گوشن، "انگلستان" مراعات پر مراعات پھینکتا چلا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ "ہم نے اس غار میں اصول کے بڑے بڑے دور پتھر لڑکا دیئے ہیں، اور بڑی بڑی عظیم الشان پارلیمنٹی قربانیاں اس کی نذر کر دی ہیں" جو اصول اس راہ میں صدقے ہوئے تھے وہ ازلی وابدی اصول نہیں تھے بلکہ نظام سلطنت کی وہ صورت تھی جسے انگلستان نے اتحاد (آئرلینڈ) کے قبل اپنے لئے قائم کیا تھا، اور اتحاد کے بعد بھی بلا تغیر اسے قائم رکھنا چاہتا تھا۔ ایک صدی تک آئرلینڈ کو تہدید کرتے رہنے سے حکمران ملک نے مطمئن کی اس تسلیم کو بھلا دیا کہ قانون کا علمی اصول پر نفاذ پذیر ہونا اور اس کا منضبط طریقہ پر مبنی ہونا رعایا کے تحفظ کی بہترین صورت ہے۔ اب رائے عامہ میں خیال داخل ہو گیا کہ قانونی نظم و نسق شخصی رائے کے تابع ہے اور قانون کی مقادمت سے کوئی جرم لازم نہیں آتا۔ آئرلینڈ نے دارالعوام کو یہ نقصان پہنچایا کہ قوانین تہدید کے اجرا کے لئے "ذنوا بطل مباحثہ" بنانا پڑے جس سے دارالعوام کی قیدی آزادی برباد ہو گئی، "اد قانون احضار ملزم" کے معلق کرنے کے لئے سدا الباب کا طریقہ نکلا، اور ایک دائمی "اد قانون اجراء" کو منظور کرنے کے لئے طریق "اد جلو تین" جاری ہوئی، اور پارلیمنٹ کے مقدمے کی سماعت کے لئے جبراً "اد قہر" کمیشن کا تقرر ہوا۔ اس اتحاد کی وجہ سے جب سلطنت نے زیادہ مرکب ہیئت اختیار کر لی، اور آئرش فریق جو جداگانہ اغراض کا نمائندہ تھا اس نے نئے گروہوں کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا تو دو فرقوں کا وہ طریقہ جسے انگلستان نے اپنے خاص ضروریات کے لحاظ سے تدریجاً پیدا کر لیا تھا، درہم و برہم ہو گیا۔ اہل آئرلینڈ کے

۱۸۴۸
۱۸۹۱

۱۸۴۶

جذبات سے ان کے قدیم معاند (دارالامرا) کے خلاف جس سے یہ لوگ ہمیشہ لاجسٹری حاصل التجائیں کرتے رہتے تھے، کام لیا گیا اور ایک نسل کے اندر اندر، طبقہ امرا کا موروثی اقتدار اور ان کے ایوان کا غالبانہ اختیار شکست ہو گیا جب اہل آئرلینڈ، برطانیہ کے طبقات مزدور ان کے ساتھ متحد ہو گئے تو ان کے اس اتحاد کے سامنے وراثت خلف اکبر کی فوقیت اور بڑی بڑی ریاستوں کی قوت سب پست ہو گئی اور قدیم نظام سلطنت بیخ و بن سے ہل گیا، آئرلینڈ کبھی اس امر سے باز نہیں رہا کہ اتحاد کی رو سے برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اس کے جو تعلقات قائم ہو گئے تھے انھیں ایک مسئلہ متنازعہ فیہ بنائے رہے اور اپنے "ہوم رول" کے پیارے مطالبات سے انگریزی فریقوں کو پاش پاش کر دے۔ بارہ برس کے اندر اندر اس مسئلے کے حل کرنے کی ایک چوتھی کوشش کی گئی کہ ایک تجویز "تحویل" کی سوچی گئی جسے مسودہ کو نسل ہائے آئرلینڈ میں مدوں کیا گیا، اور جب اسے ناکافی قرار دے کر خارج کر دیا گیا تو اس کے بعد ایک نیا مسودہ قانون یہ پیش ہوا کہ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ از سر نو بحال کر دی جائے اور وہاں کے حکام عاملانہ اسی کے روبرو جوابدہ ہوں، یہ مسودہ اب پارلیمنٹ کے زیر غور ہے، اسی قسم کے "ہوم رول" کی تجویز سے اس بحث کا دروازہ کھل گیا ہے کہ صرف آئرلینڈ ہی کے لئے ایک نئی حکومت نہ ہو بلکہ سلطنت متحدہ کے تمام اعضا کے لئے ایک متفقہ نظام سلطنت قائم ہو۔ اٹھارھویں صدی میں جلیل القدر لارڈ چلمسٹم اس اتحاد کے خیال ہی کے قبول کرنے سے برابر انکار کرتا رہا تھا جس سے برطانوی مجلس وضع قوانین میں آئرش امراء و عوام کے اضافہ سے طغیانی آجائے۔ زمانہ جدید کے مبصروں کے لئے یہ کہنا آسان نہیں ہو گا کہ انجام کار میں ان میں سے کونسا طبقہ سلطنت کے قدیم توازن کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا؟

پس اہل آئرلینڈ، انگلستان میں اپنے مخصوص مسائل اور اپنی نئی قوتوں کو داخل کر کے اسکی ترقی کو تیز بھی کر سکتے ہیں اور اس میں روٹے اٹھا کر سلطنت متحدہ و شہنشاہی کے اہم سیاسی مسائل میں ابتری بھی پیدا کر سکتے ہیں، لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں تمام صدی میں انگریزی قوم خود اپنی ان تھک قوت سے

۱۹۰۷

۱۹۱۳-۱۹۱۱

انگریزی حکومت
خود اختیاری

عمومی حکومت خود خست یاری کو پورے طور پر مکمل کرنے کے لئے برابر آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ (تکلیفیں اگرچہ بہت بڑھی ہوئی تھیں مگر) قوم کے اعتبار سے ان سو برسوں کی خاص کامیابی یہ نہیں تھی کہ ان تکالیف میں تخفیف ہو گئی بلکہ کامیابی یہ تھی کہ ہر صنف کے لوگ کامل شہرت کے رتبے پر پہنچ گئے یہاں تک کہ برطانیہ عظمیٰ کے باشندے حکومت عمومی کے پیشرووں میں تمام دنیا سے مقدم قرار پائے گئے۔ حکومت خود خست یاری کے جس شعور و ادراک نے طبقات مزدور ان کی رضا کارانہ انجمنوں میں پرورش و تربیت پائی، اور قصبات و دیہات کے مقامی نظم و نسق کے وسیلے سے طبقات متوسط میں نشوونما حاصل کی اور اس حد پر پہنچی کہ پارلیمنٹ اور مجالس و وزراء پر اقتدار جمایا، اب اسے روکنا یا اسے کسی خاص روش کی طرف پھیرنا وزیر کی قوت سے بالاتر ہو گیا تھا۔ ایک طرف حکومتیں اور پارلیمنٹیں آئندہ کے متعلق غیر متیقن اتفاقات کی امید و بیم کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں اور نہیں جانتی تھیں کہ آئندہ ان کی قسمت میں کیا لکھا ہے، دوسری طرف گزشتہ صدی کے انقلاب نے لوگوں کی بہالتوں، ان کی سرگردانیوں اور ان کی خیال آرائیوں پر ایک نظر غلط انداز بھی نہیں ڈالی اور اپنا رخ بدلے بغیر ایک روش پر چلا جا رہا تھا۔ اس زمانہ تغیر کے سربراہ اور وہ انگریزوں میں سے صرف گلڈ اسٹون کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی شخصی زور و قوت سے اپنے وقت کے واقعات کو مغلوب کر لیا تھا، اور اپنے حامی و غالب ارادے کے علامات ان واقعات پر نقش کر گیا ہے۔ (تغیر کے اس طوفان بلاخیز کے) عین منجد ہار میں اس نے انگلستان کو مجبور کر دیا کہ وہ عمومی و قومی مطالبہ کے پورے زور و قوت کو سمجھے۔ اصل یہ ہے کہ سیاسی فریقوں کے مساعی اس رو کو نہیں پھیر سکے بلکہ اس رو نے خود انہیں کو توڑ دیا۔ اس نے ٹریڈ یونینوں کو کنسرو میٹو بنا دیا اور پھر جب کنسرو میٹو نے کوئی زیادہ پائیدار نام اختیار کرنا چاہا تو انہیں "لا یونینسٹ" (حاجی اتحاد) کا لقب دیدیا۔ اس نے وہ گوں کو لبرل اور پھر لبرلوں کو ریڈیکل (استیصالی) بنا دیا، اور قریب ہے کہ یہ ریڈیکل اب نئے گروہوں میں منقسم ہو جائیں۔ جماعت مزدوران نے اپنی ہیبت ناک مخالفت سے باری باری سب کو سرفراز کیا ہے، تمام طبقات ان تغیرات سے جنکی کوئی نظیر تاریخ انگلستان میں نہیں ملتی، مغلوب ہو کر

پوشیدہ غیر معلوم معاملات کی طرف قدم بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ سو برس پہلے کے زمیندار جو علمی طریق پر زراعت کرتے اور احاطوں کے بنانے میں ہمہ تن مستغرق تھے، انھوں نے اس امر سے کچھ تنبہ نہ حاصل کیا کہ جس طریق کار نے زرعی مزدوروں کے دلوں سے ان کے آبائی بھوپڑوں اور دیہات کی اراضی مشترک کی الفت کو زائل کر دیا ہے اور کاشتکاروں کو مزدوری پیشہ بنا دیا ہے، وہ طریق کار آخر میں ان کے قدیمی دارالامرا کی قسمت کو بھی میٹ کر رہے گا۔ اگر اس زمانے کے اقتصادیات کو صحیح باور کیا جائے تو قوریت کا ٹوری اصول اور قدیمی حقوق کا فخر قومی زندگی کے اندر بیخ و بن سے اکھڑ گیا تھا۔ علیٰ ہذا ارباب دولت نے حرفتی انقلاب کی وجہ سے جو وسیع شخصی قوت پیدا کر لی تھی، انھیں بھی زمانہ آئندہ میں اس قوت کے متعلق کچھ اچھے آثار نظر نہیں آتے جب تک اسے اے مارگر اور مزدور سب اجیر مزدوروں کے ایک عام انبوہ میں بلا امتیاز شامل نہیں گے اس وقت تک بالضرور دولت کا اجتماع ہوتا جائے گا لیکن ان بدت العمر مزدوری کرنے والوں کی ضروریات کے بالاستقلال اضعا فامضعا فابڑھ جانے سے اور ان کی اس سعی و کوشش سے کہ وہ زندگی پر خود اقتدار حاصل کر لیں ایک نیا دارالعوام صورت پذیر ہو گیا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ دارالعوام کے اس موجودہ تغیر کا انجام کیا ہونگے۔ اگر ایوان اعلیٰ کو کوئی تدبیر ایسی نکالنا ہے جس سے وہ غیر فدارانہ نظر ثانی کی قوت حاصل کرے تو ایوان ادنیٰ کو بھی اپنے لئے ایسے تحفظات کے مہیا کرنے کی ضرورت ہے جس سے وہ قوم کی مرضی کو قوم کے آزادانہ منتخب شدہ نمائندوں کے فروغ سے بے وغدغہ آزادی کے ساتھ ظاہر کر سکے آئندہ کے اس قسم کے مسائل میں گزشتہ واقعات نقش قدم کا کام نہیں دے سکتے کیونکہ اس سے پہلے انگریزی تاریخ میں کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا تھا کہ روایات قدیمہ کی وقعت اس درجہ پست ہو گئی ہو یا سلطنت کی قدامت کا فخر اس طرح بے چون و چرا خاک میں ملا دیا گیا ہو۔ وہ کنسر ویٹو طبقات جو ایک صدی پہلے انگریزی نظام سلطنت کو یہ سمجھتے تھے کہ انسانی تخلیقات میں وہ تقریباً اتم و اکمل شے ہے، وہی کنسر ویٹو اب انقلابی تغیرات کے بڑے پر جوش حامی بن گئے ہیں۔ مزدوروں کی

دنیا ان لوگوں کے روایاتِ قدیمہ کے قبول کرنے سے انکاری ہے جو اپنے حقوق کی بنا زمانہ قدیم پر رکھتے ہیں، ان مزدوروں کا دعوے یہ ہے کہ وہ لاکھوں بے نام و نشان اشخاص جو گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں وہی نئی دنیا کے حقیقی و قابل اعتماد بانی ہوں گے۔ جو لوگ ماضی کے مسلسل مشکلات پر غالب آتے رہے ہیں وہ ان خطرات پر جن کی آئندہ ترقی میں سنگ راہ بننے کا گمان ہوتا ہے، غیر متزلزل اعتماد کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں۔ جمہوری حکومت کو منزل مقصود تک پہنچانے میں جس پر خطر ہمتخوار کا سامنا ہے، اسے طے کرنے کے لئے انھیں اپنی تربیت یافتہ تنظیمات کے انضباط، اپنے امور عامہ کے کاموں کی مہارت اور عام اغراض و ذمہ داریوں کے مجموعی احساس کی وسعت پر، بھروسہ ہے، اسے خواہ مردانہ خود اعتمادی کا نتیجہ کہیں یا تغیرات کی نئی پیدا شدہ عادت کا اثر سمجھیں لیکن ہے یہ کہ لوگ اس ہمہ تن انقیاد و مضطربانہ خوف سے آزاد ہوتے جاتے ہیں جس نے پرانے وقتوں کے ایک دارالعوام میں (جب اسے اپنے امتیازات کے شکست ہو جانے کا خطرہ پیش آیا) ہل چل ڈال دی تھی، اور لاکھوں آنکھیں پر نرم تھیں، بہتوں نے بولنا چاہا مگر خود اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر خاموش ہو گئے۔“

۱۹۳۸

سورس پہلے جبکہ بلند پایہ اصولوں کی صدا میں بلند ہو رہی تھیں اور سرکش ابنوہ عوام، آزادی کے بند دروازوں کو فتح کرنا چاہتا تھا، تو بہت سے پرچوش شاعر تاریکی کے رفع ہونے اور نئے زمانے کے کامیاب رہنے کے راگ گانے کے لئے موجود تھے، صدی کا کچھ زمانہ گزرنے کے بعد عام خوش حالی کے اندر جنگ کا یہ شور و شر غائب ہو گیا، اور طبقہ متوسط نے اپنے لئے جو آزادی و ترقی حاصل کر لی تھی اسپران کے مطمئن ہو جانے سے شاعری بھی عکس پذیر ہوئی، اور اس نے بھی نرم تہر و دش اختیار کی اور ہنگامہ آزادی کا غوغا بند ہو گیا۔ بعد کے زمانے میں جب عام رضامندی سے تمام اہل ملک کے لئے یکساں آزادی و حصول مواقع کو اصولاً تسلیم و حنفیہ ظاہر کیا گیا، تو پھر قومی فرائض نے ان قبول شدہ اصولوں کو عملی شکل میں لانے کے لئے بہت ہی نازک شرح و بسط کی صورت اختیار کی گویا وہ تربیت و توازن کا ایک مصنوعی آلہ بن گیا۔ زندگی کی بیتوں نے زیادہ سست رفتار اختیار کی، مادی خیالات نے سب سے تقدم حاصل کر لیا، اور جزئیات کے

انبار نے اس جوش و خروش کو نظروں سے بالکل پوشیدہ کر دیا جو آزادی کے درختوں کی تھیلیوں کی ابتداءے جنگ میں پایا جاتا تھا۔ علم ادب کو اس قسم کی جرئیات کی لاجل محنت سے کوئی سروکار نہیں تھا، لیکن اگر اس وقت کے مادی کاروبار میں عمل کے ولولہ انگیز خیالات کم روشن نظر آتے ہیں، تو اسکی تلافی اس طرح ہو جاتی ہے کہ معاملات عامہ میں انہماک کے ساتھ کام کرنے والوں کی تعداد کے روز افزوں ہوتے جانے اور اس انقلاب عظیم کے آئندہ مرحلے کے واسطے تیار ہونے کے لئے جمعی علی الاتصال کوششیں اور بیدار مغزی کی ضرورت ہے، اس کے وجود میں آجانے سے اصلاحی جوش و اعتماد کی حدیں وسیع ہو گئی ہیں، انگلستان کی تاریخ میں کوئی وقت ایسا نہیں آیا ہے جب آئینی تغیرات کے مسائل نے ایسی فوری و نازک صورت اختیار کر لی ہو یا انگریزی قوم کی عقل و دانش اور ان کی باہمی و فاشعاری کی ایسی سخت آزمائش کی ضرورت پیش آگئی ہو۔ اس وقت کوئی طبقہ بھی اگر اسے فرض سے پہلو تھی کرے گا تو پھر ناکامی یقینی ہے۔ اگر یہ کام تمہا جماعت مزدوروں پر چھوڑ دیا گیا کہ وہی ترقی کے لئے اعلیٰ جوش اور قوت تحریک پیدا کریں، یا مادی آرام و آسائش کے زیادہ وسیع کرنے کے تقاضے کو علمی دور بینی و رہبری کے بغیر اختیار کر لیا گیا، یا دولت مند اور صاحب فرصت طبقات کی طرف سے اس معاملے میں محض سوئے ظن و رجحت پسندی سے کام لیا گیا، یا تمدن جدید میں معاشری اغراض کے زیادہ لطیف فہم و فراست کے پیدا کرنے میں وہ ناکام رہے تو نتیجہ سب کا یہی ہے کہ مادیت کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اور ان میں سے ہر ایک، علی قدر مراتب اس کا جو ابدہ ہو گا۔ ہم اس خطرے کے قریب پہنچتے جاتے ہیں جسے ایک آزاد قوم کے ایک بہت بڑے حکمران یعنی رئیس جمہوریہ لنکن نے پہلے ہی دیکھ لیا اور کہہ دیا تھا کہ بددقوں سے یہ امر ایک اہم سوال پیش نظر رہا ہے کہ آیا کوئی حکومت جو اپنی قوم کی آزادی کے لئے زائد از ضرورت قوی نہ ہو وہ اہم نازک مواقع پر اپنی ہستی کے قائم رکھنے کی قوت بھی رکھتی ہے یا نہیں؟ دنیا کو یہ دیکھنا ہے کہ جن قوموں نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ انسانی آزادی کا آخری راز دریافت کیئے بغیر نہ رہیں گی انہیں ابھی کس قدر امتحانات و مصائب کے درمیان سے گزرنا اور نئی نئی زندگیاں اختیار کرنا باقی ہے؟

جز دوم

خارجی و استعماری حکمت عملی

۱۸۱۵-۱۹۱۴

جنگ و اٹرلو کے بعد برطانیہ کی معاشری و سیاسی ترقی
 اب مثل سابق صرف قومی حالات ہی کے تابع نہیں تھی بلکہ جن اثرات کے
 تحت میں نیا انگلستان صورت پذیر ہوا تھا وہ بہت کچھ بدل گئے تھے۔
 چونکہ اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد برطانیہ نے اپنی توجہ وسیع سمندروں
 کی طرف منعطف کر دی تھی اور یورپی معاملات سے اپنے کو الگ کر لیا تھا،
 اس لئے براعظم کے افکار علیہ کی نسبت بھی دلچسپی کم ہو گئی اور اس صدی میں
 براعظم کے اعلیٰ علم ادب نے جس قدر کم اثر انگریزوں کی طبیعت پر ڈالا شاید
 پہلے کسی صدی میں ایسا نہیں ہوا تھا، اسی حال میں ایک صدی گزر گئی پھر کہیں
 جا کر یہ آشکارا ہوا کہ وہ پر زور طاقتیں جو غنیمت یورپ کے منظر کو بدلا
 چاہتی تھیں انکی طرف سے ملک میں کیسی سخت لاعلمی طاری ہے، لیکن
 کرہ ارض کے پانچویں حصے پر برطانوی شہنشاہی کے وسیع ہو جانے سے، اس دوران
 میں سیاسی اثر کی دو متضاد لہریں دنیا کے بعید ترین حصص سے جھلکنا شروع
 سے ٹکرا رہی تھیں۔ ایک طرف تو ان حکام کی تعداد جو دور دراز توابع سے
 آتے تھے روز بروز افزائے ہوتی جا رہی تھی ان حکام کی تربیت نظم حکومت میں
 اس طرز کی پہنچی ہوئی ہوتی تھی جو ایک بڑی قوم ماں باپ بنکر دوسری قوم پر
 کرے۔ اس لئے جب وہ واپس آتے تھے تو ایسا تجربہ اور ایسی طبیعتیں لیکر آتے
 تھے جو وطن کے عمومی رجحانات کے مغائر و مخالف ہوتی تھیں۔ دوسری طرف
 استعماری حکومتوں کا سلسلہ دباؤ پڑ رہا تھا، ان مستعمرات میں آزادی کی آندھی
 بڑی تیز چل رہی تھی جس نے پرانے انتظامات کو الٹ پلٹ کر دیا تھا اور یہ دباؤ

وہ ہے جسکے زور کو انگلستان نے اب سمجھنا شروع کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موٹر وائٹا کے وقت سے انگلستان ایک ایسے زمانے میں داخل ہو گیا ہے جسکی وسعت و هجوم کی حدود غایت اور جسکی پیچیدگیوں اور الجھنوں کی کوئی نظیر سابق میں نہیں ملتی، پس ان نئے حوادث و حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے برطانیہ کی تمام خارجی و استعماری حکمت عملی کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنا پڑا ہے۔

۱۸۱۵ء میں جنگ و انقلاب کا وہ دور ختم ہوا جو تقریباً تیس برس تک

موٹر وائٹا

قائم رہا تھا۔ انیسویں صدی کا افتتاح (غیر متوقعہ) بد نظمی و ابتری کے ساتھ ہوا، سرحدوں کی حالت یہ تھی کہ وہ تو دہائے ریگ کی طرح ادھر سے ادھر ہوتی رہتی تھیں، کتنے تاج و تخت تھے کہ انکا کوئی والی وارث نہ تھا، اور کتنے بادشاہ تھے جو بے تاج و تکیں تھے۔ مدبرین ملک کو ایک سر بازارہ جلال قتال کے نتائج مابعد سے دوچار ہونا پڑا تھا، اور انھیں ایک ایسے برا عظم کو از سر نو ترتیب دینا تھا جسکے باشندے بے بس تھے اور مہبوت ہو کر ماتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ یہ زمانہ دیر پا امن کے قائم کرنے کے لیے نامبارک ثابت ہوا۔ جذبات شدت کے ساتھ بھر پور رہے تھے اور بے اعتمادیوں کی گرم بازاری تھی۔ تعین حدود، تاوان اور تحفظات کے سوالات نے تمام توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ البتہ سے پولین کی واپسی نے سکون خاطر کے ساتھ غور و فکر کو روک دیا۔ موٹر وائٹا نے اپنا کام جس طرح ہوا اس سیدھا ختم کیا اور عہد ناموں کے ایک طومار پر روروی میں دستخط ہو گئے۔ کانٹ نے دائمی امن کے لیے ایک مدلل تجویز کا اعلان کیا تھا، اور شہنشاہ روس الکزنڈر اول نے سب جگہ ایک ہی قانون عامہ کے قائم کرنے کا خیال ظاہر کیا تھا، مگر دوبارہ جنگ و جدل کے برپا ہوجانے سے جسکا خاتمہ و اثر لو میں ہوا یہ سب تجویزیں بالائے طاق ہو گئیں۔ انگریزوں کے نمائندہ لارڈ کاسلری نے جسکو امید تھی کہ ایک دائمی «ارتباط» قائم ہو جائے گا، بین الاقوامی پولس کی تجویز مسترد کر دی۔ وہ پہلے ہی سمجھ گیا کہ یہ پولس زیادہ تر روسیوں پر مشتمل ہوگی

۱۷۹۵

۱۸۰۱
۱۸۲۵

اور اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں الگزنڈرووسرا نپولین نہ بن جائے۔ بدترین اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے اعتبار سے مختلف راستے تھے، اگرچہ موتمر کے ایک اعلام کے ذریعے سے بروہ فروشی کے بند ہونے کا اعلان کر دیا گیا تھا تاہم (بالفاظ ٹیلرینڈ) "اجبشیوں کا معاملہ" اس وجہ سے ملتوی کر دیا گیا کہ انگریزوں کی بحری طاقت کی طرف سے سب کو رشک و حسد تھا اور ان کے اختیارات تلاشی کی طرف سے بے اطمینانی تھی۔ ٹیلرینڈ جو اپنے زمانے کا سب سے زیادہ تجسس بہ کار و پرفن بدبر تھا، اس نے اس عام بد اعتمادی سے فائدہ اٹھا کر "لا جائز"، نظم حکومت کی ایک تعریف بیان کر کے اسکے منظور کئے جانے پر زور دیا و تعریف یہ تھی کہ جائز نظم حکومت وہی ہے جسکے مقبوضات کوئی تاریخی بنیاد رکھتے ہوں اس ذریعے سے باربن کے گھرانے والے، فرانس، اسپین اور نیپلز میں پھر برسر حکومت کر دیئے گئے اور قومیں "امیوشیوں کی طرح بارٹون میں بند کر دی گئیں"، ٹیلرینڈ کے اصول مسلمہ نے قومیت کا کچھ لحاظ نہ کیا اور ان چھوٹی قوموں کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں جنہوں نے سب پر ظلم کرنے والے (نپولین) کو زیر کرنے میں مدد دی تھی، اور اب یہ قومیں پھر شاہی خاندانوں کی از و حرص کا شکار رہو گئیں۔ جرمنی کے قومی اتحاد کا جو خوف طاری تھا، اسکو بے رفع کیا کہ انتالیس جرمانی سلطنتوں کی ایک غیر مربوط سی مشترکیت قائم کر دی گئی اور آسٹریا کو اس مشترکیت کا سرگروہ بنا کر فرینکفرٹ کی ڈائٹ میں دائمی صدارت دیدی اور اس طرح قومی اتحاد یا کسی مضبوط مرکزی حکومت کے قیام کا راستہ بند کر دیا، غرض کہ کیتھولک جنوب اور پروٹسٹنٹی شمال میں بنائے محاصمت قائم کر دی گئی اور پروٹسٹا کو اس مصیبت میں پھنسا دیا گیا کہ جرمانی قوم کی سرگروہی حاصل کرنے کے لئے وہ پاس برس تک آسٹریا سے لڑتی رہے۔ اہل فنلینڈ، روس کے تابع اور اہل ناروے، سویڈن کے، تابع اور اہل بلجیم، ہالینڈ کے حوالے کر دیئے گئے۔ اطالوی بدستور آسٹریا کی رعایا بنے رہے، یا پوپ کے دنیاوی اقتدار کے تابع کر دیئے گئے،

انگلستان
یورپ

اور اہل پولینڈ اس نا انصافانہ تقسیم کا بدستور شکار رہے۔ شورش کی آگ
بجھادی گئی تھی مگر ہنوز کچھ چمکائیاں، پیروں کے نیچے روندنے سے رہ گئی تھیں؛
کاسلری کی رہبری میں انگلستان کو براعظم کے ساتھ ایسا گہرا
تعلق ہو گیا تھا کہ اس سے قبل یا اس سے بعد کبھی ایسا تعلق نہیں ہوا۔
جمہوریہ فرانس کی لڑائیوں میں اس نے خود کو بہت صاف صاف رجحان پسندی
کے اصول کے ساتھ متحد و متفق کر دیا تھا، مگر نیولین کے آخری زمانے کی کشمکش
نے زیادہ پیچیدہ ترکیب اختیار کی تھی، کیونکہ مطلق العنانی پر اصرار و ابرام کرنے
پہلو بہ پہلو جرمنی و اسپین میں قومی تحریکوں نے ظاہر ہو کر اس نئی کشمکش میں
حریت کے عناصر پیدا کر دیئے تھے، لیکن جنگ و اڑٹو کے بعد رجحان پسندی
کی کامیابی مکمل ہو گئی۔ انگلستان نے محکوم قومیتوں کی جانبداری میں زبان تنگ
نہ پٹائی، پوپ کی دنیاوی طاقت کے بحال کر دینے میں مدد دی، اطالیہ
و اسپین میں بدترین کلیسائی صورتوں کے دوبارہ قائم ہو جانے کو روک رکھا،
اور جرمانی انتظام کی اس حقیر مطلق العنانی کو قبول کر لیا جو آسٹریا چائسلر،
پرنس ہٹرنک نے صادر کی تھی۔ خاندان ہاربن کی بادشاہی قائم رکھنے کے
اقرار میں بھی وہ داخل تھا، کیونکہ لوئس ہیرڈیم جسے متحدین لاپنے ساز و سامان
کے اندر، چھپا کر لائے اور تخت پر بٹھا دیا، اسے برطانیسی سپاہیوں ہی کے
زور سے فرانسیسیوں پر مسلط کیا گیا تھا، اور انگریزوں ہی کے نظام سلطنت کے
موافق وہ حکمرانی کرتا تھا، لیکن باوجود ناکامیوں کے تو مسٹر نے لوگوں کو
ملا ارتباط یورپ کے ذکر مذکور کا عادی بنا دیا اور اس طرح بعد کے
توقعات کے لئے ایک نظر قائم کر دی۔ سات برس بعد تمام یہ کوشش جاری
رہی کہ یورپی اقوام کے تعلقات اور مختلف سلطنتوں کے نیک و بد، دول نظام کے
مشترک عمل کے تابع فرمان ہوں، مگر اس ارتباط کو دو فوری خطرات کا اندیشہ
لاحق تھا۔ پہلے وہوں کے گلوں میں طوق علامی ڈال دیا گیا تھا، انہما مسلسل تعرض،
یعنی وہ حریت جو انقلاب کی جان رہ چکی تھی، پھر اٹھانے کے لئے تیار تھا،
اور قومی حقوق کے اعتقاد سے ان قوموں میں اور بھی قوت آگئی تھی، لیکن

یورپی حکومتوں کو اس خطرے کا اتنا خوف نہیں تھا جتنا انہیں خود انگلستان کا دغدغہ لگا ہوا تھا، کیونکہ انگلستان کی حالت یہ تھی کہ وہ براعظم کے حلقے سے باہر واقع تھا، وہ اپنی حالت میں سب سے الگ اور اپنی ضروریات کا خود پورا کرنے والا تھا، اور اسکی نظر یورپ کے حدود سے بہت دور دور پہنچتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس یورپی حلقے کو توڑ کر نکل جانے والوں میں برطانیہ عظمیٰ ہی سب سے مقدم ہے، وہ ایک ایسی نئی شہنشاہیت کی پر زور مشرقتھی جو اس صدی میں قوموں میں جاری و ساری ہو جانے والی اور شہنشاہیت کی ہوس میں یورپی ارتباط کو پارہ پارہ اور یورپی طاقتوں کے توازن کو درہم و برہم کر دینے والی تھی؛

شہنشاہی
نورث بحری

انگلستان جب جنگ ہائے نیولین سے فارغ ہو کر نکلا ہے تو اس نے اپنی بحری طاقت کے متعلق ایسی پرہیزگاری قائم کر لی تھی کہ سو برس تک کوئی ملک اسکی بحری طاقت سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس انقلاب کی لڑائیوں نے اسکے قدیمی مقبوضات میں بحر شمال کے انڈر ہیلینگولینڈ کا اضافہ کر دیا تھا، بحیرہ روم میں قدم جانے کے لیے اسے مالٹا کا ایک ناموفق ہاتھ آگیا تھا، بحر ہند میں، اسے کیپ کالونی (جنوبی افریقہ) جزیرہ ماڈیسیس اور سیلون مع اپنے بندرگاہ ٹرنکووالی کے (جو ہر طرف سے زمین سے گھرا ہوا ہے) مل گئے، اور جنوبی امریکہ میں ٹرینیڈاڈ اور ڈومینیکا کے حصے کا راستہ مستقر حاصل ہو گئے تھے۔ صلح کے بعد سنگاپور کا بھی الحاق کر لیا گیا اور متواتر لڑائیوں کے بعد تھامپسن برما اور آسام کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اگر ایک طرف مشرق میں سرحدوں کے محفوظ کرنے، سرحدی قبائل کو خاموش کرنے اور مشرقیوں (مہلوں) اور تاجروں کی حفاظت کی ضرورت سے فتوحات کا قدم آگے بڑھتا جاتا تھا، تو دوسری طرف آسٹریلیشیا کے ایسے ایسے اقطاع ارض میں (جہاں اسوقت تک سفید رنگ تاجروں نے قدم نہیں رکھا تھا) نوآبادی قائم کرنے، یا کناڈا و جنوبی افریقہ میں (جہاں ڈچسینوں اور ولندیزیوں نے پہلے ہی راستہ کھول دیا تھا)، غیر آباد زمینوں کے آباد

۱۸۱۹

۱۸۲۹

۱۸۱۹ کرنے سے، ایک دوسری شہنشاہی کی بنا پڑ رہی تھی۔ پانچہزار آباد کا جنوبی افریقہ
 ۱۸۲۵ کو بھیجے گئے اور ان پر اپنے قیود کے نسخہ کر دینے سے جو وطن میں سپاہیوں
 کی ضرورت پڑنے پر عاید ہوتے تھے، بہت سے تارکان وطن ظلم و غربت سے
 ۱۸۳۶ پناہ حاصل کرنے کے لیے سمندر پار چلے گئے۔ کابریٹ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ
 خاجی چہارم ہی کے وقت میں "بادشاہت" کے بجائے "شہنشاہی" کا لفظ
 اور بادشاہ کے بجائے (سوورن) "حکمران اعلیٰ" کا لقب مستعمل ہونے
 لگا تھا۔ اور جو کاغذات کسی وقت میں "بادشاہ" کے روپ پیش ہوتے تھے،
 وہ اب "ہریمجسٹی (اعلیٰ حضرت) کے قدموں پر ڈالے جاتے تھے۔" سمندروں
 میں تنہا انگلستان کے اتنے تجارتی جہازات چلتے تھے جتنے تمام قوموں
 کے ملکر چلتے تھے اور اسکے بندرگاہ بیرونی دنیا کی پیداوار کے لیے بین الاقوامی
 بازار تھے۔ آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی روٹی کا ہر ایک گٹھا لندن سے
 ہو کر گزرتا تھا؛ تمام یورپ، روٹی اور پول سے لیتا تھا۔ لٹکا سائٹر
 کے کرکھوں کے بنے ہوئے سامان کی ہندوستان میں بھرمار تھی۔
 چین کی چائے، جزائر غرب الہند و شرق الہند کے گرم مالک کی پیداوار
 جنوبی افریقہ کی بیش قیمت چیزیں سب انگریزی جہازوں میں بار ہو کر جاتی تھیں۔
 ان اغراض و مقاصد کے لیے جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ہر ایک
 بحری راستے کی رقیبانہ حفاظت ہوتی تھی اور ہر ایک کارآمد جگہ پر نگاہ لگی رہتی
 تھی۔ بحر شمال کے مخرج پر "انگلستان کے قدیم بیرونی احاطہ" (یعنی بطیم) پر
 بھی حریفانہ نظر اس سے کم نہیں تھی جتنی آئر لینڈ کے ساحل پر تھی، اور یورپ
 کے ہر ایک ساحلی ملک کا یہی حال تھا، برزیل اور راس امید کے
 بحری راستے اور جزائر الٹرا کی حفاظت کے لیے لیبیا بڑی ہی اہمیت کا
 قاعدہ اہمیت تھا، اسپین کو مراکو پر قسیدی حقوق حاصل تھے کیونکہ بحر روم
 کے داخلے پر وہی حاوی تھا۔ تیلیڈنگ سمندروں کے راستے کو روکے
 ہوئے تھا، آسٹریا، لیونٹ کی تجارت کو اپنے قابو میں کیے ہوئے
 تھا، ترکی، مصر و شام کے مالک ہونے کی حیثیت سے خلیج فارس اور

بحر احمر کے راستوں پر حکمراں تھی، ہندوستان کے مال کے بحر روم میں آنے کا سمندری راستہ ہی تھا۔ لیکن روس نے جب افغانستان کے دروں کی طرف قدم بڑھائے اور کووقاف سے گزر کر جنوب کی طرف آنا چاہا، جس سے خلیج فارس کی تجارت منقطع ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تو پھر کوئی اور سلطنت اس سے زیادہ خطرناک نہیں معلوم ہوتی تھی۔ خلیج فارس میں انگریزی جہازوں نے تین سو برس سے زائد تک اس سے زیادہ مسافت پر جوہلی منہ اور جبرالٹر کے درمیان واقع ہے، گرداوری کا کام انجام دیا ہے، یہ عریض و طویل سمندر بے آب و گیاہ و سوختہ و قفتہ ریگستانوں کے درمیان واقع ہے، انگریزوں ہی نے یہاں کے بحری قزاقوں کو زیر کیا، سمندروں میں نشانات و علامات قائم کئے اور انہیں نے فارس کے ساتھ اپنی قیدی راہوں اور کراچی و بمبئی کے بندرگاہوں کے سیدھے راستوں کی حفاظت کی ہے۔ انگلستان اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اسکی مستی کا انحصار سمندر پر ہے، جس حرقی انقلاب نے کاشتکاروں کی ایک قوم کو ایک صنعتی قوم بنا دیا تھا، اسی انقلاب نے یہ بھی لازم کر دیا تھا کہ نئے مصنوعات کی کھپت کے لئے نئے بازار اور خود انکے لئے خام مال اور خوراک کے مہیا کرنے کے واسطے نئے مقامات ہونا چاہئیں، یورپ کے بحر و بحیرے یورپ سے باہر کے ملکوں میں جانے کے لئے انگلستان کے واسطے راستہ بن گئے۔ انگلستان کی وسعت و مملکت، سمندروں پر اسکا اقتدار، وطن میں حرقی کام کرنے والوں کے لئے غذا کی قلت، اور انکی پرشور و شربے اطمینانی، یہ سب اسباب ایک ہی نتیجہ پیدا کرنے کے لئے مجتمع ہو گئے تھے، اور وہ نتیجہ یہ تھا کہ سو برس میں انگلستان کی قلمرو کی وسعت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس سے زیادہ کی تکمیل انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ایک ایسے نظم حکومت نے نشوونما پایا جسکی جدت و تنوع کی مثال ملنی محال ہے۔

اس اثنا میں عمارت صلح کا اٹھانے والا یعنی کاسلری، اس عزم پر

کاسلری
۱۸۱۴
۱۸۲۳

جما ہوا تھا کہ کوئی حادثہ اس عمارت کو نہ توڑ سکے۔ موٹر وائٹا کے موقع پر اسکی معدلانہ و متین روش نے ایک معقول اثر پیدا کر دیا تھا، اور اس کے عادات و اطوار کی عظمت اور اس کے لباس کی سادگی کی وجہ سے اس کی تعریفیں ہوتی تھیں۔ اگرچہ بعض غیر ملکی مدبروں نے اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ پارلیمنٹ کے اعتراضات سے خائف رہتا ہے اور دیگر اہل برطانیہ کی طرح وہ بھی بر اعظم کے معاملات کی پروا نہیں کرتا، نہ انھیں ٹھیک طرح سے سمجھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک موفق بانخبر و صاحب تحکیم کی حیثیت سے امن یورپ کا سب سے زیادہ با اثر محافظ تھا۔ اسی نے موٹر کے لئے علی کاموں کا ایک خاکہ ہیا کیا اور برطانیہ عظمیٰ، روس، آسٹریا اور پریشیا کے مخالف اعظم کو یورپ پر بزور عائد کیا۔ اس کی رائے میں یورپ کی سب سے مقدم ضرورت یعنی امن کے تحفظ و طمانیت کی صورت یہی تھی کہ سلطنتوں میں ٹھیک ٹھیک توازن قائم رہے، جن سلطنتوں کے مساعی نے لا یورپ کو بچایا ہے، انکی تائید کی جائے، اور آزار رساں قوموں کے ساتھ بھی مراعات برتی جائے۔ اسکی خواہش یہ تھی کہ دول عظام کو محض عہد نامہ کے زور سے نہیں بلکہ کسی اور زیادہ دیر پا افہام و تفہیم کے ذریعے سے باہم مربوط کر دے اور عام اتفاق و ضمان کے ذریعے سے انھیں اس امر کا پابند کر دے کہ کوئی سلطنت بھی جو قرارداد بر اعظم کے خلاف سر اٹھائے یا اس میں خلل انداز ہو اس کے خلاف سب کے سب مسلح ہو جائیں، لیکن جب آسٹریا، روس و پریشیا شاہان مسیحی کے ایک گروہ، میں شامل ہو گئے جو خیال پرست الگرنڈر اول کی کوشش کا نتیجہ تھا، تو کاسلری کی امیدوں پر اس پڑ گئی اس "نہ ہی ملنے" کے لا امرار اعلیٰ " میں نہ ہی عقائد روسو کے " معاہدہ معاشری " کے عناصر سے مخلوط کر دیئے گئے تھے۔ حکمران باہم بھائی بھائی قرار پائے تھے، انکی قومیں لے کے بچے تھے اور انکے کاموں کی بنا حضرت عیسیٰ کی انجیل کے اصول پر رکھی گئی تھی۔ اپنی موقت مجلسوں میں قوموں کے سکون و خوشحالی اور یورپ کے امن کے لئے سو مند کارروائیوں کا

۱۸۱۵

سوچنا ان کا کام تھا۔ مخالف کے بڑھے چڑھے نیک ارادے سب الٹ دیئے گئے۔ مطلق العنانی کے لئے مذہب کا لباس مہیا کیا گیا عیسائیت کے رقع سے میٹرنگ نے دستوری اور قومی آزادیوں پر وار کرنے شروع کیئے۔ انگریز جن باتوں سے ڈرتا تھا ان کو پیدا کر کے حریت کے اصولوں کے ساتھ اسکی ہمدردی زائل کر دی گئی۔ زار روس کو اسکی رائے سے پھیر دینا اس طرح آسان ہوا کہ چند ہنگامے کشت و خون کے وقوع میں آئے۔ واسٹ برگ میں طالب علموں نے فساد برپا کیا۔ ساکسی ویمر میں روس کا وکیل جان سے مارا گیا۔ ڈکنڈی پیری قتل ہوا اور کاٹو سٹریٹ میں ایک سخت سازش عمل میں آئی۔ ہر فتنے اور فساد کے بعد میٹرنگ کو موقع ملتا تھا کہ اس طریقے کو قوت بخشنے جس سے حریت کا گنگلا گھوارے ہی میں گھونٹا جاتا تھا۔ اس نے عام جلسوں کا انعقاد بند کیا اور طلبہ نے جو انجمنیں قائم کی تھیں ان کو توڑ دیا ان کی اشعار خوانی موقوف کی اور لباس میں مخصوص رنگ اختیار کرنے کی ممانعت کر دی۔ خفیہ پولیس مقرر کی کہ یونیورسٹیوں میں جائے اور درس کے کمروں میں پہنچ کر جاسوسی کرے۔ کاسلری کو یقین تھا کہ انگریزی دستور ہر ایک ضرورت کو رفع کرتا ہے اس لئے اس نے سختی سے اسے کر لیا تھا کہ چند شاعروں کی خاطر وہ اپنے ملک کو جل کر خاک نہ ہوئے۔ وہ اسے انگلستان اپنی سر زمین پر تو نہایت سخت گیر تھا لیکن بقول میٹرنگ اس کے پاس دو طرح کے بٹ اور دو طرح کے پیانے تھے یعنی انگلستان سے باہر جہاں کہیں انگریزی مفاد پر اثر پڑتا تھا تو سخت گیری کو قابل الزام قرار دیتا تھا۔ مذہبی مخالفوں میں قرار پایا تھا کہ انقلاب کی صورت میں ایک جرمانی ریاست مشارکت کے صاحب افواج حلیفوں سے ملک حاصل کر سکتی ہے یہ ہی بات وہ تھی جس پر ایوان کے ایک مقرر کو اپنی تقریر میں سامعین کو وہ دن یاد دلانا پڑا جبکہ ہائیڈ پارک میں قوم قزاق کے لوگ اس غرض سے جمع ہوئے تھے کہ اصلاحات کے لئے جو جوش پیدا کیا جائے اس کو بند کر دیں۔ لیکن جب چھوٹی چھوٹی جرمانی ریاستوں کو خطرہ ہوا تو کاسلری نے جو اہمیت ماضی کیا

وہ بے کم و کاست تھا۔ کاسلری اپنے بادشاہ جارج چہارم کو اجازت نہ دے سکا کہ جرمنی میں حریت کے دستور کو توڑنے کا ایسا کرے کیونکہ جارج چہارم ہنور کا پادشاہ بھی تھا اور ہنور وہ دروازہ تھا جس سے جرمنی کے بازاروں میں انگلستان کا مال پہنچتا تھا۔ دوسری جانب کاسلری نے اطالیہ کے معاملات میں ان خاص مفاد کے خلاف جن کا دعویٰ آسٹریا کو تھا اہل نیپلز کی دستوری امیدوں کی حمایت سے انکار کر دیا۔ مذہبی مخالف کے بارے میں جو پہلو کاسلری نے اختیار کیا تھا وہ ناپسندیدگی کا تھا نہ کہ اعتراض کا اور ایسے وگے موجود تھے جو بڑ بڑاتے تھے کہ انگلستان کی سطوت کو کم کر کے اسکو ایک دوسرے درجے کی طاقت بنا دیا گیا ہے۔

درحقیقت کاسلری کو پہلی فکر برطانوی شہنشاہی کی تھی، جس کے اقتدار نے ہر طرف اسکے دشمنوں اور حریفوں کو بھڑکا دیا تھا۔ روس سے رشک و حسد رکھنا کاسلری نے سٹ سے ورثے میں پایا تھا اور ایشیائی ترکی کے متعلق روس کے منصوبوں اور میڈیٹریڈ میں اسکی سازشوں کی اطلاعات سے کاسلری کے شبہات اور قوی ہو گئے تھے کیونکہ بحر روم میں انگریزی اثر کے جو دو خاص مرکز تھے ان منصوبوں اور سازشوں سے ان دونوں کو خطرہ تھا۔ ہر ایک بحری و استعماری مسئلے میں روس نے مخالفانہ صدا بلند کی۔ فرانس پر بھی اسپین و پرتگال کے تعلقات اور استعماری اولوالعزمیوں کی وجہ سے ایسی ہی مشتبہ نظر پڑ رہی تھی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وسطی سلطنتوں سے اتحاد کر لینا ان دونوں کا جواب ہو سکتا ہے۔ یورپ کے ساتھ ہینور کے انصال کا ذریعہ پریشیا تھی، اور رائن کی حفاظت ہالینڈ کی حمایت بحر بالٹک کے سواصل، اور پولینڈی سرحد کو قابو میں رکھنا، اور فرانسیسی و روسی دست درازی کے خلاف مشرق و مغرب میں ایک ناقابل فتح سد قائم کر دینا، ان سب باتوں کی توقع انگلستان کو پریشیا ہی سے تھی۔ جرمانی تائیڈ کی امیدیں کاسلری نے آسٹریا کو لٹبار دی اور وینیشیا ویدین اور پریشیا کو اس شرط سے سیکسنی کے دیدینے کا خواہاں تھا۔

آئی بوری
حکمت علی

وہ آسٹریا کے ساتھ اتفاق کر کے پولینڈ کی سلطنت کو بحال کر دے۔
 فرانس و روس کے روکنے کے لیے وہ پینور تک کو حوالے کر دینے پر
 آمادہ ہوا، مگر یہ شیا پیر روس کا اثر بڑ جانے سے جب اسے اپنی
 ان تجاویز میں دشواری نظر آئی تو اس نے آسٹریا و فرانس کے ساتھ
 زیادہ قربت پیدا کی لیکن یہ تعلق و اتحاد کچھ غیر متیقن سا تھا، کیونکہ نیپلز میں
 آسٹریا کے اور اسپین میں فرانس کے اغراض انگلستان کے
 اغراض کے ساتھ ٹکراتے تھے اور کاسلری کا مقصد یہ تھا کہ وہ جنوبی یورپ
 کے تمام جزیرہ نماؤں میں انگلستان کے اثر کو بالا و غالب کر دے۔ وہ
 اپنے بعد اس حکمت علی کو کیننگ و پامرسٹن کے لیے چھوڑ گیا۔
 بلقان کو محفوظ رکھنے کے لیے اس نے وائنا میں یہ کوشش کی کہ
 با بعالی کو بھی دول متحدہ کے حلقے کے اندر لے کر اس میں کامیابی نہیں ہوئی،
 اور جب یونانیوں نے ترکی کے خلاف بغاوت کر دی تو وہ یہی کہتا رہا کہ
 انگلستان کا فائدہ اسی میں ہے کہ ترکی سلطنت علیٰ حالہ قائم و برقرار
 رہے۔ اطالیہ کے متعلق یہ ہوا کہ باوجود سخت لعنت و ملامت کے
 اس نے "مذہبی حلقے" کے ساتھ ہو کر پڈمانٹ کو دھمکانے کی تجویز
 میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اسپین کے معاملے میں وہ تمام
 یورپ سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ لڑائیوں کے دوران میں
 کمزور شدہ اسپین نے جنوبی امریکہ میں اپنے مقبوضات کا بہت بڑا
 حصہ ضائع کر دیا تھا۔ مالک متحدہ (امریکہ) کی مدد سے (جن کی تجویز
 یہ تھی کہ اہل یورپ کو اس نئے براعظم سے خارج کر کے خود اسکی پر از
 منفعت تجارت پر قابض ہو جائیں)، بولیویا، چلی، کولمبیا اور پیرو
 یکے بعد دیگرے آزادی کے وعویدار ہو گئے۔ کاسلری ہمہ وقت اس امر پر
 آمادہ تھا کہ اسپین اور اسکی باغی نوآبادیوں میں بیچ بچاؤ کر دے
 بشرطیکہ قوت کا استعمال نہ کرنا پڑے۔ جنوب امریکہ کے لوگوں کو معافی
 دیدی جائے اور وہاں کی تجارت تمام ملکوں کے لیے کھول دی جائے جس پر

ایک معتدل محصول لگایا جائے اور اسپین کو ایک حد معقول تک ترجیح حاصل رہے۔ اسپین کی استعماری شہنشاہی سے انگریز مدتوں سے خار کھارہے تھے۔ اسپین یہ غزم باعزم کیئے ہوئے تھا کہ وہ تمام حریفوں کے مقابلے میں اپنی تجارت کی فوقیت کو مستحکم کرے۔ روس و فرانس بہت شدت کے ساتھ اس کے مخالف تھے اور اسپین کو اپنا نفع اسی میں نظر آتا تھا کہ وہ یورپی طاقتوں میں تفرقہ ڈالے۔ بڑا عظیم کے دوسرے دہروں کی طرح کاسلری بھی اس خیال سے لرزہ براندازم تھا کہ مبادا ممالک متحدہ (امریکہ) پر جوش انقلابیوں کی رائے پر چلکر نئی جمہوری حکومتیں نہ پیدا کر دے۔ امریکہ نے نوآبادیوں کو آزاد ریاستیں تسلیم کر لیا تھا مگر کاسلری نے بڑی تدبیروں سے اس بارے میں دول کے اختلاف کو واشنگٹن سے پوشیدہ رکھ کر امریکہ کے اس تسلیم و اعتراف کے معاملے کو سامنے سے مٹا دیا تھا۔ اور اس سے یہ توقع پیدا ہو گئی کہ ٹوریوں کی ترغیب دہی سے یہ منحرف نوآبادیاں معمول شاہی کی معترف ہو جائیں گی مگر اس اضطراب میں پڑ کر کہ نوآبادیوں کی جو عمدہ مندیوں کے سب سے پہلے تسلیم کرنے کا سہرا امریکہ کے سر نہ بندھے اور وہاں تمام تر امریکہ ہی کا اثر نہ قائم ہو جائے کاسلری رفتہ رفتہ حریت کی نئی روش کی طرف بڑھنے لگا، یہاں تک کہ وہ اس خیال میں پڑ گیا کہ اگر وہ برطانوی اغراض کو اور کسی طرح پر محفوظ نہ رکھ سکے تو نہ صرف نئی قوموں کی آزادی کو تسلیم کرے بلکہ آئینی انقلابیوں تک کی مدد کرے۔ اس نے لکھا تھا کہ کس حق سے انگریزی حکومت یہ کر سکتی ہے کہ جس آبادی نے خود کو ایک آزاد و حکایت سے آزاد کر لیا ہو اسے وہ مجبور کرے کہ پھر اسی حکومت کے تحت اقتدار میں آجائے۔ جب یونان، اطالیہ اور اسپین کی بد نظمیوں پر بحث کرنے کے لیے "لا محالفہ مقدس" ورونا میں جمع ہوا تو کاسلری نے اسپین کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کے خلاف اعتراض کیا اور انگریزی امریکہ کی جمہوریتوں کے مسئلے پر "لا محالفہ مقدس" سے قطع تعلق کر لینے پر آمادہ ہو گیا۔ اسے انتقال کے قبل اسے یہ معلوم ہو گیا کہ اس نے جس یورپی نظم کے

برقرار رکھنے کی کوشش کی تھی اس میں خسرا بیاں آگئی ہیں اور وہ ازکار فرستہ ہو چکا ہے۔

کیننگ
۱۸۲۳
۱۸۲۴

اسکے جانشین جارج کیننگ نے انگریزی تاریخ کی گزشتہ
میں برس کی رجعت پسندی کی بندشوں کو توڑ کر پھینک دیا اور بالفاظ سٹرنک
لا منجوس شہاب ثاقب کی طرح "یورپ پر ٹوٹ پڑا۔ کاسلری کی طرح
وہ بھی آئرلینڈ میں آباد ہونے والوں کی نسل سے تھا مگر انگریزی نسل کے
ساتھ اس میں قسیمی آئرلینڈی نسل کا خون بھی ملا ہوا تھا۔ آئینی آزادی کی
حمایت میں مطلق العنان درباروں کو خیال میں نہ لانے سے اس نے
لا غیر ملکی سلطنتوں میں اپنی وقعت کا احساس پیدا کر دیا اور اپنے ملک کے
ٹوریوں کو اپنے سے متنفر کر دیا۔ اس کے جسم و قلب کی شاندار شخصیت نے بہت
سے نوجوانوں کو اسکا گرویدہ بنا دیا۔ جب کیننگ نے "وہگ کلب"
میں "تمام دنیا کی مدنی و مذہبی آزادی" کا جام صحت منہ سے لگانے کیلئے
اٹھایا تو وہ محض آزادی کا مشعلی نہیں تھا، آزادی ضرور اسکا چراغ راہ تھی مگر
انگلستان کے تجارتی اغراض کو بھی اس نے کبھی نظر انداز نہیں کیا، اور
شہنشاہی حکمت عملی میں کاسلری کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ انگریزوں میں نفوس پندی
کی عادت کے بڑھتے جانے سے غیر ملکی مدبروں میں بدعنائی پیدا ہو گئی، معاملات
کو اس شبح سوچنے کی یہ عادت یورپی ہونے کے بجائے زیادہ تر ایکس
جزیرے کے اندر محدود ہو گئی تھی۔ کیننگ نے کہا تھا کہ "ہر قوم اپنے لینے
اور خداسب کے لینے سے" چار برس کے مختصر زمانے میں اس نے انگلستان
کی آزادانہ حکمت عملی کی تجدید کردی اور قومی انحراف کے اصول کو تسلیم کر لیا۔
جب اسپین نے اپنی نوآبادیوں کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت دینے،
اور اپنے تحفظ تجارت کی سختی کے کم کرنے سے انکار کر دیا تو کیننگ نے
جوزہ انقلاب سے گھبراتا تھا اور نہ اسکو اسکی زیادہ پروا تھی کہ جنوبی امریکہ کی
سلطنتیں جمہوری ہوتی ہیں یا نہیں یہ فیصلہ کر دیا کہ ان ملکوں کی کامل آزادی سے
اسکے ملک کی تجارت اور اسکی بحری طاقت کو فائدہ پہنچے گا۔ نازک ترین موقع

اس وقت آیا جب " مذہبی معاہدے " نے لوئس میزوریم کے توسط سے عمل پیرا ہو کر، جلاوطن باربن بادشاہ فرڈیننڈ ہفستیم کو اسپین میں بحال کر دیا، اور فرڈیننڈ نے یہ تجویز کی کہ جن سلطنتوں نے اسے بادشاہ بنایا ہے وہ اسکی نوآبادیوں کے واپس دلانے کے لیے ایک موثر کارروائی کا انعقاد کریں۔ انگریزی تجارتی و مالکان جہاز نے کیننگ کو درخواست دی اور وہ گوں نے جنگ کا مطالبہ کر دیا، مگر اس نے جزیرہ نماے اسپین میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔ رسل نے ان الفاظ میں شکایت کی کہ " یورپ کے تمام عرض و طول میں جتنے آدمی حریت و خود مختاری سے الفت رکھتے ہیں اُسے ان سب کی امیدوں کو توڑ دیا اور انھیں غصے سے مشتعل کر دیا ہے۔ " لیکن کیننگ نے انگریزی اغراض و مفاد کے لیے کرہ ارض کی دوسری جانب ایک سخت ضرب لگائی۔ اس نے کہہ دیا کہ فرانس پسند کرے یا ناپسند کرے ہم اسپین کی سابق نوآبادیوں کے ساتھ تجارت ضرور کریں گے۔ " اُس نے " مذہبی معاہدے " میں شرکت کرنے یا اس میں کسی طرح حصہ لینے سے انکار کر کے اس کے اجتماع کو ناممکن بنا دیا، اور مالک متحدہ امریکہ کی حکمت علی کو دلیرانہ طور پر قبول کر لیا۔ یورپ کے اجتماعی استحکام سے اس کے علاقہ کھٹ کر الگ ہو جانے سے امریکہ کے لیے نئی روش کے اعلان کا امکان پیدا ہو گیا۔ رئیس جمہوریہ منرو نے موثر کے نام اپنے مشہور و معروف پیغام میں جنوبی جمہورتوں کو تسلیم کر لیا، مگر عظیم امریکہ میں یورپی طاقتوں کی نوآبادی قائم کرنے کے حق سے انکار کر دیا، اور یورپی معاملات میں، مالک متحدہ امریکہ کی مداخلت کے ترک کرنے کا اعلان کر دیا۔ " اصول منرو " اگرچہ ایک مبہم سا اصول ہے مگر اس میں اس دعوے پر زور دیا گیا ہے کہ جنوبی امریکہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے لیے جس قسم کی حکومت چاہے تجویز کر لے۔ بہت سے ٹوری نئی دنیا کی اس بغاوت کے تسلیم کرنے کو جس سے ہر ایک بددلت امریکنڈی کی ہمت اٹرائی ہوئی ہو، شک و نفرت کا رنگا، سے دیکھتے تھے لیکن کیننگ کو کسی قسم کا خوف

۱۸۲۵ نہیں تھا۔ یورپی مڈروں میں اسی لئے سب سے پہلے جنوبی امریکہ کی قوموں کی خود مختاری کو قبول کیا اور نئی باقتدار سلطنتوں کے ساتھ تجارتی معاہدات پر دستخط کیے۔ اس نے کہا کہ "میں یہ غم کھچا ہوں کہ فرانس اگر بالفرض، اسپین پر قابض ہو جائے تو اسپین کے ساتھ جزائر غرب الہند شامل نہیں ہوں گے، میں اس سے نئے دنیا کے وجود میں لانے کا باعث ہوا ہوں کہ اس سے پرانی دنیا کا توازن درست ہو جائے" امریکہ میں رنگائیوں کی شہنشاہی کی کسی قسم کی وسعت کا بھی وہ طرف دار نہیں تھا، جب ڈاؤم سٹیل اپنے ملک سے نکال دیا گیا تو یہ انتظام کیا گیا کہ جان ششم کا بیٹا ڈاؤم پڈرو خود مختار برٹنل کے دور افتادہ ورثے پر قابض ہو اور جان کی نو عمر لڑکی کو نامیرا یا ناپا مدار وطنی ورثے کی ملکہ بنی رہے۔ پس اس طرح ایک طرف تو برٹنل کو غیر مالک میں اولوالعزمیاں دکھانے سے روک دیا گیا اور وہ سری طرف سے زیر تربیت حالت میں رکھ کر اسے محفوظ کر دیا گیا۔ معہذا سبن کا بحری قاعدہ ہمیش جو کیننگس کی بحری روم کی حکمت عملی کے لئے بسا ضروری تھا، فرانس کے خلاف محفوظ کر لیا گیا کہ

۱۸۲۶ اس طرح جو علانیہ انقلاب شروع ہوا تھا اس نے آئینہ والی صدی کے لئے انگلستان کی غیر ملکی حکمت عملی کی نوعیت قائم کر دی جس قوت و طاقت کو نلسن اور ٹوریوں نے انتہا کو پہنچایا تھا اور بحری قوت کو جزاً و کلاً اپنے قبضے میں کر لیا تھا، اسی قوت و طاقت سے لبرلوں نے اپنے زیر اثر زیادہ تر آئینی آزادی کے معاملات کی تائید کرنے کا کام لیا۔ انگریزوں نے اتحادیوں کے اس وعدے کو یاد دلایا کہ "جنگ و صلح دونوں کا مقصد یہ ہے کہ تمام قوموں کے حقوق، آزادی و خود مختاری کی حفاظت رہے۔ موثر و آٹنا اپنے پیچھے دو ہتھم بالشان آئینی و قومی مسائل ایسے چھوڑ گئی تھی جو وقت فوقت حد سے تجاوز کرتے تھے اور انگریز اگرچہ قومیت کے نئے نمونے کی قدر کرنے اور اسکے سمجھنے سے قاصر رہے تاہم وہ سیاسی آزادی سے دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔ ونگوں نے حکومت کے ان طریقوں پر حملے کیے جنہوں نے عامۃ الناس کی

ونگوں کی
حکمت عملی

آزادی کو دیا اور اصلاح کو روکا تھا۔ انگلستان نے اپنی کوششوں سے اپنے کو بچایا تھا اور اب ان کوششوں کا اقتضایہ تھا کہ وہ اپنی مثال سے یورپ کو بچائے، پٹ اصفہر کے لفظ لفظ میں دستوریت کی روح معلوم کر گئی تھی۔ ۱۸۱۵ء سے انگلستان، ان اصلاح کن سلطنتوں کے لیے جو آزاد تنظیمات کے لیے لڑ رہی تھیں اور انگلستان کی ہمدردی حاصل کرنے کی خواہاں تھیں، سیاسی نمونے کا کام دے رہا تھا۔ ”لبرل“ (آزادی پسند) کا لفظ اولاً مذمت کے طور پر استعمال ہوا تھا، اور یہ طعن ان لوگوں پر تھا، جو اس امر کے منکر تھے کہ چھوٹی قوموں کا یہ کام ہے کہ ”وہ سب کی سب ایک ہی طرح دانست لگو سے رہیں، اور جو دول میں توازن قوت کو اس امر پر ترجیح دیتے تھے کہ ایک اتفاق عام آزادی کو دبانے کے لیے قائم کیا جائے۔ یہی تحفظ چکے چکے فرقانہ سیاسیات میں بھی داخل ہو گیا۔ بروہیم کے ایسے سچے لبرلوں کو یہ نظر آتا تھا کہ انگلستان اور اسکی مجلس وضع قوانین تمام دنیا کے ستم رسیدوں کی اعانت و تسکین کے لیے موجود ہے۔ یہ لفظ لبرل غیر ملکی حکمت عملی کے اصول کے لیے قائم ہوا تھا، اور حکومت خود اختیاری کی کشمکش کے مرادف سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی ان کی (لبرلوں کی) دخلدہی تعدی آمیز بھی معلوم ہوتی تھی، یعنی یہ دخلدہی امداد کی صورت میں ایسی قوم کی طرف سے دیکھائی تھی جسے خود اپنی مامونیت پر اطمینان اور اپنی اہمیت کا احساس تھا۔ بر اعظمی بدبڑوں کی نظر میں انگریزوں کی حالت تلون و خود رانی کی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں اور ٹوریوں کے مخصوصہ اغراض اور آرٹیکل پرنسپل المانہ استناد نے ”دوغا باز البین“ کے طعنہ یہ جملے اور بر اعظم والوں کے اس طعن میں کہ ”انگریزوں کے اصول آزادی محض دساور ہیں بھیجنے کی چیز ہیں“ زور پدا کر دیا تھا، لیکن وہ گ ایسی آزادی کی حکمت عملی کی تائید میں جو انگریزی قوم کے سیاسی مذاق کے موافق ہو ثابت قدم رہے پڑ

مصیبت زدہ قوموں کے ساتھ ہمدردی کا نیا جذبہ یونان کے

کیننگ
یونان

معلے میں افسانہ وارجوش کی حد کو پہنچ گیا۔ بلقانی ریاست میں بدست سے
یہ خواب دیکھ رہی تھیں کہ وہ ترکی سے آزاد ہو کر ایک نئی سیریلیٹین شہنشاہی
قائم کر لیں گی۔ سب سے پہلے سر بیانے سرٹھایا اور دول سے کسی طرح
کی مدد سے بغیر ایک حد تک آزادی حاصل کر لی، لیکن دوسری ریاستوں کو
جب علیحدہ علیحدہ شکست ہو گئی تو صرف ایک یونان باقی رہ گیا، اور اب
اسکی جنگ شہنشاہی کے لئے نہیں بلکہ ایک ہی قوم کے لئے تھی۔ وہ ن تہا
لٹا رہا کیونکہ میٹرنگ نے لا نمہ ہی مخالف، کے نام سے زار الکرنڈر
کو اس امر پر راضی کر لیا تھا کہ ہلال کے خلاف صلیب کو مدد دینے کے
بجائے وہ حق رسائی کے اصول کی تائید کرے۔ خود مختاری کی پہلی جنگ میں
کاسٹری نے عیسائیوں کی بغاوت کو ایک ایسا مقابلہ سمجھا جسے ٹرک کی
حکومت ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دینا مناسب تھا۔ مگر ترکی سے کے مطلق العنان
بادشاہ کے خلاف جدوجہد نے عام عیسائیوں کے خیالات پر گہرا اثر ڈالا
اور یورپ کے ہر ملک سے عیسائی رضا کاروں کا ایک سیلاب روانہ
ہو گیا۔ ہر طرف عمومیت و آزادی کے شدید ایوں کو یہ توقع ہو گئی کہ یونان اب
اپنی قدیمی شان و سلطنت پیدا کر لے گا، اور یونانی خواب دیکھنے لگے کہ یونان
کے صاف و بے داغ آسمان کے نیچے ایک خیالی جمہوریت (اطلی ترین نمونے کا)
قائم ہو جائے گی۔ شیلی نے یونان کی حمایت میں پرجوش نظمیں لکھیں۔ پارلیمنٹ
کو یونانیوں کی سازشوں اور رقابتوں سے متفرق تھا لیکن اس تفرق کو اس وقت
بالائے طاق رکھ کر اس نے ایک معقول قرضہ حاصل کیا رضا کار بھرتی کئے
اور یونان کو روانہ ہو گیا مگر حاصل صرف یہ ہوا کہ مسیولنگی پھیل کر گیا۔ حریت
کے شہدائی لارڈ ارنگن نے ایک فصیح و بلیغ رسالہ لکھ کر انگلستان
کو اپنی عزت کا خیال کرنے پر ابھارا۔ زیادہ بڑھے ہوئے لبرلوں سے
فوری مداخلت چاہی۔ اور وزارت پر یہ الزام لگایا کہ وہ ایسی غیر جانبدارانہ
حکمت عملی یہ چل کر جو مسیحیت کے لئے موجب ذلت اور انہی قوم کی مردانگی کے
لئے باعث جنگ ہے، انگلستان کے بلند و آزادانہ اخلاق کا اور بگھٹا رہی ہے،

۱۸۰۳
۱۸۱۳۱۸۴۳
۱۸۴۳

مگر ترکی کے حمایت کرنے والے بھی موجود تھے، پرانے خیال کے لوگ اسے ایک "پرانہ و ظوار حلیف" سمجھتے تھے اور ایک ٹوری نے ایوان میں یہ کہا کہ "اگرچہ ترکوں کی حکمرانی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کا سہارا کرتے ہیں مگر اس نے ہمیشہ ان کو ایماندار پایا، کیننگ فی نفسہ کسی "مجنونانہ جنگ صلیبی" میں کود پڑنے کا خواہاں نہیں تھا مگر جب اس نے انگریزی تجارت کو لیونٹ میں قزاقی سے بچانے کے لیے یونان کے جھنڈے اور یونانیوں کو محارب مان لیا تو یہ ایک نئی قوم کے تسلیم کرنے کی طرف اسکا پہلا قدم اٹھ گیا۔ یونانیوں کی بددلیلیوں کے زلزلے میں اس نے چاہا کہ اپنی انتہیک گفت و شنید سے یونان کو آزاد کرانے میں روس کو اپنا طرف دار بنالے۔ تاکہ جیسا خود اس نے اپنا مصمم قصد بیان کیا کسی طرح اطالیہ نہ ہو اور روس کے نام کی وساطت سے یونان کو بچالے، اس قسم کی حکمت عملی سے خبر نکلتی تھی کہ بلقان کے لیے آئندہ کیا کیا تدبیریں کی جائیں گی۔ یہ حکمت عملی ایک حد تک اس امید کا بھی نتیجہ تھی کہ یونان کے آزاد ہو جانے سے جسکا سطح نظر ایتھنز کی شہنشاہی نہیں بلکہ بیرونی شہنشاہی تھی ایک ایسی (ارتھوڈوکس) مذہبی جماعت پیدا ہو جائے گی جو ترکی شہنشاہی کے اندر روس کے اثر کو داخل کرتی رہے گی، لیکن ولنگٹن جسے کیننگ نے نئے زائرنگوں اور اس کے پاس اٹلی بنا کر بھیجا تھا وہ کاسٹری کے زلزلے کا آدنی تھا اور اسکا خیال یہ تھا کہ روس کے خطرے کا انسداد، عثمانی شہنشاہی کو علی حالہ باقی رکھنے اور اسے تقویت دینے ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس نے معاہدے کے جس سووے پر دستخط کئے اسکی رو سے یونان کو حکومت خود اختیاری دی گئی یہ مگر ترکی کا حق شاہی بدستور باقی رہا۔ مگر کیننگ نے اس دستاویز کو کمزور و مضحکہ خیز قرار دیا مگر اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اس سے "لا مذہبی مخالف" شکست ہو گیا۔ آسٹریا اور پرتگال اس قسم کی لائسنس تجویز سے علیحدہ ہو گئے۔ ایک دہرے نے یہ کہا تھا کہ جس قدر تاریکی سخت ہوگی اسی قدر جلد غوغا کرنے والوں کے سر ٹوٹیں گے۔ صرف روس، فرانس اور انگلستان نے اس سووے کو

معاهدہ کی صورت میں لانے کے لئے لندن میں ایک مجلس مستشارین جمع کی۔ اس سیر اھصول قرار داد کی طولانی اضطراب میں کیننگ نے لاساری دنیا کی آزادی کے متعلق "اپنی آخری حدت انجام دی۔ باعالی کے سامنے اس معاہدے کے پیش ہونے سے ایک ہفتہ قبل اسکا انتقال ہو گیا اور اس سے امن اور مستقل قرار داد کی امید کا خاتمہ ہو گیا۔ ترکوں اور یونانیوں دونوں نے ہتھیار رکھنے سے انکار کر دیا، اور جب امن کی ضمانت کا مطالبہ کرنے کے لئے روس، فرانس اور انگلستان کے جہازات ترکی بڑے کے تعاقب میں جو ابراہیم پاشا کے زیر کمان تھا خلیج بیور میں داخل ہوئے تو ایک ترکی آتش فشاک جہاز کی جارحانہ نقل و حرکت سے فضول گولہ باری ہونے لگی۔ جس نے ترقی کر کے بحری جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ چند گھنٹوں میں ترکی بیڑہ غرق ہو گیا۔ اس تباہی انگیز خبر نے انگلستان میں سخت مناقشہ برپا کر دیا۔ لبرلوں کا دعوے یہ تھا کہ یہ جو کچھ ہوا وہ معاہدہ لندن کے لازمی نتیجے کے طور پر ایک ایماں دارانہ فتح اور شاندار کامیابی کی نمائش تھی۔ جس سے لبرل (آزادانہ) اصول کے غیر ملکی معاملات میں داخل ہونے کی ابتدا ہوتی ہے، مگر ولنگٹن کے زیر اثر حکومت اس خبر کے سننے سے ششدر ہو گئی، اور اس نے اس امر پر زور دیا کہ اس باشندہ سے برطانیہ عظمیٰ اور باعالی کے پرانے تعلقات میں فرق نہ آئے دیا جائے۔ انگریزی بیڑے کے واپس بلا لینے سے کیننگ کا کام الٹ گیا۔ سیاسی پریشانیوں نے فرانس کے لئے بقیں پیدا کر دیں اور صرف روس ہی یونانیوں کا نگہبان رہ گیا۔ بیور کی تباہی سے غصے میں آکر ترکی نے زار کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جو برس کی جانباً زار جنگ کے بعد اسے مجبور ہو کر معاہدہ ایڈریانوپل کو قبول کرنا پڑا، جسکی رو سے یونان کو انگلستان، فرانس اور روس کی ضمانت کے ساتھ خود مختاری عطا ہو گئی پر سیشیا کا شہزادہ آٹو جو محض سترہ برس کا لڑکا تھا یونان کا بادشاہ منتخب ہوا، لیکن

یہ ایک ایسا یونان تھا جو ولنگٹن کی مستحکم تائید کی وجہ سے اپنے سب سے نزدیک صوبہ پر قبضے کے ٹرکی کے پاس رہ جانے سے بچا گیا تھا۔ گویا یونان کو اسی بنیاد پر نصیب ہوئی تھی، اور اسے بالارا اور باغالی کے رحم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ روس نے پھر طرح طرح حاصل کر لیا، اور انگلستان کو اسی پرانی حکمت عملی کی طرف پلٹنا پڑا جس سے بچ نکلنے کی کیننگ نے کوشش کی تھی۔ تاہم انگریزوں کی سچی ہمدردی یونان کے ساتھ رہی، اور تیس برس بعد جب آٹو کی نااہلیت اور غلطیوں نے اسے تخت سے ہٹا دیا اور خاندان ڈنمارک کا ایک شہزادہ شاہ جارج اول کے نام سے منتخب ہوا۔ تو انگلستان نے بہ رضائے خود جزائر ایونین اس شرط سے یونان کو دیدئے کہ آئینی حکومت قائم رہے؛

لیکن حقیقت کیننگ کا کام بالکل برباد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیننگ ہی وہ مدبر تھا جس نے لاڈلی معاہدہ، کی مطلق العنانی کو توڑ دیا اور لاڈلے موٹر، کی قرارداد کے خلاف سب سے پہلے قومی انقلاب کی تائید کی۔ انگلستان کے سامنے یہ کام موجود تھا کہ جن اصولوں کی وجہ سے اس نے جیت پسند بادشاہوں کے ساتھ قابل افسوس اتحاد کر لیا تھا ان اصولوں کے بجائے معاملات عامہ کے نئے اصول پیدا کرے اور جو شدید صورت حالات کی پیدا ہو گئی تھی ان کو قطع کر کے یورپ میں آزادی کی ترقی و حمایت کے لئے کوئی مستحکم مقصد اور طریقہ نکالے۔ ایک چھوٹی سی قوم کے خود مختاری کے لئے دوبارہ سر اٹھانے سے انگریز مدبروں کے درمیان یہ سوچنے والا بحث پیدا ہو گئی کہ آئی برطانی حکمت عملی کی صحیح روش کیا ہونا چاہئے۔ ہالینڈ کی چند نوآبادیوں کے عوض میں جو ہالینڈ کے قبضے سے نکل گئی تھیں وائٹا میں یہ تجویز سوچی گئی کہ ہالینڈ کو بحیم ویدیا جائے، تاکہ بلجیم فرانس و ہالینڈ میں حائل ہو جائے۔ لیکن نسل، مذہب اور زبان کے موروثی اختلاف کی وجہ سے جس میں غیر مساویانہ نظم و نسق کی وجہ سے اور اشتداد پیدا ہو گیا تھا یہ اتحاد پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ شلٹ کی آزادی اور وسعت پذیرستوری بازاروں کے باعث نئی مرفہ احوالی

کیننگ

اہل ملجم کو ہموار و رضا مند کرنے میں ناکامیاب رہی، اور فرانسیسیوں نے جس انقلاب سے خاندان ہاربن کو نکال کر اپنے شہری بادشاہ کو تخت نشین کر دیا تھا اس سے ہروسلز میں جوش و ہيجان پیدا ہو گیا تھا، ایک تماشہ جو انقلابی خیالات سے پڑھا پڑھے ہی زور شور کی صدائے تحسین کے ساتھ تماشہ گاہ میں دکھایا گیا اور دوسرے روز ہربانٹ کا جھنڈا بلند کر دیا گیا۔ امرا اور تجار عوام کی اس بغاوت میں شریک ہو گئے۔ اور ہالینڈی فوجوں کو پسپا کر دیا۔ شاہ ہالینڈ نے جب پانچوں دولِ عظام سے درخواست کی کہ وہ تمام بادشاہوں اور سلطنتوں کے استقلال کی حمایت کریں، اور موٹر کے سیاسی نظم کو قائم رکھیں تو اسے سخت مایوس ہونا پڑا۔ تمام یورپ میں انقلاب کے شعلے بند ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے لا مذہبی مخالفہ، کے اصول کچھ کام نہ آئے، روس کو پولینڈ میں ایک قومی بغاوت کا سامنا تھا۔ برسوک، ہیننور، ہسی، کیسل، اور سیکنی کی شورشوں اور فرانس سے جنگ کے خطرے نے اہل پریشیا کو ہالینڈیوں کی مدد کرنے سے روک دیا تھا، سال کے ختم ہونے کے قبل ہی آسٹریا کو اطلالیہ میں ایک بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ فرانس جس نے ملجم کے انقلاب کے لئے مثال قائم کر دی تھی وہ طرہ طرح پر روس کا مدد تھا اور انگلستان جو لا مذہبی مخالفہ، سے الگ ہو گیا تھا باوجود تذبذب اور بدگمانی کے از خود اس آزاد فرانس کا حلیف بن گیا تھا جو وائٹا کی عائد کردہ غلامی کی قید سے نکل آیا تھا۔ ترکی پر روس کی مہمیت قائم ہو جانے سے دونوں ملکوں میں سخت ترددات پیدا ہو گئے تھے، اور دونوں ایک دوسرے کی امداد کے خواہاں تھے۔ انگلستان میں لبرل اصلاحات کا مستحکم کرنا ہو یا فرانس میں نئی بادشاہی کے قدم جتنے ہوں دونوں امور کے لئے ان ملکوں کو امن کی ضرورت تھی، ٹیلیگراف، انگلستان کے ساتھ اتحاد کرنے پر عزم راسخ کئے ہوئے تھا، خواہ انگلستان میں وہگ برسر اقتدار ہوں یا ٹوری۔ خیالات کی ایک عام لہر نے دونوں قوموں کو باہم ملا دیا تھا، کیونکہ انگریزوں کے

اقتصادی حالات کے مطابق نے لبرلوں کے درمیان ارتباط قائم کر دیا تھا اور
مڈبروئج گیزو نے سارہون میں انگریزوں کی آئینی تاریخ کی داد تشریح دی تھی کہ
"ابنولانی والا انقلاب جس نے لوئس فلپ کو تخت پر بٹھا دیا تھا وہ ایک طرح
کی مصالحت باہمی تھی جو انگلستان کی اس مصالحت سے کچھ مغائر نہ تھی جسے
"مسودہ قانون حقوق" میں مرتب کیا گیا تھا۔ بہت سے اثرات ایسے جمع
ہوئے جن سے دونوں ملکوں کے طبائع حریت کے معاملے میں شریکیت
کرنے کے لیے پہلی مرتبہ تیار ہو گئے؛

غرض بیرونی مداخلت سے سامون ہو کر بلجیم نے ایک قومی موثر میں
اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس مسئلے نے انگلستان میں سخت فریاد
منافقہ برپا کر دیا۔ ٹوری جنھوں نے یورپ کے لیے امن حاصل کیا تھا
وہ تفسیر کی ہر ایک علامت پر آرزو ورنجیدہ ہو جاتے تھے ان کا وزیر اعظم
ولنگٹن انقلاب کے توقعات کو ایک نہایت خراب اور شیطانی کام
سمجھتا تھا، اور جب ولیم چہارم اپنی پہلی پارلیمنٹ سے ملاقی ہوا تو شاہی تقریر
میں امن و امان کے اتر کرنے والوں کو دھمکی دی گئی، اور اپنی بلجیم کو
باعنی رعایا کہا گیا۔ وہ لوگوں کو یہ فقرہ ناگوار گزارا، وہ ان بلجیم کے معاملے کے پر جو غرض موید
بن گئے۔ آئینی اولو العزمی اور غیر ملکی حکمت عملی دونوں ایک ساتھ ملا دی گئیں۔
مسودہ قانون اصلاح اور خود مختاری بلجیم دونوں کا ایک مقصد قرار پانسیا۔
میوم نے بلا اعلان یہ کہا کہ قوم کا اکثریت ہمیشہ حصہ انقلاب سے خواہش ہے۔
کا بسٹ جویونان کے معاملے میں غیر سہرور تھا وہ بھی بڑی بلند آہنگی سے وائس کی عیوبیت
عظمیٰ کے ساتھ بلجیم کے متحد ہو جانے کی موافقت کر رہا تھا۔ برمیوم مطلق العنان
بادشاہوں کی جانب سے مداخلت کرنے کا مخالف تھا۔ وہ کہتا تھا کہ انگلستان
کے لوگ اپنی آزادی کی محبت میں سرشار اور دوسروں کی آزادی کے دوست ہیں۔
او کانر جو تمام یورپ میں ایک فصیح البیان مقرر اور قومیت کا پشت و پناہ
ہونے کی حیثیت سے مشہور تھا اس نے اعتراضاً یہ کہا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ
و آئر لینڈ کے اتحاد کے اسوای تاریخ کے ساتھ بلجیم کو ہالینڈ سے ملحق کر دینے سے

بلجیم
حیثیت قوم

زیادہ کوئی غلیظ و سبب نہیں ہے۔ ٹوریوں کا جواب یہ تھا کہ انگلستان معاہدہ وائٹا کی تائید کرنے کا پابند ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ جو ملک بارہا یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کے تنازعات کے فیصلے کا میدان کارزار رہ چکا ہو اسے اپنی سابقہ مصیبتوں سے یہ ناگوار تجربہ حاصل کرنا چاہیے تھا کہ وہ ہتھیار کی قوت سے کام لینے کے قبل اپنی تکلیفوں کے رفع کرنے کے لیے تمام دوسرے ذرائع پر عمل درآمد کر کے دیکھ لیتا۔ اگر ولنگٹن اپنے عہدے پر قائم رہ جاتا تو بلجیم کو نہ مدد ملتی اور نہ اسے کسی طرح کی بہتری حاصل ہوتی مگر وہ ہینے کے اندر اندر ٹوریوں کو شکست ہو گئی اور بلجیمی موثر جمع ہی ہوئی تھی کہ مسودہ اصلاح کے دوست پھر بہر اقتدار ہو گئے۔ وزیر خارجہ لارڈ پامرسٹن میں اگر وہ کیننگ کلسا جوش اور اسکی ذہانت نہیں تھی مگر اس نے کیننگ سے بہت کچھ سیکھا تھا، اور اس کے زیر اثر دول کی اس مستشار نے جو یونانی مسائل کے طے کرنے کے لیے لندن میں جمع ہوئی تھی ہالینڈ و بلجیم کی متحدہ شاہی کے فسخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگریزی و فرانسیسی معاہدہ کی کامیابی رفاہیوں اور خوفوں کی وجہ سے خراب ہو گئی۔ پامرسٹن کو خاص اندیشہ یہ لگا ہوا تھا کہ فرانس بلجیم کو جذب نہ کر لے یا اس پر قابض نہ ہو جائے، اور یہ خطرہ بھی لگا ہوا تھا کہ مبادا خاندان کارلینز کی تخت نشینی کا جشن فرانسیسی سرحد کی ترمیم سے منایا جائے۔ پس جب اہالی بلجیم نے لوئس فلپ کے ایک لڑکے کو اپنا بادشاہ منتخب کیا تو پامرسٹن نے اتنے قریبی خاندانی اتحاد کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے اس تجربہ پر ہماری امن کی خواہش کبھی نہیں اس حد پر نہیں لی جا سکتی کہ ہم اس جسارت کا قولاً یا فعلاً تحمل کر سکیں، لوئس فلپ نے اپنے لڑکے کی امیب واری سے دست برداری کر لی اور سیکس کو برگ کا ایک جرمانی شہزادہ لیو پولڈ بلجیم میں حکمران ہو گیا۔ مستشار لندن میں نئے بادشاہ کو جو فیاضانہ شرائط عطا کئے تھے ان سے اہل ہالینڈ غصے میں آ گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ شرائط دول کے ناقابل تسخیر وعدوں کے منافی ہیں اور انہوں نے ایک فوج روانہ کر دی، جس نے دس روز کے اندر اندر اہالی بلجیم کو مغلوب کر کے

دو جنگ
الینڈ

لیشر اور لوین پر قبضہ کر لیا، فرانسیسی فوجیں ان کو خارج کرنے کے لئے بھرت تمام آگے بڑھیں، لیکن عین اسوقت جبکہ فرانسیسیوں نے سرزمین بلجیم پر قدم رکھا انگلستان نے بھی ہتھیار اٹھائے۔ الزام لگانے کے لئے ٹورکوں کے پاس اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، انھوں نے اشارۃً یہ ظاہر کر دیا کہ بلجیم کی یہ شور انگیزیاں آئر لینڈ کی آزادی کا راستہ صاف کرنے کے لئے برپا کی گئی ہیں۔ انھیں میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ اس پر از نصب فوج کا قلب پیرس ہے اور اسکا میمنہ بروسلز ہے اور اسکا میسرہ ڈولین پر نظر جانے ہوئے ہے۔ انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ تمام مراسلات ایوان کی میسر پر رکھے جائیں، تاکہ پارلیمنٹ کو معاملات صلح و جنگ میں شرکت کا موقع مل سکے۔ پیل نے رازداری کے خلاف اعتراض کیا اگرچہ اس نے یہ کہا کہ مفاد عامہ کے لئے، وہ اپنی خواہش کو قربان کر دینے کے لئے آمادہ ہے۔ ایک پر غضب مباحثے کے دوران میں پامرٹن نے اپنے عہدے کے آئینی فرائض بیان کیے، اور اس رائے پر قائم رہا کہ جنگ و صلح کے فیصلوں کا تعین کلیتہً بادشاہ کے حقوق خاص سے ہے، اور مراسلات کے اجرا کا اختیار جو کچھ بھی ہے وہ بادشاہ کی ذات سے ہے۔ اس لئے اس نے اسوقت تک کے لئے کاغذات کے پیش کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ معاملہ یکسو نہ ہو جائے۔ اس سخت تصادم میں کابینہ اور اس کے ساتھ مسودہ اصلاح کوٹیلرینڈ نے شکست سے بچا لیا، کیونکہ وہ دوہنگوں کے زوال سے اندیشہ مند تھا، اور اس لئے اس نے اپنی نارضا مند حکومت کو فرانسیسی فوجوں کے واپس بلا لینے کی ترغیب دی۔ بلجیم کو دول کی ذمہ داری میں ایک خود مختار اور دائمی غیر جانبدار سلطنت بنا دیا گیا، اور اسکی غیر جانبداری کو نظام سلطنت کی ایک مقدم ترین دفعہ قرار دیا گیا، مگر اس شکست خوردہ قوم پر نسبت سابق کے زیادہ سخت شرائط عائد کئے گئے۔ لکسمبرگ اور لیبرگ اس سے الگ کر لئے گئے، اور دریائے شٹل پر سے ہالینڈ کو حصول دینے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اہل ہالینڈ نے اٹلیٹورپ کے قلعے کے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ پامرٹن نہ تو یہ ہمت کر سکا کہ انھیں نکالنے کے لئے

تہا فرانس کو اجازت دے اور نہ اسے یہ جرأت ہوتی تھی کہ تاجروں کی مرضی کے خلاف جو ہالینڈ سے جنگ کرنے کے مخالف تھے فرانس کا شریک ہو جائے۔ اس دوران میں ولیم چہارم اپنی ذلیل کینہ پرورداری کی وجہ سے ان عموماً نہ اصولوں میں شریک ہونے کے میلان پر افسوس کر رہا تھا جو فرانس میں رائج تھے اور فرانس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے اپنے مشیروں کو لعنت ملامت کر رہا تھا۔ پامرسٹن کو غیر ملکی معاملات میں خاص اپنی روش پر چلنے کی کافی قوت صرف اس وقت حاصل ہوئی جب وطن میں جاننازانہ جدوجہد کا خاتمہ سو وہ اصلاح کی کامیابی پر ہوا۔ اینٹورپ میں فرانسیسی فوج اور شٹل میں انگریزی بیڑے نے اہل ہالینڈ کی اچھی طرح تادیب کر کے (بقول ایک آئر لینڈی محب وطن کے) "ان کو ان کی سست دلدلوں میں واپس ہٹا دیا، ان کے علم و عصا کو سرنگوں کر دیا اور ان کے قوانین اور سنگینوں کو سست روشٹل کے اندر ور یا برد کر دیا، اور اینٹورپ کے برجوں پر انھیں یہ سبق دیدیا کہ ہر قوم کو خود اپنے اور حکومت کرنے کا حق ہے۔" مگر یونان کی طرح یہاں بھی تصفیے میں دقت پڑ گئی۔ ہالینڈ ۱۸۳۲ کا بادشاہ مدتوں تک ایک آزاد بطیم کے تسلیم کرنے سے انکار کرتا رہا۔ چوبیس بعد جب بطیم کے خاص انعامس مؤید فرانس و انگلستان آپس ہی میں لڑنے لگے تو شاہ ہالینڈ کو موقع مل گیا اور اس نے ۱۸۳۱ء میں سخت شرائط کے نافذ کرنے پر دول کو آمادہ کر لیا۔ پامرسٹن نے جو اس وقت میرٹھانک سے مراسلت کر رہا تھا اہالی بطیم کی فوری اطاعت کا مطالبہ کیا، اور صرف فرانس کے درمیان میں لڑنے سے کسی قدر سہولت روا رکھی گئی۔ معاہدہ لندن کی رو سے بطیم کی غیر جانبداری و خود مختاری دوبارہ پانچوں دول عظمیٰ کی ذمہ داری میں قائم ہو گئی۔

قومی انحرافات اور بحری تجارت کی رقابت کے باعث وائٹا کی قرار و ادسات ہی برس کے اندر اندر منہدم ہونا شروع ہو گئی۔ اس وقت جن مسائل سے قوموں کو دوچار ہونا پڑا ہے وہ سب کے سب ایک ہی نسل کے اندر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جن احکام نے یورپ کے لئے چند مالکانہ خاندان

یورپ میں
قومیت

متعین کر دئے اور ان کی رعایا کے لئے فرضی حدود قائم کر دئے تھے ان سب کی صحت پر علی الاعلان اعتراضات عائد ہو رہے تھے۔ پریشیادی (زولورین) (اتحاد کرس) آہستہ آہستہ بڑھکر ایک تجارتی قرارداد بن گئی۔ جس میں تقریباً اڑتیس جرمانی ریاستیں شامل تھیں اور جس سے پریشیا کی سرکردگی میں جرمنی کے قومی اتحاد کے قائم ہونے کے آثار نظر آتے تھے۔

اسی وقت میں فریسی نے "اطالیہ جدید" کی تحریک کا جوش پیدا کیا اور اتحاد و خود مختاری "کا جھنڈا بلند کیا، اور چارلس البرٹ، آسٹریا

۱۸۳۰
۱۸۳۲

کی حکومت کے ختم کرنے کو اپنا مطمح نظر بنا کر تخت سارڈینیا پر ٹکن ہوا۔ وارسا کی قیدی امارت ڈیوک کو وائٹا میں دوبارہ روسی پولینڈ کی سلطنت بنا دیا گیا تھا اور الگرنڈر نے کچھ دیر کے لئے اسے زندگی کی امید دلا دی تھی مگر اب نکولس نے اسے پھر محکوم بنا دیا، اور ہزاروں باشندگان پولینڈ جو ایک ہی ہونے

قوم کی یادگار رہ گئے تھے وہ انقلاب کا وعظ کہنے کے لئے تمام یورپ میں پھیل گئے۔ میٹرنک کے ساتھ جنگ کرنے میں جلد قوم پرست اپنی قدیمی

تاریخ اور اپنے اعظم رجال کی یاد کی طرف پلٹے۔ انکا قول یہ تھا کہ "ہم ایک آزاد قوم ہیں اور اپنی ہی زبان بولتے ہوئے زندہ رہنا چاہتے ہیں" اپنے علم ادب

اور روایات قدیمہ کی تجدید میں سلاوی قوموں میں ایک عام حرکت پیدا ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک منفرد گروہ یہ سمجھنے لگا کہ وہ ایک پرزور نسل کا

جزو ہے۔ بوہیمیا، آسٹریلیٹڈ کا نمونہ نظر آرہی تھی، اور اوکائیٹل قومی آزادی کا داعی سمجھا جانے لگا۔ اہل کریشیا اور جنوب کے سلاوی "الیریا"، کا خواب

دیکھ رہے تھے، جسکی داغ بیل نیولین نے ڈالی تھی اور جو ایک آزاد شدہ نسل کا گھر تھی۔ بلقان میں سربیا کی مثال پر چل کر بلغاریہ اور ڈینیوب

کی دوسری ریاستیں ترکی سے اپنے تقرر اور قومی حقوق خاص کا مطالبہ کرنے لگیں اور ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گئی تھیں، رومانیہ پہلے ہی سے

اس فکر میں لگی ہوئی تھی کہ اپنے بسربیا، ٹریسٹونیا اور بوکوتینا میں پھیلے ہوئے ہم قوموں کو متحد کر لے۔ اس حصول آزادی کی جنگ میں روس سلاوی قوموں کے

۱۸۳۶
۱۸۳۷

محافظ اور کلیسائے یونان کے سرگروہ ہونے کی حیثیت سے باضابطہ
 بلقان میں داخل ہو گیا۔ جب نیشی ٹینیوب پر روس کا اثر قائم ہو گیا تو
 آسٹریا کی تنہا اجارہ داری منقود ہو گئی۔ اور اس جزیرہ نما کی سربراہی کے لیے
 یونانوں اور سلاویوں میں کشمکش کا آغاز ہو گیا۔ عثمانیوں کی زوال پذیر شہنشاہی
 جس سے یونانیوں کی بغاوت نے ایک صوبہ کٹوا کر الگ کر دیا تھا اب
 یکے بعد دیگرے اپنے اعضا کی قطع و برید اور اپنی سیاسی محکومیت کے طویل
 دور میں داخل ہوئی، اور خود مختار مصر کے خوف اور غیر ملکی جنگی جہازوں کے لیے
 ورہ وانیال کے بند ہو جانے سے قریب تھا کہ یورپ میں جنگ برپا
 ہو جائے۔ برطانیہ نے سلطان کی فوج کے بیٹے وان مولٹکی اور دوسرے
 افسروں کو پھینک کر سلطان کے فوجی معتمد بننے کی حیثیت پیدا کر لی، مگر ان لوگوں
 نے فوج کو درست کرنے سے پہلے ایشیائے کوچک کے وسائل دولت کو
 جرمنی کے ہاتھ میں ڈالنے کی فکر کی۔ اسی اثنا میں یورپ سے باہر
 نسلی حیثیت سے دنیا پر مسلط ہو جانے کے لیے ایک دوسری کشمکش کا آغاز
 ہو گیا تھا جو ایک گونہ برطانوی شہنشاہی کے رشک کی وجہ سے تھا۔ روس
 اپنی ایشیائی شہنشاہی کے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا، وہ کوہ قاف سے
 پار ہو کر آرمینیا کے لیے برسر پیکار تھا اور بحر کا سپین کو قلعہ بند کر چکا تھا۔
 روس کا سامان لاہور تک پہنچ رہا تھا، اسکی تجارتی رقابت، سرکیشیا
 کے سوا حل سے برطانوی جہازوں کا اخراج، دریائے فرات سے اسٹیم
 کے ذریعے ہندوستان کو ڈاک جانے کی مخالفت، فارس میں ریشہ دوانیاں
 ان سب باتوں نے اسکی طرف سے شک و اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔
 چند برس بعد وہ بحر الکاہل کے سواحل کی طرف کیمس کیمیکا اور دریائے امور
 تک پہنچ گیا۔ اسی دوران میں فرانس ایک نئی ستوری شہنشاہی قائم کرنے
 کے لیے افریقہ و بحر الکاہل کی طرف متوجہ ہوا، اور اس قلعہ نے جب
 محراب ظفر (Arc de Triomphe) کا افتتاح کیا اور فرانس
 کے شاندار کارناموں کے لیے ورسیلز کی تبریک کی تو گویا فرانس نے اپنی

۱۸۳۵

شہنشاہی
کی رقابت

۱۸۲۸

۱۸۳۵

دلوں کی پستی سے نکل کر دوبارہ جنم لینے کا جشن منایا۔ پر جوش لوگوں کو یہ یقین تھا کہ اسکے لئے ابخراٹر کا حاصل کر لینا ایسا ہی ہو گا جیسا انگلستان کے لئے ہندوستان کا اور جب لاروگرے نے اسکے خالی کر دینے کا مطالبہ کیا تو مخالفت سے بچنے کے لئے آباد کاری کی کارروائی گونہ خفیہ طور پر ہونے لگی۔ شمالی افریقہ میں فرانس کی نئی قائم شدہ حکومت کے مقبوضات ساحلی حدود سے گزر کر اندرون ملک تک پہنچ گئے اور معاہدہ کو کو خطرے میں ڈال دیا۔ مارشل، ولٹی نے کہا کہ فرانسیسیوں سے میری خواہش یہ ہے کہ وہ رومانی افریقہ کو واپس لے لیں اور فرانس میرے کہنے سے جہاں کہیں بھی قدم رکھے گا میں اسے مستقل مستقر بنا دوں گا۔ پولین کے وقت سے اسکی نگاہ مشرق کے دروازے پر لگی ہوئی تھی۔ اسکے افسروں نے مصر کے وائسرائے محمد علی کی بڑی و بھری قوتوں کی تربیت کی تھی اور سلطنت عثمانیہ کے اس زرخیز ترین صوبہ میں اسکے ترقی پذیر اثر سے انگلستان کو خوف پیدا ہو رہا تھا۔ بحر الکاہل میں اس نے نگہبانی، محبت اور قیام آباد کاری کی جو چیزیں اختیار کی تھیں ان سے انگلستان چونکا اٹھا اور اسی وجہ سے اس نے نیوزیلینڈ کی آباد کاری قائم کی۔ ایشیا، افریقہ اور بحر الکاہل میں یورپی طاقتوں کو نوآبادی قائم کرنے کے نازک خطرات کا سبق پہلے ہی مل چکا تھا، اور اسکی وجہ سے اب محافلے مشکوک نظر سے دیکھے جاتے تھے، اور وہ محض ہنگامی و غیر یقین نوعیت کے ہوتے تھے کیونکہ وطنی حکومتوں کے تعلقات اسوقت تک غیر مصدئون ہیں جب تک کہ اس اندیشے کا امکان باقی ہے کہ کرہ ارض کے دوسری جانب کے کسی مناقشے سے انکی مفاہمت باہمی غارت ہو جائے گی۔ پامرسٹن برطانوی قوت کا اثر ڈالنے اور دوسری قوموں کے جھگڑوں سے نفع اٹھانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا تھا، پس اس ہمہ گیر شورش انگیزی اور انقلاب عام میں اس نے انگریزی مفاد کے لئے ہر طرف دست اندازی کرنے کی پر زور حکمت عملی اختیار کی۔ ایک معتدبہ وقفہ کو چھوڑ کر وہ پینتیس برس تک انگریزوں کی غیر ملکی حکمت عملی کی رہبری کرتا رہا۔ تاجسر اس کی

۱۸۲۷
۱۸۳۲

انگلستان
واپس

دع سرانی میں رطب اللسان تھے کیونکہ وہ تاجروں کی آن بان قائم رکھنے اور دولت حاصل کرنے کے لئے میدان کارزار میں کود پڑنے کے لئے تیار رہتا تھا کھیلوں کے شائق اسکے گرویدہ تھے، اسپم بن وہ اسی کے جھنڈے کے نیچے چلتے اور ان شائستہ گھوڑوں کے نظارے کا لطف اٹھاتے تھے جو وقت خارجہ کے باہر تیار کھڑے وہاں چایا کرتے تھے۔ نمونیت کے شہزادے اسکے شاخوآن تھے اور وہ ایک ایسے شخص کو مطلق العنانی پر سخت حملے کرتا رہتا تھا اصلاح کے معاملے میں دیکھی نہ لینے کے لئے معاف رکھتے تھے۔ بیرون ملک میں اسکو ایک درشت، جاہل اور بے خوف، کارفرمائے مطلق سمجھا جاتا تھا۔ ایک عظیم الشان حرفتی قوم کے لئے جو ہر طرف سے منقطع ہونے کی وجہ سے محفوظ ہو اس نے جو لائحہ عمل تجویز کیا تھا وہ مختصر یہ تھا کہ انگریزوں کا انحصار غیر ملکوں پر نہ ہو بلکہ غیر ملکوں کا انحصار انگریزوں پر ہو جو کون کے نام اور اپنے مخالفوں کے اس الزام کی کچھ پروا نہ کر کے کہ اس نے عام طور پر یورپ کی قوموں کو ہم سے متنفر کر دیا ہے، اس نے اپنے ملک کو چھوٹی سلطنتوں کا حانی و سرپرست بنا دیا تھا۔ بلجیم کو آزاد کرانے میں اس نے فرانس کے ساتھ جو شرکت کی اسے زار نے ایک ناگوار حرکت سمجھا۔ اور بہ مقام منکن گرازا، اسٹریا اور پریشیا کے ساتھ ملکر ان دو طاقتوں کے مقابلے میں بڑی بغاوت کو علی الاعلان شائع کرنے اور استقلال و استقامت کو برباد کرنے کی ہمت رکھتی تھیں، خدا داد حق کی تائید میں مذہبی مخالفین کی تجدید کی،

۱۸۳۳

گر پامرسٹن جو کیننگ و کاسلری کا شاگرد تھا وہ ایک ہی حکمت عملی یعنی انگلستان کے شہنشاہی اغراض و مفاد کی روش پر چل جا رہا تھا۔ وہ بحیرہ روم میں فرانسیسی پیش قدمی اور پیرینیز سے دوسری طرف فرانسیسی اثر کو شک کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ اس امر پر ہمیشہ نگاہ رکھتا تھا کہ سب دا اسپین، فرانس کے زیر اثر آجائے، اور پرنگال کو بھی اپنے حلقے میں کھینچ لے۔ اور اس طرح انگریزی جہازوں کو ٹیکس کے کارآمد مواقع سے محروم کر دے۔ دونوں ملک ایک ہی سے خاندانی مصائب میں پھنسے ہوئے تھے۔

دونوں میں کم سن بچیاں تھیں اور سات برس کی عمر کی ملکہ بنائی گئی تھیں اور لبرل انکی تائید کر رہے تھے دوسری طرف مطلق العنانی کے حامی اور یادسی اور اعیان ملک تاج کے گرو جمع تھے۔ یہ رنگال میں وہ ڈام مگل تھے اور اسپین میں ڈان کرلاس کے طرفدار تھے۔ وہیں برس کی بہت تمہقری کے بعد جس میں اسپین کے لبرلوں کو لا فرشتہ تباہی کی مجلس کے انتقام سے مصیبتیں اٹھانا پڑی تھیں، فریقوں کی لا جنگ ہفت سالہ واقع ہوئی۔ ٹیلیوینڈ نے مداخلت کرنا چاہی، مگر پامرسٹن یہ لا زبردست چال، چل گیا کہ یہ رنگال اور اسپین کے لبرلوں کے ساتھ مخالف کر لیا، اور اسے دفعۃً کابینہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بعد کو فرانس بھی اس میں شامل ہو گیا، اور اس طرح یہ مخالف لا مخالف ارجح، بن گیا پامرسٹن فخریہ کہتا تھا کہ اسکا اخلاقی اثر یہ ہوا کہ مدعیان سلطنت مخالف ہو گئے اور یہ سچ بھی تھا۔ دوسری طرف فرانس نے یہ دیکھا کہ اس مخالفی کی قطعاً غرض یہ تھی کہ اس سے فرانس کی حکمت عملی کے پاؤں میں بیڑیاں بڑ جائیں۔ اسکو پرینز کی دوسری جانب کسی قسم کا استحقاق جتانے کا موقع نہ رہا، اور اسپین کی ان پریشانیوں سے تنہا انگلستان نے اپنا مطلب نکالا۔ پس لوئس فلپ نے اپنے مددگار شریک کا ساتھ چھوڑ دیا، اور پامرسٹن تنہا کام کرتا رہا۔ اپنی حکومت کو مداخلت کا ذمہ دار بنائے بغیر اس نے لا قانون اجتماع افواج برائے مالک غیر، کو معلق کر دیا، اور لبرلوں کی اعانت کے لئے ایک فوج تیار کی گئی۔ بڑی بڑی تنخواہوں کی طمع میں یہ سرفروش خطرات میں پڑ کر بڑی ہی جاہ بازی سے لڑتے رہے، یہاں تک کہ سامان کے فقدان اور اسپینوں کی کمزور تائید کی وجہ سے وہ بڑی مشکلوں کے ساتھ جان بچا کر نکل آئے۔ کارلس کے طرفدار صرف تھک کر مغلوب ہوئے اور خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا۔ کسی ملک کے خانگی معاملات میں دخل دینے کے خلاف جن لوگوں نے اعتراضات کیئے تھے انکا جواب پامرسٹن نے یہ دیا کہ آئینی حکومت سے تجارتی و سیاسی اغراض کو فائدہ پہنچے گا۔

۱۸۳۳

اور یہ دعوے کیا کہ اس نے اس طرح دوسرے ملکوں کی علی الاطلاق دست اندازی کو روک دیا، اس نے یہ کہا کہ ہم اس اصول موضوعہ پر عمل نہیں کرتے اسپین اسپینوں کے لئے ہے، اور ہم نے خیال کیا کہ بالغت و جہد اسپین کی خود مختاری اس طرح زیادہ محفوظ ہو جاتی ہے کہ وہ حسبہ امر خود مختار راہ حکومت کے تحت میں ہو۔ نے کے بجائے نیابتی و قومی مجلس کے زیر اقتدار آجائیں، مگر اس کے دلائل نہ اسکی حکومت علی کے خطرے کو چھپا سکتے اور نہ اس امر پر وہ ڈال سکتے ہیں کہ اس نے انگلستان اور فرانس کے تعلقات میں کس خطرناک حد تک کشیدگی و کبیدگی پیدا کر دی تھی؟

انگلستان
و ترکی

ایک نئی کشمکش اور پیش آگئی جس نے فرانسیسیوں کے اس خیال کو پختہ کر دیا کہ پامرسٹن ایک دشمن کے طور پر ہر ایک موقع پر ان کے ملک کو روکنے پر تیار ہوا ہے۔ مشرق میں فرانسیسی مدت سے محمد علی کے سرپرست بنے ہوئے تھے۔ اس نے نپولین کے مقابلے میں انگریزوں کے ساتھ جو کر کام کیا تھا، لیکن حیثیت بادشاہ مصر کے اس نے اس انگریزی فوج کو شکست دی تھی جس نے اسکندریہ پر حملہ کیا تھا اور قاہرہ میں ایک دروازہ کھڑا کیا جس میں سو مقتول برطانیوں کے سر لگے ہوئے تھے۔ مگر فرانسیسی کمانڈر کے مشورے سے قیدی بازار فریدیہ لئے ہوئے واپس کر دئے گئے تھے۔ فرانسیسی عہدہ داروں کی مدد سے اس نے ایک نئی بری و بحری فوج کی بنا ڈالی، اور کرٹ سے خرطوم تک کی ایک بادشاہی قائم کر لی، اپنا سو عودہ انعام یعنی دمشق اور شام کی بادشاہی کے حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے بیٹے امیر کوتم اشام کے فتح کر لینے اور ایشیا کے کو حکم میں بڑھ جانے کے لئے روانہ کیا۔ باجالی کے انگریزی سفیر سر اسٹیفن ڈکننگ نے جو ترکی کے اصلاح کے ارکان اور ایک نوخیز "ینگ ٹرک پارٹی" پر یقین رکھتا تھا انگلستان سے مدد کی خواہش کی مگر انگریزی بیڑا لجم کی ممانعت میں ہالینڈی سفیر پر مشغول کار تھا اور فرانسیسی بھی مداخلت نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ ان کی فوجیں ایتھنورپ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ محمد علی خود سلطنت میں حکمراں ہو گیا ہوتا

۱۸۰۸
۱۸۲۳

مگر صرف اس وجہ سے ایسا نہ ہو سکا کہ ایک روسی فوج باسفورس میں
 اتر پڑی تھی۔ احسانند سلطان سے زار نے بزور معاہدہ اینکار سکلیسی لکھا لیا،
 جسکی روسے سوائے روس کے جنگی جہازوں کے علاوہ تمام طاقتوں کے
 جہازات بحر اسود سے خارج کر دئے گئے۔ انگلستان اور فرانس نے بحر اسود کی کلید کو
 ایک قیب طاقت کے ہاتھ میں دیدئے جانے پر اعتراض کیا، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، اور ترکی کی حالت روس
 کے ایک باجگزار سے کچھ بہتر نہ رہی، دوسری طرف زار جو مغرب کے ان دونوں انقلابی
 ملکوں سے جنھیں وہ "ارتباط" اور "پ" سے خارج سمجھتا تھا سخت غصے
 میں تھا، اس نے منکنگراز کے قتلے سے جسکے بموجب وہ ترکی کے
 عالی حال قائم رکھنے کا پابند تھا انگلستان کو اطلاع دینے سے انکار کر دیا،
 اس اثنا میں محمد علی جو یہ چاہتا تھا کہ مصر سے گزر کر شام و عرب
 پر بھی اپنی آزادانہ حکومت قائم کرے وہ ہندوستان کے دونوں راستوں
 بحر احمر و وادی فرات میں حائل ہو گیا اور اب دفانی جہازوں کے
 ایجاد ہو جانے سے ان راستوں کی تجارتی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ مغربی طریقوں کی
 نقل کر کے اس نے بھی پارلیمنٹ کا ایک مذاق کھڑا کیا تھا، مگر وقتوں سے
 بچنے کے لئے وہ حکومت اور فریق مخالف دونوں کا خود ہی انتخاب کرتا تھا۔
 حرفتی و تجارتی مصلح بن کر اس نے رولی کے عظیم الشان کارخانے قائم کر دئے۔
 جن کے گراں قیمت کل پُرزے بے مرمتی کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے۔
 اس نے ریشم سے لیکر باغات کی سبزی ترکاری تک کی ہر ایک نفع بخش
 حرفت کو حکومت کے اجارے کے اندر لے لیا۔ اسکے اس تحفظی طریقے کو
 توڑنے کے لئے پارلیمنٹ نے سلطان سے تمام مملکت عثمانیہ میں آزادانہ
 تجارت کا ایک معاہدہ کر لیا، اور اسکو عمل میں لانے کے لئے عدن کے
 قبضہ کا خواستگار ہوا۔ عدن تہارت آفتاب سے جھلسا ہوا ایک قلعہ تھا
 جو ایک سابق آتش فشاں کے دہانے کے اوپر واقع اور بحر احمر کے
 دروازے پر مسلط تھا۔ ملکہ و کٹوریہ کے عہد حکومت میں سب سے پہلا قطعہ ارض
 یہی حاصل ہوا جسکے مابعد منافع بہت کثیر ثابت ہوئے ان تجارتی معاہدے نے

۱۸۳۸

کشککش کا ایک نیا دور شروع کر دیا۔ محمد علی نے خود مختار ہو جانے کی دھمکی دی۔ اور سلطان نے جنگ سے اسکا جواب دیا۔ ایک بہت بڑی فوج (جس میں دوسرے پریشیابی افسروں کے ساتھ وان موٹھی بھی شامل تھا) ابراہیم کے مقابلے میں روانہ کی گئی مگر جنگ ٹیڑب میں ساری فوج تباہ ہو گئی۔ چھ دن کے اندر سلطان کا انتقال ہو گیا اور اسکا بیٹا جہازت درجہ واپس آئے۔ نکل کر محمد علی کے ساتھ شریک ہونے کے لیے روانہ ہو گیا۔ پامرسٹن کو صرف ایک ہی مقصد مد نظر تھا، یعنی سلطنت ترکی کے قدیم حدود کو اس طرح بحال رکھا جائے کہ وہ ہندوستان کے راستوں پر قابض نہ رہے، برعکس ازیں فرانسیسی جن کا اثر مشرقی بحیرہ روم، تمام یونان، مصر، و عراق میں حاوی و غالب تھا وہ یہ سمجھے تھے کہ محمد علی انگریزوں کی طاقت کے مقابلے میں سدسکندری کا کام دے گا۔ کیونکہ ان کو یہ یقین تھا کہ سلطنت ترکی کے شیرازے کا منتشر ہونا لادبی ہے، اس وجہ سے وہ اسکے متفقہ قصبوں کی خود مختاری اور مصر اور شام کے اتحاد کے حامی تھے۔ فرانس کو الگ کر کے پامرسٹن نہ صرف آسٹریا اور پریشیا بلکہ روس کے ساتھ بھی برابر معاملات طے کرنے لگا، اور ولیمبروس کا انگلستان میں خیر مقدم کیا۔ لندن کی قرارداد میں ان چاروں سلطنتوں نے یہ عہد کیا کہ ورہ واپس کی غیر جانبداری کو قائم رکھ کر ترکی کے علی حالہ باقی رہنے کی ذمہ داری کریں اور محمد علی سے یہ چاہا کہ وہ کریٹ، شمالی شام اور عرب کے مقامات مقدر سے دست بردار ہو جائے۔ اگر وہ جواب میں میں روز سے زیادہ تاخیر کرے تو اسکے دوسرے مقبوضات بھی لے لیے جائیں۔ جس طرح چھ برس پہلے مغربی بحیرہ روم پر اپنے قبضے کو مستحکم رکھنے کے لیے پامرسٹن نے "مخالفہ اربعہ"، ملک کے گلے منڈہ دیا تھا اسی طرح اب اس نے مشرق میں اپنی جگہ کو محفوظ رکھنے کے لیے مٹرنک کے زیر اثر مطلق العنان سلطنتوں کا یہ چارگانہ انتظام انگلستان کے سر تقویٰ دیا۔ فرانس کو نہ تو اس معاہدے کی اطلاع دی گئی اور نہ اس سے اس پر تخط کر نیکی لیے

قراردولنڈ

کہا گیا۔ اسکے لئے اب وہی راستے کھلے ہوئے تھے، یا وہ اپنے پرانے حلیف محمد علی کو چھوڑ دے یا تمام یورپ سے اٹرائی مول لے۔ زار کو لوٹس فلیپ کی حکومت سے نفرت تھی، فرانس میں نیپولین کے افسانے کے تازہ ہو جانے سے اور لندن کا فرانس کے علی الرغم لوٹس نیپولین کے نہایت ہی جوش و خروش کے عالم میں سرزمین فرانس میں دوبارہ قدم رکھنے اور قوم کا پریم آنکھوں اور پر جوش دلوں کے ساتھ شہنشاہ اعظم کی ہڈیوں کو سینٹ ہلینا سے پیرس میں لانے کی وجہ سے تمام جرمنی میں نفرت و انتقام کے جذبات بھڑک اٹھے۔ پروشیا نے ۱۸۱۵ء سے ہی میں فریبوں کے انتقام کا خیال ظاہر کر دیا تھا۔ جنگ لیپزک کی سالگرہ ایک نئی قوم کے پیدا ہونے کی طرح بڑی دھوم دھام سے منائی جا رہی تھی۔ فرانس کے اس طرح سب سے منقطع ہو جانے کے باعث پامرسٹن کو موقع ہاتھ آ گیا اور اس نے علی الاعلان یہ کہا کہ "محمد علی اگر اطاعت نہ کرے تو اسے دریائے نیل میں سلا دینا چاہئے۔ انگلستان کا نفع اسی میں ہے کہ سلطان شام و مصر پر دوبارہ قابض ہو جائے۔" وہ اس سے پہلے ہی ماہ جون میں شام کے اندر ایک بغاوت کا انتظام کر چکا تھا۔ اب قبل اسکے کہ پیش کردہ شرائط پر محمد علی کا جواب موصول ہو سکے اس نے آسٹریا اور ترکی کی مدد سے بیروست پر گولہ باری کرنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کر دیا۔ پیرس میں انتہائی اضطراب و ہرجان پیدا ہو گیا، اور ہر طرف پر انگلستان کے خلاف اشتعال انگیز نعنت و ملامت کے آواز سے بلند ہونے لگے۔ پامرسٹن نے ایک فرانسسی سے کہا کہ "میں تمہارے بادشاہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ ہرگز جنگ نہیں کرے گا" اسکا یہ کہنا بالکل صحیح تھا۔ اس قومی غیظ و غضب کے ہرجان میں لوٹس فلیپ کو اصلاح پسند نیپولین کا مبارک خطاب عطا کیا جا رہا تھا تھمیرز کو استعفا دینے پر مجبور کیا گیا۔ عکے کے سقوط نے (جو اب تک ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا) محمد علی کو شام سے منقطع کر دیا، اور پیر، اسکندریہ پر گولہ باری کرنے کے لئے روانہ ہو گیا،

لیکن آخر پامرسٹن کی اس ضد کو فرانس اور دوسری طاقتوں کی مداخلت نے روک دیا۔ لندن میں پانچ طاقتوں کی ایک نئی مستشار نے مصر پر محمد علی کے موروثی قبضے کو صحیح قرار دیا، اور پامرسٹن کی طول طویل مقاومت اور بہت سی سازشوں کے باوجود اسکے استحکام کا انتظام کر دیا، اور اس حال اسکی زندگی بھر کے لئے دور و دراز سوڈان میں دریائے نیل کے اطراف و جوانب بھی اسے عطا کر دیئے گئے۔ فرانس نے سویز اور فرات کے راستوں کی آزادی یا غیر جانبداری کی تجویز کی، اور شام کے عیسائیوں کی دردناک حالت کے لئے جواب پھر ترکی کی حشیانہ حکومت میں دیدئے گئے تھے، بحث و حجت کی مگر سب

پامرسٹن کی
حکمت عملی

لا حاصل رہیں۔ انگلستان اب لیوانٹ میں سب سے سربر آوردہ طاقت بن گیا تھا۔ فرانس اور روس کو اس نے الگ مٹا دیا تھا اور اپنا ہندوستان کا راستہ محفوظ کر لیا تھا۔ یورپ کے دارالحکومتوں اور تمام مشرق میں پامرسٹن کا طوطی بول رہا تھا، اور اسکی شاہانہ چالوں اور اسکی ضرب کے کاری پڑنے کا خیال جم گیا تھا۔ انگریز عمامہ طور پر اس امر پر متفق ہیں کہ فرانس کی حکمت عملی کی مات اور بحری فتح نے ملک کے اعزاز و وقعت کو اس بلند درجے پر نہجا دیا تھا کہ جنگ و اٹروں کے بعد سے کبھی یہ صورت دیکھنے میں نہیں آئی تھی لیکن پارلیمنٹ میں اسے سخت مخالفت سے سامنا پڑتا تھا۔ استیصالی اس حکمت عملی پر نعت بھیجتے تھے جو فرانس سے لگاڑ موی جانے کی سخت مصیبت کا باعث ہوئی، اور جس سے روس کے کمینہ اغراض میں انگلستان کو شریک جویم بنا دیا منکسٹن نے لہذا ایک مسلح قوم، ایک بے نفع صلح، اور ایک بے فائدہ جنگ کے خلاف جکے لئے نہ کوئی حرکت ہو اور نہ حالات اس کے جواز کے مقتضی ہوں، اپنی آواز بلند کی۔ ملٹرنے نے جسے فرانس کے اتحاد کی قدر و قیمت پر اصرار تھا صاف یہ کہہ دیا کہ ۱۸۳۰ء کے بعد سے انگلستان

دیکھ رہا ہے کہ اسکا غیر ملکی نظم بدل گیا ہے اور وہ از سر نو بنایا گیا ہے۔ دوسری طرف پارلیمنٹ خانگی معاملات میں منہمک ہونے کی وجہ سے اپنے بیرون ملک کے کاموں کے اصول کو زیر بحث لانے کے لئے ایک موقع بھی نہ نکال سکی، مگر پارلیمنٹ نے اپنی غیر ملکی حکمت علی کو دارالعوام کے نمونے پر کبھی نہ تراشا۔ اسکی تائید دارالعوام کی دیواروں کے باہر سے ہوتی تھی وہ فرانس کے ساتھ قدیمی متنفری بھروسا کر سکتا تھا۔ اس نے قوم کے کان بھر دیئے تھے، اور برطانیہ عظمیٰ کی طاقت کے دعووں سے انھیں دبا دیا تھا۔ قوم اسکی پر از عصیت تقیروں اور اسکی بے باکانہ سازشوں کی خود ستائشوں کی دلدادہ تھی۔ اس نے اپنے رائے دہندوں کے سامنے یہ کہا تھا کہ ہم نے اسے شام سے کس طرح نکال دیا ہے محض اس طرح کہ وہاں لوگوں کو چند بندوقیں دیدیں، اور انکی مدد کے لئے چند سولہاوں کو ساحل پر بھجوا دیا، اور یہ کہتے رہے کہ لوگوں کو لڑتے جاؤ، اگر تم محمد علی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری حمایت کے لئے موجود ہیں۔ اگر تم کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو بس یہی موقع ہے۔ انھوں نے ہمارے الفاظ کا اعتبار کیا اور محمد علی کو بیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا، اور اسکے ساتھ اسکی فوج کو بھی خارج کیا اور اپنے نجات دہندہ کے طور پر ہمارا خیر مقدم کیا۔ ساہا سے ما بعد میں ظاہر ہو گیا کہ پارلیمنٹ کی اس کامیابی کی کیا قیمت دینا پڑی، سلطنت عثمانیہ اب تمام دول عظام کی مشترکہ حمایت میں آگئی تھی اور اس کے بعد سے وہ ان سب کے لئے میدان کارزار بنتے والی تھی۔ محمد علی، مصر میں یورپ کی مرضی سے حکمرانی کرتا تھا، اور یہ ایک بالکل ہی نئی سیاسی حیثیت تھی، شام کے عیسائیوں کے معاملے میں پہلے ہی ایک جنگ عظیم کا خطرہ رونما ہو چکا تھا۔ بالعمالیٰ کو اندرونی اصلاح کی کوشش سے آخر الامر ایک زبردست فوجی قوت کے مرتب کرنے میں کامیابی ہو گئی۔ جسے وہ اپنی عیسائی رعایا کے خلاف کام میں لاسکتا ہے۔ ورہ وانیال کی غیر جانبداری کا یہ حال ہوا کہ دس ہی بارہ برس کے بعد مسودہ معاہدہ کے تمام

اسی دنوں کے باوجود انگلستان و فرانس کے بیڑے آبنائے سے گزر کر بحر اسود میں داخل ہو گئے۔ روس یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ۱۸۳۳ء میں اس نے جو حیثیت پیدا کر لی تھی وہ انگلستان ہی کی وجہ سے زائل ہوئی اور وہ یہ عزم مصمم کئے ہوئے تھا کہ خواہ اپنے اس خطرناک حریف سے رشتہ اتحاد توڑنا ہی کیوں نہ پڑے مگر قسطنطنیہ میں وہ ایسا غالب اثر ہم حاصل کر کے رہے گا۔ فرانس، انگلستان سے دعا لگا کر آسٹریا کی طرف متوجہ ہوا، پریشیا جسے اس مخالفی کی وجہ سے اپنے مغربی و جنوبی دونوں سرحدوں پر نہایت خطرے کا سامنا تھا اس نے اپنی حفاظت ذاتی کا سامان جرمانی سلطنتوں کے زیادہ قریبی اتحاد سے مہیا کیا۔ تمام یورپ خوف اور حرص و آرزو اور "مسئلہ مشرقی" کی یکسو کرنے کے خیال میں تروبالا ہو رہا تھا، اس مسئلے میں ہر ایک طاقت اپنی تنگدلی و کوتاہ نظری سے اپنے خاص مفاد کے درپے تھی اور براعظم کے امن کے انجام کا کسی کو خیال تک نہیں تھا، اس قسم کی قرارداد ویکسوٹی اسکے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ نئی لڑائیوں کا پیش خمین بن جائے؛

ٹوریوں کی
حکمت علی

جب ایک موازنے کے موقع پر ہمیں آزاد تجارت والوں کے ساتھ کچھ مراعات کی گئی تھی، لبرلوں کا زوال ہو گیا تو غیر ملکی حکمت علی میں تغیر واقع ہوا۔ ولنگٹن کے وقت سے ٹوریوں کی حکمت علی یہ رہی تھی کہ براعظم کے مطلق العنان بادشاہوں کے ساتھ دوستی قائم رہے اور امن کو برقرار رکھا جائے۔ نئے وزیر اعظم، سر رابرٹ پیل نے وزیر کو سمجھا سمجھا کر ان کے ذہن نشین کر دیا کہ لا حصول ممالک جدیدہ کی ذمہ داریوں سے سخت تنفر اختیار کریں اور دیگر ممالک کے مساویانہ حقوق کو صاف طور پر قبول کر لیں؛ اسے پامرٹن کے طریقے سے نہایت درجہ نفرت تھی۔ اس نے اس طریقے کو پلٹ دیا اور زیادہ آشتی آمیز و مصالحانہ تعلقات پیدا کیے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ پامرٹن نے جو بہت سے منافع برپا کر رکھے تھے انہیں اس خوبی سے طے کر دیا کہ امریکہ سے دوستی ہو گئی۔ ۱۸۱۲ء سے

۱۸۳۲
 تعلقات دوستانہ چلے آ رہے تھے، دونوں ممالک اصول مشروری میں
 شریک یکدیگر تھے، مین اور نیو برنسوک کی سرحد کے متعلق
 ۱۷۸۳ء سے جو پرانا مناقشہ قائم تھا اسے اور اسکے ساتھ دوسری
 غلط فہمیوں کو الٹیشن و ویسٹن کے معاہدے نے صاف کر دیا، اور
 آریگیاں کی حد بندی کے متعلق جنگ کا جو شور مچ رہا تھا اسے پیل کے
 معاہدے نے ساکت کر دیا۔ یورپ میں ملکہ کے موروثی وراثت و وزیر لارڈ ابروٹن
 کو نظریہ قوموں کے ساتھ کچھ یوں ہی سی ہمدردی تھی اور جنگ کے روکنے
 کے لئے اسے معاہدہ واسٹن سے زیادہ قوی کوئی مدد نظر نہیں آتا تھا۔
 اسکے تحت میں انگلستان اور آسٹریا و پرتگال کے خیالات
 ایک دوسرے کی طرف سے زیادہ اچھے ہو گئے چونکہ وہ یہ ارادہ کر چکا تھا کہ
 فرانس کے ساتھ دوبارہ اچھے تعلقات قائم کرے اس لئے جب
 ایک فرانسیسی ایسٹریا نے اپنی ہدایات سے اٹھا کر کے پٹی کو ملحق کر لیا،
 انجرائٹ کی فرانسیسی جنگ کے شعلے مرا کو تک پہنچ گئے اور تاج و جہاں
 کے درمیان تجارتی آمد و رفت خطرے میں آگئی اور ایک غوغا سا مچ گیا تو اس نے
 اس شور و غل پر کان دھرنے سے انکار کر دیا۔ لوئس فلپ نے جسے اپنے
 تحت کے محفوظ ہونے کی طرف سے بے چینی تھی، انگریزوں کی دوستی کی
 تجدید کو بسا عظمت سمجھا، دو مرتبہ ملکہ و کٹوریہ سے فرانس میں ملا اور ایک مرتبہ
 خود وندسری میں آیا۔ جانشینی اسپین کے دائرہ قائم رہنے والے مسئلے کو
 ۱۸۳۵
 ۱۸۳۶
 مشترکہ قرارداد سے طے کرنے کی کوشش کی گئی۔ نو عمر ملکہ ازیلا ایک پارن
 شہزادے کے ساتھ منسوب کر دی گئی اور اسکی بہن کی نسبت اس شرط سے
 لوئس کے سب سے چھوٹے بیٹے کے ساتھ کر دی گئی کہ پہلے تاج و تخت کا
 کوئی وارث پیدا ہو جائے اسکے بعد یہ عقد ہو۔ مگر جس پارن شہزادے کا
 انتخاب ہوا تھا وہ اس قدر بے طوار و ساکھورہ شخص تھا کہ بہت جلد ٹھکانا
 کوئی انقلاب رونما ہو جائے یا اسکے کوئی اولاد ہی نہ ہو اور اس طرح
 تاج و تخت لوئس فلپ کے پوتے کو بجائے۔ پامرسٹن جب پھر اپنے

اس معروف و مشہور عزم کے ساتھ واپس آ گیا کہ وہ خاندان آرنلڈز کے ساتھ مخالف نہ ہونے دے گا تو تین برس کی یہ دلیل سازش و فتنہ کا قدم ہو گئی۔ اس نے جب ان عقیدوں کے متعلق نیکمراہہ مہم چلی جس میں اپنی حکومت کو ۱۸۴۶ یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ خود مختار انداز طریق حکومت کو فوراً ہی ترک کر کے دوبارہ آئینی طریقہ اختیار کرے، تو اس سے اسپین و فرانس دونوں برگشتہ ہو گئے اور یہ دونوں شادیاں ایک ہی دن میں انجام پا گئیں پھر

پارلیمنٹ نے پھر ایک مرتبہ انگلستان و فرانس کی مفاہمت کو توڑ دیا۔ ایک جمہوریت پسند فریق کی ترقی سے خوف زدہ ہو کر گینز و نے پریس (مطالع) اور جلسوں کی آزادی کو محدود کر دیا تھا۔ اور دوسری طرف گویا اسکی ضد میں پارلیمنٹ نے آزادانہ خیالات کی بیداری سر پرستی اختیار کر لی تھی۔ اس نے ان اطالوی سلطنتوں کے پاس جو اصلاح کے لئے جدوجہد کر رہی تھیں ایک مشن (وفد) روانہ کیا، جس سے درحقیقت اسے توقع یہ تھی کہ وہ انھیں غاقبت اندیشی سے کام لینے کی صلاح دے سکیگا اور حریت کی سرخ ٹوپی کے استعمال کو روک دے گا، اسپرڈ زریٹلی نے یہ مذاق اڑایا کہ پارلیمنٹ اس ملک کو تدابیر سیاسی سکھانا چاہتا ہے جہاں میکاہولی پیدا ہو چکا ہے، اس کے اس فعل کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب سیریلینڈ کے لوگوں نے انقلاب برپا کیا تو مٹرنک اور گینز و کے مابین اتحاد ہو گیا۔ سات کیتھونک صوبوں نے متفقیت کے ساتھ وناشکاری ترک کر دی اور سائڈرینڈ بنا کر آمادہ جنگ ہو گئے، متفقہ ڈاٹ نے جب ایک تیز و تند مہم میں انھیں شکست دیدی تو گینز و نے ایک یورپی مستشار کے ذریعے سے یہ کوشش کی کہ کیتھونکوں کی جانبداری میں مداخلت کی جائے، لیکن پارلیمنٹ اس دعوے پر قائم تھا کہ سوئز قوم کو اپنے معاملات اپنے طور پر انجام دینے کا حق حاصل ہے اور اس نے مستشار کے کام کو آگے بڑھانے پر کچھ ایسی توجہ نہ کی یہاں تک کہ جنگ ختم ہو گئی۔ دول کو اب بہت جلد زیادہ اہم نتائج سے سابقہ پڑا کیونکہ چند ہی ماہ کے اندر اندر

جمہوریت
انقلاب

۱۸۴۷

۱۸۳۸ سوئٹزر لینڈ کی مثال عام ہو گئی۔ برائٹن نے کہا کہ "حریت نے اب بلغار شروع کر دیا ہے" قوم پرست عمومی تمام یورپ میں اپنے حقوق کے دعوے کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تسلسلی میں بغاوتیں شروع ہو گئیں اور ہر ڈاک میں کسی نہ کسی انقلاب یا کسی نہ کسی بادشاہ کو تخت سے اتارے جانے کی خبریں آنے لگیں۔ اس فتنہ و آشوب سے شہ پاک قوم مگیار (مجر) نے بھی بغاوت کر دی اور ایک برس کے اندر اندر لوئس کوستہ نے ہنگری کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ زیکوں نے دہ جنوبی سلاوی قوموں "کاشیرازہ درست کر لیا اور پرگولکی سلاوی موٹرا اور اگروم کی موٹرا کر ویشیا نے اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا۔ رومانے پوپ کو خارج کر دیا اور مزینی و گریبالڈی نے ایک رومن جمہوریت قائم کر دی۔ ساروینیا نے شمال اطالیہ سے آسٹریوں کو نکال دینے کی کوشش کی اور اٹالی پریشیا نے ایک نظام سلطنت کا مطالبہ کیا۔ بڑی طاقتوں میں سے صرف انگلستان ہی ایک ایسی طاقت تھا جسے اپنے حاصل کردہ سیاسی و اقتصادی آزادی پر اعتماد تھا اور وہی مغرب پر پادشاہوں، مدبروں اور انقلابیوں کا جائے پناہ بنا ہوا تھا۔ پامرسٹن اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا، وہ محض دور سے تماشا دیکھتا تھا۔ مداخلت اگر کیجاتی تو اس کی کوئی حد و غایت نہ رہتی اور بیشتر کسی کام کا کرنا ناممکن تھا۔ آخر ارباب اقتدار کو غلبہ حاصل ہو گیا اور بغاوتیں آہستہ آہستہ فرو ہوئی گئیں۔ فرانس کے اجتماعیوں نے یکے بعد دیگرے بہت سے تجربے کئے جنکا انجام تباہیوں پر ہوا اور لوئس بوناپارٹ کی حکمرانی کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ آسٹریا نے بہ مقام نوویرا، ساروینیا کو شکست دیدی اور روس کی مدد سے اس نے کوسٹہ کو ہنگری کے میدانوں سے نکال دیا اور اسے ترکی میں پناہ لینا پڑی۔ اہل جمہوریت رومانے سے نکال دئے گئے۔ تقریباً دو برس تک یورپ کا ہر ایک دربار اضطراب میں مبتلا اور ظلم و تعدی پر تگابا، اور یہی حالت ہر ایک انہو عوام کی تھی۔ برطانیہ عظمیٰ نے اگرچہ قحط زدہ

آئر لینڈ کو سختی کے ساتھ دبائے رکھا اور منشوریوں کی آگ کو فرو کر دیا
 تاہم پانچسٹن دوسری قوموں کے لبرلوں کی طرف سے بے نکر نہیں تھا۔
 اس نے سسلی والوں کو ہتھیار چھینا کئے، ہنگری میں روس کی مداخلت کے
 خلاف اعتراض کیا، اور آسٹریا کی چھ کارپوں پر لعنت و ملامت کی۔ آسٹریوی
 وزیر نے جب پانچسٹن کی ان پسند و تھناج کا تکیہ ترک کی جواب دیا اور
 اسے "بد نصیب آئر لینڈ" اور اس شہنشاہی کی یاد دہانی جس کے وسیع حدود
 میں انگلستان تاقانون کے غلبے کو قائم رکھنے کا عادی ہے خواہ
 اس میں خون کی ندیاں کیوں نہ بہ جائیں اور یہ لکھا کہ "ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ
 ہم اس پر الزام لگائیں" تو اسکا کوئی جواب ہی نہ دیا گیا۔ صلاح و مشورے
 سے گزر کر پانچسٹن نے اب اعلیٰ کے میدان میں قدم رکھا، جب ان
 مطلق العنان بادشاہوں نے سلطان پر زور دیا کہ گو سٹیہ اور دوسرے
 ہنگری ہی پناہ گزینوں کو خارج کر دے تو ترکی کی تائید میں زور دیکھانے کے لئے
 برطانوی بیٹروانہ کیا گیا۔ ترکی سے مخالفت کرنے اور فرانس و روس
 سے دوستی رکھنے کی علت میں شاہ آٹو کی تہنید کے لئے اس نے بیٹروانے کا
 رخ پیرس کی طرف پھیر دیا اور قتلے مورخ سے ایک ٹکڑا زمین کالے لینے
 اور ڈان پیسیفکو کے مکان کے ایک مجمع پر تاخت کرنے کے لئے نہایت
 سخت تاوان وصول کیا گیا، (ڈان پیسیفکو ایک یہودی تھا اور حصر الطر میں
 پیدا ہوا تھا) فرانس و روس جنہوں نے انگریزوں کے ساتھ ساتھ شاہی
 یونان کی ذمہ داری کی تھی، اس کے اعتراضات کی کچھ پروانہ کی گئی اور اس
 معلوم ہوتا تھا کہ جنگ ہو پڑے گی۔ ایسی حد سے بڑھی ہوئی زیادتی کو
 دارالامرا نے مسترد کر دیا اور امر کی ملامت نے لارڈ جان رسل کو مجبور
 کر دیا کہ وہ یا اپنے وزیر خارجہ کو الگ کر دے یا اسکی حکمت علی کو حق بجانب
 ثابت کرے ورنہ مستغنی ہو جائے۔ جن طور و طریق اور جس اصول پر کلم ہو رہا
 تھا اس پر اعتماد ظاہر کرنے کے لئے ایک تحریک پیش کی گئی۔ رسل نے
 کہا کہ اس تحریک کی شکست سے سارے یورپ میں مطلق العنانی کے

مباحثہ ڈان
 پیرس

دوست رکھنے والوں اور حریت سے نفرت کرنے والوں کے دل خوشی سے اچھلنے لگیں گے۔ "کنسروٹیو فریق کے لوگوں نے مداخلت کے اس "نظر فریب و خطرناک اصول" کی مذمت کی اور یہ دعوے کیا کہ "ماسٹرٹن کی یہ دخل وہی نفسانیت پر مبنی ہے، انھوں نے اس کی اشغال انگیز زبان پر اعتراض کیا، اور کہا کہ "لب سے اصول حریت کہا جاتا ہے،" اسکی ہمت اقرانی کرنے سے، اس نے طریق جیکو بن اور طوائف الملوکی کا راستہ صاف کیا جسکا نتیجہ انجام کار میں رحمت قہقری ہوا۔ گلیڈسٹون نے یہ کہا کہ "انگلستان کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ ساری دنیا کا معلم بن جائے" اس نے اس امر سے انکار کیا کہ کسی ایک ملک کو شخص حقوق خاص رکھنے کی حیثیت حاصل ہے اور جب اس نے تمام یورپ کو عالم مسیحی کی ذمہ داریوں کے تحت میں شریک کر لیا تو اس مہلتے کو ایک بلند تر سطح پر پہنچا دیا۔ یہ سب نے اس امر سے بے خبر کہ وہ آخری مرتبہ ایوان کو مخاطب کر رہا ہے، غیر ممالک میں دست درازی کی روش کو گراں قیمت اور مضرت رساں ظاہر کیا اور یہ دعوے کیا کہ جو لوگ آزادی کے لئے جان لٹا رہے ہیں انھیں کی کوششیں آزادی کی بہترین ضمانت ہیں۔ رسل نے اسکے جواب میں مداخلت کی تائید کی، اس نے کہا کہ "بہی نوع انسان کے عام مفاد کے علاوہ یورپ کے اعتبار سے بھی ہماری یہ خاص غرض ہے کہ آزادی کو وسعت دی جائے" وزیر اعظم نے اپنی تقریر کو ان الفاظ ختم کیا کہ "جب تک کہ اس ملک کی حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے، میں اپنے معزز دوست کی طرف سے یہ جواب دے سکتا ہوں کہ یہ آسٹریا کے وزیر، روس کے وزیر یا فرانس کے وزیر یا کسی اور ملک کے وزیر کی حیثیت سے کام نہیں کریں گے بلکہ وہ انگلستان کے وزیر کی حیثیت سے کام کریں گے" وزیر اعظم کے ان آخری الفاظ سے ایک ایسا جوش و خروش ابھرا کہ اسکی کوئی نظیر اس نسل میں نہیں ملتی مگر سب سے زیادہ پر زور مدافعت جیمز پائرسون کی جانب سے ہوئی جس نے اعتماد کے ساتھ انصاف و آزادی کے نئے اصولوں پر توجہ دلائی جو اسکی عام حکمت عملی کے محرک رہے ہیں۔

اس امر سے انکار کرتے ہوئے کہ یونان کا معاملہ مداخلت کے قابل نہیں تھا اس نے یہ دعوے کیا کہ کوئی برطانوی شخص جو دوسرے ممالک میں رہتا ہو اسکا مکان خواہ ایک محل ہو یا ایک کوٹھری اسے انگریزی جھنڈے کی حفاظت حاصل ہونا چاہئے نہ یہ کہ وہ غیر ممالک کے عدالتوں کی لاپرواہانہ انصاف کے تابع بنا دیا جائے۔ اس نے رومی شہریت کی یاد دلوں میں تازہ کر دی اور یہ دعوے کیا کہ لاہر ایک برطانوی رعیت خواہ کسی ملک میں ہو اسے اس خیال سے قوی دل رہنا چاہئے کہ انگلستان کی نگراں آنکھیں اور اسکا مضبوط بازو اسے نا انصافی و زیادتی سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے اس دلیرانہ خاتمہ کلام پر جس زور شور کی صدا بے تحسین بلند ہوئی اس سے سارا ملک گونج اٹھا، اعتماد کا وورٹ منظور ہوا اور پارلیمنٹ کی ہر دلیجزی مستحکم ہو گئی۔

یہی مباحثہ تھا جس میں کا بڈن اس طریق خیال کے پیشرو کی حیثیت سے نمایاں ہو جس میں کانٹنٹ کے مسلمات اور موٹروائٹا کے اغراض مجتمع تھے۔ غیر ملکی معاملات میں کا بڈن کو معقول و واقفیت حاصل تھی البتہ یہ واقفیت ایک طرف تھی۔ اس نے مصری مسئلے پر سوقت غور کیا تھا جبکہ محمد علی برسر اقتدار تھا، وہ امریکہ و پریشیا میں گیا تھا، مسٹر ٹیک سے امریکنڈ کی حالت کے متعلق بحث و مباحثہ کیا تھا۔ پیرس اور فرینکفرٹ میں جو مستشار امن منعقد ہوئی تھیں انکا وہ ایک سرگرم رکن رہ چکا تھا اور حکیم نامہ بہت بڑا حامی تھا۔ یونانی مباحثے میں اس نے لائبریا خارجیہ کے متعلق سخت نظر لگایا تھا اظہار کیا اور طبع کئے ہوئے نظر فریب الفاظ کی خوب ہی علمی کھولی۔ اس نے کہا کہ نیلی کتابوں (سرکاری اشاعتوں) میں جو کچھ شائع ہوتا ہے، اگر اہل ملک کو اسکے مطالب پر پوری طرح عبور ہوتا تو وہ اس چھوٹے سے ملک کو دھم بھم کی جگہ یہ زیادہ پسند کرتے کہ خود روپیہ جمع کر کے یونان کی برطانی رعایا کے نقصانات کا معاوضہ کر دیں۔ اس نے صاف یہ کہا کہ لائبریا کے دل میں قوی سے قوی اعتماد اگر کوئی ہے تو یہی ہے کہ غیر قوموں کے خاندانی معاملات میں عدم مداخلت کا اصول اختیار کرنا چاہئے۔ اسکی امیدوں کا مرکز قانون بین الاقوامی تھا کیونکہ

طریق غنیمت

غیر مالک کے تنازعات کے بارے میں یہ اطمینان حاصل کرنا کہ حق کس کی جانب ہے کچھ آسان نہ تھا اور مباحثوں کی گراگری اور ناواقف و اشتعال پذیر رائے دہندوں کو خطاب کرنے کے جلسے، اس بارے میں کسی صحیح رائے پر پہنچنے کے واسطے بدترین وقت اور بدترین مواقع تھے، اسکی تمام سیاسی عملت کی خشت بنیاد آزاد تجارت، تھی، اسی پر اس نے اپنے اعتماد کی بنا رکھی تھی اور امن کے مفاد اور اس کے عمل درآمد کے لئے اسباب کے مبادلے کو عملی سبق سمجھتا تھا۔ وہ ایسی ڈی سنٹ پیری کی بلند پروازیوں کو دارالعوام میں لے آیا، اور اگرچہ اعزاز و مفاد کی حمایت کے لئے وہ بادل ناخواستہ جنگ کو قبول کرتا تھا مگر وہ اس دن کا متوقع تھا جب جنگ ایسی ہی مستروک ہو جائے گی جیسے لا ڈوال، متروک ہو گیا ہے، اور اسکا خیال تھا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے انگریزی قوم کو پیشرویی اختیار کرنا چاہیے اس نے لکھا تھا کہ لا چونکہ برطانیہ عظمیٰ کے وسائل، اسکی ہمت، اسکی تنظیمات اسکا جزائی محل وقوع سب مضبوط ہیں، پس خاص اسی وجہ سے وہ تمام سلطنتوں سے پہلے اخلاقی اصول پر عمل اور اس امر کی مثال پیش کر سکتی ہے کہ کس طرح ایک طاقتور قوم انصاف و امن کے راستے پر چلتی ہے، مگر امن کو بیت سے دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا اور کا بڈن اسوقت کے دیکھنے کے لئے زندہ رہا جب اس ملک میں جسے وہ اپنے خاص ملک کے بعد دنیا کے لئے ایک نمونہ سمجھتا تھا، خلائی بزور اسلحہ بند کی گئی۔ کا بڈن اسوقت پورے زور پر تھا اظالیہ کی حقیقت ایک لا جزائی نام سے زیادہ نہ تھی، اور جلالی غمناک شاہی نسلوں اور قوموں کا ایک ایسا پرانگندہ مجموعہ تھی جو لا خون و آہن کے ہول پر اتحاد کے لیے سر بازی کر رہی تھی۔ ایک پر از اسلحہ دنیا میں غیر مسلح ہونے کے خطرے کو کا بڈن نے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسکی نظریات پر زور کے ساتھ حل کیا گیا۔ ایک بدتر سے یہ کہا تھا کہ لا منچسٹر میں اصول جس طے کا نام ہے، اسکا انحصار زرعی کی قیمت پر ہے، اور ٹیکسٹائل نے اس لا پھیری لگانے والے کا، مضحکہ اڑایا جو جنگ کو بند کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن ڈزریلی کا اعتراض

نظامی بزور
اسلحہ

زیادہ باوزن و دل نشین تھا کہ محض اس بنیاد پر کہ امریکہ و انگلستان دو تہمند
 و مرزا بحال ہیں، یہ سمجھنا کہ ساری دنیا میں امن قائم ہو جائے گا دیوانگی ہے
 کیونکہ لاجنگ کا آغاز ان قوموں کی طرف سے نہیں ہوتا جو آسودہ حال
 و مطمئن ہوتی ہیں بلکہ اسکی ابتدا اس قوم یا اس پادشاہ کی طرف سے ہوتی ہے
 جو اپنی حیثیت کے بلند کرنے کے لیے مضطرب ہو، لیکن ایک خارجی
 امن فرقی برابر بڑھتا گیا اس سے بحث نہیں کہ اسے کاہن نے اپنے
 اقتصادی اصول پر سبق دیا تھا یا گوئنگر جان براٹلٹ سے مثل کسی فحش بنی نوع انسان
 سے اس نے تعلیم پائی تھی مگر نتیجہ یہ تھا کہ آئندہ سے غیر ملکی حکمت عملی کے متعلق
 ان اعتراضات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا جو اخلاقیات کے نقطہ نظر سے
 وارد ہوتے ہوں۔ لبرل اس رائے پر مضبوطی کے ساتھ جھے ہوئے تھے کہ
 انھیں آزادانہ خیالات کے لیے مداخلت کرنے کا حق حاصل ہے اور کنٹرول و
 طمانیت کے ساتھ امن کے قائم رکھنے کے موید و حامی تھے مگر استیصالیوں
 نے ایک دوسرا ہی علم بلند کیا جس پر قوموں کے درمیان نیک بیعتی کا پیغام
 منقوش تھا اور انھوں نے بین الاقوامی قسائوں کو عملی حیثیت دینے کی
 کوشش کی۔

پارٹن کا زوال

مقلدان طریق منچیسٹر نے "نمائش عظیم" کی کامیابی اور
 پارٹن کے دفعۃً اعلیٰ عظیمین سے اسفل السافلین میں گرنے سے امن کے
 لا حاصل توقعات قائم کر لئے تھے۔ آخری چار برس کے دوران میں پارٹن
 دربار سے کشاکش میں پھنسا ہوا تھا، خارجی معاملات کی رہبری کے متعلق
 ملکہ اپنے ایک نئے اقتدار پر مصر تھی۔ دربار پر جرمانی اثر چھایا ہوا تھا اور وہاں کے
 خیالات رحمت پسندی کی طرف مائل تھے۔ انہیں اسلٹات کے آخری
 مسودات کو ملکہ کے سامنے پیش کرنے میں پارٹن کی سہیل انگاری، آسٹری
 یونانی، اور پریشیادی سفیروں سے اسکی مدد مانہ سیرچی کوشش کو ساتھ کے ساتھ
 اسکی علائقہ ہمد دی کی وجہ سے ملکہ اور ملکہ کا شوہر اور وزیر اعظم سب کبیدہ خاطر
 ہو چکے تھے آخر آخر یہ ہوا کہ اس نے اپنے رفقا کی رضامندی کے بغیر

سرکاری طور پر لوئس نپولین کی حکومت تسلیم کر لی جو اپنی ایک زبردست
 حال کے جمہوریہ فرانس کا رئیس بن گیا تھا، پارلمنٹ کو یقین دہانے کے لیے نیا حکمران
 مطلق العنان بادشاہی کا جو یا نہیں بلکہ آئینی حکومت کے بحال کرنے کا جواب ہے۔
 اس نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ شخص آئندہ نسل کی زبردست
 قوتوں میں سے ایک قوت ہوگا اور مشرق میں انگریزوں کی حکمت عملی کو
 اگر خطرہ پیش آئے گا تو انگلستان کو اسی کی تائید کی ضرورت ہوگی بغرض دربار
 اور کابینہ دونوں طرف سے ایک ایسے وزیر خارجہ کے لئے تقاضا ہونے
 لگا جو اپنا داہنا ہاتھ حد سے بڑھے ہوئے مطلق العنانوں کی طرف اور اپنا
 بائیں ہاتھ عمومیت پسند سازشیوں کی طرف بڑھائے بغیر کام کر سکے۔
 مگر پارلمنٹ کے مستعفی ہونے کے بعد رسل کی حکومت چند ہفتوں تک
 قائم رہی اور رسل کے جانشین لارڈ ڈربلی کا بھی چند ماہ بعد زوال ہو گیا۔
 جب یہ اضطراب پھیلا کہ جدید مطلق العنانی کے تحت میں فرانس پھر ایک مرتبہ
 ایک زبردست فوجی طاقت بن جائے گا تو تمام ملک جنگ کی حرارت سے
 گرما گیا اور ملک کو کسی نئے نپولین سے بچانے کے لئے مسودہ فوج محافظ
 کی حمایت میں دارالامرا کے اندر ونگٹن کی آخری تقریر سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ
 اضطراب انتہائی حد کو پہنچ گیا ہے۔ ایک برس بھی نہیں گزرنے پایا کہ ملکہ اور
 وزرا کو اپنی حکمت عملی کے بدلنے اور نپولین سوم کے سرکاری طہیر شاہ فریسیاں
 تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ دربار کو بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ معذول وزیر کا
 انفرزائل نہیں ہوا ہے، وہ اپنا ایسا نقش قدم چھوڑ گیا تھا جسے نہ اعتراضات
 ملنے اور نہ مرور دہور سے وہ کلیتہً محو ہو سکا چونکہ اسکے خیال میں انگلستان
 انصاف کا علم بردار تھا اسلئے وہ (دیگر ممالک میں) مداخلت کو اپنا ایک حق
 سمجھتا تھا، اور جب کبھی دوسرے ملکوں میں مطلق العنانی و عمومیت کے درمیان
 جنگ برپا ہوتی تھی تو وہ ہمیشہ عامتہ الناس کا جانبدار ہوجاتا تھا۔ جب ایک
 بھٹی خانے پر نکاڑی بانوں کے ایک انہو نے ہینا "تصنیف ہنگری" کو زد و کوب
 کی تو پارلمنٹ نے اس ستم شکاری پر تہقیر لگایا اور آسٹری سفیر سے جواب طلب

۱۸۵۱
دسمبر

۱۵۵۲

کرنے کے لیے جو مسودہ تیار کیا وہ ایسے نخوت بھرے الفاظ میں تھا کہ
 رسل کو مجبور ہو کر اسکی عبارت کو نرم کرنا پڑا۔ استیصالی خصلوں نے لوئس کو ستھ
 کے سامنے محض پیش کئے تھے، جس سے کابڈن کے لئے لازماً از ضرورت
 بارود، اور برائٹ کے لئے زائد از ضرورت ٹاسمان ہنگامہ آرائی،
 ہیا ہو گیا تھا، وہ یہ جانتے تھے کہ کو ستھ کو بلانے کی تجویز سے پامرسٹن
 نے حکومت کو خوف زدہ کر دیا، اس امر کو روا رکھا کہ ایک وفد دفتر خارجہ کے
 اندر آ کر شہنشاہان روس و آسٹریا کو قابل نفرت قاتلوں کے لفظ سے
 مطعون کرے۔ اس نے اپنی عمومیت پسند ہمدردیوں سے استیصالیوں کی
 مدد اور ان کا اعتماد ایسے مکمل طور پر حاصل کر لیا تھا کہ اسکے رفیقوں نے ایک
 بے پروا کو جوان کو بڑبڑ کر دینے کی بہ نسبت گاڑی سے چمٹے رہنا بہتر سمجھا۔
 متوسط طبقہ پامرسٹن کو ایک ایسا بدتر جانتا تھا جو اپنے ملک کی حمایت
 کے لئے ہر طرح کے خطرات میں کود پڑنے کے لئے تیار رہتا تھا اور اس نے
 تجارت کو مستحکم رکھنے کی جو شہرت حاصل کر لی تھی اسکا معاوضہ طبقہ تجارتیوں نے اسے
 دیدیا۔ ملکہ کو اگرچہ یہ یقین تھا کہ وہ ہمیشہ دربار کو خطرناک پیچیدگیوں میں پھونسا
 کرتا ہے لیکن ایک وقت ایسا آ گیا جب ملکہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسکے پورے
 کے مشیروں نے اسے ایسی فیجی کارروائیوں کے اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے
 جس میں پڑنے سے پامرسٹن انکار کرتا رہتا تھا۔ پامرسٹن اس زائد کے لئے
 خوب ہی موزوں تھا جس میں تعدی اور جذبہ بہمدردی انسانی عجیب و غریب طرح
 سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ یہ امتزاج اس طرح کا تھا کہ
 اسی میں اسے اپنی لاسب سے بڑی کارگزاری، "کا موقع نظر آتا تھا،
 اہل بیرزل کو غلاموں کی تجارت کے ترک کر دینے پر مجبور کرنا، اسی قسم کے
 کاموں میں داخل تھا۔ اگرچہ وہ بسا اوقات حکیم کو اپنے ملک کی عزت کے
 سنا فی خیال کر کے، اسکی مخالفت کیا کرتا تھا مگر اس نے مالکہ متحدہ امریکہ
 کے ساتھ ایک ایسے معاہدے کی تجویز کی تھی کہ دونوں ملکوں میں کوئی تنازعہ
 پیدا ہو تو دونوں قومیں کسی دوست سلطنت کو درمیانی بنائیں۔ اسے ساتھ ہی

و وہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ انگریزوں کی قوتِ بحری اور ان کی نوآبادیوں سے ایسا رشک و حسد پیدا ہو گیا ہے کہ کسی بے لوث صاحبِ تحکیم کا ملنا دشوار ہے۔ آزاد تجارت کے زبردست حامی ہونے کے باوجود وہ ان وہی خیالات میں نہیں پڑتا تھا کہ دنیا جو دائمی امن کے قبول کرنے کے لئے ہموار نہیں ہوئی ہے وہ دائمی امن کو قبول کر لیگی۔ کابڈن کے برعکس وہ پہلے مسلح ہونا اور پھر بات کرنا چاہتا تھا، اس لئے سختی کے ساتھ اہل ملک کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ یاد رکھیں کہ ایک غیر مسلح و ناتیار انگلستان اپنے دوستوں کو دغا دے رہا، خود اپنے حق میں برا کر رہا اور جس کام کو اس نے اپنے سر لیا ہے اس کے سلیٹے نا اہل ثابت ہو رہا ہے۔ اسکی نظر میں (انگلستان کا) جھنڈا آزادی کی علامت اور تحفظ کی ضمانت تھا۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں صرف انگلستان کی عزت و مفاد پر نظر رکھتا اور صرف یہی دیکھتا ہوں کہ اس کے تجارتی تعلقات اور اس کے اثر و قوت کے نظام کی وسعت بہترین طریقے سے کیوں کر ہو سکتی ہے!

مسئلہ شرقی

صنعتِ اعلیٰ کے وقت سے انگلستان کی خارجی حکمت علی وہگوں اور ٹوریوں کے فریقانہ اصول کے مطابق چلتی رہی تھی مگر جب پیل نے آزاد تجارت کے اصول کو قبول کر لیا تو ایک عام اثری و بریم زدگی پیدا ہوئی اور فریقانہ اطاعت شعاری کی بندشیں ٹوٹ گئیں اور پرانے آئین و قواعد بیکار ہو گئے یہی اسباب تھے کہ رسل کی وزارت کے لئے کوئی مستحکم نامید باقی نہ رہی بلکہ وہ ایک لاتاہ اجازت، حکومت بن گئی۔ اس کے زوال کے بعد کنسر و بیٹو چیمبرلین نے کسی نہ کسی طرح وزارت پر قائم رہے، آنگر ونگ اور پروان پیل (بہ سرکردگی لارڈ ابراہامس) دونوں نے اتفاق باہمی کر کے انھیں بھی خارج کیا اور خود انکی جگہ لے لی۔ پامرسٹن کو وزارت داخلہ میں بھیجا گیا اور رسل، اور اسکے بعد کلیرنڈن نے امور خارجہ کی سربراہی اپنے ہاتھ میں لی۔ باوجود مشنا و خیالات و باہمی مشاجرت کے اس خطہ وزارت نے آئندہ دو برس تک سچے دل سے کوشش کی کہ

کہ تقلاب کے اس پریشاں کن دور سے ملک کو بخر و خوبی نکال لے جائے۔ ایک برس کے اندر اندر اس نے ملک کو ایک بڑی جنگ میں پھنسا دیا اور چالیس برس کے امن کو توڑ دیا۔ سلطنت ترکی کا حصہ جو دس برس پیشتر ایک حد تک وادیا گیا، وہ پھر سر اٹھا رہا تھا اور اتنا کچھ آتے نظر نہیں آتے تھے۔ زار نکولس کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نے انگلیار سکلسی کے موقع پر ترکی میں جو حاوی حیثیت حاصل کر لی تھی اور جو مستشار لندن کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھی، اب اسکے دوبارہ حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ کارروائی کے لئے حیدر و حجت ہاتھ باندھے کھڑے تھے، ۱۸۷۷ء سے روس کا ادعا یہ تھا کہ وہ تمام ترکی سلطنت میں یونانی مذہب کی حفاظت کا حق رکھتا ہے، کلیسائے یونان کے اکابر کلیسا بادشاہوں کی قبروں کی حفاظت کرتے تھے، مزار مقدس کے لئے دربان کا تقرر کرتے تھے اور کنستہ المیلاد کی چھت کی مرمت کرتے تھے۔ فرانس کو بھی ان ہی خدمتوں کا دعویٰ فلسطین کے لاطینی عیسائیوں کی جانب سے کچھ اور بارہ سو برس سے تھا لیکن نیپولینی لڑائیوں میں وہ عملاً زائل ہو گیا تھا۔ لوئس نپولین بحیثیت رئیس جمہوریہ یا شہنشاہ کے اس عزم پر جما ہوا تھا کہ وہ ان تاریخی حقوق میں سے کسی ایک حق کو بھی ترک نہیں کرے گا۔ اس بار سے میں فرانس و روس کے باہم فلسطینیہ میں جو کشاکش شروع ہوئی اسے پادریوں کے طبقے نے اور بھی بڑھانا شروع کیا اور نپولین کے شہنشاہی لقب پر زار کے اظہار حقارت کی وجہ سے نپولین کو جو غصہ تھا اس سے اس مناقشہ میں اور تلخی و ناگواری پیدا ہو گئی تھی۔ لاطینی راہبوں کو قبرک طرف والی درگاہ کی کنجی اور مزار حضرت مریم کے ایک صندوق اور چراغ کے جو الے کر دینے کے سوال نے تین بڑی سلطنتوں کو جنگ میں مبتلا کر دیا۔ برطانیہ عظمیٰ کی شرکت نہایت مستبعد معلوم ہوتی تھی مگر حکومت نے ہنوز کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا، ترکی کی حمایت عقیدہ سیاسیہ کا ایک مسلح جزو تھا۔ اور اب ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے متعلق روس کا خطرہ خارجی حکمت عملی کے موثر اثرات میں سب سے زیادہ حاوی و غالب موثر

۱۸۵۱
۱۸۵۲

ہو گیا تھا۔ اپنے سفر کی اطلاعوں اور سربراہ اور وہ شخص کی تقریروں سے زار اس معاملے میں پڑ گیا تھا کہ انگلستان ایک نیم جان سلطنت کے لیے جنگ میں پھنسنا گوارا نہ کرے گا۔ اسکے ساتھ ہی وہ ایک مدت سے اس وہم میں بھی پڑا ہوا تھا کہ مشرق کے اقتدار کو باہم تقسیم کر کے روس و انگلستان میں دائمی مصالحت ہو سکتی ہے، یہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ روس کو بحر اسود سے اپنے جہازات باہر لیجانے کا موقع ملے اور بحر احمر کی طرف ہندوستان کے راستے میں انگلستان کا اقتدار جم جائے۔ یورپ کے "مرد بیمار" یعنی ترکوں کے ورثے کے تقسیم کرنے کے لیے زار نے جو تجاویز کیے تھے وہ کم و بیش وہی تھے جن کے متعلق اس نے نو برس پہلے ابروین سے ملاقات کے وقت زور دیا تھا۔ ڈیونوب کے صوبوں میں آزادانہ کارروائی کی اجازت ملجانے کے لیے کریمٹ و مصر، انگلستان کو پیش کیے تھے۔ اسکی پیش منی ضرورت انگلستان کی مگر انگریزی قوم کو اپنے اس معنی پر اعتماد نہیں تھا۔ فرانس پر اعتماد پسندی اور باجالی پر اصلاحات کے لیے زور دینے سے جنگ کو مال دینے کی کوشش کی گئی مگر اس معاملے میں ثالث کے انتخاب نے اس کوشش کو ناکام رکھا۔ رسل نے کلیرنڈن کو وزارت خارجہ کا قلمدان سپرد کرنے کے قبل لارڈ اسٹریفر ڈیوی رڈ کلف (سابق اسٹریفر ڈیکنگ) کو باجالی میں سفیر کر دیا تھا۔ کلیرنڈن کو اسٹریفر ڈیوی پر اعتماد نہیں تھا مگر وہ اسے واپس بھی نہیں بلا سکتا تھا۔ اسٹریفر ڈیوی کو زار سے ایک شکایت تھی اور روس کی طرف سے وہ خوش عقیدہ نہیں تھا۔ قسطنطنیہ کے روسی سفیر منچیکوف نے خیال کر لیا کہ اس تنازعہ سے جو کچھ تعلق ہے روس و ترکی کو ہے اور اس نے تمام یونانی عیسائیوں پر روس کی حمایت کا دعوے کر دیا جس سے اس کے ملک کو سلطنت عثمانیہ کے ہر ایک مقام میں مداخلت کرنے کا حیلہ مل سکتا تھا۔ اسٹریفر ڈیوی کے اشارہ پر باجالی نے ایک ایسی تجویز سے پر زور مخالفت کی جس سے اسکا اقتدار شاہی صرف ایک پریشانی رہ جاتا تھا۔ روس نے الیم (بلغ نہائی) سے اسکا جواب دیا۔

اپنے سفیروں کو واپس بلا لیا اور مالڈیو یہ اور ولپشیا پر قبضہ کر لیا۔
 برطانوی اور فرانسیسی جہازات و رقوم و اثالیہ کو روانہ کر دیئے گئے اور
 بجلت تمام جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں جس سے آتش فساد فرو ہونے کے
 بجائے اور مشتعل ہو گئی۔ اس قبائلی سے بچنے کے لئے ایک آئینہ
 کشش یہ ہوئی کہ آسٹریا، فرانس، پریشیا اور برطانیہ عظمیٰ کے نمائندے
 وائٹا میں جمع ہوئے اور سنٹ سٹریسبرگ و قسطنطنیہ میں پیش کرنے
 کے لئے ایک یادداشت تیار کی گئی مگر یہ ماہران سیاست خود اپنے ہی فن میں
 ناکام رہے کیونکہ یہ یادداشت ایسے مبہم الفاظ میں لکھی گئی تھی کہ اسکی کچھ
 حقیقت نہ رہی۔ روس نے ایک ایسے انتظام کو قبول کر لیا جسکی ہویل اسکے
 حسب مراد ہو سکتی تھی مگر ترکی نے جسے اسٹریسبرگ کی خفیہ تائید حاصل تھی اسکے
 متعلق ترمیمیں پیش کیں ترکی کو انگریزوں کی مدد کا یقین تھا اور وائٹا
 میں بیڑے کے موجود ہونے سے اس یقین کو اور تقویت حاصل ہوئی تھی
 پس اس نے روسی فوجوں کے ڈیوٹی صوبے سے واپس کئے جانے کا
 مطالبہ کیا اور ان مطالبات کو عمل میں لانے کے لئے فوجیں روانہ کر دیں۔
 ادھر اٹھانا چھوڑ چھاڑ ہو رہی تھی، ادھر ماہران سیاست کسی تصفیے کی اور بیڑوں
 میں لگے ہوئے تھے مگر نیپولین نے روس کا کلمہ بہ کلمہ جواب دینے کا فرم
 کر لیا تھا، اور انگریزوں کے لئے اپنے دشمن کے ہاتھ اپنے ہلیف سے بھی
 پر حذر رہنے کے وجوہ موجود تھے۔ ابروین اور کلیرنڈن صلح کے خواہاں
 تھے تاہم وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ انگلستان "جنگ کی طرف گھنچا چلا جا رہا
 ہے" غم و استحکام کے ساتھ ایک اعظ بھی زبان سے نہیں نکلا مگر ۱۸۰۱ء
 کے معاہدے کے باوجود برطانوی بیڑے کو یہ حکم دیدیا گیا تھا کہ بحر اسود میں
 ہر ایک مقام کی مدافعت کا روائیوں کے لئے وہ باسفورس سے گزر کر
 چلا جائے۔ مذہب مگر اشتعال انگیز کارروائیاں اسی طرح ناکام رہیں
 جیسے اس سے قبل نو برنیو میں ناکام رہ چکی تھیں۔ ایک "دوسرے نامیلوہ
 واقعہ" نے تدابیر سیاسیہ کو درہم و برہم کر دیا۔ بخارسط کے قریب روسیوں کی

۳۰ نومبر
 فوج پر حملہ ہو گیا تھا، اسکے جواب میں روسی بیڑے نے خلیج سینوپ کے
 ترکی جہازات کو غرق کر دیا۔ اس خبر کے ساتھ ہی صلح کی تمام امیدیں غارت
 ہو گئیں۔ فوجوں کو مالٹا کی طرف حرکت دی گئی اور برطانوی و فرانسیسی بیڑے
 بحر اسود کو روانہ ہو گئے۔ تدبیر سیاسیہ نے اپنا آخری زور دکھایا مگر صوبوں
 کے خالی کرنے سے روس کے اٹکار کو دینے پر جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔
 نتیجہ تھا منقسم ریوں کا۔ ابروین میں عزم و استقلال نہیں تھا، برصلاف اسکے،
 پامرسٹن مستحکم رائے کا آدمی تھا اور چیرہ دست بے لگام حریت نے مطلق العنانی
 کے حامی و سرپرست کے ساتھ تصادم پیدا کر دینے میں عجلت سے کام لیا۔
 یہ جنگ و جدل مقامات مقدسہ کے لیے نہیں تھی بلکہ «مخالفت مذہبی» کے اثرات
 باقیات اور اس اصول کے خلاف تھی جسے ۱۸۴۹ء میں غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔
 ہنگری پر روس کا حملہ، پولینڈ سے اسکا برتاؤ یہ سب اسی طویل فز و جرم کے
 دفعات تھے، مگر ان سب سے بڑھ کر اثر اس رقابت کا تھا جو روس کے
 ہندوستان کی طرف برابر بڑھتے جانے اور ورہ دانیال پر دانت رکھنے
 سے پیدا ہو گئی تھی

جنگ کریا
 جنگ کا آغاز زندہ دلی کے ساتھ ہوا، ہیشمار آدمیوں کے جموں نے سپاہیوں کو
 خیر باد کہا اور سپاہیوں کو حملے کے لیے راستہ مشکل سے لٹا تھا، بیڑا اسٹینیلڈ سے
 اس شان کے ساتھ نکلا کہ شاہی کشتی اسے آگے آگے تھی لیکن بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ وزارت خارجہ اور
 وزارت جنگ ایک ساتھ کام کرنے سے قاصر ہیں۔ بیڑا تو دو طاقتوں کے
 معیار سے بھی زائد تھا مگر بری فوج بلجیئم کی فوج سے کچھ ہی زائد تھی۔
 بے ہنگام جوش میں حکومت نے مستعری اور جنگی محکموں کو الگ الگ کر دیا۔
 ڈیوک یوکاسل نے ایک بالکل ہی نئے علاقے کے ساتھ کام شروع کیا،
 فوجوں کا اجتماع محض دکھاوے کی باتیں تھیں، فوج محفوظ کا کہیں یہ نہیں تھا،
 سامان حرب و لباس کی قلت تھی اور سرمائی ہم کے لیے کسی قسم کی تیاری نہیں
 کی گئی تھی۔ ترکوں اور فرانسیسیوں کے پہلو بہ پہلو لانے کے لیے چار ہینے کے
 اندر گیارہ ہزار آدمی ترکی میں اتارے گئے۔ سپہ سالاری کے متعلق رقابت

بدا ہو گئی۔ مستعد کار و شاندار سنٹ آرناؤ، ریگلین سے اتفاق کلی نہیں رکھتا تھا جو جنگ جزیرہ نما کو دیکھ چکا تھا اور جسکی عمر اب ستر کے قریب پہنچ گئی تھی۔ روسی فوج کے وسائل آمدورفت کو خطرے میں ڈالنے اور اسے پیچھے مٹھنے پر مجبور کرنے کے لئے ورنا میں فوجیں اتاری گئیں دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ خود روس کے اندر فوجی کارروائیوں کے لئے کوئی قاعدہ بحیش قائم کیا جائے، اور سیسٹوپول پر قبضہ کر کے روس کی بحری طاقت کو برباد کر دیا جائے۔ ابتدائے جنگ میں سیسٹوپول کے سقوط کی خبریں روزانہ اڑا کرتی تھیں مگر مخالفین ابھی کامیابی سے بہت دور تھے۔ پہلا مقابلہ قلعے سے جانب شمال دریا کے الما پر ہوا۔ روسی دریا کی بالائی جانب کی بلندیوں پر جمے ہوئے تھے اور شدید مقابلے کے بعد وہ وہاں سے بیڑل کئے گئے مگر وہ عمدہ ترتیب کے ساتھ پیچھے ہٹے اور ان کا تعاقب بھی نہیں کیا گیا وقت سے فائدہ اٹھا کر چھٹیکاف نے شمال کی جانب سے حملے کو تقریباً ناممکن بنا دیا۔ اس نے خود اپنے ہی جہازوں کو غرق کر کے بندرگاہ کا راستہ روک دیا۔ اور نئی لٹک لے آیا۔ اب اس نے خود حملہ کر کے انگریزوں کو بلیک لاوا سے ہٹا دینا چاہا۔ انگریزی پیدل سپاہ کی مقاومت کو سواروں کے جاننا زائد حملے سے تقویت دی گئی جنہوں نے اپنے سے کئی گنی زیادہ سپاہ کو منہزم کر دیا۔ اس فتح کے علاوہ اسی دن اور فتح حاصل کرنے کے لئے ریگلین نے ہلکے سواروں کے دستے کو بھی میدان میں بھیجا مگر احکام کے سمجھنے میں سواروں سے غلطی ہوئی، اچھ سو تر ہتر سوار اس وادی کی طرف، جھپٹ پڑے جدھر روسی تو پناہ نہ لگا ہوا تھا اور صرف ایک سو پچانوے آدمی اس مشہور حملے سے زندہ بچ کر آئے۔ افسر و سپاہی سب کے سب شجاعت و بسالت کے جوہر دکھا رہے تھے اور دوسرے حملے میں انھوں نے حیرت افزا جرات و تہور کا ثبوت دیا۔ انکرمان کے برطانوی خطوط پر جہاں گارڈ (محافظ) متعین تھے اچانک حملہ کیا گیا۔ ایک صبح جب کہ کھر پڑ رہا تھا روسی غول درغول اُدھر بڑھے مگر وہ بار بار پیچھے ہٹائے گئے۔

جب گولی بارود ختم ہو گئی تو انگریزوں نے راتوں سے پاتو لائیوں کی طرح کام لیا یا سنگتیں چلائیں بعض گھوٹنوں ہی سے لڑتے رہے۔ باایں ہمہ دشمن کی کثرت تعداد کی وجہ سے سپیسٹوپول پر یورش نہ ہو سکی اور سپاہیوں کی جنگ ایک بے نتیجہ قربانی بن گئی۔ سردی کی شدت بحر منجمد کی سی تھی اور سپاہ اسکے لیے بالکل تیار نہ تھی۔ وہ وردیاں جو کسی وقت سکر تھیں معلوم ہوتی تھیں پتھڑے پتھڑے ہو گئی تھیں، نہ آدمیوں کے لیے غذا رہی تھی نہ جانوروں کے لیے چارہ، نہ کہیں کوئی جائے امن تھی اور نہ زخمیوں کی تیمارداری کا کچھ سامان تھا، ہر طرف بیماری و موت کا بازار گرم تھا، ایک ہولناک طوفان نے زخمیوں کو اکھاڑ پھینکا، سامان خورو نوش بہت بڑی مقدار میں ضائع ہو گیا اور ناقابل بیان مصیبت برپا ہو گئی۔ اخبار ٹائمز کے نامہ نگار کی مراسلت سے لوگوں کو اصلی حالت کا کچھ نہ کچھ پتہ چل گیا، اس نے لکھا تھا کہ شدت مصائب سے سپاہی صرف بڑی اور چھڑا رہ گئے ہیں، جنگ کی ساری ہمت و دلیری ان سے جاتی رہی ہے، ان کے جسم پر کپڑوں کے بجائے پتھڑے ہیں، پیروں میں جوتے تک نہیں، کپڑے میں لٹ پت ہیں، کپڑے بکھڑوں نے ستا رکھا ہے، اور فساد خون کی بیماری سے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں، غرض کہ زندگی و مال جان ہو گئی ہے۔ "فلورنس ٹائٹنگیل جس نے انکی مصیبتوں کے گھٹانے کی کوششیں کی تھیں وہ سپاہیوں کی "ہیروئن" (دیوی) بن گئی تھی۔ سپاہ کی غیر متزلزل بہادری کا اعتراف "وگٹوریا کراس" کے ذریعہ سے کیا گیا جس پر (برائے شجاعت) کے الفاظ منقوش تھے۔ لیکن ملک اس ناقابلیت و بدانتظامی کے انکشاف سے مبہوت ہو گیا تھا، اس نے جنگ کی کارروائیوں کی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ وزارت آس کے مذاقشیوں اور بری و بحری افسروں کے ایک دوسرے پر الزام لگانے میں پھنسی ہوئی تھی، آخر کار اس نے استغفیٰ دیدیا، اور کچھ ایس ویشس کے بعد اسے عامہ سے مجبور ہو کر ملک نے یامرسٹن کو طلب کیا، ملک یا تو توقعات کے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا تھا، اور یا اب یابوسی کے قعر میں آگرا۔

صلح اس وقت تک ناممکن معلوم ہوتی تھی جب تک کہ اس ذلت کا وجہ کچھ نہ کچھ دھل نہ جائے۔ صلح و امن کے حامی کابڈن و برائٹ کے کانغذی محسوس آگ میں جلانے لگے۔ وہاں میں جو گفت و شنود شروع ہوئی تھی وہ بحیرہ اسود کی غیر جانبداری کے مسئلے پر آکر ٹوٹ گئی مگر جنگ کی طوالت کی نسبت عوام کی طرف سے کوئی تعرض نہیں ہوا۔ سمندر پر اقتدار مونس کی وجہ سے آدمیوں اور سامان کا برابر صدر مقام کو پہنچتے رہنا ممکن تھا اور مخالفین کو پڈمانٹ کے پندرہ ہزار سپاہیوں کی کمک بھی پہنچ گئی۔ اگلے عہدہ دار بدل دیئے گئے، فرانسیسیوں اور اپنی سارڈینیا نے مختلف دیموں پر دلیرانہ حملے کئے اور انگریزی فوج اگرچہ اوان کے حملے میں سپا کردی گئی تھی مگر جنرل فنوک و لیمر کے تحت میں قارض کی مدافعت نے انگریزوں کی فوجی مفاخرت کو بچا لیا۔ فنوک و لیمر ابتدائے جنگ سے اس شہر پر قابض تھا، اور ایک برس کے محاصرے کے بعد سیسٹوپول کے سقوط کے وقت تک اس شہر پر (ترکی) جھنڈا اڑتا رہا، مگر آخر میں یہ مجبوری اسے اطاعت قبول کرنا پڑی۔ بحیرہ اسود میں روس ستمبر کے بحری قاعدہ ابجیش کے تباہ ہوجانے کے بعد انگلستان یہ چاہتا تھا کہ کراسٹاڈ کو برباد کر دے، سنٹ پٹرسبرگ پر گولہ باری کرے، سوڈن کے اس معاملے میں شریک ہونے کے معاوضے میں فلینڈرز اسے واپس دلا دے اور بحر بالٹک میں روس کی طاقت بالکل شکست کر دے، مگر نیولین جنگ کے مقصد اولین کو چھوڑ کر کسی اور کارروائی کے منتظر تک کارروا دار نہیں تھا اور اس نے مخالفت کے بند کیئے جانے پر اصرار کیا۔

اس مشہور جنگ کا نتیجہ ایک نامطبوع صلح کی صورت میں نکلا، معاہدہ ایک فرانسیسی نے یہ کہا تھا کہ، کچھ بتہ نہیں کہ فاتح کون ہے اور مغتوج کون ہے، فوجوں کی قواعد اور جیشن و چراغاں، صداقت پر روہ نہیں ڈال سکتے تھے، برطانیہ نے مال و دولت کی قربانی کی مگر حاصل اسے کچھ بھی نہ ہوا۔

دوسری طرف فرانس نے اندر ہی اندر صلح کے شرائط طے کر لیے اور یہی شرائط مخفی تفرات کے ساتھ معاہدہ پیرس میں منظور کر لیے گئے۔ انیسویں صدی میں یہ پہلا موقع تھا کہ سلطان نے ایک ایسے عہد نامے پر دستخط کیے جس سے ان کی سلطنت و قوت میں کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوئی۔ سلطان کے محض اس وعدے پر کہ وہ اپنی عیسائی رعایا کو مسلمانوں کے مساوی حقوق عطا کر دیں گے عیسائیوں کو مکملتہ سلطان کے رحم پر چھوڑ دیا گیا، دول عظام نے بحر اسود و اور آبنائے کی غیر جانبداری کی ذمہ داری کر لی، ترکی نے اندرونی و بیرونی طور پر یورپ والوں کی مداخلت اور سمندر کی جانب روس کے حملے سے محفوظ ہو کر، وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو کاسلری وائٹا میں اسے دلانا چاہتا تھا یعنی وہ دول یورپ کے زمرے میں اور یورپی قانون عامہ میں شامل ہو گئی۔ بحر اسود میں کسی قسم کے جہاز رکھنے اور سلاح خانے بنانے کی مخالفت ہو جانے سے انگلستان کو روسی بیڑے کے معدوم ہو جانے کی طرف سے اطمینان ہو گیا، کیونکہ اس بیڑے سے اندیشہ لگا رہتا کہ کسی دن وہ بحر روم میں نہ نکل پڑے۔ آسٹریا کو یہ فائدہ ہوا کہ وائیشیا و مالدیویا سے روسی حمایت خارج ہو گئی اور ترکی کے شاہانہ اقتدار کے تحت میں ان صوبوں کی خود مختاری تسلیم کر لی گئی۔ آسٹریا ہی کے اصرار سے پیرس کانٹرا بھی مالڈیویا میں شامل کر دیا گیا۔ روسی سفیر نے یہ فقرہ کہا تھا کہ آسٹریا کو اسکی کیا خبر ہے کہ اس تبدیل شدہ سرحد کے لیے (آسٹریا کو) کس قدر آنسو اور کتنا خون بہانا پڑے گا۔ بیس برس کے اندر اندر معاہدہ طاق نسایاں برکھ دیا گیا، ترکی کی اصلاح مردہ ہو گئی۔ روسی جہازات بحر اسود میں چلنے لگے، اور روس نے ساحلوں پر قلعہ بندی کر لی اور پیرس کو واپس لے لیا ترکی کے علیٰ مالہا باقی رکھنے کی ذمہ داریاں بھی نسیا منسا ہو گئیں۔ انگلستان نے کریٹ کے بجائے قبرس کو قبول کیا اور مصمص پر قابض ہو گیا۔ اس مستشار کے اثرات باقیات میں سے صرف ایک نقش اعلان پیرس کا

باقی رہ گیا جس میں بحری جنگ کے متعلق قواعد متعین ہوئے تھے۔ عام رائے کے خلاف انگلستان ہمیشہ سے اس حق کا دعوے کرتا رہا تھا کہ دشمن کا جو مال غیر جانبدار جہازوں پر ہوا اسکو انگلستان ضبط کر سکتا ہے۔ سفرائس کی دعوت پر ایک بین الاقوامی اصول کے قیام کی کوشش کی گئی، اور ان امور پر اتفاق ہو گیا کہ غیر سرکاری جہازوں کو دشمن کے جہازوں کے لوٹ لینے کا پروا نہ دیا جائے، غیر جانبدار جھنڈے کے نیچے سوائے ممنوعات جنگ کے دشمن کا اور مال و اسباب لانا جائز ہے، باستثناء ممنوعات جنگ غیر ملکوں کے دیگر مال و اسباب کا جو دشمن کے جھنڈے کے نیچے ہو گرفتار کر لینا روا نہیں ہے، بحری ناکہ بندی کا لحاظ اسی وقت تک کیا جائے گا جب تک کہ وہ اتنی قوت کے ساتھ عمل میں آ رہی ہو کہ دشمن کے سواہل تک کسی کو نہ پہنچنے دیتی ہو۔ اس قسم کے ضابطے کا خاص اثر برطانیہ عظمیٰ پر پڑتا تھا جسکے جزائر ایک وسیع سلطنت کا کام دیتے ہیں اور جسکے تحفظ کا انحصار تمام تر بیڑے پر ہے اور اس لیے جنگ کے وقت بیڑے کو اپنی کارگزاری کے لیے پوری پوری وسعت ملنا چاہیے۔ دیگر اقوام کے لحاظ سے اس اعلان کی حالت دوسری تھی، ان میں سے ہر ایک کو برطانیہ کی بحری طاقت کے کم کرنے میں اپنا نفع نظر آتا تھا اور انھوں نے اس ضابطے کو تسلیم کیا جس سے ان کا یہ مقصود پورا ہوتا تھا۔ کلیرنڈن نے حکومت سے مشورہ کئے بغیر اعلان پیرس پر دستخط کر دیئے اور اگرچہ برطانیہ عظمیٰ و ممالک متحدہ امریکہ نے کبھی بھی باضابطہ اسکی تصدیق نہیں کی مگر اس کے اصول قبول کر لیے گئے۔ ممنوعات جنگ کی تعریف کے مندرجہ نہ ہونے سے انگریزوں کو قانونی جھتوں میں مبتلا ہونا پڑا بحری ماہرین نے ایک ایسی کارروائی پر جس سے انگریزوں کی حیثیت غیر محفوظ ہو گئی افسوس کیا اور اخبارات نے مائمی جدولوں کے اندر اس خبر کو شائع کیا۔

جنگ کے
نتیجے

جنگ کریمیا کے نتائج اور اسباب دونوں متعدد اعتبارات سے اصول حریت کے حق میں فائدہ مند تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اس جنگ کا نفع

نپولین سوم کو پہنچا۔ مونتھرمرس کے سرپنچ کی حیثیت سے وہ پیچھے مڑ کر
 وائٹا پر خریہ نظر ڈال سکتا تھا، ایک ایسی کشمکش کے بعد میں انگلستان
 نے بہت کچھ اپنی فوجی شہرت میں بٹھ لگا کر نپولین کو فوجی بلند مرتبگی حاصل کرنے
 میں مدد دی تھی، نپولین سیاسیات یورپ کا ایک بڑا رہبر بن گیا تھا۔
 اسکا دل سریشیا سے لیکر میکسکو تک کے سپاہیانہ واقعات کے
 افسانہ وار خیالات اور اپنے ملک کی نشان و شکوہ کے دور کو دوبارہ زندہ
 کر دینے کے لیے اپنی شہنشاہی ذمہ داری کے خیالات سے موجزن تھا۔
 دوسری نسل میں روس کی طرف سے جو خوف طاری ہو جانا تھا اور
 اسوقت جرمنی کی طرف سے جیسا خوف طاری ہے، وہی حالت
 جنگ کریمیا کے بعد فرانس کی ہو گئی تھی اور اسکی طرف سے خوف کی کوئی حد
 نہیں رہی تھی۔ نپولین کے جب جاہ و توسیع مملکت کے خیال سے لبرل و ٹوری
 اور درباری عوام سب یکساں خائف و ہراساں تھے، اس رجب فرانس نے
 اپنے بیڑے میں اضافہ کیا تو یہ خوف ایک عام اضطراب کی حد کو پہنچ گیا
 اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہولناک تہلکہ کو باطل کر دینے کے لیے رضا کاروں کے
 بھرتی کرنے کی تحریک کا آغاز ہو گیا، مگر نپولین کے دور حکومت میں
 چھوٹی قومیتوں کے لیے فرانس کی سلطنت ایک حریت پسند طاقت تھی،
 اور جنگ کریمیا کا یہ نتیجہ کچھ کم نہ تھا کہ نپولین کو روس، پریشیا اور آسٹریا کے
 مخالفانہ کے توڑنے میں کامیابی ہو گئی اور اس طرح اطالیہ کے لیے حصول
 آزادی کا راستہ صاف ہو گیا، اس اثناء میں روس کے اندر ناقص و جرت پسند
 نظام قوم کے غیظ و غضب کے سامنے زیر ہو گیا، قوم کو یقین یہ تھا کہ یہی
 نظام جنگ میں ان کی ناکامی کا باعث ہوا ہے۔ اس عام جوش سے متاثر
 ہو کر نئے زار الکزنڈر نے غلامانہ وابستہ اراضی کو آزاد کرنے اور حکومت
 میں بتدریج آزادی کی روح پھونکنے کی طرف قدم بڑھائے۔ جنگ کریمیا کے
 موقع پر آسٹریا بالکل الگ رہی، اس پیمائش گزاری سے روس سخت
 غضبناک تھا۔ پس جب ۱۸۵۹ء میں آسٹریا کو اطالیہ کو زیر کرنے کی ضرورت

پڑی تو روس نے ۱۸۳۹ء کی طرح اسے بد دینے سے انکار کر دیا۔
 برطانیہ عظمیٰ سے ایک طولانی تلخ فصاحت بمبیلہ ہو چکی تھی۔ ۱۸۳۹ء میں روس
 تمام یورپ کا صاحبِ حکیم بنا ہوا تھا، اب اس نے دیکھا کہ اسکی قوت
 زوال پذیر ہو رہی ہے۔ انگلستان کے خلاف اسکی تلخی و ناگواری بدستور
 قائم رہی۔ ایک مسلمان بادشاہ کے ساتھ انگریزوں کے اس طرح دوستانہ
 بڑھنے سے زار، بیزار تھا اور ترکی حکومت کی خرابیوں کی طرف سے
 انگریزوں کے دیدہ و دانستہ آنکھ بند کر لینے پر اسے اعتماد نہیں تھا۔
 روس جب قسطنطنیہ کی طرف بڑھتے جانے سے روک دیا گیا تو
 وہ اپنے موقع کی تاک میں لگا رہا یہاں تک کہ بحر اسود کا راستہ پھر کھل گیا
 اور دوسری طرف وہ ایک سیل بے پناہ کی طرح ہندوستان اور
 فلج فارس کی طرف بڑھتا چلا ڈیا۔

حکومت ہند

جنگ کریمیا کی جھنکار سب سے پہلے ہندوستان میں
 محسوس ہوئی۔ یہ ملک کچھ عجیب و غریب طرح سب سے الگ واقع ہوا ہے،
 صحرائے بلوچستان اور اسکی بلند زمینوں نے، کوہستان ہمالیہ اور
 اور برما کے جنگلوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں نے اس ملک کو سب طرف
 سے منقطع کر دیا ہے، انگریزی حکومت کو جس بیرونی خطرے کا اندیشہ ہو سکتا تھا
 وہ صرف روس کا خطرہ تھا، خشکی کی طرف سے ہندوستان کا
 ایک ہی راستہ تھا اور وہ افغانستان سے ہو کر گزرتا تھا اور افغانستان نے
 پہاڑوں اور وادیوں کے عقب میں ترکستان، خراسان اور شمال مشرق
 ایران کے میدان، صحرا اور کوہستان بجائے خود ایک ہولناک
 رکاوٹ کا کام دیتے تھے۔ شمال مغرب کے عمیق راستوں کی طرف
 روس کی پہلی ہی پیشقدمی پر انگلستان نے ایک مختصر سی فوج اور چند
 ۱۸۴۲ء ملکی حکام کو کابل پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا اور روس کے رفیق امیر
 دوست محمد کو نکال کر ان کے رقبہ کو تخت نشین کر دیا مگر افغانوں نے
 ۱۸۴۹ء خسرو ج کر کے انگریزوں اور انکی فوج کو نکال دیا اور اس مصیبتناک پسپائی میں

۱۸۴۲ صرف ایک شخص بچا جس نے برف سے ڈھکے ہوئے راستوں سے گزر کر قریب ترین انگریزی چوکی پر اس وقوعے کی خبر دی۔ چند ماہ بعد اس مصیبت کا کسی قدر انتقام لے لیا گیا اور ایک ہنگامی کامیابی کو بڑے دلہا شاہدار، اعلانوں کی صورت میں شائع کیا جانے لگا، لیکن دوست محمد امن و ایمان کے ساتھ اپنے تخت کا بل پر واپس آ گیا، اور انگریزوں کی حکمت عملی اور ان کی کارروائی کے عملاً شکست کھا جانے سے ہندوستان میں برطانوی رعب و اب کو نقصان پہنچ گیا۔ مگر جب سر چارلس نیپیر نے بلاوجہ سندھ پر ہاتھ ڈال دیا اور اس میں انھیں کچھ فوجی کامیابیاں حاصل ہوئیں اور پھر گوالیار کے مرہٹہ رئیس کے مقابلے میں کچھ فتوحات نصیب ہوئے تو یہ اقتدار کسی حد تک بحال ہو گیا۔ ان دونوں سے زیادہ اہم معاملہ سکھوں کی جنگ کا تھا۔ رنجیت سنگھ واپس لاہور کا انتقال ہو چکا تھا اور اسکے سکھ سپہ سالار انگریزوں سے زور آزمائی کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ وہ ستلج کو عبور کر کے انگریزی علاقے میں آگئے لیکن تھوڑی مدت کے اندر اندر مدکی، فیروز پور، علی وال اور سبران کے میدان ہائے کارزار میں انکی فوجی قوت پاش پاش ہو گئی اور انگریزوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ صلح کے لئے سکھوں کو کچھ ملک دینا پڑا اور انکی فوجی قوت محدود کر دی گئی۔ لارڈ ڈلہاؤزی کا گورنر جنرل ہو کر آنا انگریزوں کی تاریخ ہند میں ایک نئے دور کا آغاز تھا، وہ نیک ارلوے اور پرزور طبیعت کا شخص تھا اور اسکا یقین یہ تھا کہ ہندوستان کی تمام خرابیوں کا صحیح علاج یہی ہے کہ برطانوی حکومت کو وسعت دیجائے۔ پنجاب کے احاق کا باعث تو خود سکھ سپاہی ہوئے کیونکہ انھوں نے پھر چلیا نوالا اور گجرات میں برطانویوں کو صلائے جنگ دیدی تھی، اور ٹیپنی برما کا احاق اسوجہ سے ہوا کہ برطانوی سوداگروں کے ساتھ بدسلوکی ہوئی اور اس پر قسرض کرنے کے لئے جو جہاز بھیجا گیا اسکے کپتان کی بھی تذلیل کی گئی۔ لیکن احاق اووہ اور کسی وارث کے نہ ہونے کے باعث ریاست ستارہ کاتاج برطانیہ کے حق میں ضبط ہو جانا ڈلہاؤزی کی

۱۸۴۵

ہندوستان
میں اصلاحات

ایسی توسیع سلطنت کی حکمت عملی کی وجہ سے عمل میں آیا۔ ڈلہاؤزی نے
نظم و نسق ملک کو ترقی دی، مالیات کو درست کیا اور نہروں کے ذریعے سے
قحط کا انتظام کیا لیکن اس نے والیان ملک کو اس حکم سے برگشتہ کر دیا کہ
جس والی ملک کے میٹا نہ ہو وہ اپنی ریاست کی جانشینی اور مرنے کے بعد
اپنے لیے مذہبی رسوم ادا کرنے کے واسطے کسی کو تہنہ نہ بنائے۔ ڈلہاؤزی
کے بعد جارج کیشنگ کا ایک بیٹا گورنر جنرل ہوا اس نے ترقی یافتہ
ہندوستانیوں کے مطالبے پر بیواؤں کے عقد ثانی کی اجازت دیکر رائے خیال
کے لوگوں کا دل آزر دہ کر دیا۔ سواہلی علاقہ جات میں ہندوستانی مغربی
حاصل کرنا چاہتے تھے اور اسی کو وہ ملازمت سرکاری اور پیشوں کی کامیابی کا
یقینی زینہ سمجھتے تھے مگر ہندوستانی سوسائٹی میں تمام جگہ علوم جدید کے
اس جوش نے شک و شبہ اور باہمی اختلاف پیدا کر دیا تھا، مغربی و مشرقی
تعلیموں کے تضادم سے لوگ تھیں پڑ گئے تھے۔ ہندوستان کے
لوگوں نے سب سے الگ اپنے قدیمی رسوم اور اپنے خاص طرز زندگی کو
قائم رکھا تھا جو ایشیا کی دوسری اقوام کے عادات و اطوار و طرز ماند بود
سے بالکل مختلف تھے۔ ان کو اپنے تمدن سے گہری الفت تھی اور اگرچہ
بتدریج اس تمدن میں نہایت جمل توہمات اور سخت خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں
مگر پھر بھی وہ اپنی مقدس تحریرات اور اپنے فلسفے کی وجہ سے سب سے ممتاز تھا
اور فن تعمیر، مصوری اور نازک و نفیس کاموں کی شاندار روایات اسکے پاس
موجود تھیں۔ غیر ملکی انگریزوں کی اصلاحات سے جو جسمانی آسائش حاصل ہوئی
اس سے پیرائے خیال کے لوگ اس قدر خوش نہ تھے جتنے وہ اس امر
سے ناخوش تھے کہ انتظامی اصلاحات کی وجہ سے ان کے قدیم اندر اسخ حساس کو
صدیہ پہنچتا تھا۔ عام قوم جاہل تھی اور وہ قوانین و ضوابط کے طور مار کو وبال جان
سمجھتی تھی۔ علاوہ بددلی کے اور کچھ اسباب بھی جمع ہو گئے اور جب اس بددلی کے
ساتھ یہ اعتقاد بھی شامل ہو گیا کہ قدیمی ایشیائی تمدن یورپی حکمرانوں کی نظر التفات
کو اس وقت تک اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا جب تک کہ تلوار سے

بغاوت ہند

کام نہ لیا جائے، تو اس بددلی میں مزید تقویت پیدا ہو گئی پڑے۔
 ادھر ہندوستان میں خیالات و اغراض کی اس زور آزمائی
 سے ہل چل مچی ہوئی تھی اُدھر جنگ کریمیا کے واقعات سے بازاروں میں
 مسدازہ گپ کا سامان مہیا ہو گیا اور انگریزی طاقت کی ہنیت میں کمی آ گئی۔
 غیر ملکی حکومت کے ساتھ بغض و عناد میں اس ذلت انگیز خیال سے اور تیزی
 پیدا ہو گئی کہ ان غیر ملکوں کی مرضی کا اجرا و نفاذ ایک بے حقیقت سی فوج
 کے ذریعے سے ہونا ہے جس میں سے کچھ فوج چین و کریمیا کو چلی گئی
 اور انگریزی سپاہی ملک میں بمقابلہ ہندوستانی سپاہیوں کے اس قدر کم
 رہ گئے۔ تھے کہ اگر ایک گورا سپاہی تھا تو آٹھ ہندوستانی سپاہی تھے۔ ویسی فوج
 میں نئی رائفلیں تقسیم ہوئی تھیں جنہیں کارتوس بھرے جاتے تھے جس کا کچھ حصہ
 ۱۸۵۶
 بندوق میں بھرنے سے قبل دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا اس سے مذہبی جوش
 مشتعل ہو گیا کیونکہ یہ قصہ شائع ہو گیا تھا کہ ان کارتوسوں کے بنانے میں
 گائے اور سور کی چربی سے کام لیا گیا ہے جس کا چھونا (علی الترتیب) ہندوؤں
 اور مسلمانوں کے لیے حرام تھا۔ ہندوستانی حکومت نے فوجوں میں فوراً ہی
 نئے کارتوس تقسیم کر دیئے مگر سپاہیوں پر ہنوز شک و شبہ کا بھوت سوار تھا۔
 افواہیں اور پیشین گوئیاں ہر طرف پھیلائی جا رہی تھیں۔ اور خفیہ پیغامات
 اندر ہی اندر بھیجے جا رہے تھے میرٹھ کی شورش سے مقامی بغاوتیں شروع
 ہوئیں اور ہندوستان کی چھاؤنیوں میں پھیل گئیں۔ بائی واپی کی طرف
 روانہ ہوئے جہاں آخری مغل بادشاہ (انگریزوں کے) دست نگر کے طور پر رہتا تھا،
 ان باغیوں کو توقع یہ تھی کہ وہلی کا شہر پھر مغل شہنشاہی کا شاندار مرکز بن جائے گا۔
 وہلی سے یہ شورش وادی جمنیا کے راستے آگے ہوتی ہوئی تمام
 وسطی ہندوستان اور بندھیلکنڈ میں پھیل گئی اور اس نے سب سے
 زیادہ زور اودھ میں دکھایا، جس کا چند ہی برس پیشتر احاق ہوا تھا،
 دوسری طرف تبرک گنگا کے ساتھ ساتھ کانپور و بنارس کی طرف پھیل گئی۔
 قدیم خاندانوں کی روایات، مقامی سرداروں کی حرص و ہوس اور مذہبی

جوش و جنون سب غیر ملکوں کے مقابلے میں متحد ہو گئے تھے اس اندوہناک زمانے کے حضرات اور جان بازی کی صرف چند مثالیں یہاں دی جاسکتی ہیں۔

کانپور میں ۸۰۰ یورپین ایک عارضی حصہ میں بند ہو گئے تھے جس میں ۲۱۰ جون ۱۸۵۷ء

قلعہ گید سپاہ تھی، موسم تابستان کے کچھ دنوں کے ہلکے محاصرے کے بعد ان لوگوں کی حالت فاقہ کشی کے قریب پہنچ گئی تھی، پس انہوں نے راجہ ہتھور کے اس وعدے پر اطاعت اختیار کر لی کہ ان کو اس کے ساتھ چلا جانے دیا جائے گا، یہ راجہ عام طور پر ناٹا صاحب کے نام سے مشہور ہے اور اسکو دعویٰ یہ تھا کہ آخری مرہٹہ پیشوا نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا تھا مگر یہ تبلیت ڈیپاؤزی کے حکم سے ناجائز ہو گئی تھی۔ مغزورین وریائے گنگا میں ابھی اچھی طرح کشتیوں پر سوار بھی نہیں ہوئے تھے کہ باغیوں نے ان پر بندوقیں سر کرنا شروع کر دیں، بہتوں کو مار ڈالا اور جو بچے ان کا بھی قیمہ کر ڈالا، عورتیں اور بچے بڑی سیرجی کے ساتھ قتل کیے گئے اور انکی لاشیں ایک کنویں میں ڈال دی گئیں، اس واقعے کے عین بعد ہی امدادی فوج آہنچی، انگریزی فوج جسے سکھ تقویت دے رہے تھے دہلی کی خلاصی کے لیے روانہ کی گئی مگر وہ خود پہاڑی پر حضور ہو کر مصیبت میں پھنس گئی اور تین مہینے تک ہندوستان کی تمازت آفتاب، میضہ اور دیگر عوارض، رات دن کے حملوں اور شہر کے ددموں کے طوفان آتش باری، غرض طسح کے آلام و مصائب میں مبتلا رہی، یہاں تک کہ ملک آہنچی اور شہر و قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ میولاک اور آٹریک بجلت تمام لکھنؤ کی مدد کو روانہ ہوئے جو کلتے کے بعد دوسرے درجہ ۲۱ ستمبر

کا شہر تھا اور جس میں باغی سپاہی بھرے ہوئے تھے اور تقریباً ایک ہزار یورپی زن و مرد اور بچے اور بیسیوں جھنڈ کا بہت بڑا حصہ تھوڑی سی وفادار دیسی فوج کے ساتھ زیدلنی اور قریب کے ایک چھوٹے سے باغ کے چند مکانات میں جمع ہو گیا تھا مگر یہ عمارتیں مدافعت کے لیے نہیں بنی تھیں۔ محاصرے کے دوسرے ہی روز اودھ کا گورنر سر مہرئی لارنس مارا گیا، مگر طرف سے منقطع ہو جانے پر بھی محصورین، سپہ سالار انگلس کے تحت میں تین مہینے تک

۲۵ ستمبر
 جھے رہے یہاں تک کہ مدد آگئی اور ایک مہینے کے بعد کالن کیمبل نے
 شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ حکومت نے بہت محنت کے ساتھ فارس، مدراس،
 سیلون سے امداد بھیجی اور جنگ چین سے فوجیں بلا لیں اور انگلستان
 کو جو خطرہ تھا وہ سال کے ختم ہوتے ہوتے جاتا رہا یہ انخوف و سرکشی
 بہت بڑی حد تک انگریزی فوج اور وایان ملک کے سپاہیوں تک
 محدود رہی تھی، برطانوی فوج کی بہادری اکثر وایان ملک اور سکھوں کی
 وفاداری اور ہمارا جہ غیپال کے اپنے پہاڑی ملک سے طاقتور گرکھا
 سپاہیوں کی مدد دینے کی وجہ سے، ہندوستان شہنشاہی برطانیہ
 کے ساتھ وابستہ رہ گیا۔

شورش کی وجہ سے خوف و غصہ کی جو آگ مشتعل ہو گئی تھی
 اس سے جوش انتقام بھڑک اٹھا اور دونوں جانب سے انتہائی زیادتیاں
 عمل میں آنے لگیں، اس سے گورنر کو یہ خوف ہوا کہ مبادا تلخ و ناگوار
 کشاکش مزید خطر است کا موجب بن جائے اس لئے اس نے ان جذبات کو
 فرو کرنے کی فکریں کیں جرأت و بلند نظری کی وجہ سے لوگوں نے
 "کیننگ مشفق" اسکا عرف کر دیا۔ بغاوت کا ہنگامہ ابھی گرم ہی تھا کہ
 اس نے ایک اعلان شائع کیا جس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو نامعقول انتقام
 سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی۔ اس نے لکھا تھا کہ "ہندوستان کی ہر ایک
 قوم سے ہمیں خونریز خالصت کا اتفاق پیش آچکا ہے مگر ان کے زیر ہو جانے کے
 بعد ہم نے کبھی بھی ان کے ساتھ عام حقارت و نفرت کا برتاؤ نہیں کیا۔ وہ دن
 ہمارے لئے برادن ہو گا جب ہندوستان میں لوگوں کی زبان پر
 یہ جاری ہو جائے گا کہ ہم ان سے حقارت و نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں"
 جو لوگ "سبیکسٹی" (انگریزی) "تہر و غلبہ" کی حالت میں ہندوستانوں کے لئے
 سخت قوانین کا اور تمام معتد علیہ و با اقتدار ملکوں سے ان کے اخراج کا
 مطالبہ کر رہے تھے انھوں نے کیننگ کی اس روش پر لعنت و ملامت کی،
 (اس کے جواب میں) کیننگ نے یہ کہا کہ اگر "انگریزی غلبہ" کے معنی یہ ہیں تو

ہندوستان تخت
 لاج برطانیہ

جس قدر بھی یہ غلبہ کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ میں تو انصاف کروں گا اور انصاف بھی ایسا کہ قانون و قوت کے ذریعے سے اسے جس قدر سخت و ناقابل شکست کرنا ممکن ہو گا کروں گا مگر جب تک کہ میں حکومت ہند کا ذمہ دار ہوں یہ ہرگز نہ ہونے دوں گا کہ حکومت سے کوئی فعل غصہ یا ناہمی کی وجہ سے صادر ہو جائے۔ خود انگلستان میں اسکی اس حکمت عملی پر بڑی شد و مد سے اعتراضات ہوئے کہ اس نے صوبہ اوڈھ کی تمام زمین کو سلطنت کے حق میں ضبط کر لیا تھا مگر اس نے اپنے اس فعل کو اس طرح بجا ثابت کر دیا کہ از سر نو یہ زمین ان کے مالکوں کو اس شرط سے عطا کر دی کہ وہ سرکار کے مالگزار اور تاج برطانیہ کے وفادار رہیں۔ تعلقداران عطیات کو اب اپنے لئے ناقابل انفکاک سبب حقیقت سمجھتے ہیں، اگر کڈیاگت نے اسکے ساتھ ہی مزاجین کے لئے بھی مناسب انتظام کر دیا ہوتا تو اسکی یہ کارروائی بہت ہی قابل تحسین ہوتی۔ اس فرورگشت کی اصلاح اب بہت قریب زمانے میں آکر ہوئی ہے۔ انگریزوں کو اب اپنے اس قدر وسیع مقبوضے کی اہم ذمہ داری کے احساس پر مجبور ہونا پڑا، جسکی وجہ صرف گزشتہ بناوٹ کے خطرات ہی نہیں تھے بلکہ مختلف اقطاع ملک کا اس سرعت کے ساتھ حاصل ہو جانا اور حکومت کے نئے مسائل بھی اس کے باعث میں شامل تھے۔ ہندوستان کا اس قدر وسیع مقبوضہ جس میں بیس تیس کروڑ آدمی بستے ہوں پینتالیس مختلف نسلیں آباد ہوں اور اکیس مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں اس پر ابھی تک پٹ کے قانون ہند کے مطابق حکمرانی ہوتی تھی اور اسکی تجارت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں کے اختیار میں تھی۔ پارلمنٹ نے ہندوستان کی بہتر حکومت کے لئے ایک مسودہ پیش کیا اور اس کے چند روزہ زوال کے موقع پر کنسر ویووز نے کیننگ کے کو اپنی تائید کا یقین دلایا۔ انھوں نے آخری مسودہ تیار کیا جسکے بموجب "کورٹ آف ڈائریکٹرز" اور "بورڈ آف کنٹرول" منسوخ کر دیئے گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات و مقبوضات بالآخر تاج برطانیہ کے تحت میں آگئے بلکہ

فرمانروائے ہندوستان ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ ملکہ کاہلا واسرائے
(نائب السلطنت) کلکتہ میں حکمران ہوا اور وسٹ منسٹر میں ایک وزیر پارلیمنٹ
کو جو ابده قرار دیا گیا۔ اس وسیع مقبوضے کی ترقی مابعد میں اسٹریٹس و اسکاٹش شل کے
۱۸۵۸ عہدہ داروں نے پرامن و ہمدردانہ حکومت کے لیے بہت سے کار نمایاں
انجام دیئے ہیں، بحیثیت نظم کے انھوں نے بڑی نمود حاصل کر لی ہے۔
رعایا کے دلوں سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں اور فتح کی وجہ سے جو سخت طریق
حکومت عائد ہوتا ہے اسکی سختیوں کو نرم کرنے کا طور و طریق انھیں خوب آتا ہے و
بغاوت ہند فتح ہی ہوئی تھی کہ ہندوستانی افواج کو بحالت تمام

چینی تجارت
۱۸۳۳

ساحل چین پر جانا پڑا جہاں انگلستان نے قریب ہی زمانے میں ہانگ کانگ
کو مشرق میں اپنا انتہائی مستقر بنا لیا تھا۔ پامرٹن کے اولین کاموں میں سے
ایک کام یہ بھی تھا کہ چین کی تجارت میں جس پر اسٹاک ایسٹ انڈیا کمپنی
نے تنہا اناحق جبار کھا تھا، دوسرے انگریزی تاجروں کو بھی شامل کر دیا تھا۔
قاپمی دہنمندانہ قواعد سے معرا ہو کر، نئی تجارت بدلتی و پھیلنے کے ساتھ
چل رہی تھی۔ چینی اس دخل وہی سے منقص تھے انھوں نے غیر ملکی (افیون)
کی درآمد کی ممانعت کر دی، حکومت ہند نے اپنی آمدنی کے کم ہو جانے پر
۱۸۳۷ اعتراضات کئے اور سوداگروں نے جنہیں دس میں سے نو اسی افیون کی
تجارت کرتے تھے ہنصیہ میں آکر بہت کچھ شور مچایا، مگر چینیوں نے کسی کا کچھ خیال نہ کیا،
سوداگر صاف یہ کہتے تھے کہ چینیوں کا افیون کے لیے اپنے بندر گاہوں کو
بند کرنا محض ایک جلد بازی ہے تاکہ وہ غیر ملکیوں کی تمام تجارت کو روک دیں،
عام نظروں میں لا افیون کی یہ جنگ، "تجارت کے لیے کھلے دروازے
(آزادی عام) کی جنگ سمجھی جانے لگی۔ بندر گاہ کے محافظوں اور خفیہ مال
لانے والوں (یعنی چینی عہدہ داروں اور برطانوی گھمبشتوں) کے درمیان
۱۸۴۰ پریشاں کن و غیر مساویانہ جنگ و جدل ہونے لگی۔ پامرٹن نے
جو تہدید کے سخت و صعب طریقوں پر قائم تھا، چین سے یہ مطالبہ کیا کہ
یا تو وہ ایک تجارتی معاہدہ کرے یا دو ایک جہیزے حوالہ کر دے جس سے

اہل برطانیہ تجارت کر سکیں، اس کے ساتھ اس نے ایک بحری فوج بھی روانہ کر دی کہ دریاؤں کی ناکہ بندی کرے اور جن جزیروں کی ضرورت ہے ان پر قابض ہو جائے۔ اس حملہ و قبضہ میں ایسی کامیابی ہوئی کہ معاہدہ پیننگنگ کے بموجب ہانگ کانگ، انگلستان کو دیدیا گیا، پانچ اور بندرگاہ اسکی تجارت کے لیے کھول دیئے گئے اور تاہ ان میں زر کثیر ادا کیا گیا۔ برطانیہ نے صرف ایسے تجارتی حقوق کی خواہش کی جو دوسری قوموں کو بھی مل سکیں، پس امریکہ نے بھی ایک معاہدہ موکد کرنے اور اس میں یہ شرط قائم کرنے میں عجلت کی کہ اگر پیننگنگ میں یورپ کے سفیروں کا داخلہ ہو تو امریکہ کا سفیر بھی وہاں رکھا جائے۔ فرانس نے ایک زبردست بیڑے کی مدد سے تجارتی معاہدہ اور روس کیتھولک عقیدے کے نئے عیسائیوں کی حمایت کا حق حاصل کر لیا۔ شافٹسبری نے کہا کہ چین کی تجارت کے نشے میں تمام دنیا جمور ہو گئی ہے؛ ایک جنگ دوسری جنگ کا باعث ہونے لگی۔ چینیوں نے اس تمام پریشانی کا اصلی باعث انگریزوں کو سمجھا اور ان کے ملاحوں کو قید اور ان کے مبلغین کو قتل کر دیا۔ چینی حکام نے ایک چینی جہاز ایرو نامی کو جس پر برطانوی جھنڈا اڑ رہا تھا، گرفتار کر لیا اور اس کے ملاحوں کو قزاق قرار دیا۔ انگریزی نمائندہ سر جان بورنگ نے ان آدمیوں کے رہا کیے جانے کا مطالبہ کیا اور کینٹن پر گولہ باری کرنے کا حکم دے دیا۔ فرانس، انگلستان کے ساتھ شریک ہو گیا؛ مالک متحدہ امریکہ اور روس نے اس حلقہ کو قائم رکھنے میں مدد دی۔ پارلیمنٹ میں کاڈن نے اس طریق کار کو ظالمانہ قرار دیکر اس پر نفرین کی اور حکومت کو شکست ہو گئی۔ گلڈسٹون نے کہا کہ "یہ مباحثہ دارالعوام کے لیے اس درجہ موجب عزت ہوا کہ مجھے یاد نہیں آتا کہ کوئی دوسرا مباحثہ ایسا ہوا ہو، مگر پارلیمنٹ نے بورنگ کی حمایت کے لیے ملک سے درخواست کی اور کہا کہ ایک خود سر جتنی نے بورنگ کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اہل تجارت

پھر ایک مرتبہ برطانوی اغراض و مفاد کی صلاحیت عام پر جمع ہو گئے اور اس آمادگی کے ساتھ جمع ہوئے کہ پارلیمنٹ کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ نئی پارلیمنٹ میں وہ ایک مجمع کشیدہ کا سرگروہ ہو گیا۔ کینٹن پر حملہ آور ہونے اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے ایک ہندوستانی فوج سمندروں کو مجبور کر کے بھیج گئی اور برطانوی ایچی لارڈ ایجن نے معاہدہ سینٹن کے وقت چینوں کو مجبور کیا کہ وہ انیون کی تجارت کو قانوناً تسلیم کریں، اسی قسم کے اور بھی مذموم شرائط عائد کیے گئے، از انجملہ یہ کہ سینکٹس میں غیر ملکی سفارت خانے قائم ہوں۔ چین کے دیسی عیسائیوں کے ساتھ رواداری برتی جائے، اور بغیر کسی شرط کے غیر ملکی طاقتوں کو ان کی حفاظت کا اختیار دے دیا جائے۔ چین نے جو شجہ الوطنی میں، اس کی مقاومت کی۔ اس مقاومت میں شدت و ستم گاری حب الوطنی سے کم نہ تھی، اس کا جواب سینکٹس کے محل کو تاراج کر کے جلا دینے اور سخت تاوان عائد کرنے سے دیا گیا۔ اس کے بعد جو بغاوتیں ہوئیں ۱۹۶۰

ان میں امریکہ کا وارڈ حکومت چین کا ایسا ہی مشہور عہدہ دار ثابت ہوا جیسے انگلستان کا گارڈن۔ آئر لینڈ کے ایک باشندے رابرٹ ہارٹ نے نئے حصول کروڑ گیری کو منتظم کرنے میں، چین کی وفادارانہ خدمات انجام دیں۔ تمام یورپین قومیں اس قسم کے معاہدوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے دوڑ پڑیں، ان میں سب سے مقدم پریشیا تھی۔ اس کے بعد ڈنمارک، اسپین، ہالینڈ، طیم، اٹلی اور آسٹریا کا شمار تھا۔ چینی مدبر اعظم کے قول کے موافق یہ معلوم ہوتا تھا کہ خربون کی طرح چین کی قاشیں کر دی جائیں گی۔ جن دول نے چین پر بیرونی تجارت کا بوجھ ڈال دیا تھا انھیں نے جاپان کو بھی بلا میں بھنایا، ان طاقتوں میں انگلستان، فرانس اور روس کے بعد مالک متحدہ امریکہ کا درجہ تھا، یہاں بھی ظلم و ستم، بغاوت، جنگ، حملہ آوروں کو افواج تاوان، وہی سب کچھ ہوا جو چین میں ہوا تھا، رقبہ

۱۸۵۷

۱۸۵۸

۱۹۶۰

۱۸۶۱
۱۸۶۹

نے اب سواہل اوقیانوس کی دولت کے لیے اپنے اپنے جداگانہ حقوق قائم کر لئے ہیں؛

جنگ با
یورپ

خود یورپ میں پے درپے پانچ بڑی لڑائیوں کے وقوع پذیر ہونے سے عالمگیر شہنشاہی کی کشاکش میں بیس برس تک تعویق ہو گئی۔ موٹروائٹا نے دس قوموں یا قوموں کے مجموعوں کو اس حال میں چھوڑ دیا تھا کہ ان کی قومی زندگی یا قومی طابقت کا کچھ سامان نہیں ہوا تھا اور ان میں سے صرف یونان و طیم کی دو چھوٹی چھوٹی طاقتیں اس وقت تک خود مختاری حاصل کر سکی تھیں۔ جنگ کریمیا جس سے قوموں کے امن کا خاتمہ ہو گیا تھا، اور معاہدہ پیرس کی ناکمل قرارداد، ان دونوں نے یورپ میں ہر طرف خوف و رقابت پھیلا دی اور تضادم باہمی اور تنظیم جدید کے ایک نئے دور کا آغاز کر دیا تھا۔ انگلستان سب سے الگ رہا مگر جب قومی انتہائے خیال کی تکمیل کا عزم ملک در ملک جاری ہو گیا تو قوموں کے حدود از سر نو قائم ہو گئے، ان کے حوصلے اور ارمان کچھ سے کچھ ہو گئے، اور جب قدیمی توازن طاقت نے کروٹ بدلی تو یورپ کے اتحاد کا کہیں پتہ ہی نہیں رہا؛

اطالیہ کا
عروج

کاسلری نے ۱۸۱۵ء میں لکھا تھا کہ، آپس کے اس جانب تمام حکمتی انتظامات مکمل ہیں؛ لیکن اس کوہستان کے دوسری جانب اطالیہ اپنے اتحاد کے لیے بدستور جدوجہد کر رہی تھی۔ جس کو اوپلا، سے تمام یورپ گونج اٹھا تھا اس کا باعث یہ تھا کہ پاپائی ریاستوں میں ازمنہ وسطی کے طرز کی ناقص حکومتیں قائم تھیں، لمباڑوی میں آسٹریا کی سختی جاری تھی اور سسلی و نیپلینر میں باربن بادشاہوں کی مضحکہ خیز حکمرانی برقرار تھی۔ اطالیہ کی تناؤں اور آرزوؤں کا مرکز ڈیمانٹ سارڈینیا کی بادشاہت تھی جس کے تنظیمات آزادانہ تھے اور جس کی مختصر سی فوج میں جرأت و شجاعت موجود تھی۔ ادھر مزینی کے جمہوری اصول اور حقیقت انجمنوں کے کام، بے سرو پاشورشوں کی ناکامی سے ساقط الاعتبار ہو چکے تھے،

ادھر ساروینیا کا وزیر اعظم کیور ایک اول درجہ کا مدبر تھا، اس کے بہترین تربیت پذیر زمانے میں اسے کچھ برس انگلستان میں بھی گزرے تھے۔ اُس نے مسڈ آئر لینڈ کے متعلق تحریرات لکھے تھے اور زراعت کے انگریزی طور و طریق کا مطالبہ کیا تھا۔ اُس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سیاسی آزادی کا منبع صنعت و حرفت اور سائنس کی طاقت میں معنی ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ ریلیں جو تلوں کی مرمت کے لیے ہیں، انگریزوں کی تائید حاصل کر نیکی اشتیاق میں اُس نے نمائش اعظم میں اطالوی مال روانہ کیا لبرلوں کو آزاد تجارت کے وعدے سے گرویدہ کیا، اور انگلستان کے اہل قلم کے لیے مواد تحریر اور انگریزی مطابج کے لیے آسانیاں ہم پہنچا کر اپنے مقصد کو اور ترقی دی۔ شاة وکٹر امانول، ونڈسمر، میں آیا، اور اپنی جرأت و صداقت سے اپنا نقش دربار پر بٹھا دیا۔ برٹش میوزیم (عجائب خانہ برطانوی) کے ہتھم کتب خانہ پمبری نے اُس نہایت ہی دلچسپ و بد بخت ملک کے، مفید مطلب رائے عامہ کے پیدا کرنے میں محنتیں برداشت کیں، پدمانٹ کو اب ایک نمونہ بنا دیا گیا۔ اس کے سرگروہ نے جمہوریت پسند تھے اور نہ قتل و ہلاک کے خواہاں تھے، بلکہ وہ ایسے لبرل (آزاد خیال) تھے، جو اپنے قرضوں کو ادا کرتے اور حکومت کو مستحکم مالی بنیاد پر چلاتے تھے۔ اس قسم کے تخیلات اور اس طرح کی علمی شایستگی کے یکجا ہو جانے سے اہل پدمانٹ کو انگریزوں کی ہمدردی حاصل ہو گئی۔ پامرسٹن اور رسل کے حامی و موید ہونے کا اعلان ہو گیا، اور میورن کا (برطانی) سفیر سر جان ہڈسن وہ خود اطالیوں سے بڑھا ہوا اطالوی تھا، گلڈ اسٹون نے نیپلز کے سیاسی مقدمات کی کارروائی کو خود اپنی آنکھ سے دیکھا تھا، اور وہ نیپلز کی بد نظمی اور وہاں کے تمام مصائب و آلام کی نسبت یہ کہا کرتا تھا کہ گویا خدا کو بھول کر حکومت کا ایک طریقہ قائم کیا گیا ہے۔ انگریزوں کے ذہن میں اس جدوجہد کی یاد تازہ ہو گئی جو گلڈ اسٹون نے بطیم و یونان کے لیے کی تھی، فرقہ درید ٹیکل اس چھوٹی سی سلطنت کی تائید کرتا تھا جو آزادی کے نام سے

پادریوں کے امتیاز خاص پر حملہ آور تھی، پروٹسٹنٹ اپنے جوش میں ایسی تحریک کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے جو پوپ کو صلائے جنگ دے رہی تھی تا آنکہ لارڈ شافٹسبری (شہیرہ لایونگٹون) نے اس خروج کا خیر مقدم کیا جو پوپ کے خلاف برپا ہوا تھا حالانکہ شافٹسبری ریڈیکل نہیں تھا، کیونکہ اس کے عوض میں بائبل سوسائٹی (بزم انجیل) کی ہمت افزائی کی بشرطیکہ اس کے کارکن اہل پڈمانٹ کو اپنے طریق میں داخل کرنے کے جوش میں ابتری پیدا کرنے کا اشتعال نہ دیں، غرض رفتہ رفتہ اس چھوٹے سے معزز ملک کی طرف سے حمایت کے قدم جم گئے۔ سب سے زیادہ جوش و خروش اس وقت پیدا ہوا جب نیپولین کی دعوت پر کیور نے کریمیا میں ایک فوج روانہ کی اور اپنے اس دلیرانہ فعل سے اپنے کو عمومی حکومتوں سے متحد کر لیا اور یورپ کی مجلس میں ۱۸۵۵ اپنی جگہ قائم کر لی۔ موٹریس میں اسے اٹلی کے معاملات کو زیر بحث لانے کا موقع دیا گیا۔ انگریزی ایچی لارڈ کلیرنڈن نے غیظ و غضب سے تقریر کی ۱۸۵۶ مگر اس کی واپسی پر لارڈ لٹڈ ہرسٹ نے (جو اطالیہ کا خواہ تھا) آسٹری قبضہ پر اظہار ملامت کی تحریک کی۔ کلیرنڈن کی خواہش پر یہ تحریک واپس لے لی گئی اس پر کسی مدبر نے یہ کہا تھا کہ انگریز بھونکے تو مگر کاتنے کی ہمت نہ کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ کیور نے اپنی اس خواہش کا افشا کر کے کہ وہ آسٹریا سے جنگ کرنا چاہتا ہے، کلیرنڈن کو خوفزدہ بنا دیا تھا، کلیرنڈن کو امید یہ تھی کہ فرانس و انگلستان، صلح و آشتی کے ساتھ اطالیہ مسدک کا کوئی حل پیدا کر دیں گے۔ کیور نے جوش ناامیدی میں یہ کہا کہ "اگر ہمارے حریف ہمیں چھوڑ دیں گے تو آسٹریا اور پوپ کی نظر بندی مکمل ہو جائے گی"

انگلستان
و اطالیہ

دنگوں کے زوال سے یہ خطرہ بڑھ گیا۔ کوستہ و مزینی سے لیکر اونے درجہ تک کے فراری پناہ گزینوں کو انگلستان میں جس کثرت سے پناہ دی گئی اس سے غیر ملکی حکمرانوں کی نظر میں لندن

اد سازشیوں کا بھٹ، بن گیا تھا۔ ایک اطالوی جلاوطن آریسنی نے (جو معزز طبقات میں اچھی طرح روشناس تھا)، برمنگھم کے بنے ہوئے ایک بم سے نپولین کے ہلاک کرنے کی کوشش کی اس حرکت پر فرانس کے غیظ و غضب نے پامر سٹن کو مجبور کر دیا کہ ایک مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کرے۔ اس مسودے میں اگرچہ پناہ دی کا حق رکھا گیا تھا مگر سازش کو ایک نامطبوع حرکت کے بجائے ایک حرم قرار دیا گیا تھا، لیکن ایک غیر ملکی طاقت کے اشارے پر قانون میں تغیر کرنے سے عام ناگواری اس قدر بڑھ گئی کہ لوگوں کو عہدے سے الگ ہو جانا پڑا۔ ٹوری حکومت اور دربار جو اپنے لا امن و انتظام، کی روایت پر جمے ہوئے تھے، انھیں یہ خوف لاحق تھا کہ اگر اطالیہ میں یا اور کسی مقام پر ۱۸۱۵ء کے معاہدوں کے خلاف کیا گیا تو اس کا نتیجہ منجر بہ جنگ ہوگا، اور نپولین کو اپنی حرص و طمع کے پورا کرنے کا ایک دوسرا موقع مل جائے گا۔ یہ خطرات ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۰ء کی لڑائیوں میں صحیح ثابت ہوئے۔ یہ ضرور ہے کہ ان لڑائیوں کا انجام نپولین کی شان و شوکت کے بڑھنے پر نہیں ہوا۔ کاسلری کی طرح لارڈ ڈربلی کو بھی یہ توقع تھی کہ پریشیا و آسٹریا کی وسطی سلطنتوں سے اتفاق رائے کر کے وہ خطرے کے مقابلے میں توازن قوت کو برقرار رکھ سکے گا، مگر سٹن کی مسلح جویانہ حکمت علی کی اس مبالغہ آمیز طور پر تجدید کرنے سے یہ لازم آتا تھا کہ آسٹریا کو اطالیہ کا مالک رہنے دیا جائے اور انگریز اطالیوں کی تحریک آزادی کی مخالفت پر مجبور ہو جائیں۔ مکڈونگھوری نے وزیر خارجہ لارڈ ممبری کے اس خیال کی تائید کی کہ لمبارودی پر آسٹریا کا حق ایسا ہی درست و بجا ہے جیسا آئرلینڈ پر انگلستان کا حق ہے۔ لہذا جو اس کی گرفت میں پھڑپھڑا رہا ہے، نیز یہ کہ نپولین کی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انقلاب پسندوں کے متعلق جو چاہے کرے۔ کیور کی لافتنہ زامتقدی، سے خائف ہو کر کنسٹیٹیوٹو وزرا نے اطالیہ کو اسلحہ جنگ یا سیاسی اثر سے مدد

دینے کے بجائے یہ چاہا کہ اسکی شکایات کو دبا دیں۔ کیور نے پولین سے رجوع کی اور اس نے بے تحاشا ٹیڈ کا وعدہ کر لیا، جس وقت جنگ کی تیاریاں رزور و شور سے ہو رہی تھیں مامزبری نے تلوار کے رکھوا دینے کے لیے ایک مستشار کے انعقاد پر زور دیا، فرانس تذبذب میں پڑ گیا اور کیور نے عالم مایوسی میں اس تجویز کو منظور کر لیا، مگر آسٹریا کو اپنی فتح کا یقین تھا، اس نے مامزبری سے اپنے حسب مطلب کام لیا۔ شہنشاہ نے دفعۃً ایک الٹیمٹم پٹمانٹ میں بھیج دیا اور فرانس و ساروینیا کی متفقہ فوجوں کے مقابلے میں اعلان جنگ کر دیا۔ تمام صوبے کے بعد دیگرے اطالوی اتحاد کے معاملے میں شریک کار ہوتے گئے، اتحادیوں کی عاجلانہ کامیابی نے تمام یورپ کو ششدر و متحیر کر دیا۔ پریشیا جو دریائے رائن پر مضطرب ہو رہی تھی، اُس نے یہ دھکی دی کہ وہ بھی ایک جرمانی سلطنت کی حمایت میں ہتھیار اٹھائے گی۔ پولین کو نہ صرف یورپ کی طرف سے خوف لگا ہوا تھا بلکہ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کا زبردست بہت جلد ایک خود مختار حلیف بنا جا رہا ہے۔ اہل فرانس اسے ملامت کرتے تھے کہ اُس نے بحر روم میں ایک رقیب کا امکان پیدا کر دیا ہے۔ پس محضاً اور سالفر نو کے فتوحات کے بعد اُس نے اپنے حلیف کا ساتھ چھوڑ دیا اور بہ مقام و کفر نکلا، فرانس جوزف سے ایک عارضی صلح کر لی۔ صرف لمبارڈی کو آزادی ملی۔ اس غدر و ظلم نے کیور کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا اور اطالیہ جسے اب آسٹریا و فرانس دونوں سے مقابلہ پڑ گیا تھا تنہا اپنے اتحاد و خود مختاری کے حاصل کر لینے کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اس انتہائی خطرے کے وقت اسے انگلستان سے مدد ملی۔ جب ڈربی کی وزارت کے زوال کا اعلان ہوا تو ساروینیا کے نمائندے نے جو (پارلیمنٹ کے) رواق میں بیٹھا ہوا تھا، خوشی سے اپنی ٹوپی اچھا ل دی۔ جن کاغذات سے ان وزراء کی حکمت علی کے بجا ہونے کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ انھیں ڈربی نے دارالعوام میں پیش ہونے سے

اس طرح روک لیا کہ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا راز ہے۔ ماہ جون میں جب اطالیہ کی قسمت کا نہایت ہی نازک وقت آگیا تھا، پارلمنٹ بہ مشکل تمام صرف تیرہ رایوں کی کثرت سے پھر برسر اقتدار ہو گیا، اسکے وزیر خارجہ رسل نے فوراً ہی یورپی کانفرنس (مستشار) کی تجویز کو مسترد کر دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ خود اہل اطالیہ اپنے معاملات کا بہترین فیصلہ کر سکتے ہیں اور یہ اقرار کیا کہ برطانوی حکومت اس قوم کی آرزوؤں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتی ہے جو یورپ کی خیر خواہی کے ساتھ اپنی خود مختاری کی عمارت تیار کرنا چاہتی ہے۔ رسل کے نتیجے نے اس سے کہا کہ وہ دو کرواٹالوی صبح و شام آپ کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔“

اطالوی قوم

انگلستان کا خیال یہ تھا کہ اطالیہ کے مختلف صوبے عام ظہار رائے کے ذریعے سے اپنے اتحاد سے مطمئن کریں تو نیپولین کو جس کے اقتدار کی بنا عام رائے پر بھی مخالفت کے لئے کوئی مفر نظر نہیں آئے گا۔ نیپولین کو اپنی لہرو کا معاوضہ سیوائے و نانس کی حوالگی سے مل گیا تھا، یہ قربانی اتنی بڑی تھی کہ صرف کیور کی بروقت واپسی سے اس کا عمل میں آنا ممکن ہوا۔ بولونیا، ویرما، ٹسکینی، وایلیا نے پڈمانٹ کے ساتھ اتحاد کی رائے دی۔ جس سے شاید ہی کسی فرد کو خلاف ہوا ہو، مگر ابھی جنوب کا اتفاق کرنا باقی تھا، اور رسل نے دول کی مداخلت کو بیکار کر دینے میں کیور کی تائید کی۔ نیپولین کا مقصد یہ تھا کہ شمال اطالیہ میں ایک ایسی آزاد سلطنت قائم کرے جو اپنی کمزوری کی وجہ سے آسٹریا کے مقابلے میں اسکی دست نگر رہے اور پوپ اور ٹیپلز کے خاندان باربن کی حکومتوں میں فرانس کے اثر سے کام لے کر اصلاح کر دے۔ برخلاف اسکے پارلمنٹ و رسل یہ چاہتے تھے کہ نیپولین سوم کی ہیب طاقت کو روکنے کے لئے (اطالیہ میں) ایک ایسی مضبوط و آزاد بادشاہت قائم کریں جو فرانس و آسٹریا دونوں کو اپنے ملک کے حدود سے خارج کر دے۔ انھوں نے پڈمانٹ کی اس رائے کو قبول کر لیا کہ متحدہ اطالیہ، فرانس کے خلاف

۱۸۶۰

آسٹریا و پرسیا سے متحد ہونے کی طرف خود بخود جھک جائے گی۔ یہ پیشین گوئی بعد کے مخالفہ ثلثہ سے صحیح ثابت ہو گئی۔ سسلی و نیپلز کو گریبالڈی اور اس کے ایک ہزار رضا کاروں نے آزاد کرالیا، پوپ کی ملکیت کا ایک حصہ ملحق کر لیا گیا، اور وکٹر امانیول کا شاہ اطالیہ کے لقب سے خیر مقدم کیا گیا۔ سرطانیہ کا وہ بیڑا جس نے نلسن کے تحت میں دربار نیپلز کی زیادتیوں میں مدد کی تھی اسی بیڑے نے اب ایک غیر جانبدار دوست کی حیثیت سے شاہ وکسٹر اور گریبالڈی کی تائید کی۔ جب نیپولین نے یہ دھکی دی کہ وہ خاندان ہاربن کو سسلی میں قائم رکھے گا تو انگلستان کے پر زور تعرض نے فرانسیسی امیر البحر کو مجبور کر دیا کہ وہ گیسٹا سے اپنے جہازوں کو ہٹائے۔ نیپولین سوم کی تجاویز کو ترک دینے اور ایک ایسی متحدہ اطالیہ کے قائم کرنے میں جو خود اپنے قدموں پر کھڑی ہو سکے، پامرٹن و رسل کو جو کامیابی ہوئی وہ اس صدی میں انگریزوں کی خارجہ حکمت عملی کی سب سے بڑی فتح ہے۔ ایک ہینے کے اندر اندر مختلف سلطنتوں کی منتخب کردہ پارلیمنٹ، پیورن میں جمع ہوئی اور انگلستان پہلی طاقت تھا، جس نے اس شاہی کو تسلیم کیا۔ کیور کے انتقال پر (برطانی) پارلیمنٹ میں اس کی تعریف و توصیف اس طرح ہوئی کہ شاید ہی کسی غیر ملکی ممبر کو یہ بات نصیب ہوئی ہو۔ پامرٹن اور رسل نے اس کی مدح سرائی میں جو کچھ کہا اس پر حسنت و مہربانی کا شور بلند ہو گیا۔ رابرٹ، ایئر تھم براؤنگ اور جارج مرڈیٹھ نے (اپنی نظموں میں) ملک کے احساس کو شریفانہ طور پر ظاہر کیا۔ گریبالڈی جب سواحل برطانیہ پر آیا تو ایسے شانہ تزک و احتشام کے ساتھ اس کا استقبال ہوا کہ کسی بادشاہ کے لیے بھی اتنا نہ ہوتا۔ اسپر (تماشا گاہ) میں اس کے لیے ایک شب بزم طرب مرتب ہوئی اور شہر لندن کی آزادی اُسے عطا کی گئی، لیکن سب سے زیادہ موثر قدر دانی خود انگریزی قوم کی طرف سے ہوئی۔ مجالس اتحاد مزدوراں اور انجمن ہائے نفع رسائی باہمی نے

۱۸۶۱

۱۸۶۴

اس کے جلوس کے ساتھ لندن میں گشت کی، سڑکوں پر کوسوں لوگ دو طرفہ قطار باندھے کھڑے تھے، اور ہر ایک درودیر کچھ جھنڈیوں سے آراستہ تھا، جہاں نے یہ کہا کہ ”میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا کے ہر حصے میں مجھے محب عمال کہا جائے“ خیالات جمہوریتہ کا اظہار اس حیرت انگیز حد تک ہوا کہ جب اس کی یہ سیاحت دفعۃً ختم ہو گئی تو ایسے بہت سے مدبر تھے جو یہ کہتے تھے کہ اسے قصداً اس عجلت کے ساتھ ملک سے

باہر کر دیا گیا ہے، ہزاروں اشخاص جنہوں نے اسے ”پاکباز محب وطن“ کا خیر مقدم کیا تھا وہ اس کے خوابوں کی تعبیر کو دیکھنے کے لیے زندہ رہے۔ پریشیا و آسٹریا کی کشمکش میں اطالیہ کو اگرچہ فحشکی و تری دونوں میں شکست ہو گئی تھی مگر پھر بھی ویشیا اسے مل گئی، اور روم جس خاموشی کے ساتھ فتح ہو گیا اور فرانسیسی فوجیں وہاں سے جس طرح نکل گئیں ان کی اہمیت پر محض جنگ فرانس و پریشیا کی زیادہ اہم ہمت کی وجہ سے پردہ پڑا رہ گیا۔ وکٹر امانیول نے کہا کہ آزادی کے وطن یعنی انگلستان کے لوگوں نے ہمارے اس حق کو شریفانہ طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ ہم خود اپنی قسمت کے فیصلے کرنے والے ہیں اور انھوں نے فیاضی کے ساتھ ہماری نیک خواہی

کی جسکی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں باقی رہے گی۔“

اطالیہ کے اتحاد نے جرمانی قوم کے تخیل و تمنا کو تیز کر دیا کیونکہ فرانس میں نپولین کی شاہی قائم ہو جانے سے دونوں قوموں کی رقابت میں پہلے ہی جوش پیدا ہو چکا تھا، فریڈرک اعظم کی یاد کے جوش نے پریشیا کو اس امر پر زیادہ مستعد کر دیا کہ وائٹا کی بنا کر وہ شرکت ثنائی کو شکست کر دے اور خود کو جرمانی نسل کی سرگروہی کے لیے پہلائے جنگ پیش کر دے۔ جرمنی کے عظیم الشان مستقبل کی پیشین گوئی پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ٹیلییرنڈ نے موتر میں یہ کہا تھا کہ ”اتحادیوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ پریشیا کو اس کی ایک کروڑ آبادی کے ساتھ علیٰ حالہا چھوڑ دیں گے، لیکن اگر اسے اس طرح چھوڑ دیا گیا تو بہت جلد اس کی

۱۸۶۶

پریشیا کا
عروج

۱۸۷۱

آبادی دو کروڑ کی ہو جائے گی اور تمام جرمنی اس کے تحت میں آجائے گی۔
 گوٹنبرگ کے ایک پروفیسر میرین نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ ایک متحدہ
 جرمانی شہنشاہی جو اس تفوق کی سائی ہو جو اس کے مرکزی محل وقوع کا اقصا
 ہے، آزادی یورپ کی قبر تیار کر دی گئی، مگر پریشیا برابر اپنے حصول
 مقاصد کی طرف گامزن رہی۔ اس کے "نولورین" (اتحاد جمہوں تجارت)
 نے آسٹریا سے جنوب کی تمام سلطنتوں کو بتدریج اپنے حلقہ اثر میں لے لیا
 اور اعراض تجارت کو قومیت کے ساتھ ملا دیا۔ متحدہ جرمنی کی تمناؤں کی
 آواز بازگشت "فسا" اور رائین اور "حب الوطن فوق العالم" کے نعروں میں سنائی
 دیتی تھی۔ انگلستان اسے یہ سمجھتا تھا کہ یہ ایک مانوس اور مبارک قوم
 ہے جو موسیقی و فلسفہ کی غذا سے پرورش پا رہی ہے، دربار پر جو زور دار اثر
 چھایا ہوا تھا وہی اس غلط خیال کے پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ کاڈن کو
 خیال تھا کہ پریشیا میں جس قسم کی نرم مطلق العنانی رائج ہے وہ یورپ
 کے عامۃ الناس کے لئے بہترین حکومت ہے، اور باوجود اس کے کہ
 ڈزریلی، رسل کے "جرمانی قومیت کے پراسرار واہمہ"، پختہ زن
 رہا کرتا تھا، مگر رسل ہی یقین کرتا رہا کہ جرمنی "نیابتی تنظیمات قائم کر دے گی"
 موتر کے موقع پر اپنے مقاصد میں سدا رہا ہونے کے لئے پریشیا نے
 کاسلری کو معاف نہیں کیا تھا، وہ اصول مانرو سے پس جیں تھی
 جس کی وجہ سے جنوبی امریکہ میں اس کی ترقی پذیر تجارت میں رکاوٹ
 پیدا ہو گئی تھی اور وہ اس آزادانہ نظام سلطنت پر بھی حملے کر رہی تھی جو لوہم چھام
 نے پیلنوور کو اس وقت عطا کیا تھا جب اس کی موت ہینوور کو تاج
 انگلشیہ سے جدا کرنے والی تھی، انگریزی مدرین امور خارجہ پریشیا کے
 انداز کی طرف سے شک میں تھے۔ اسٹرنفرڈ کیننگ اس امر سے
 ۱۸۳۷
 نالاں تھا کہ باب عالی کا پریشیا وی سفیر اس کی طرف سے غلط و پرفریب
 ملاقاتوں کی شہرت دیتا تھا، بقول کیننگ "دغا بازی کی یہ ایسی
 تجویز تھی کہ معاملات تجارت میں بھی اس کی مثال کاملنا دشوار ہے"

۱۸۵۸ء
 ماہزری نے بالاعلان یہ کہا کہ سلشوگ ہالستین کے متعلق اس سے
 جو کچھ لگائیں ہوئی ہیں، پرشیاوی حکومت نے ان کی غلط اظہار میں شائع
 کرائی تھیں۔ امور خارجہ کے ایک ماہر رابرٹ ماریر نے (جو اس وقت
 جرمنی میں موجود تھا جب ایک خیف سے واقف برائے سخت اشتغال
 طبع پیدا ہو گیا تھا) اس امر پر زور دیا کہ جرمنی کے اغراض کے (صحیح طور پر)
 سمجھنے کی ضرورت ہے۔ (واقف یہ ہوا تھا کہ) ایک انگریزی افسر کو
 جو پرشیاوی قانون اور جرمانی زبان دونوں سے ناہل تھا ریل گاڑی کی
 ایک نشست کے متعلق کچھ نزاع پیش آگئی۔ دونوں جانب سے
 کوئی بھی معافی کا خواہاں نہ ہوا، اور اس معاملے نے اس درجہ بین الاقوامی
 اہمیت حاصل کر لی کہ ایک سرکاری کتاب کے شائع ہونے کی ضرورت
 لاحق ہوئی۔ وزیر اعظم کی ایک پرغیظ تقریر کا پرشیاوی پارلیمنٹ میں بھی
 ویسا ہی ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا، ایک جرمانی قافیہ سنج نے کہا کہ
 وہ شیطان کا اگر کوئی نطفہ ہے تو بالیقین وہ پامر سٹن ہے، مطابع نے
 ہر امر جس کا پرشیا سے تعلق ہوا سجا اعتراضات کر کے بے اندازہ
 نقصان پہنچا دیا۔ ایک تنازع جس میں اس قدر آسانی سے غلط فہمی واقع
 ہو گئی اور جس میں اس درجہ طول دیا گیا اس کے نتائج بہت دور تک
 پہنچ گئے۔ جرمنی کے ولیعهد نے ۱۸۵۸ء میں انگلستان کی
 شہزادی سے عقد کیا تھا اور عین اسی وقت انگلستان کی نخوت کی
 شہرت اور برلن میں اس کے اثر کی کمی واقع ہوئی جب پرشیاوی
 حریت پسند حصول اقتدار کی آخری جدوجہد میں مشغول تھے اور ایک
 ۱۸۶۲ء
 زبردست فریق انگریزی پرشیاوی مخالفہ کا طرف دار تھا، مگر لوگوں کو اس کا
 نے جو فوجی قانون قوم کے سر منڈھ دیا تھا، اس سے آئینی حکومت
 کی تمام امیدیں فنا ہو گئیں۔ اس نے یہ دعوے کیا کہ پرشیا کی حالت
 اس درجہ نازک ہے کہ وہ کسی نظام سلطنت کے خطرے میں پڑنے
 کی ہمت نہیں کر سکتی۔ (اس نے کہا کہ) اہم معاملات تقریروں اور رایوں

سے فیصل نہیں ہوتے بلکہ لاخونریزی و شمشیرزنی سے فیصل ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد فقط یہ تھا کہ جرمانی سرحد کو ہر جانب سے جو خطرات لاحق ہیں انھیں دفع کر دے۔ مشرق کو محفوظ رکھنے اور مغرب میں فرانس کے حملے سے امون ہونے کے لئے اس نے ایک خاص خدمت یہ انجام دی کہ روس سے اتحاد پیدا کر لیا۔ موتمر و اسٹا کے موقع پر باشندگان پولینڈ کو جو نظام سلطنت عطا ہوا تھا، وہ ۱۸۳۲ء میں شکست کر دیا گیا، اور ان کی نگاہ امید اس حریت پسند روش کی طرف لگی ہوئی تھی جو جنگ کریمیا کے بعد سے زار نے اختیار کی تھی لیکن لا باہر کے دشمن، ان کی شبہی کا باعث ہو گئے۔ روسی فوج میں جبراً بھرتی کئے جانے کے ایک جدید وسعت پذیر طریقے کی وجہ سے ان میں شورش و یاس پیدا ہو گئی اور پریشیا کی طرف سے انکی ہمت افزائی ہونے لگی۔ ان رازدارانہ مراسلات سے جن کا ابھی حال میں کریمکو میں پتہ چلا ہے اس بے اعتمادی و رشک و حسد کے حالات واضح ہو گئے ہیں جنہوں نے دول کو کسی متفقہ کارروائی سے روک دیا تھا۔ نیپولین نے ایک موتمر کی تجویز پیش کی، تاکہ ہالینڈ نے یہ کہا کہ اگر یہ محض پاپل کا ایک مکان ہوتی (جہاں کوئی کسی کی نہ سنا) جب بھی اتنا تو ہوتا کہ تاک میں لگی ہوئی جمہوریت کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جو دعویٰ و مظالم یوں یا فیوٹا زیادہ پر شور و شر ہوتے جاتے ہیں ان کو یکسو کر نیکیے لئے دول کے دل سے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ انگریزوں کی ہمدردی زیادہ تر پولون کے ساتھ تھی مگر فرانس کی تائید کے بغیر داخلت ناممکن تھی اور نیپولین اس خط میں پڑا ہوا تھا کہ ملک میں ایک کیتھولک شہنشاہی قائم کر دے۔ آسٹریا کو یہ خوف دامنگیر تھا کہ سبدا یہ انقلاب اسکے مقبوضات کے لئے ایک مثال بن جائے مگر بسا رکن نے آزاد خیالی کے علی الرغم اپنے ملک کو زار کا جانبدار بنا دیا اور روس کی کامیابی کو مکمل کر دیا۔ جب اس کی مشرقی سرحد محفوظ ہو گئی تو وہ اس جانب

شورش پولینڈ

۱۸۶۳

متوجہ ہوا کہ پریشیا کو ایک بحری طاقت بنادے اور بحر بالٹک اور بحر شمال پر جو بندرگاہیں واقع ہیں ان سب کو ملا دے۔ سلشوگ اور ہانسٹین کی ریاستیں ایک نوہوم سے شخصی سلسلے سے مربوط تھیں اور جب ۱۸۴۸ء میں انھوں نے اتحاد کی تہدید کے باعث شورش برپا کر دی تو پریشیا وی فوجوں نے ان کی مدد کی۔ انگلستان میں تنہا وزیر ملی نے اس کوشش کے خلاف اعتراض کیا کہ دو قومیت کی ایک وہمی و پرخطر لغویت،، کو عذر قرار دے کر پریشیا، بالٹک کے بندرگاہوں اور اس کے وہاں پر قابض ہو جائے۔ بہت دنوں قبل آسٹریا نے پریشیا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ سلشوگ ہانسٹین سے اپنی فوجیں واپس لے لے۔ ڈنمارک کے ساتھ ان ریاستوں کے تعلقات اور وہاں کے پیچ در پیچ طریق جانشینی کا انضباط لندن کے جدید عہد نامے کے مطابق کر دیا گیا۔ مگر بسمارک اب بھی یہ سمجھتا تھا کہ ”ان امارتوں کی آزادی، پریشیا وی توسیع کا ایک ذریعہ ہے۔ ڈنمارک کے ایک نئے بادشاہ کی جانشینی سے یہ مناقشہ پھر برپا ہو گیا، اس خاندان کی تائید کے معاوضے میں بسمارک نے کیل میں ایک بحری مستقر اور دو نوں سمندروں کے درمیان ایک پریشیا وی نہر کے بنانے کا مطالبہ کیا۔ ان صوبوں کی آزادی میں ڈنمارک کی دست درازی اور وہاں کے خاندانی تنازعات کی وجہ سے اسے یہ موقع مل گیا کہ اُس نے ان امارتوں پر متفقاً حملہ کرنے کی تجویز پر آسٹریا کو آمادہ کر لیا۔ اطالیہ میں اپنی کامیابیوں سے سر مست ہو کر پامرسٹن و رسل نے مداخلت کا ارادہ کیا اور اپنی تقریروں میں یہ اقرار کیا کہ انکی حکومت ڈنمارک کو علیٰ حالہ قائم رکھے گی خواہ اس میں ہتھیار سے بھی کام لینے کی نوبت کیوں نہ آجائے، مگر نپولین نے انعقاد موتر کی تجویز کی تھی، اور اب اُس نے اس معاملے میں شرکت سے انکار کر دیا اور روس اپنے نئے حلیف کے ساتھ ہو گیا۔ صرف بیڑے سے

ڈنمارک

۱۸۵۲

یہ کام پورا نہیں ہو سکتا تھا اور فوج ناکامی تھی۔ ملک کو اس چھوٹی قوم سے بہتر دی تھی مگر ملکہ سریشیا کی تائید میں تھی اور یہ ظاہر کر دیا تھا کہ "کسی طرح پر بھی ڈنمارک کی ہمت افزائی کرنا ہلک ہو گا" مجلس مستشار ناکام رہی کیونکہ اہل ڈنمارک نے انگریزوں کی تائید کے بھروسے پر ہر طرح کی رعایت سے انکار کر دیا، اور جب آسٹریا و سریشیا کی متحدہ فوجوں نے ان ریاستوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا تو انگلستان کو علیحدہ رہنا پڑا۔ جس حکومت نے پیش آنے والے محاربات کے لئے اپنے نام نیک کی ضمانت کی تھی اب اسے اعانت سے دستکش ہونا پڑا، انگلستان اگر بے تعلق رہتا تو ممکن تھا کہ اسے ثالث بننے کا موقع ملتا مگر ایک طرف دار کی حیثیت سے وہ خارج از بحث تھا۔ جو نقصان واقع ہو گیا، اس پر ڈزرتلی نے اظہار افسوس کیا، اور معاملات خارجہ میں کسی معین اصول پر نہ چلنے کا حکومت کو طعنہ دیا۔ کاہٹن نے اصول مداخلت پر اس طرح ضرب لگنے کو اگرچہ اچھا سمجھا مگر اس نے بھی انگریزوں کی حکمت عملی پر ملامت کی۔ پارلیمنٹ نے اٹھاون برس خدمت عامہ میں صرف کیئے تھے۔ جن میں سے صرف نو برس ایسے تھے کہ وہ عہدے پر نہیں رہا تھا، اب موت نے اسے اس نظارے کے دیکھنے سے بچا لیا کہ وہ ایک رقیب قوم کو یوں ترقی کرتے ہوئے دیکھے جس کی آئندہ قسمت کی نسبت اس نے کوئی پیش بینی نہیں کی تھی۔ اس کی خارجہ حکمت عملی کا نظام اس کے ساتھ ہی فنا ہو گیا، اور ان ریاستوں کے معاملے میں انگلستان کی بے بسی سے ہسٹریک نے یہ سمجھ لیا کہ معاملات بڑا عظیم میں یہ قوم خارج کر دینے کے قابل ہے۔ برائنٹ نے کہا کہ دو توازن قوت کے مسئلے کو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ نسبت و نابود ہو چکا ہے "دو برس تک یورپ سازشوں کے جال میں پھنسا رہا۔ ان ریاستوں کو تقسیم کر لینے کی تجویز سے ہسٹریک نے آسٹریا کو ساکت و صامت کر دیا۔ اٹالیہ کو ویشیا کا

۱۸۶۳

۱۸۶۵

قبضہ دلا دینے کا وعدہ کر لیا اور اس طعمرے سے اسے غیر جانبدار بنا دیا اور جیسا کہ ہڈسن نے پہلے ہی پیش بینی کر دی تھی اسے جرمانی اتحاد کی طرف کھینچ لیا۔ فرانس کی موافقت اس طرح حاصل کی کہ رائن و ولیم کے حدود پر ایک سراب آسا سرحد کے لئے نپولین کو فریب دیکر توقع دلا دی۔ جب اس کے تجاویز مکمل ہو گئے تو اس نے ان ریاستوں کے معاملے میں آسٹریا کی کارروائی کو دفعۃً قابل الزام قرار دیا، فریکفرٹ کی ڈائٹ سے جرمنی کے مشترک نظام سلطنت کی اصلاح کا مطالبہ کیا، اپنی فوجوں کو ہالینڈ پر قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا، اور آخر الام جرمانی مشترکیت کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ سات ہفتوں کی جنگ کا انجام سید و وا کی پرشوکت کامیابی پر ہوا۔ آسٹریا نے وینشیا، اطالیہ کے حوالے کر دیا، اور خود جرمنی سے خارج ہو گئی۔ پرشیا سمندر پر جس جگہ کے حاصل کرنے کے لئے مضطرب تھی وہ جگہ اُسے مل گئی اور وہ ایک نئی قائم شدہ لاشالی جرمانی مشترکیت، کی سرگروہ بن گئی، اور اس وقت یورپ میں وہی سب سے بڑی فوجی طاقت ہو گئی۔ انگلستان میں جو قوم ہائڈ پارک کی ہنگامہ آرائیوں، سرکاری مالیات کی ترتیب جدید، اور وسیع تر قانون اصلاح کی تجاویز میں ہمہ تن غرق تھی اس نے اس حیرت انگیز انقلاب پر شبہاں تک نہ کیا، ٹوریوں اور وہگوں دونوں نے یہ سمجھ لیا کہ پرشیا کی وسعت مزید سے روس و فرانس کے مقابلے میں زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے، ادھر دربار میں اس توسیع کی وجہ سے شاہی اتحاد کی دشمنی میں اور اضافہ ہو گیا؟

۱۸۶۶

پرشیا

جنگ فرانس

اب یورپ کے ایلیج (تاشا گاہ) پر بسمارک اور نپولین کی شکلیں خاص طور پر نمایاں رہ گئیں۔ پرشیا وہی سرحد کے لئے اب فرانس ہی آخری خطرہ نظر آتا تھا اور جب جرمانی اشتراک سے آسٹریا کے اخراج کے بعد جنوب جرمنی کی کیتھولک ریاستیں

۱۸۶۵

۱۸۷۰

پروٹسٹنٹ پریشیا کی سرگروہی سے متنفر ہونے کے باعث نیولین سوم سے خفیہ مراسلتیں کرنے لگیں تو یہ خطرہ اور بھی بڑھ گیا۔ بسمارک نے دیکھا کہ جرمانی اتحاد کے مستحکم کر لینے اور مغرب میں ایک فوجی سرحد کے معین کر دینے کا یہی موقع ہے نکسیکو میں ایک کیتھولک و لاطینی شہنشاہی قائم کرنے کی افسانہ وار مبادرت میں نیولین کی ناکامی نے اس کے اعزاز و وقعت کو گھٹا دیا تھا، اطلالیہ و انگلستان کی ہمدردی سے وہ محروم ہو چکا تھا، آسٹریا کا اپنی کمزوری کی وجہ سے نیولین کا شریک کار ہونا ممکن نہیں رہا تھا، اور جانشینی اسپین کے پرانے مسئلے کے متعلق وہ (نیولین) ایک مملکت قدم اٹھانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اس نے جب خاندان ہونہر و لرن کے شاہزادے کی امیدواری سے اظہار تنقض کیا تو اس امیدواری سے دست برداری کر دی گئی مگر مزید طابعت حاصل کرنے کی مجنونانہ کوشش میں ایک فرانسیسی سفیر، ریمر روانہ کیا گیا اور شاہ پریشیا سے اسکی ملاقات کے حالات کو بسمارک نے توڑ مروڑ کر پیرس میں روانہ کیا، اور ایک ایسی ساعت میں جبکہ یورپ میں بالکل ہی سکون معلوم ہوتا تھا، اس تاریخ کا جواب اعلان جنگ سے دیا گیا۔ دس روز بعد بسمارک نے ٹائمز کی وساطت سے یہ اعلان کیا کہ نیولین نے حال میں بلجیم کے ملحق کر لینے کی سازش کی تھی۔ انگریزی حکومت پر اس راز کے افشا کا سخت اثر پڑا اور اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ دونوں فریق میں سے جو سرحد بلجیم کو عبور کرے گا، برطانیہ اس غیر جانبدار مملکت کے تحفظ میں دوسرے فریق کو مدد دے گی مگر اس سے زیادہ اور کارروائیوں میں وہ شریک نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اہم اعلانات شامل کیے گئے تھے۔ گلیڈسٹون نے اس امر پر زور دیا کہ انگریزوں کا فعل خود ان کی مرضی کے تابع ہے یعنی ذمہ دار شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے ضمان کے متعلق اپنے قول کو پورا کرنے کے قبل وہ ہر صورت حالات کو

جانچ لے۔ مگر (اس کے ساتھ ہی) محض اس خیال سے کہ آسٹریا اور روس
داخلت نہیں کرنا چاہیے انگلستان پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کبھی علیحدہ
رہے۔ بری و بحری افواج کے بڑھانے کے لئے (پارلیمنٹ کے)
اظہار رائے نے بلجیم پر یہ ظاہر کر دیا کہ انگلستان جو کچھ کہتا ہے
اسے کرنا چاہتا ہے مگر فرانسیسیوں کو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ اس یقین
کی وجہ سے کہ فرانس نے جرمنی پر حملہ آور ہونے کو آسان سمجھ کر جنگ
برپا کی ہے، انگلستان کا میلان اب تازہ پریشیا کی جانب ہو گیا ہے
رفتار جنگ نے بہت جلد یہ ظاہر کر دیا کہ ایک حریف تو تیار اور متحد ہے
اور دوسرا تیار نہیں ہے اور وہ اپنے شاہی خاندان کا شکار ہو گیا ہے۔
چھ مہینوں کے اندر اندر معرکہ سیدن سر ہو گیا اور فرانس کو شکست
ہو گئی۔ نیولین کے زوال کے بعد تھیز نے فرانسیسیوں کی انتہائی
مصیبت میں متوسط ہونے کے لئے تمام دول میں سب سے پہلے
انگلستان سے التجا کی مگر گلپیڈ سٹون اور لارڈ کریپول نے اس
امر سے انکار کر دیا اور باوجود اس کے کہ تھیز نے معاملات بڑا عظیم
سے ان لوگوں کے اس طرح علیحدہ رہنے پر معارضات کئے
پھر بھی انھوں نے فرانس کو جرمنی سے نبٹ لینے کے لئے تنہا
چھوڑ دیا۔ سزا کی سختی، اسپیس لورین کی حوالگی، پریشیا وئی
فوجوں کی بیرحمی، ان سب باتوں نے مگر فرانس کی رائے عام میں تبدیلی
پیدا کر دی۔ دونوں جانب کے غیظ و غضب کے باوجود انگلستان
نے اپنی غیر جانبداری کو قائم رکھا، موریر نے لکھا تھا کہ لڑنے کے لئے
انگلستان مقدس بنتا ہے مگر سامان حرب اور کار توں کی جو وسیع
تجارت ہم اس سے کر رہے ہیں اس سے مٹھی گرم کر رہا ہے۔ اس جرمانی
نسل کی طرف سے جو آئندہ دنیا پر حکومت کرے گی ہمارے دلوں میں
دائمی نفرت پیدا ہو رہی ہے، قریب تر واقع ہونے کی وجہ سے فرانس
کو یہ موقع تھا کہ وہ انگریزوں سے کوئیک، سامان جنگ اور کھوپڑے خرید سکے۔

کیم تھیز

اس سے اہل پریشیا اس حکومت پر لعنت طامت کرتے اور اسے وہ دن یاد دلاتے تھے جب وائٹ لو میں ولنگٹن اور بلوچر نے ہاتھ ملائے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزوں نے آلات قتل کے لئے آزاد تجارت کے اصول کو روا رکھا حالانکہ وہ آئر لینڈ والوں کے ساتھ آلات جنگ کی تجارت کو جب چاہیں روک سکتے ہیں۔ ولی عبدیگم نے لکھا تھا کہ (جرمنی میں) لا اس وقت فرانسیسیوں سے زیادہ انگریزوں سے بغض ہے۔ اس انکشاف سے ایک مزید خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہسپارک نے روس سے یہ وعدہ کر کے کہ جب وہ معاہدہ سرس کے برخلاف بحر اسود کو اپنے جنگی جہازوں کے لئے کھول دے گا تو جرمنی کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہوگا، روس کی غیر جانبداری کا یقین کر لیا تھا۔ گلیڈسٹون نے اب جو کچھ سمجھا پامر سٹر پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ اس قید کا دائمی قائم رہنا دشوار ہے مگر مینڈین کی مرضی کے بغیر کسی معاہدے کی دیدہ و دانستہ خلاف ورزی ایک قابل بدبختی، انگلستان کو مالک متحدہ کے ساتھ تنازعات کے باعث جو خطرہ درپیش تھا اور فرانس کی بے بسی سے اسے جو مجبوری لاحق ہو گئی تھی، اس کی وجہ سے وہ اندیشہ ناک تھا مگر جنگ کی دھمکی سے اس نے لندن میں انعقاد مستشار کا مقصد حاصل کر لیا۔ اگرچہ روس کے فعل کو باضابطہ منظوری حاصل ہو گئی مگر اس اصول کی توثیق کی گئی کہ مرافقت یورپ کی رہنمائی کے بغیر کوئی طاقت نہ کسی معاہدے میں اصلاح کر سکتی ہے نہ خود کو کسی شرط عائدہ سے آزاد کر سکتی ہے۔

ورسپلز میں شاہ پریشیا کا شہنشاہ جرمنی کے بلند منصب کو اختیار کرنے سے اور معاہدہ فرنیگمٹ کو پارہ پارہ کر کے اس کی توثیق کرنے سے انگلستان نے اس ربر دست فوجی قوم کے عروج کو جس کی پیشین گوئی ٹیلرینڈ کے وقت سے براعظم کا ایک بدتر کرنا تھا۔ اطمینان کی نظر سے دیکھا۔ ایک مبصر نے کہا کہ بدترین اسٹاک ہولم بھی خواب دیکھتا رہا تھا کہ پریشیا کی سرکردگی میں ایک مضبوط جرمنی

جس کا
خروج

جس کا
خروج

قائم ہو جائے۔ اور اسٹاکمر ہی کے اثر سے ملکہ وکٹوریہ اور شہزادہ البرٹ نے اس جدید یورپ کے لئے جو سنہ ۱۸۳۸ء کی خاکستر سے اٹھنے والا ہے، اس اساسی خیال کو اپنی خاص الخاص امید کی بنیاد قرار دے رکھا ہے۔ "زمانہ ناما بعد میں لارڈ مارلی نے لکھا ہے کہ اگر سید وواسیڈن کا نشانہ خطا کر جاتا تو ایک غیر متحدہ وطن کے ابراہام لوڈ آسمان سے جبرانی ضیافتی اور اس کے نواسے ذہنی کی تابناک شفق کبھی ظاہر نہ ہوتی، اور نہ اس کی شعاعیں مہذب دنیا کو اس طرح منور کرتیں۔" بری شہنشاہیوں کے عروج و زوال کو انگریز بالکل ایک بے غرض تماشا ٹائی کی طرح سے دیکھتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ جنگ کریمیا کے بعد یورپ میں جتنی لڑائیاں ہوئیں انگلستان ان سب سے الگ رہا۔ سنہ ۱۸۵۶ء کے بعد سے شاید ہی کوئی سال ایسا گزرا ہو جس میں برطانیہ عظمیٰ، کرہ ارض کے دور دراز ممالک میں، کہیں نہ کہیں اپنے روز افزوں مقبوضات کی سرحدوں کو اور آگے بڑھانے یا اپنے مستشرقوں کی مدافعت کرنے کے لئے جنگ و سیکار میں مشغول نہ رہا ہو۔ سمندر کے اندر سے ایک شہنشاہی ظہور پذیر ہو گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں یہی پہلی جراثیمی شہنشاہی تھی۔ اس کا یہ سرع السیر عروج، اور اس کی ماتحت قوموں کا پیچیدہ نظم و نسق اگرچہ اپنی کیفیت و کمیت میں تمام اگلے واقعات سے بڑھا ہوا تھا، پھر بھی اس کی اصلی رفتار و طبیعت اور اس کی آخری قوت کچھ انھیں امور پر مطلق نہیں تھی بلکہ نسیم و جدید شہنشاہیوں کے زہرے میں حکومت خود مختاری کی مستقل تحریک سے انگلستان جو نئی طاقت پیدا کر رہا تھا، ان کے مقابلے میں اور بالائی اہمیت کھٹی ہوئی تھی۔ بریانی سلطنت اور برطانوی مقبوضات کا نشوونما ایک ہی زمانے میں، قدم بہ قدم آگے بڑھتا رہا۔ یورپ ایک ایسی شہنشاہی کے قیام کو نظر ثانی کے دیکھ رہا تھا جو فوجی قوت کا نمونہ بحال ہو، جس کا نقطہ ایک ہی مقصد ہو، جس کی تنظیم حیرت انگیز حد کو پہنچی ہوئی ہو، اور جس میں شارلمین اور باربروسا کے زمانے کے روایات

جوشن ہوں۔ انگلستان کا کام یہ تھا کہ آہستہ آہستہ خود اپنی منتشر نوآبادیوں کو جو دنیا کے دوسری جانب واقع تھیں با امن و جمہوری اصول پر تراضی باہمی کی مشترکیت کے سانچے میں ڈھالتا جائے مستقبل کے لئے یہ ایک ایسی دلیرانہ پیش قدمی تھی کہ ازمنہ گزشتہ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی نہ یہاں کوئی سابق کا تجربہ کام آتا ہے اور مدبروں کو اپنی تجویز و تنظیم میں آزاد اقوام کے زندہ جذبات کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ جنگ کریمیا سے بیس برس پہلے انگلستان نے انگریزی نسل کی نوآبادیوں کو اپنے پنج اقوام آزاد، کی اس شہنشاہی کی صورت میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا جو بحرِ عظیمہ میں قسائم کی گئی تھی۔ ادھر پامرسٹن، چین و اسپین کے ساتھ الجھا ہوا تھا، ادھر نوآبادی والے اس آزادی کا راستہ تیار کر رہے تھے جسے دلیرانہ جذبات نے مشقل کر دیا تھا۔ بنگلہ نے ۱۹۴۷ء میں لکھا تھا کہ دو اپنی نوآبادیوں کو طوقِ غلامی سے آزاد کرو، اور اس نے ایک نئی حکمت عملی کا راستہ بھی بتا دیا تھا۔ امریکہ کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے تاجرانہ اصول ساقط الا اعتبار ہو چکا تھا اور قدیم شہنشاہی کے کھنڈروں سے ایک نئی شہنشاہی صورت پذیر ہو چکی تھی۔ امریکہ کی شورش اور پولین کی لڑائیوں کی دہشت نے سخت قسم کا فوجی انضباط و حکم لازم کر دیا تھا، اور انیسویں صدی کے نصف اول میں شہنشاہی سے مراد سخت گیری و مرکزی اقتدار تھا۔ طائفیت مزید کے خیال سے اقتدار اعلیٰ تاج کے بجائے پارلیمنٹ نے خود لے لیا تھا۔ کسی نئی مملکت کو محض المقام مجلس وضع قوانین نہیں عطا کی گئی۔ تمام مملکتوں میں گورنر، مطلق العنان اور صرف انگلستان کے وزیر کے تابع تھے۔ کامل تجارتی و مالی ماتحتی کی وجہ سے نوآبادیوں کو اکثر بہت نقصان و زحمت اٹھانا پڑی تھی۔ وہی وزیر اوجو انگلستان میں عمومی اصول میں حسب تجربہ ترقی کی ہمت افزائی کرتے تھے، اس امر سے خائف رہتے تھے کہ مبادا یہی عمومییت نوآبادیوں میں مادر وطن کے لئے خطرناک صورت

نہ اختیار کر لے۔ ونگ اور ٹوری دونوں کے دونوں آزادی کے اصول مسلمہ کی مخالفت کرتے تھے۔ رسل تک کا یہ دعویٰ تھا کہ وسعت دادہ حکومت خود اختیاری عملی سیاست کی حد سے خارج ہے اور ولنگٹن اس امر پر مصر تھا کہ ذمہ دار حکومت اور برطانیہ عظمیٰ کا حق شاہی دو بالکل ہی متضاد امر ہیں۔ لیکن آزادی کا وہی جذبہ جس نے قانون اصلاح کے ذریعے سے انگلستان میں ذمہ دار حکومت کی داغ بیل ڈال دی تھی، نوآبادی والوں کے دلوں میں بھی موجزن ہو رہا تھا۔

لوگوں کے ایک مختصر گروہ نے جو قوت تخیل سے آراستہ تھا، ہتھیار کی اس پیشین گوئی کے سچ ثابت کرنے کا عزم کر لیا کہ شہنشاہی، اور حکومت خود اختیاری باہم متضاد نہیں ہیں۔ چارلس بلر، ڈورڈوگین ویکفیلڈ (جس کی نسبت کارلائل نے یہ کہا تھا کہ عمومیت اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے) یہ دونوں ایک جدید و شریف مستقبل کے مبلغ و مبشر بن گئے تھے۔ انھوں نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ انگلستان کی دولت، اس کی حرمت و ہما ز رانی اور اسکے باشندوں کی قوت و شجاعت کو نوآبادیوں سے نفع بخش مواقع حاصل ہونے والے ہیں۔ ان نئی سر زمینوں کی اہمیت کے سمجھنے میں بد تروں کی طرف سے جس سست رفتاری کا اظہار ہو رہا تھا اس پر وہ افسوس کرتے تھے اور ماوروطن کے قائم مقام یعنی کار فرمایان ڈاؤننگ اسٹریٹ جس قسم کی سخت گیری و بیدردی سے کام لے رہے تھے، اس کے خلاف یہ لوگ شور مچا رہے تھے، ان کے نزدیک علاج یہ تھا کہ بلدی معاملات کو خود نوآبادیوں کے ہاتھ میں دے کر انہیں وسیع تر فرائض کی تعلیم دینا چاہیے۔ انھیں اپنے اس اعتقاد کی جانح کا بہت جلد موقع مل گیا۔ پیل نے کہا کہ لاہراک نوآبادی جو تمہارے قبضے میں ہے اس میں تم ایک دوسرے سے لیتے لیتے کو نشوونما دے رہے ہو۔“ نتائج ما بعد سے اس کے اس انتہاء کی صداقت ثابت ہو گئی۔ کناڈا کی نیابتی مجلسوں میں حکومت خود اختیاری کا

کناڈا کی
آزادی

کچھ سایہ موجود تھا، مگر اصلی اقتدار گورنر اور ایک انتظامی مجلس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ صرف ڈاؤننگ اسٹریٹ کے تابع تھے۔ مجلس انتظامی اور مجالس نمایندگان کی رقابت میں کناؤا کے انگریزی و فرانسیسی نسل کے باشندوں کے قومی منافقتے اور عمومیت و مقامی جماعت حکمرانان (یعنی کلیسا، حکام اور بنکوں کے اتحاد خاندانی) کی باہمی خصامت کا بھی اضافہ ہو گیا۔ آخر الامر شبلی و فریزی کناؤا کے صوبوں نے علانیہ بغاوت کر دی اور دو برس تک حالت یہ رہی کہ باغی اپنے سیاسی جذبے کی وجہ سے قانون کی مخالفت کر رہے تھے اور حکمران جماعت امن و انتظام کے نام سے عدل و انصاف کا خون کر رہی تھی۔ پناہ گزین سرحد کے پاران وحشی و شوریدہ سر لوگوں سے مل گئے جو جھیلوں کے قریب رہتے تھے۔ امریکہ نے بجا طور پر یہ شکایت کی کہ اس کی سرحد کے اس قدر قریب اس درجہ ابتری برپا ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ خیال بھی پیدا ہو رہا تھا کہ سرحدی نوآباد کار اور ان کے امریکی ہمسایوں کے درمیان جو مضبوط رشتہ اتحاد قائم ہے اس کی وجہ سے کناؤا کو ہضم کر لینے کے لئے مالک متحدہ میں پر زور ہجان پیدا ہو جائے گا۔ وفادار اس شک میں تھے کہ ہمدردی کا ہر ایک فعل کناؤا کو خراب کرنے کی کوشش کرنا ہے، پس وہ یہ شور مچا رہے تھے کہ کناؤا کے فرانسیسی باشندوں سے انتقام لینا اور مالک متحدہ سے جنگ کرنا چاہیے۔ دونوں مالک غارتگری کینہ کشی کی دھمکی دے رہے تھے۔ اس افسوسناک و تباہی انگیز ابتری کی حالت میں لارڈ ڈورہم کو بطور ہالی کشر کے کناؤا بھیجا گیا اور اس کے ساتھ بلر اور وکفیلڈ بھی گئے۔ بلر نے لکھا تھا کہ لا مجھے یہ یقین ہے کہ کسی خدمت عامہ کے لئے کبھی کوئی جہانت ہم سے زیادہ اتحاد مقصود و صداقت اغراض کے ساتھ ہمارے سوار نہ ہوئی ہوگی۔ ڈورہم کی پہلی کارروائی دلیرانہ و خوش گوار تھی۔

اُس نے معافی عام کا اعلان کر دیا اور قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ ممالک متحدہ پر اس کا فوری اثر پڑا اور اس کی اس جرأت کی مدح سرائی میں کچھ دیر کے لئے رقابت کا خیال فراموش ہو گیا۔ اُس نے کناؤا کو پھر تاج کے ساتھ متحد کر لیا، مگر وطن میں بلبروں کی وزارت کی رائے مذنب تھی۔ معافی عام کے معاملے میں وہ ڈرہمسم کی تائید سے قاصر رہی اسی وجہ سے چھ مہینے کے اندر اندر وہ شکستہ دل اور حیران انگلستان کو واپس آ گیا۔ اپنی شہنشاہی حب الوطنی کے جوش میں اس نے بلر اور ویکفیلڈ کی رپورٹ کو ایک "پرخطر فوری ضرورت" کے طور پر پریس میں بھجویا۔ اس رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ "لاذہ حکومت کے اصول میں کسی تغیر کی حاجت ہے، نہ کسی نئے آئینی نظریے کے ایجاد کرنے کی ضرورت ہے، کرنے کا کام صرف اتنا ہے کہ ثابت قدمی کے ساتھ برطانیہ نظام سلطنت کے اصول کی پیروی کی جائے" بہت سی تفصیلی اصلاحات پر زور دیا گیا تھا مگر سب سے بالاتر یہ اصول تھا کہ نوآبادیوں کے "میگنا کارٹا"، (مشورہ عظم) کے طور پر انھیں ذمہ دار حکومت دی جائے اور ساتھ ہی ساتھ بلدی تنظیمات کا بھی ایک عمدہ نظام شامل کر دیا جائے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ آئندہ سے اپنے خدام کے انتخاب میں قوم کی خواہشات کو مرعی رکھے" مجلس انتظامی جب مجلس نیابتی کا اعتماد کھو بیٹھے تو پھر وہ عہدے پر بحال نہ رہے" لارڈ ڈرہم اور اس کے معاون اپنی آزادی کے متعلق اپنے دلیرانہ احساس خیال کی وجہ سے شہنشاہی معاملات پر اپنا نشان چھوڑ گئے ہیں۔ انھوں نے ان ممالک کے عظیم الشان مستقبل اور نوآبادیوں کے اندر اپنے قومی مبادیات کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی کر دی تھی اور اس ضرورت کا بھی اظہار کر دیا تھا کہ ان نئی قوموں کے لئے خود ان کا ایک ملک ہونا چاہیے جس کی باگ خود ان کے ہاتھ میں ہو اور جس کی آزادانہ بقا کی وہ تمام دشمنوں کے خلاف محافظت کریں۔ اگرچہ ڈرہمسم کا خیال

۱۸۳۹

تمام تر کناؤں اور اس کے خطرات پر مرکوز تھا مگر اس نے ایسے اصول قائم کیے تھے جن سے اس کی رپورٹ لا مستعمری آزادی کے ہر ایک حافی و موہید کے لئے ایک درسی کتاب بن گئی۔“ رسل نے اس کی صلاح کو قبول کر لیا اور کناؤں کو ذمہ دار حکومت مل گئی جس میں ایک پارلیمنٹ اور ایک تشریحی مجلس قرار دی گئی۔

کناؤں کی
مشترکیت

ٹوریوں نے یہ شور مچا دیا کہ لا برطانوی امریکہ ہاتھ سے جاتا رہا اور « بغاوت و ضرر رسائی کی رپورٹ » میں انہیں بس یہ نظر آتا تھا کہ آئینہ کی بغاوتوں کے لئے عذر پیدا ہو جائے گا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ کیسا ہی کچھ نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے مگر انگلستان کا یہ فرض ہے کہ وہ نوآبادیوں پر « شہنشاہی کے ایک غیر منضک جزو کی حیثیت سے » اپنا پورا اقتدار قائم رکھے۔ وگت اپنی آزاد تجارت کے جوش میں سیاسی آزادی کو توڑا رکھتے تھے مگر تجارت کی نگرانی پر مصر تھے۔ استعمالیوں کا یقین یہ تھا کہ صرف کامل آزادی اور اغراض متحدہ کی ترقی ہی وہ شے ہے جس سے شہنشاہی اتحاد مامون و مصئون رہ سکتا ہے مگر عموماً انگریزی قوم کی بے التفاتی نے نوآبادیوں کو باکلیہ ڈاؤننگ اسٹیٹ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا تھا اور نوآبادیاں اس کی شاکی تھیں۔ اس کے علاوہ جبکہ فریقانہ رائے کی ضرورت پیش آجاتی تھی، شہنشاہی مسائل کی بحث کے وقت دارالعوام خالی ہوتا اور کسی کو کچھ توجہ نہیں ہوتی تھی۔ ویم مونسور تھ کی قائم کردہ « مجلس اصلاح مستعمرات » نے ملک کو ان مسائل کے سمجھانے کی کوشش کی۔ مونسور تھ نے یہ تسلیم کیا کہ وزارت مستعمرات جس نے چالیس مختلف قوموں کی فکر اپنے ذمے لے لی ہے وہ ایک ناممکن العمل کام کے درپے ہے۔ ان نوآبادیوں کے اندرونی نظم و نسق کا « گراں خراج » انگلستان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسے ساری دنیا کے معاملات خارجہ میں ان کے اغراض کی حفاظت اور سیکڑوں سرحدوں کی فوجی مدافعت کرنا پڑتی ہے جن میں برف سے

ڈھکے ہوئے کوہستان، بے آب و گیاہ بیابان، ریگستان، دشت پرخار، دریا، سمندر تمام ہی انواع و اقسام کی سرحدیں داخل تھیں۔ نوآبادیاں اپنے اخراجات کا صرف دسواں حصہ ادا کرتی تھیں، اور ان سے کسی قسم کا خراج بھی نہیں وصول ہوتا تھا۔ اس میں بھی شبہ تھا کہ ان سے کسی قسم کا اہم تجارتی فائدہ بھی پہنچتا تھا یا نہیں اور ایک عام رائے یہ تھی کہ آزاد تجارت کے اختیار کر لینے سے وہ مقصد ہی باطل ہو گیا جس کے لئے نوآبادیوں پر اقتدار کا قائم رکھنا ضروری تھا۔ جس قدر ذمہ داری بڑھتی جاتی تھی جوش میں کمی آتی جاتی تھی۔ کارلائل کی زبان سے بے ساختہ یہ طنز یہ فقرہ نکلا کہ "اس وقت کے برطانوی بدبڑوں کی اقتضائے طبیعت یہ ہے کہ وہ آبادیوں سے کہتے ہیں کہ، "اگر تم ہم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ، ہمیں تمہارے روکنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہاری وجہ سے ہمیں روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے جو یوں ہی بہت کم ہے۔ (تمہاری وجہ سے) بے انتہا مشکلات کا بھی سامنا ہوتا ہے، بس اگر تمہاری خواہش ہے تو علیحدہ کیوں نہیں ہو جاتے،" مولسوورتھ اپنی جگہ پر یہ زور دے رہا تھا کہ نوآبادی والوں پر اعتماد رکھنا چاہیے اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ حکومت خود اختیاری کی وسعت کے ساتھ ساتھ وہ بتدریج خود اپنا بار اٹھانے لگیں گے۔ ادھر بدترین بحثیں کر رہے تھے، آدھنر کناؤڈا شہنشاہی کے اندر ایک نئی حیثیت پیدا کرنے کی جانب نوآبادیوں کی رہبری کر رہا تھا، لارڈ اوجن جس نے ذمہ دار حکومت کا تختہ پویا تھا کناؤڈا پر اس کی رہنمائی کا بہت بڑا بار احسان ہے۔ عوام الناس کے جس بے تربیت مجمع نے مانٹرل میں پارلیمنٹ کے مکان کو جلا ڈالا تھا، اس نے اگرچہ لارڈ موصوف پر بھی حملہ کیا مگر وہ ایک نامقبول قانون پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے پر مصر رہے اور کناؤڈا پر زور دیا کہ وہ اپنے نظم و نسق کو خود اپنے قابو میں کرے۔ جب قانون غلہ کی تینخ سے کناؤڈا کے کاشتکاروں کو تباہی سے دوچار ہونا پڑا تو اوجن نے قانون جہازرانی

۱۸۴۷

کی بیسٹریوں کو کاٹ دیا اور اس طرح ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ عوض معاوضہ کے اصول پر معاہدے کے لئے راستہ صاف کر دیا، ۱۸۵۴ اور پانچ برس بعد کناڈا نے خود اپنا تختی اصول تجارت قائم کر لیا اور نو آبادیوں کے لئے تجارتی خود مختاری کی بنیاد ڈال دی۔ کناڈا کے ۱۸۵۹ بد اس دن کو دیکھ رہے تھے جب آبادی قطعاً ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہو جائیں گے اور ممالک متحدہ امریکہ کی طرح ایک وسیع کناڈا غیر منفک سیاسی اتحاد کے ساتھ بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل تک پھیلا ہوگا۔ آزادی کے یقین اور دولت کی امیدیں اہل یورپ کا جو سیلان اُدھر ہو رہا تھا اور جس وجہ سے آبادی جلد جلد بڑھ رہی تھی، اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انھیں ملک کی بے انتہا وسعت کی خواہش تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک پر زور و عہدہ دست ہمسایے کی مستعدی دیکھ کر خوف کھا رہے تھے کیونکہ ممالک متحدہ امریکہ کا رئیس جمہوریہ پوکس، ٹکساس کو ملحق کرنے کے بعد اپنے دعاوی کو کناڈا کی اس کمزور سرحد کی طرف بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا، جدھر غیر ملکی تاجروں کے نزول یا غیر ملکی فوجوں کی یورشوں سے بحر الکاہل کے راستے میں خلل پڑ جانا ممکن تھا۔ پوکس نہ صرف ان کی امیدوں بلکہ ان کی خود مختاری کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ علاوہ بریں ممالک متحدہ امریکہ میں خانہ جنگی کے پھیل جانے سے یہ ممالک ان بڑے احتمالی خطرات میں مبتلا تھے جن سے انگلستان کو اندیشہ پیدا ہو رہا تھا۔ متخاصمین باغی، ناکہ بندی، ممنوعات جنگ، "سفر مسلسل"، ان سب امور کی تعریفات کے متعلق خطرناک سوالات پیدا ہو گئے تھے۔ جنوبی ریاستوں کے دو ایلیٹیوں کو (جو ایک برٹانی جہاز ٹرٹل میں لندن کو جا رہے تھے) شمالی بیڑے کے ایک عہدہ دار نے گرفتار کر لیا۔ کئی ہفتے ہو گئے اور صلح حالت تذبذب میں پڑی رہی۔ اخبارات سخت جوش میں بھرے ہوئے تھے، امریکہ کی سینات میں جنگ

امریکی کناڈا جنگی
۱۸۶۱ء

کے لیئے دعائیں مانگی گئیں، اور ایک قرارداد یہ منظور ہوئی کہ بیڑہ اس قدر کافی ہو کہ وہ ایک خود سر خداوند بحر کے تسلط سے سمندروں کی حفاظت کر سکے، لیکن دانشمندانہ مشوروں نے جنگ کو روک لیا پھر بھی ایلچیوں کے رہا ہونے کے بعد ہی ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا۔ (جنوب کے) مشترکیت والوں نے ایک برطانیہ جہاز خرید کر اسے ایک مسلح جہاز بنا لیا حکومت ابھی اس مبادرت کے حقوق پر غور ہی کر رہی تھی کہ یہ جہاز البا ما چیکے سے دیائے مرسے سے نکل گیا اور شمال کی تجارت پر مسلسل حملے کرنے لگا۔ اس کی غیر متوقع کامیابی سے بڑا جوش پھیل گیا اور اسی عالم میں گلڈ اسٹون نے جنوب کی مشترکیت کی نسبت اپنا شہرہ آفاق اعلان شائع کیا کہ ان کے سرگرمیوں نے ایک فوج مرتب کر لی ہے، ایک بیڑہ تیار ہے اور ان دونوں سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے ایک قوم بنالی ہے، ہزار ہا انگریز اس کے الفاظ کو دھرا رہے تھے کیونکہ وہ سمجھے کہ جنوب اپنی دستوری زندگی کیلئے جنگ کر رہا ہے، مگر رئیس جمہوریہ لنکن نے جب غلاموں کی آزادی کا اعلان کر دیا تو خیالات میں دفعۃً تغیر واقع ہو گیا، تمام دوسرے معاملات فراموش ہو گئے اور انگریزوں نے ایک ایسی سلطنت کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کی بنیاد انسانی غلامی پر قائم ہوئے، عام انگریزوں کا خیال اب وہی ہو گیا جو جہینوں پہلے سے منچیسٹر والوں کا خیال تھا۔ کلین بہت دنوں سے خام مال سے محروم ہو گئی تھیں مگر اس فاقہ مستی کی حالت میں بھی کارخانہ داروں نے غلاموں کی تجارت کرنے والی ریاستوں سے روٹی کی ایک گڈی لینے سے بھی انکار کر دیا۔ امیر و غریب، وہگ و ٹوری سب نے لشکارہ شائے کی امداد میں چندہ دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کی، رئیس جمہوریہ لنکن نے ان مزدوروں کے لیئے (جن کی روش نے دونوں ملکوں میں صلح کے قائم رکھنے میں مدد دی تھی، بہت سے جہازات آٹے سے بھرے ہوئے بھیجے، یہ ضرور ہے کہ

۱۸۶۲

شمالی ریاستوں کے ایک حصے کی رائے برطانیہ عظمیٰ سے جنگ کرنے کی خواہاں تھی اور ان میں سے زیادہ جوشیلے اشخاص کناڈا پر یا انگریزی تجارت پر حملہ کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف انگریز سوداگریہ تجویز کر رہے تھے کہ جنوبی ریاستوں کی بے قاعدہ ناکہ بندی کو توڑ دینا چاہئے۔ اہل مشترکیت کے لئے انگریزی کا رخاہ جہاز سازی میں دو آہن پوش جہاز بھی تیار کیئے گئے تھے مگر غیر جانبداری کے توڑنے کی ہر ایک کارروائی میں حکومت سدراہ ہوئی، جہازوں کو روک لیا، اور متفقہ مداخلت کے لئے پمپلین کی تجویز کی مخالفت کی (جنگ آخر ختم ہوئی لیکن) جنگ کے خاتمے سے نئے مشکلات پیدا ہو گئے۔ قحط و خسراج کی وجہ سے لاکھوں آدمیوں نے آئرلینڈ سے بھاگ کر برطانوی شہنشاہی سے باہر ان مالک میں آزادی، توطن اور کاروبار کے مواقع حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ "اینگلو سیکشن فرایت" کے مروجہ نظریے کی حد سے خارج تھے، ان میں سے ہزاروں امریکی فوج میں داخل ہو گئے تھے۔ بحر اوقیانوس کے دونوں جانب آئرلینڈ والوں کے بغاوت کر دینے کی تجویز قرار پائی تھی۔ آئرش نسل کے سپاہی جب صلح کے بعد فوج سے آزاد ہو گئے تو وہ اپنے ان امریکی رفیقوں کے ساتھ شامل ہو کر جو جنگ کے مشتاق تھے، یورش کرتے سرحد کناڈا کو عبور کر گئے۔ موتر امریکی کے ایک رکن نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آئرلینڈ کو ایک محارب کی حیثیت سے تسلیم کرنا چاہئے۔ کناڈا میں سیاسی اختلافات کی افواہوں نے اور اس کی وفاداری کے شکوک نے کچھ اعتدال پیدا کر لیا تھا۔ خود انگلستان میں مالک متحدہ کے ساتھ جنگ میں پھنس جانے کے اندیشہ سے اختلاف کے چرچے ہونے لگے۔

رسالوں کے سیلاب سے عام مہجان کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی اثنا میں مالک متحدہ نے اس امید سے ۱۸۵۴ء کے معاہدہ تبادرہ کو باطل قرار دیا کہ تجارتی دباؤ سے مجبور ہو کر کناڈا اتحاد کر لے گا۔ اور خود کناڈا کے جمہوریت پسند بھی

یہی چاہتے تھے، مگر اس خفیہ تہدید سے کناؤا والوں میں قومیت کا
 جوش پیدا ہو گیا۔ رئیس جمہوریہ لیکن کے تحت میں فرقیہ متفقہ کو جو فتح
 عنقریب حاصل ہوا چاہتی تھی اس کی وجہ سے (کناؤا کے) صدیوں
 کے متفقہ اتحاد کا مطالبہ اور بڑھ گیا تھا اور کیوبک کے ایک
 اجلاس میں نمایندوں نے ایک نظام سلطنت کا خاکہ بھی تیار کر لیا۔ جنگ
 کی دھکی پر وزیرا کا ایک وفد ان کی تجویز کو لندن لے گیا اور بڑی شان
 کے ساتھ ان کا معاہدہ مکمل کو پہنچایا۔ "قانون برطانوی شمالی امریکہ"
 کی رو سے قلم و کناؤا میں ایک ایسی پارلیمنٹ ایک گورنر اور ایک
 وزارت کے ساتھ قائم کی گئی جو صوبوں کی مجالس وضع قوانین پر فائق
 ہو۔ انگلستان نے اپنے اس فعل سے اپنے قدیمی دستکاری طریقے
 کو الٹ دیا تھا، مگر بروقت اس نے اپنے اس فعل کی عظمت کو سمجھا
 نہیں تھا۔ بہت سے لوگ اس خیال سے شاداں و فرحاں تھے کہ
 یہ کارروائی ناخوش گوارانہ افتراق، کا ایک قدم ہے مگر انگلستان
 نے اس ذریعے سے شہنشاہی کی زنجیر میں سب سے زیادہ مضبوط کڑی
 لگا دی تھی۔ جب "یوم ملکیت" کے دن اٹاوا میں پہلی پارلیمنٹ
 کے افتتاح کا مشاہدہ ہوا تو اسی روز ایک زبردست قوم عالم وجود
 میں آگئی۔ دو راقنادہ مقامات جب یکے بعد دیگرے اتحاد میں داخل
 ہو گئے تو یہ قلم و تراکی ماؤنٹس، اور بحر منجمد تک وسیع ہو گئی۔
 کولمبیا کے حصول سے جس کی وسعت فرانس سے دو چندان ہے
 کناؤا کی حد بحر الکاہل تک پہنچ گئی۔ سات ریاستیں اور متعدد
 اقطاع ملک اس حکومت کے تحت میں متحد ہو گئے۔ ایک ریلوے
 جو برطانیہ سے تیار ہوئی تھی اس قلم و کو قطع کرتی ہوئی ایک سمندر
 سے دوسرے سمندر تک پہنچ گئی اور انگلستان سے ہانگ کانگ
 تک ایک راستہ کھل گیا جس کی مسافت نہر سوینر والے راستے سے
 نصف ہے۔ وہ طویل بعد جو مغربی و مشرقی صوبوں کو جدا کر دینے کی وجہ سے

یکم جولائی

۱۸۶۹

متفہمت کے راستے میں حائل تجارتیوں سے کی بے نظیر ترقی کے ذریعے سے رفع کر دیا گیا۔ باربرداری کے ذرائع ہسپا ہو جانے سے اس ملک کے گہیوں، مویشی، سمور اور اس کے میوہ جات کی تجارت ہزاروں گونہ بڑھ گئی۔ اس کی پیداوار انگریزی بازاروں میں آنے لگی اور اس کی خوش حالی کی وجہ سے نو آبادیوں میں، ایسی روز افزوں وسعت ہوئی کہ اس کی مثالیں نہیں مل سکتی۔ مدت ہوئی شہنشاہی کے اندر اس سب سے پہلی قوم نے نو آبادی کا لفظ پر فخر طور پر اپنے وہاں سے خارج کر دیا ہے۔

اسٹریلیا

نیو فاؤنڈ لینڈ نے کناڈا کے اتحاد میں شامل ہونے سے انکار

کر دیا، اور ۱۸۵۵ء کا عطا کردہ نظام سلطنت قائم رکھا، مگر کالکٹ کے مستعین میں کناڈا کی تقلید کا جوش پیدا ہو گیا۔ جب ممالک متحدہ امریکہ ہاتھ سے نکل گئے تو انگلستان نے آسٹریلیا کو آباد کرنے کی طرف توجہ کی۔ مجرم اور ان کے وہ محافظ جنہوں نے سب سے پہلے سرزمین آسٹریلیا پر قدم رکھا انہیں نے سب سے پہلے یہاں بمقام سیراٹا ہل چلایا، اور جان مکارنکھ نے سب سے پہلے انگور کا باغ لگایا اور باریک اون والی بھیڑیں باہر سے وہاں لایا۔ اسی وقت سے یہاں کے مالکان علف زار، انگلستان کی اولیٰ حریت کے نیٹے مال جام وافر مقدار میں ہسپا کرنے لگے۔ اس پہلی آزاد نو آبادی کے قیام سے فرانس کے ملک ڈھونڈنے والے چونک پڑے۔ ایک وسیع براعظم پر جس کا عرض و طول یورپ کے برابر ہو، جا بجا چھوٹی چھوٹی آبادیاں قائم ہو گئی تھیں اور مستعین کے جدا جدا گروہ سمندر کی طرف سے ملک کے گرم و خشک اندرونی حصوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چراگاہوں کی فکر و تلاش میں لوگ پاٹ دار دریاؤں پر کشتیوں کے ذریعے سے بڑھتے جاتے تھے یا ان بے پایاں بیابانوں کو قطع کرنے کی زحمت اٹھاتے تھے جہاں نہ پانی ملتا تھا نہ سایہ اور نہ اوقات بسر کرنے کے لئے کچھ میسر آتا تھا۔ پچاس برس تک آسٹریلیا کی خاص آبادی

۱۸۱۷
۱۸۴۸

انہیں چراگماہوں پر مشتمل تھی مگر سونے کے دریافت ہونے سے
 نئے مسائل پیدا ہو گئے۔ گلہ بان اور مزدور سونے کی کانوں کی طرف
 دوڑ پڑے اور توطن اختیار کرنے والے گروہ کے گروہ ملک میں آپڑے۔
 اب تک ہر نوآبادی ایک مطلق العنان گورنر و مجلس کی تحت حکومت میں
 تھی اور وہ خود اپنے لئے لڑ بھڑ کر اپنا کام چلاتی تھی۔ نسل کا کوئی خیال
 نہیں تھا۔ کوئی ناقابل مباحثہ سرحد نہیں تھی، نہ کوئی زبردست ہمسایہ
 تھا جو اتحاد کی ضرورت پر زور دیتا۔ ویرانوں کے خطرات اور ہم خشک سالیوں
 کی تکالیف اٹھاتے رہنے سے مستعمرین کے دل و جسم دونوں
 سخت ہو گئے تھے۔ وہ ارضی و فلزاتی منافع کے متعلق جو ایک قائم
 کرتے تھے ان میں کبھی بہت کچھ ہاتھ آجاتا تھا اور کبھی نقصان اٹھانا پڑتا
 تھا۔ کناڈا کی طرح آسٹریلیا بھی اڈورڈ گین، ویلفیلڈ کی زیر اہسان
 تھی۔ ویلفیلڈ، چیسری سے ایک نابالغ کو بھگالے جانے کے حرم
 میں جب قید تھا تو اس نے نیوگیٹ میں ان مجرموں سے گفتگو کی جو خلیج
 بوینی کو بھیجے جانے والے تھے، اس نے کچھ کتابیں خریدیں اور
 قید خانے سے نکل کر نوآبادی کا ایک مصلح بن گیا۔ مجرموں کو جلا وطن
 کرنے کی لغو حرکت پر اسے غصہ تھا یہ نا انصافی صرف مفلوکوں کو
 نکال پھینکنے کے لئے ہوتی تھی، لیکن یہ فلاکت خود نتیجہ تھی مدرسوں کی
 کمی اور مذہب کی خرابی کا۔ زمین کی تقسیم کے متعلق اگرچہ اس کی تجویزیں
 ناکام رہیں تاہم اس نے اس مسئلے کے ہر پہلو پر خیالات میں تخرک
 پیدا کر دیا، اور ایک بڑی حد تک اسی کے طفیل سے جلا وطنی کی نرا کا
 خاتمہ ہوا۔ اس جلا وطنی کا سب سے مستحکم مخالف ہنری پارکس تھا۔
 وہ وارک شائر کا ایک زرعی مزدور تھا اور اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر
 اس ارادے سے روانہ ہوا کہ ”دروازہ کھول دے“ وہ سڈنی
 میں اس حال سے اتر آیا کہ کوئی دوست اس کا ملنے والا نہ تھا، پہلے
 وہ ایک کھلونوں کی ایک دکان کا نگہبان مقرر ہوا اس کے بعد اخبار نویس

۱۸۳۰

۱۸۳۰

۱۸۳۸

ہو گیا، اور بعد میں پارلیمنٹ کا ایک معاوی سرگروہ بن گیا۔ نئے مستعین کی پر جوش قوت عمل نے آسٹریلیا کو چار چاند لگا دیئے۔ جمہالت کا دھبہ مٹ گیا، سیاسی زندگی میں فرق بندیاں بہت کم ہو گئیں۔ دو تنظیم مدطوائف الملوک کی، کی قوت زائل ہو گئی۔ مطالبہ کی وحشت و زیادتی گھٹ گئی۔ نظم و ترتیب کا تدریجی عروج حکومت خود اقتداری کے اوصاف میں ایک بہترین وصف ہو گیا۔ لیکن ان نو دولتوں کی سربراہی میں سرائک نو آبادی نے اپنی خاص اہمیت کا ایک زبردست احساس قائم رکھا۔ آب و ہوا اور پیداوار کے اختلافات نے محنت و ترقی کے متبادوم مسائل پیدا کر دیئے۔ نیوساؤتھ ویلز آزاد تجارت کی طرف مائل تھا، وکٹوریہ تکلیف تحفظ کی جا بندار تھی، جنوبی آسٹریلیا میں زیادہ تر گلہ بانی کارواج تھا، کوئسلینڈ میں سونے کی بہتات تھی، مغربی آسٹریلیا ان سب کے برخلاف حجر موموں کو بدستور اپنے وہاں داخل کرتی رہی تاآنکہ اپنے رقبوں کے غیظ و غضب سے مجبور ہو کر اسے اس فعل سے دست بردار ہونا پڑا۔ ویرانہ بیابان کے وسیع قطعات کی وجہ سے یہ ریاستیں ایک دوسرے سے الگ الگ واقع تھیں اور اس وجہ سے ہر ایک ریاست اپنے جداگانہ نظام حکومت پر قانع تھی اور اگرچہ برطانوی حکومت متفقہ اتحاد پر زور دیتی رہی مگر ریاستیں اس سوال کی طرف التفات ہی نہ کرتی تھیں۔ متفقہ اتحاد کا سب سے پر زور حامی ایک آئرلینڈی تارک وطن گیون ڈونی تھا، آئرلینڈ کے ایک قوم ہونے کے مسئلے کی حمایت کے باغیانہ جرم میں سزا پا جانے سے وہ بال بال بچ گیا تھا اور اب وہ اپنے اس نئے وطن میں قومی خیال کے پیدا کرنے کے لئے بہت جوش کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ یورپ و امریکہ کی نظروں میں چند برس پیشتر جس ملک کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ بحر جنوبی میں کسی جگہ ایک گننام سی تعزیری آبادی واقع ہے، اس ملک کی نسبت اب تسلیم کیا جانے لگا ہے کہ وہ دو تمدن و شاندار

ریاستوں کی برادری ہے جس میں بے حد و غایت ترقی کرنے کی قابلیت موجود ہے“ وئی نے مستمیرین کو اس امر سے متنبہ کیا کہ ”ادب نے درجے کی سلطنتیں جو پاس پاس واقع ہوتی ہیں وہ یا تو مشترکیت کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں یا ایک دوسرے کی دشمن ہو جاتی ہیں“ مگر اس تشبہ کا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یقینیت کی پہلی تجویز کو ہنسی میں اڑا دیا گیا اور اس کی یہ جلیل القدر کوشش ناکام رہی۔ بعد میں ایک مجلس مستشار ۱۸۸۰ اور متفقہ کاؤنسل کے لئے ایک مسودہ قانون تیار ہوا مگر اس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس ہلاکت انگیز و برادر کش جنگ کی روک صرف اسی طرح ہو سکتی تھی کہ باہر سے کسی سخت خطرے کا دباؤ پڑے۔ ڈانسیسی جب بحر الکاہل میں گشت لگا رہے تھے، اور ٹینیسی اور دوسرے مستقروں کو ملحق کر رہے تھے اور نیو کلیڈ و نیارقاہض ہو گئے تھے، اس وقت گاہ بہ گاہ یہ خطرہ پیدا ہو جاتا تھا اور آسٹریلیا کی طرف سے جب یہ مطالبہ ہوا کہ بحر الکاہل کے مجمع الجزائر پر اس کا قبضہ ہو جائے اور کسی یورپی طاقت کو ان جزائر سے سروکار نہ رہے تو ڈانسیسی نے ان کے اس مطالبہ کو جزائر مچی کے ملحق کر لینے سے پورا کیا، مگر اتحاد کے لئے پہلا موثر دباؤ اس وقت پڑا جب فرانس نے انھیں جزائر میں سے ایک جزیرے میں تعمیری آبادی قائم کر دی اور جرمنی نے نیوگینی اور مجمع الجزائر بھارک میں اپنا عمل دخل قائم کر لیا، اب نوآبادیاں اپنی دور افتادہ اور منفرد حالت کے لحاظ سے اپنی مدافعت کے لئے ایک عام مستشار کے انعقاد پر رضامند ہوئیں اور آسٹریلیا نے اپنے لئے اصول منرو کا دعویٰ کیا جسکی کوئی غیر ملکی طاقت ان کے مغربی سمندروں میں قدم نہ جائے، مگر انہیں اغراض کی حفاظت کے لئے ایک متفقہ کاؤنسل کا قیام اتحاد کی قطعی کوشش کے لئے ایک برائے نام وغیر مکمل خاکہ تھا اور جب ۱۸۸۹ سرہنری پارکس نے ایک وسیع تجویز کی تائید کی اس وقت بھی

سڈنی کی قومی مجلس عارضی کسی طرح کا نظام سلطنت بنانے میں

۱۸۹۱
نیوزی لینڈ

ناکام رہی۔ ٹو آسٹریلیا سے بارہ سو میل اوجھڑ کر آبی کے

عین وسط میں واقع ہے اس نے بھی اسی قبیلہ خود مختاری کے خیال سے

برطانوی نوآبادی کی شکل اختیار کر لی ہے، ۱۸۱۲ء سے انگریزی رعایا

وہاں آباد ہونے لگی ہے مگر ۷۰۰۰ میل کے بعد سے برطانوی حکومت

اقتدار شاہی کی ذمہ داری سے غلطی ہو گئی تھی تا آنکہ بحر الکاہل میں

۱۸۴۰
۱۸۵۲

فرانسس کی سرگرمی اور نیوزی لینڈ میں ایک نوآبادی قائم کر کے

اسے فرانسس کا مقبوضہ بنانے کی کوشش سے انگریزوں نے اس

جزیرے کے تختی کر لینے میں محنت سے کام لیا، ایک گورنر اور ایک

پارلیمنٹ کے تحت میں چھ صوبے متعی کر دیئے گئے اور صوبے کی حکومتیں

محلیں اضلاع کی حیثیت میں آگئیں۔ اس برس تک قوم موری سے

لڑتے رہنے کے بعد انگریزی فوجیں نیوزی لینڈ سے واپس بلالی گئیں

اور ملک کو خود اپنے وسائل سے کام لینے کے لئے چھوڑ دیا۔ جزائر کے

آباد کرنے کے معاملے میں ویلفیلڈ کو آسٹریلیا سے سخت عناد تھا، اسی

وجہ سے تمام آبادیوں میں نیوزی لینڈ ہی ایک ملک ہے جہاں انگریزی

و اسکاٹ لینڈ کی نسل سب سے زیادہ خالص حالت میں ہے۔ گوروں

کی پانچ لاکھ کی محض سی آبادی کو خود اپنی قوت پر اعتماد تھا، انھیں

انے ملک کے عجائبات پر فخر تھا، جہاں برف پوش پہاڑوں سے

آتش افشانی ہوتی رہتی ہے، جہاں برف کے تودے اور بے شمار

دریا موجود ہیں، خطہ انٹارٹک کی جانب جھیلوں کا پانی برف کے مانند

سرد ہے، اور منطقہ عارہ کی طرف پانی کی ایسی چادریں پھیلی ہوئی ہیں

جو زیر زمین چشموں کی گرمی سے کھول رہی ہیں اس ہمت و اور خود اعتماد

قوم نے آسٹریلیا کی دولت عامہ میں شریک ہو کر اس میں اپنی آبادی

کو مدغم کر دینے سے انکار کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں ملکوں کو

دنیا کے دوسرے جانب بازار تلاش کرنا پڑتا ہے اور ان کو ایک دوسرے سے خام مال کی احتیاج نہیں پڑتی۔ نیوزیلینڈ کا مقصد یہ تھا کہ وہ شہنشاہی متفقہ کا ایک جزو بن جائے اور اپنی جدا افتادہ مستعمرات کی حفاظت کے لئے مرکزی حکومت پر نظر رکھے جس کی زیر حمایت نوآبادی نے معاشرتی اصلاح کے معاملات سرانجام دیئے تھے؛

لیکن شہنشاہی کی آزاد سلطنتوں کے حلقے میں جنوبی افریقہ کا داخلہ کسی پر امن نشوونما کے ذریعے سے نہیں ہوا بلکہ یہ کام ریچ وائل، جور و ستم اور طوفان انگیزی سے انجام کو پہنچا۔ جب ۱۸۰۶ء میں کیپ ٹاؤن ڈچوں سے لیا گیا تھا تو جنوبی افریقہ کی نسبت خاص خیال یہ تھا کہ وہ مشرق میں قدم رکھنے کا ایک زینہ ہے اور کیپ، ہندوستان کے راستے میں نصف منزل پر ایک سرا ہے۔ یہ بندرگاہ شہنشاہی کی محض ایک بیرونی چوکی تھی، مگر یہی بندرگاہ بہت جلد ایک جدید اور وسعت پذیر نوآبادی کا خاص شہر بن گیا۔ جب انجام کار میں کیپ، شاہی نوآبادی کے زمرے میں آگیا، تو برطانیہ عظمیٰ سے کثرت کے ساتھ تارکانِ وطن وہاں آنے لگے اور ڈچ قوم نے یہ دیکھا کہ ایک دوسری قوم جس میں حصول وسعت کے لئے اسی کا سا ابرام و اصرار موجود تھا، جس کی زبان و قانون غیر مانوس تھے، اور جس کے طریق معاملات سے انھیں بجا طور پر بے اطمینانی تھی، وہ انھیں (ڈچوں کو) بتدریج اس سرزمین سے خارج کرتی جاتی ہے، جسے انھوں نے خاص اپنے لئے مخصوص کیا تھا۔ "لینڈروسٹ" اور ہیریڈن نام کی ڈچ عدالتیں منسوخ کر دی گئیں اور ان کے بجائے اقامت گزین حکام مقرر ہوئے۔ عدالتی کارروائیاں انگریزی میں ہونے لگیں۔ سفید رنگ و سیاہ رنگ آبادی کے درمیان حقوق کی مساوات قائم کی گئی۔ لیکن غلاموں کی آزادی کے بارے میں ایک اہم شکایت نے قوم ڈچ کو اس غزم پر مستحکم کر دیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے انگریزی قانون اور انگریزی حکومت سے علیحدہ ہو جائے۔ انھوں نے

جنوبی افریقہ

۱۸۳۳ معاوضے کو ناکافی خیال کیا اور اس حکم سے کہ معاوضہ لندن میں ادا کیا جائے گا غلاموں کے ڈچ مالک بالکل انگریزی محاشتوں کے پتے میں پھنس گئے، جنہوں نے بہت ہی کمییہ طور پر انہیں فریب دیا جو برتاؤ ان کے ساتھ ہوا اس سے غضبناک ہو کر وہ گریٹ برک کو چلے گئے۔ گریٹ برک شمال کی جانب غیر محدود پر گیا؛ میدان پر سے ہوئے تھے ڈچوں نے اپنی بھاری بھاری بیڈول گاڑیاں اپنے بلیوں کے کندھوں پر رکھیں اور تقریباً سات ہزار آدمی جن میں پال گرو کر بھی شامل تھا، نئی زمین کو روانہ ہو گئے اور ٹرانسوال اور آریج فری اسٹیٹ کی بنیاد ڈالی زولو اور ماٹاپیل کے خوفناک قبائل سے انہیں مسلسل جنگ کرنا پڑی اور اس وجہ سے ان کی خود مختاری غیر متیقن سی رہی مگر برطانی ان کی ہر ایک نقل و حرکت کی مخالفت کرتے رہے اور شمال کو ملحق کر کے برطانیوں نے انہیں سمندر سے منقطع کر دیا۔ آخر انگلستان کی حکومت سے جسے ایک متمرد و غیر مطئن ہمسائے کے خلاف خرچ و خطر و مدافعت کا برواشت کرنا گوارا نہ تھا، معاہدہ و ریپائے سینڈ پر دستخط کر کے جسکی رو سے بوئروں کو اپنی خود مختاری کی اجازت دیدی گئی۔ دو برس بعد آریج فری اسٹیٹ سے بھی بمقام بلوئم فائین اسی قسم کی ایک قرارداد ہو گئی۔ اس طرح حکومت انگلستان کی رضامندی سے جنوبی افریقہ ایسے صوبوں میں تقسیم ہو گیا جن کے تعلقات و فاداری مختلف تھے۔ مختلف سلطنتوں کے حدود کے اندر و باہر کے فسادات باہمی کی وجہ سے نئے آنے والے اور صاحب اثر انگریزوں کے ساتھ پرانے ڈچوں اور فرانسیسیوں کی رقابت اور بڑھ گئی۔ بوئر جمہوریتیں یہ سمجھتی تھیں کہ جو صوبے انگریزوں کے زیر اقتدار ہیں ان سے دائمی خطرہ لگا ہوا ہے کیسے کالونی جو عملاً ڈچوں اور انگریزوں کے درمیان تقسیم ہو گئی تھی وہ خود اپنے ہی خلاف منقسم تھی، سرحد کے باہر والے بوئر حقیر سمجھے جاتے تھے اور نیٹال سے یہ شکایت تھی کہ وہ بے انتہا

برطانیہ رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ایک خطرہ ایسا تھا جس میں جنوبی افریقہ بالکل تنہا تھا۔ کسی نوآبادی کو یہ دشواری پیش نہیں آئی تھی کہ اصلی باشندے پوچھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ناپید ہو گئے ہوں اور قلیل التعداد سفید رنگ آبادی کو ہمیشہ زبردست جنگجو قبائل کا خطرہ لگا رہتا ہو۔ علاوہ اس کے کافر اور بسوٹو قبائل سے متواتر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، مستعمرین کے لئے ایک اس سے بھی زیادہ بدبختی کی صورت یہ پیش آئی کہ ان آباد کاروں کا انحصار ویسی مزدوروں پر تھا، اور دوسرا معاملہ ان تعلقات کا تھا جو سفید رنگ قوموں کو اپنی افریقہ کی اس ماتحت آبادی کے ساتھ قائم ہو گیا تھا جو ان کی حدود کے اندر آباد تھی۔ اردگرد کے قبائل سے محفوظ رہنے کے لئے سر جارج گرے نے یہ تجویز کی کہ مختلف سلطنتوں کا ایک اتحاد برطانیہ حکمرانی کے تحت میں اس طرح قائم کیا جائے کہ ہر صوبے کی انفرادی آزادی معتد بہ حد تک برقرار رہے اور اس طرح مشترک مدافعت کا سامان ہم پہنچایا جائے۔ اس تجویز کو حکومت انگلستان نے غارت کر دیا اور لندن سے جو ایک نئی تجویز بھی گئی اس سے ویسیوں کے حق میں رائے مہی کی بنا پر جنوبی افریقہ نے انکار کر دیا۔ نوآبادیوں نے کٹاؤ سے یہ سبق سیکھ لیا تھا کہ ان کے متفقہ اتحاد کا مسئلہ ایک خالص استعماری مسئلہ ہونا چاہیے جس کا تصفیہ وہ خود آپس میں کریں۔ ادھر تو نوآبادیوں میں خود شناسی کا سیاسی احساس پیدا ہوا، ادھر انگلستان اپنے وسیع ورثے کی حدود نہایت اور اس کی اہمیت کی طرف سے اہستہ آہستہ بیدار ہوتا چلا۔ بحرہائے وڈار کو قطع کرنے والے جہازات اب ملک کے ہر طبقے سے تارکان وطن کو باہر لئے جا رہے تھے اور چارلس ٹولک کے ایسے سیاحوں نے عوام کی جہالت کو رفع کرنے اور پارلیمنٹ کو توجہ کرنے پر مجبور کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ ٹولک ایک ایسا مدبر تھا جس کی معلومات کی کوئی نظیر نہ تھی اور نوآبادیوں کی ترقی پذیر قسمتوں کے ساتھ

۱۸۵۶

شہنشاہی
و عہدہ

اسے غایت درجہ کی ہمدردی تھی۔ اب ایک نئی دنیا عالم وجود میں آگئی تھی جہاں انگریزوں کی زبان، قوانین اور رسم و رواج ہر طرف دائرہ سائر ہو گئے تھے، اور جہاں کے باشندے اپنی حاصل کردہ ترقیوں پر بجا طور پر فخر کرتے تھے۔ شہروں میں علم و فن، ادب و موسیقی نے قدیم مستعمرین کی سی درشتی و خشونت کو رفع کر کے رفیق و لینت پیدا کر دی تھی۔ یہاں کے لوگوں کی زندگی محنت و شقت برداشت شاید، خطر است اور حوادث کے ساتھ روزانہ جنگ آزمائی کرتے رہنے میں بسر ہوتی تھی اور اسی حالت سے وہ نشو و نما پاتے تھے، لاجاز ان میں حیرت انگیز زور و قوت اور طاقت برداشت پیدا ہو گئی تھی اور ہر طرح کے کھیل میں ان کی مہارت تعجب انگیز معلوم ہوتی تھی۔ ان لوگوں کو اپنی آزادی و قوت پر اعتماد تھا، ان کے وسائل سرعت کے ساتھ ترقی کرتے جاتے تھے، وہ اپنے حصول اغراض میں سخت گیر بلکہ جابر تھے پس ان حالات کے ہوتے ہوئے وہ اپنی ذات یا اپنے ملک کو کسی انضباط یا نگرانی کے تحت میں لانے کی طرف بہت کم مائل تھے۔ جب کناؤا نے پہلی مرتبہ تجارت کے لئے تحفظی درآمد و برآمد کا اصول جاری کیا اور وزارت مستعمرات نے اس پر عرض کیا تو اس کا صاف صاف جواب یہ ملا کہ "اگر شہنشاہی حکومت کی رایوں کو کناؤا کے باشندوں کی رایوں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی تو حکومت خود اختیاری بالکل نیست و نابود ہو جائے گی" اس طرح ایک ضرب میں شہنشاہی کے قدیم نظریے کا خاتمہ ہو گیا۔ استعماری تنظیمات کے نشو و نما میں شہنشاہی احساس کے پہلو بہ پہلو خود مختاری کا عزم باجزم بھی ترقی کرتا گیا۔ بعض چھوٹی چھوٹی کامیابیوں سے آزادی کے پیشروں کی ہمت بڑھ گئی، اور وہ دلیرانہ طور پر سوال کرنے لگے کہ برطانیہ عظمیٰ کو (نوآبادیوں سے) تجارتی معاہدات کے منوانے اور خارجی تعلقات کے فیصلہ کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ یہ خیال ظاہر کیا جانے لگا تھا کہ

نوآبادیاں ہینووور کی طرح تاج کے توابع میں شمار ہوں مگر اسکی لڑائیوں میں انھیں لازماً شرکت نہ کرنا پڑے، لیکن مستعمرین کا سواد اعظم قربت کے بغیر بغیر ہمازاں و فرسواں اور انگریز ہونے کے اعتبار سے وہ اپنی منزلت اور اپنے حقوق خاص کے باقی رکھنے کا دعویدار تھا، کوئٹلیمنڈ کی طرح انھوں نے لاشہنشاہی سے نکال باہر کیے جانے سے انکار کر دیا۔ خود انگلستان میں تمام فریقوں نے "جبر و تہدید کے نفرت زدہ نام کو (جس پر انگریز عمل کر رہے تھے)" ترک کر دیا تھا۔

۱۸۶۹ عام مدافعت میں نوآبادیوں کو شریک کر لیا جائے۔ درحقیقت ڈزریلی اس سے پہلے ہی شہنشاہی پارلیمنٹ میں استعماری نیابت کی تجویز قرار دے چکا تھا، اور ایک ربع صدی سے زائد تک وہ محصول کوورگیری کے اتحاد پر زور دیتا رہا تھا مگر بدبوس اس حیرت انگیز اور عہدہ مسئلے میں الجھنے سے اپنا دامن بچاتے رہے تھے یہاں تک کہ شہنشاہی مدافعت کی شدید ضرورتوں نے وسعت نظر سے کام لینے پر مجبور کر دیا۔ نیوزیلیمنڈ میں قوم میوری کی لڑائیاں کناڈا پر امریکہ کے رہنے والے اہالی آئرلینڈ کا بے سود حملہ، دریائے روڈسی بغاوت (جس کا سرگروہ نیم یورپی لوٹس ایل نامی تھا) غیٹال میں دیسیوں کے معاملات کی دشواریاں، ان تمام امور سے یہ واضح ہو گیا کہ نوآبادیوں کو خود اپنی حفاظت کرنے کے لیے بحال خود چھوڑ دینا کہاں تک موزوں و مناسب ہے۔ شہنشاہی فوجوں کے واپس بلا لینے کو بلروں نے اپنے عام اصول آزادی" کے تابع سمجھا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اس پریشانی و بے چینی کا علاج حکومت خود اختیاری ہے اور بس حقیقت یہ ہے کہ جو نوآبادیاں خود اپنا انتظام کرتی تھیں، ان پر ان کی حفاظت و حمایت کا کل شرح عاید کرنے سے برطانیہ اس قابل ہو گئی کہ فرانس کی شہنشاہی سے دس گونہ بڑی شہنشاہی کو فرانس کے اخراجات کے مقابلے میں

ایک تہائی خرچ پر قائم رکھ سکے۔ کنسر ویٹو فریق کی نظر میں یہ کارروائی افتراق و انتشار کی علامت تھی یعنی وہ سمجھتے تھے کہ شہنشاہی رواج میں بالآخر ڈھیل پڑ جائے گی۔ ان کے نزدیک افتراق کا بدل صرف شہنشاہی کے ساتھ متفق رہنے ہی سے ہو سکتا تھا اور اتنا پسند وقت سے پہلے ہی یہ چاہتے تھے کہ ایک معینہ و مشورہ رشتہ اتفاق جو انگریزی سیاسی زندگی کے رسم و رواج سے متبعہ و متنکر تھا، اسے حرفاً حرفاً قائم کر دیں۔ شہنشاہی کے پر جوش حامی یہ سمجھتے تھے کہ اب چھوٹی چھوٹی قومیتوں کے دن گزر گئے، اور سلطنت متفقہ سے جیسی قوت حاصل ہوتی ہے اس کی مثال میں وہ جرمانی شہنشاہی اور اطالیہ کو پیش کرتے تھے، لیکن اس وقت تک اس قسم کے اتحاد میں جو انتظامی مشکلات پیش آتے ہیں ان کے قبول کرنے پر نہ انگلستان تیار تھا اور نہ نوآبادیاں آمادہ تھیں۔ جو حالت موجودہ تھی اسی کو علی العموم سب قبول کرتے تھے۔ نوآبادیاں یہ تسلیم کرتی تھیں کہ ممکن ہے کہ افتراق ہو جائے مگر عام خیال یہ تھا کہ خود نوآبادیاں دوسری جانب (یعنی اتحاد کی طرف) قدم بڑھا رہی ہیں۔ لوگ اس دن کی پیشین گوئی کرتے تھے جب برطانیہ عظمیٰ اپنے اغراض و فرائض کی تصریح کر دے گی اور نوآبادیاں اپنی ذمہ داریوں کو قبول کر لیں گی پڑ

جدید شہنشاہت

نہ صرف استعماری مسائل میں بلکہ خارجی معاملات میں بھی مخالف یکدگر حکمت عملیوں کی وجہ سے ملک پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ پارلمنٹ کے انتقال کے بعد انگلستان کے لبرل یورپ میں داخلت کرنے سے بچھکتے تھے۔ کلیڈ اسٹون، پیل کی تعلیم اور گریٹول کی تائید سے (جو صلح دامن کا دوست رکھنے والا وزیر خارجہ تھا) عدم مداخلت اور رضا جوئی کی روش کی طرف پلٹ گیا تھا، جزائر آئیونین کو یونان کے حوالے کیے جانے کا وہی باعث ہوا تھا اور اسی سبب بہت سے قدیمی اور طول طویل نزاعات کو طے کرنے کے لیے واشنگٹن کا معاہدہ مرتب

کیا تھا۔ چھ مہینے بعد اُس نے الہاما کے مسئلے پر پانچ برس کے پرخطر تنازعہ کو حکیم کے ذریعے سے طے کرنا قبول کر لیا۔ اس امر کا فیصلہ ایک مخصوص عدالت نے حنیوا میں بیٹھ کر صادر کیا۔ امریکی مدبرین انگریزوں کی ذمہ داری صرف اسی نقصان تک محدود نہیں رکھتے تھے جو الہاما سے وقوع میں آئے تھے بلکہ اس کی وجہ سے جنگ میں جو امتداد و مصارف ہوئے ان سب کا ذمہ دار بھی انگریزوں کو قرار دیتے تھے۔ ڈزریلی نے جواب دیا کہ "بالواسطہ دعاوی"، ایک طرح کا خرچ ہے جو مفتوح قوم پر عاید کیا جاتا ہے۔ آخر امریکہ نے اپنے دعوے کو نوے لاکھ تک گھٹا دیا اور اسے تیس لاکھ مل گئے۔ برطانیہ عظمیٰ نے نقصان بر اظہار افسوس کیا اور غیر جانبداروں کے برتاؤ کے متعلق چند شرائط قائم کئے گئے۔ گلیڈ اسٹون کو یہ اصول مدنظر تھے کہ لاحق عامہ کو یورپی حکمت عملی کے غالب و حاوی خیال کی حیثیت سے مدارج اعلیٰ پر پہنچانا چاہیے اور اس کے ساتھ صلح و کفایت شعاری کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اُس نے لکھا تھا کہ انگلستان کبھی اپنے عظیم الشان روایات سے بیوفائی نہ کرے گا اور نہ یورپ کے مشترک معاملات و عام اغراض و مقاصد میں اپنی دلچسپی کو ترک کرے گا۔ مگر اس کی وقعت اور اس کی قوت ایک ایسا سرمایہ ہے جس سے بیش از بیش کام لینے کے لیے لازمی ہے کہ اسے کفایت شعاری کے ساتھ صرف کیا جائے۔" اس نے ملک پر یہ زور ڈالا کہ کمزوروں کو امید دلا کر ان کی ہمت افزائی نہ کی جائے بلکہ زور آوروں کو دراز دستی سے روکا جائے۔ اس کے برعکس ڈزریلی، انگلستان کے مطلع نظر میں تیز کر دینے سے عالمگیری کی امیدوں پر اعتماد نہ رکھنے سے حریصانہ شہنشاہی اور جنالی و حیرت افزا مشرقی حکمت عملی کے ذریعے سے، وطن کے معاملات کو پس پشت ڈال دینے کی، نمائندگی کر رہا تھا۔ اپنی طاقت کی اہستہ دانی مسخوریت میں اس نے اہلی سینیا (جس) سے جنگ چھیڑی اور میگڈیلا

۱۸۷۲ کو زیر کر لیا۔ گلیڈ اسٹون کے زوال پر جب وہ پھر برسرِ اقتدار ہوا تو اس نے جزائر فریجی کو ملحق کر لیا اور نہر سویز کے اجرا کے وقت جو حصے مصر کو دئے گئے تھے ان کو غیر معمولی طریق سے خرید کر ملک کے فخر و مباہات کو شہیج کر دیا۔ نہر سویز کے راستے سے انگریزوں کی تجارت دوسری قوموں کی تجارت سے دس گونہ زیادہ تھی، اس سے جہاز سازی میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا، اور جب نئے طرز کے جہاز دریائے مرسی میں اسباب بار کرنے کے لئے آئے تو لورہ پول میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہو گئی جس سے وزیرِ پٹی کے نئے شہنشاہی خیالات کو تقویت حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں شہزادہ ولیعہد کے لئے ہندوستان کی شاندار سیاحت کی تجویز ہوئی۔ اس سے مشرق کے راستوں اور شہنشاہی عثمانیہ کے اندر انگریزوں کے اغراض کی اہمیت عام لوگوں کے ذہن نشین ہو گئی، کیونکہ شہنشاہی عثمانیہ کی حکومت خلیج فارس کے دہانے، جزائر یونان کے سواحل اور نہر سویز کے عین قریب میں تسلیم کی جاتی ہے۔ "وزیرِ پٹی کی ایشیائی حکمت عملی نے لوگوں کو مسحور کر لیا، حوصلہ مند یوں کو پورا کر دکھایا، اور شہنشاہی میں ایک نئی چمک دمک پیدا کر دی۔ اس کی رہبری میں ٹوریوں کے پرامن روایات ایک نمائشی و حمرہ دست شہنشاہی کے قالب میں ڈھل گئے اور دور دراز سرحدوں پر ایک نئی "اقدامی حکمت عملی" نے اسے ممتاز بنا دیا۔ برطانوی قلمرو کی وسعت کو دونوں فریق ہمیشہ یکساں مستعدی و کامیابی سے آگے بڑھاتے رہے ہیں اور نئے ممالک کے حصول کی بابت ایک فریق کو دوسرے فریق پر ادنیٰ سا تفوق بھی حاصل نہیں ہے۔ ان کے باہمی اختلافات کے اسباب زیادہ عمیق تھے۔ اس وقت تمام قومیں فتوحات کے ایک ایسے نئے دور کے آغاز میں داخل ہو چاہتی تھیں جسکی کوئی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور جس کا امکان عملی و صناعی انکشافات کے باعث قوت انسانی کے شرف و علو نے اب پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔

انگلستان اپنی کاہنائے زغال، اپنے لوہے، اپنے جہازوں کے بیڑے اور اپنے بحری تاروں کی وجہ سے اس جدوجہد میں لازماً سب سے آگے تھا۔ اس مبادرت میں جو لوگ اس کے ہادی طریق تھے وہ گزشتہ ماسعی اور آئندہ کوشش پر نظر کر کے یہ سمجھتے تھے کہ اگر اس اہم موقع کے حسب حال انگلستان کی ہمت بلند ہو گئی تو اس کی مادی کامیابی کی کوئی حد و غایت نہیں رہے گی۔ دوسری جانب ایسے لوگ تھے جو ایک دوسرے ہی نوع کے مشکلات سے دبے جا رہے تھے، یہ وہ لوگ تھے جنہیں ابھی تک استعماری حکومت کے اہم مسائل کا کوئی قطعی حل نہیں ملتا تھا، اور وہ یہ سوال کرتے تھے کہ آیا ایک چھوٹے سے جزیرے کے وسائل ان ذمہ داریوں کے برداشت کرنے کے لئے کافی ہیں جو وہ روئے زمین کے ایک چوتھائی حصے کے انتظام، نگرانی اور مدافعت کے لئے سر لے رہے۔ عمومیت اپنی جگہ پر بہت بجا طور پر مطالبہ کرتی تھی کہ شہنشاہی کے مفہوم میں صرف غیر ملکی معاملات ہی داخل نہ ہوں بلکہ وطنی حکمت علی بھی اس میں داخل ہو، یعنی قبل اس کے کہ انگریزوں کے وسائل دولت شہنشاہی کے بنائیت ہی دور افتادہ مقامات پر بے دریغ صرف کیئے جائیں انگلستان سے گندگی و پلیدی صاف ہونا چاہئے، اہل ملک کی صحت کو درست کرنا چاہئے اور بچوں کو موزوں و مناسب تعلیم دینا چاہئے۔ یہ ایک ایسی حکمت علی تھی کہ اگر حکمراں جماعتوں نے ان اہم نتائج کو سمجھا ہوتا جو اس کے اندر مضمر تھے تو اس حکمت نے بلاشک و شبہ انگلستان کو دنیا میں سب سے افضل ملک اور ہر طرح کے حلوں سے مامون و مصئون بنا دیا ہوتا۔ انگریزی قوم کا شعور و ادراک جسے اس مباحثے میں کلٹی نسلوں سے بہت ہی شریفانہ قوت حاصل ہو گئی تھی، وہ آزادی کے جذبے پر ثابت قدم رہا۔ لبرلوں کا یہ خیال تھا کہ شہنشاہی کا نام ہی شک پیدا کرنے والا ہے۔ یہ اس فیاضانہ روایت کا توڑنا تھا جو کنٹیک کے وقت سے چلی آتی تھی کہ

برطانیہ کے اندر چھوٹی اور مظلوم قوموں کو آزادانہ تائب دلنا چاہیے
 شہنشاہی کے لفظ میں روس کے مظالم، ترکی کی قاتلانہ حکومت نیپولین
 کی زوال یافتہ شہنشاہی کے دعاوی و زیاں کاریاں، اور جرمنی کی عروج پذیر
 شہنشاہی کی فوجی حکمرانی سب ہی مفہوم داخل تھے۔ پس قبل اس کے کہ
 ایک آزاد قوم شہنشاہی کے لقب کو قبول کرے، ضروری تھا کہ بدتوں کی
 سعی و کوشش سے یہ لفظ ایک برطانوی معنی پیدا کر لے جو اس وقت کے
 ٹوری فریق سے ہنوز مخفی اور خود لبرلوں کی امید سے بہت دور و دماز
 واقع تھا۔

بلقان و
 دول یورپ

وزیر ملی اور گلیڈسٹون کے سے دو زبردست حریف، جن علی
 حکمتوں کے منظر بنے ہوئے تھے مشرقی خطرے کی ایک نئی نازک حالت کے
 دوران میں ان حکمت علیوں میں اور بھی شدید تقابل رونما ہو گیا اور
 عام جذبات بہت جل مشتعل ہو گئے، سلطنت عثمانیہ کے مسئلے کے متعلق
 ہر قرارداد کے بعد یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ اب یہ مسئلہ طے ہو گیا ہے مگر مرتبہ
 وہ پہلے سے زیادہ ہیبت صورت میں رونما ہوتا تھا۔ فرانس کی شکست
 کے بعد اس مسئلے نے بہت ہی پرخطر صورت اختیار کر لی۔ فرانس کے
 بحال ہو جانے کی استطاعت سے ہیبت زدہ ہو کر اور روس سے
 اس کے اتحاد کر لینے سے خائف ہو کر، قریب تھا کہ بسا رک ایک دوسری
 جنگ برپا کر دیتا مگر زرار اور ملکہ و کٹوریہ کی ذاتی کوششوں نے اس جنگ
 کو روک دیا۔ روس و فرانس میں ہر قسم کے اتحاد کو روکنے کے لیے،
 اُس نے (بسا رک نے) زرار پر زور ڈالا کہ وہ اپنے فتوحات کو
 بحر اسود کے نواح میں وسیع کرے۔ دوسری طرف اُس نے آسٹریا کو
 (جو اب جرمنی سے خارج اور اطالیہ سے محروم ہو گئی تھی) یہ بہت دلائی
 کہ وہ بلقان میں اپنی شہنشاہی سے اپنے نقصان کی تلافی کرے۔ ایک
 طرف روس، سمندر کی جانب کوئی فخرج پیدا کرنا چاہتا تھا، دوسری طرف
 انگلستان، ہندوستان کے راستے کی حفاظت کی فکر میں لگا ہوا تھا،

پس ان دونوں کی اس قیدی زور آزمائی نے مشرق میں غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے لئے سربراہ اور وہ یورپین قوموں کے درمیان کشاکش برپا کر دی، فرانس کے زوال سے انگلستان بالکل تنہا رہ گیا۔ دوسری طرف ان فرانسیسی خیالات کے رُک جانے سے جنھوں نے شہنشاہی عثمانیہ میں نفوذ حاصل کر لیا تھا اور وہاں کی عیسائی قوموں بلکہ مسلمانوں میں قومی آرزوؤں اور بلند نظریوں کی تحریک پیدا کر دی تھی، سلطان کو تقویت حاصل ہو گئی اور اب وہ ایک زبردست فوج کی مدد سے جو مغربی طریقوں پر از سر نو مرتب کی گئی تھی اپنے تسلط کے منوانے پر تیار اور آمادہ تھے، سلطنت ترکی کے افلاس نے عیسائی رعایا سے استحصال زر کے لئے ایک عذریہ پیدا کر دیا۔ رعایا کی فلاکت انتہا کو پہنچ گئی تھی اور ہرزگوں اور بوسینیا کی ایک شورش نے جسے پریشیا نے ترتیب دیا یا اسکی ہمت دلائی تھی، تمام جزیرہ نما میں بغاوت و انحراف کی آگ بجھنے لگی۔ تین برس تک اندرون ملک میں مسلسل سازشوں کا بازار گرم رہا۔ یورپ رقیبانہ حکمت عملیوں کی وجہ سے منقسم ہو گیا تھا۔ دول کا مطالبہ یہ تھا کہ مختلف صوبوں کے حسب حال مقامی اصلاحیوں کی جائیں، اور یورپ ان کی ذمہ داری کرے۔ انگلستان، ترکی کے علیٰ احالہ باقی رکھنے اور اس کی کامل حکمرانی کا حاجی تھا، وہ کسی طرح کے مقامی تفرد کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اس کی خواہش یہ تھی کہ مرا بطلہ یورپ کے تحت میں عیسائیوں کی حفاظت کی جائے تاکہ بلقان و ارمینہ میں روس کو اور شام و مصر میں فرانس کو ان کی حصانت کے دعوے کرنے کا حق باقی نہ رہے، یہی وجہ تھی کہ جب آسٹریا نے تینوں شہنشاہی درباروں کی طرف تو سوسط کی خواہش ظاہر کی تو سلطان نے یہ کہہ کر اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ وہ تمام شہنشاہی عثمانیہ میں اصلاح عام کے مسئلے پر غور کر رہے ہیں، اس تجویز کے لئے ایک بڑی حد تک وزیر ملی اور حکومت انگلشیہ نے دہر دہ شدہ دی تھی، آسٹریا نے اسکا جواب

مشہور یادداشت انڈر اسی کے ذریعے سے دیاجس میں مخصوص بلقانی صوبوں کے لئے خوری و قطعی درستی حالات کی تجویز پیش کی گئی تھی، یہ یادداشت تینوں شہنشاہیوں اور فرانس و اطالیہ کی متفق علیہ یادداشت تھی اور انگلستان بھی اس پر نیم راضی تھا۔ چونکہ واقعی دباؤ کا کوئی اشارہ نہیں تھا اس لئے ترکی کو یہ موقع حاصل تھا کہ وہ ان اصلاحات پر رضامند ہو جائے جنہیں وہ بادل ناخواستہ قبول کر سکتی اور بے فکر ہو کر ان سے غفلت برت سکتی تھی؛ مگر مسلمانوں میں ایک قومی جوش کے بھڑک اٹھنے اور سلوینیکا میں فرانسیسی و جرمانی کانسٹوں کو قتل کر دینے کے باعث تینوں شہنشاہوں کو "یادداشت برلن" کے بھجنے پر مجبور ہونا پڑا، یہ یادداشت سابقہ یادداشت سے مختصر اور زیادہ قطعی تھی اور اس میں موثر کارروائی کی بھی دھمکی دی گئی تھی۔ فرانس و اطالیہ نے اس پر دستخط کر دیئے مگر وزیرلی نے برطانی اعراض کی حفاظت کے لئے خلیج اسپیکا میں ایک بیڑا روانہ کر دیا تھا، اور اس نے اس معاملے میں مشترکہ کارروائی سے انکار کر دیا۔ اس نے اس کے بجائے کوئی اور طریق کار بھی نہیں بتایا اور متحدہ یورپ کی مرضی سے امن کی جو آخری امید پیدا ہو گئی تھی اسے توڑ دیا، وزیرلی کا خیال تو یہ تھا کہ اب چھوٹی چھوٹی قومیتوں کا زمانہ گزر گیا ہے اور اس کے وزیر خارجہ لارڈ ڈربلی کی رائے یہ تھی کہ جس طرح انگلستان کو آئرلینڈ میں (جو اس وقت پارٹل کے مطالبات "قومیت آئرلینڈ" سے زیر و زبر ہو رہا تھا) اپنے طور پر کارروائی کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح ترکی کو بھی اپنے باغیوں سے اپنے طور پر رتاؤ کرنے کا استحقاق ہے۔ سلطان، دول کے اس اختلافات کا نسخہ کرتے تھے، بلغاریہ میں دس ہزار باشی بزوق قتل و غارت اور آتش زنی کے لئے چھوڑ دیئے گئے تھے، وہاں سے یہ خبر آئی کہ ایک مہینے سے قتل عام ہو رہا ہے، تک کی سات ہزار آبادی میں سے

صرف دو ہزار آدمی بچے تھے، ایک فلیپو پولس میں بارہ ہزار آدمی
 بانواع عقوبت ہلاک کر دیئے گئے۔ بقول لارڈ کارنارون "یہ وہ
 دل ہلا دینے والی مصیبت ہے جس سے خون جوش میں آجاتا ہے"
 اہالی سربیا و جبل اسود نے جوش میں آکر اعلان جنگ کر دیا ترکی فوجوں
 نے سربیا کو پامال کر دیا اور اُس نے یورپ سے فریاد کی۔
 وزیرِ بیرونی خود اپنے ہی کانسول کی رپورٹ کو "تہوہ خانہ کی گب" کہہ کر
 ہنستا تھا۔ اس نے نوجوان ترکوں کے نظام سلطنت کے متعلق اپنا
 اعتماد ظاہر کیا، دو سلطان چاند ہفتوں کے اندر غائب ہو گئے اور پھر
 یہ نظام سلطنت (حاکم بہمن مصنف) رسوائے جہاں عبد الحمید
 (سلطان غازی عبد الحمید خاں ثانی طاب اللہ ثراہ) کے تخت میں
 دھو برائے خیال کے ترکوں کے نامزد کردہ تھے، بالکل نسیا منسیا ہو گیا۔
 گلپڈ اسمٹون کا شعلہ غضب بھڑک اٹھا، اُس نے اس مسئلے کو
 انسانیت اور مذہب عیسوی کا مسئلہ بنا دیا۔ رسل جواب اتنی برس کی
 عمر کو پہنچ گیا تھا اور قدیم و جدید و بگوں کے سلسلے میں ایک درمیانی
 کر ہی تھا، اس نے بالاعلان یہ کہہ دیا کہ کیننگ کی طرح وہ بھی ہی چاہتا
 تھا کہ روس و یونان کو دوست بنایا جائے اور ترکوں کو یورپ
 سے نکال دیا جائے۔ گلپڈ اسمٹون کی حکمت عملی بھی یہی تھی کہ استفقہ مدافعت
 کی جائے اور ترکوں کا "بوریاستر باندھ کر" یورپ سے نکال
 باہر کر دیا جائے۔ کارلائل نے لکھا تھا کہ ان "قاتل قابل ذکر ترکوں کو اس
 بحث ہی سے فوراً خارج کر دینا چاہیے اور بلک کو ایما نڈار یورپ کی
 رہبری میں دیدینا چاہیے، اعتراضی جلسوں میں براؤٹنگس، برنچونس
 فراڈو، فریمین، رسکن اور مارس کے سے لوگ اس رائے کی
 تائید کرتے تھے۔ اضطراب عام کے اس زور و شور کے دوران میں
 ملکہ نے (جنہوں نے چھ ماہ قبل وزیرِ بیرونی کی صلاح سے قیصر ہند کا لقب
 اختیار کر لیا تھا) وزیرِ بیرونی کو لارڈ بکنسفیلڈ کا خطاب عطا کیا۔ لارڈ ڈبلیو نے

ترکوں سے یہ درخواست کی کہ وہ سریوں سے صلح کر لیں اور اسے
 شد ضروری، سمجھیں مگر ترک یہ جانتے تھے کہ ڈربی کی حکومت
 جبر و قوت کا استعمال نہ کرے گی، اس لیے وہ جنگ پر زور دیتے رہے۔
 اس اثنا میں روس نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ ریکسٹاڈ میں زار
 اور شہنشاہ آسٹریا نے باہم یہ قرار دیا کہ روس کو ڈینیوب کے
 صوبوں میں بالکل آزادی حاصل رہے، اور ترکی سے جنگ کی صورت
 میں آسٹریا یا غیر جانبدار رہے اور اس کے صلے میں وہ بوسینا و ہرزگووینا
 پر قبضہ کرے۔ اس طرح مضبوط و مستحکم ہو کر اور سربوں کی قوم کے بالکل فنا ہو جانے
 کے اندیشے سے متاثر ہو کر روس نے با بعالی کو الٹیمیم (بلاغ نہائی)
 بھیجا اور سربیا کے لئے التوائے جنگ حاصل کر کے اس ملک
 کو بچا لیا۔ اس کے سفر اگناٹیف نے منچیکا ف کے امتیاز سے
 بھی بڑھ کر امتیاز حاصل کر لیا تھا، بکنسفیلڈ نے اس کا ترکی بہ ترکی
 جواب یہ دیا کہ انگریزی بیڑے کو فوراً ظلیج بسپکا کو روانہ ہونے کا
 حکم دیدیا اور لارڈ میر کی دعوت کے موقع پر ایک تہدید آمیز تقریر
 کی اور اس کی اس تہدید جنگ کو "جنگو"، ہر ایک نغمہ خانے میں
 گانے لگے۔ "انگریزوں کی روایتی حکمت عملی"، کی تائید کے لئے جنگ
 کریمیا کے تفصیلات و تعلیمات کی یاد تازہ کی گئی۔ انگلستان نے
 قسطنطنیہ میں ایک مستشار کے انعقاد کی تجویز کی اور لارڈ سالسبری
 نے جو ڈزیری کے تقصیب سے بالکل پاک تھے، "جینتیت نمائندے کے
 وہاں روانہ کیئے گئے، مگر پہلے باضابطہ اجلاس سے عین باقبل وزارت کے

قسطنطنیہ

علہ جنگو (Jingo) کے نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ کسی نغمہ خانہ میں راگ کے آخر میں
 آیا کرتا تھا، وہیں لارڈ بکنسفیلڈ کے طرف داروں نے اس کی حمایت کا شور بلند کیا تھا،
 اور اس وجہ سے لارڈ موصوف کے سرو عام طور پر اس لفظ سے موسوم ہو گئے،
 اب اس کا مفہوم یہ ہے کہ بغیر کافی تیاری کے جنگ کے لئے شور مچا جائے۔

ایک تار نے باب عالی کو یہ یقین دلا دیا کہ وہ کسی صورت میں ترکی کے خلاف تہدید کی کارروائیوں کی روادار نہ ہوگی۔ جس وقت مستشار کامل کا افتتاح ہوا ہے اسی وقت توپوں کی گرج نے سلطان عبدالحمید خاں کی طرف سے عثمانیہ دستوری سلطنت کے قیام کا اعلان کیا۔ دول کے درمیان تفرقہ اندازی کی قدیم ترکیب کی یہ گستاخانہ تجرید کسی کو بھی دھوکے میں نہیں ڈال سکتی تھی، مگر اس سے سلطان کو یہ موقع مل گیا کہ انگریزوں کی تائید کے بھروسے پر وہ پیش کردہ شرائط کے قبول کرنے سے انکار کر دیں اور بدلتروں نے حیران و تشدد ہو کر بعد کو لندن کے تہیدی معاہدے میں جو تجویزیں قرار دی تھیں انہیں بھی مسترد کر دیں۔ روس نے ان تعویقوں سے تنگ آ کر اپنی فوجوں کو سرحد کے عبور کرنے کا حکم دیدیا۔ عثمان پاشا کی شاندار مدافعت پلیونا نے روسیوں کی پیشقدمی کو بہت دنوں تک روکے رکھا مگر آخر رومانیہ روسیوں کی مدد کے لئے آگئی اور روس نے بالکل قسطنطنیہ کے دروازے پر پہنچ کر اپنے شرائط منوائے۔ سپین سٹیفانو کے معاہدے میں سربیا، جبل اسور، اور رومانیہ کی آزادی تسلیم کر لی گئی اور ایک نئی مسیحی ریاست بلغاریہ قائم کی گئی جو مجمع الجزائر سے بحر اسود تک پھیلی ہوئی تھی جس سے سلطان کی باقی شہنشاہی دوجھوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ بیسربیا کی جو چھٹ روس سے ۱۸۵۶ء میں نکال لی گئی تھی وہ اسے واپس دیدی گئی اور آرمینیا کا کوہستانی علاقہ بھی اسے مل گیا جس سے عراق پر اس کا دباؤ پڑنے لگا اور طرابلس سے قلب ایران کو جو شاہراہ گئی ہے اس کا بھی کچھ حصہ اس کے قبضے میں آ گیا۔ روس کی اس کامیابی کا خوف جب ٹوریوں اور لبرلوں میں پھیلا تو ترکوں کے مظالم کے متعلق جو جوش عام موجزن تھا وہ فرو ہو گیا۔ گلبد اسٹون کی اہام وار ملامتوں کے باوجود پارلیمنٹ نے سیکنسفیلڈ کو کامل آزادی دیدی تھی کہ ان معاملات میں جس طرح مناسب سمجھے

معاہدہ سپین سٹیفانو
۱۸۵۶ء

کارروائی کرے۔ اس کی مجلس وزرا کے ارکان حالت تذبذب میں
 پڑے ہوئے تھے۔ دو مرتبہ بیڑے کو ورہ واپس لے کر گزرنے کا
 حکم دیا گیا اور دونوں مرتبہ (وزرا کے استعفوں کی دھکی کی وجہ سے
 اسے واپس بلایا گیا۔ مگر جب بابعالی کے برطانوی سفیر کی طرف سے
 ایک مغالطہ انداز تار میں یہ اعلان کیا گیا کہ روس، قسطنطنیہ پر پڑھنے
 کی دھکی دے رہا ہے تو پھر بحالت تمام برطانوی بیڑہ باسفورس کو
 روانہ کیا گیا اور پرنکیو کے قریب وہ سین سینٹیفانو کی روسی فوج کے
 مقابل پہنچ گیا۔ جنگ کا ہو جانے کی بات معلوم ہوئی تھی۔ دارالعوام
 میں لبروں کے قدم ڈگمگائے، اور وہ (وزارت کی نسبت) اظہار اعتماد
 کی رائے میں شریک ہو گئے۔ پیر و اینڈ وزیر ملی کے ایک غول
 نے گلڈ ہال کے مکان کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ یہ اثر غلط پیدا ہوا تھا
 مگر اضطرار سے دستور قائم رہا۔ سکنس فیڈ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر
 فوج محفوظ کو طلب کر لیا، اور لارڈ ڈربی کے استعفی ہونے پر لارڈ سالسبری کو وزیر خارجہ
 بنا لیا۔ ایک مشہور مراسلے میں اس نے یہ مہیب آواز بلند کی کہ ترکی
 پاش پاش ہو گئی، نرسو پوز خطرے میں پڑ گئی اور روس ان تمام بے نظیر
 مواقع و وسائل، کا بلا شرکت غیر مالک بن گیا جنہیں یورپ نے
 بابعالی کو تفویض کر رکھا تھا۔ صرف قانون کے دلال اور فوج کے سپاہی
 اس کے ساتھ تھے اور اس نے یہ اعلان کر دیا کہ سات ہزار ہندوستانی
 سپاہیوں کے مالٹا لانے کا حکم دیا گیا ہے، پارلیمنٹ کو اس حکم کا
 کچھ علم نہیں تھا اور اس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ آخر الامر
 آسٹریا کی تائید حاصل کر کے اس نے سین سینٹیفانو کے معاہدے کے
 تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور روس کو اس بنا پر ایک عام موتر
 کے آگے بڑھنے پر مجبور کیا کہ مشرقی مسئلہ ہمارے روس کا مسئلہ نہیں
 ہے بلکہ تمام یورپ کا مسئلہ ہے۔

معاہدہ سین سینٹیفانو کی نظر ثانی کے لئے موتر برلن کا اجلاس

پس مارکس کی صدارت میں ہوا جس نے خود کو "ایماندار دلال" کے طور پر پیش کیا تھا۔ موتمر نے جمع ہونے ہی یہ سمجھ لیا کہ وہ ایک بیکار شخص ہے۔ میکنسفیلڈ (بقول خود) اس عزم کے ساتھ آیا تھا کہ وہ ایک فرسودہ سلطنت کے ٹکڑے نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ اس قیدی شہنشاہی کو قوت دینا چاہتا ہے، مگر شام کے ایک پرچے نے اس خفیہ قرارداد کے شرائط کو طشت از باہم کر دیا جو سالسبرگی اور شیپولاف کے درمیان پہلے ہی طے ہو چکے تھے، اس اخبار کو یہ شرائط ایک عارضی محرر سے دستیاب ہوئے تھے، ان شرائط کے بموجب روس سے یہ وعدہ ہو گیا تھا کہ اس نے جو زمین حاصل کر لی ہے وہ اسی کے پاس رہے گی صرف وہ شاہراہ اسے چھوڑ دینا پڑے گی جو بحر اسود سے ایران کو جاتی ہے۔ آسٹریا کو بوسینا ہرزیگوینا کی حیثیت دی گئی تھی جہاں وہ "بلقان کے پہرہ دار" کی طرح قائم رہے۔ "بلغاریہ اعظم" کے مجوزہ حدود از سر نو قرار دیئے گئے تھے، اور اسے بلغاریہ، مشرقی روینیٹیا اور مقدونیہ کی تین ریاستوں میں تقسیم کر دیا تھا، ان ارباب حل و عقد کا گمان یہ تھا کہ کسی مشترک نام کے نہ ہونے سے ان ریاستوں کے دوبارہ متحد ہوجانے کا خطرہ رفع ہو گیا ہے اس طرح میکنسفیلڈ نے اپنے اس موہوم خطرے کو ٹالنا چاہا تھا کہ مبادا بلغاریہ انہارا امتنان کے طور پر بحر اچین پر کوئی بندرگاہ روس کو دیدے جہاں سے وہ (روس) نہر سویز کو دھکی دے سکے۔ سربیا، وجہیل اسود کی طرح ان ریاستوں کی سرحدوں میں بھی اس طرح اصلاح کی گئی کہ ہر ایک کی قوت میں ضعف آجائے اور اقوام سلاوی کو باہم طور مختلف کر دیوں میں تقسیم کر دیا گیا کہ آسٹریا کو ان کے درمیان سے راستہ مل گیا۔ آخر وقت میں شیپولاف کو معلوم ہوا کہ اس مجادعت میں وہ مات ہو گیا ہے کیونکہ انعقاد موتمر سے ایک ہفتہ قبل میکنسفیلڈ نے ترکی کے ساتھ ایک "مخالفت و فاعلی" کر لیا تھا اور اس اقرار کے

معاوضے میں کہ ایشیائے کوچک میں وہ روس کی مزید پیش قدمی کی مدافعت کرے گا، اپنے جزیرہ قبرس کے قبضے کو متیقن کر لیا تھا۔ مومر کا کام اس سے کچھ زیادہ نہیں تھا کہ وہ ان خفیہ قراردادوں کا اندراج کرے۔ وہ دو بڑی سلطنتیں جنھوں نے اس جنگ میں ہاتھ تک نہیں بلایا نہ اپنے ایک آدمی کا بھی نقصان اٹھایا انھوں نے ملک کی (تقسیم میں) اپنا انجام حاصل کر لیا۔ فرانس کو خفیہ طور پر یہ یقین دلا دیا گیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ اس کے قبضہ ٹیمونس کو قبول کرے گی۔ ہسپارک نے یہ خیال ظاہر کیا کہ انگلستان، مصر پر قابض ہو جائے، صرف ایک اٹالیہ ایسی تھی جسے کچھ ہاتھ نہ آیا، اور بوسینا کی طرف آسٹریا کے حملے کا خوف اس پر مستزاد رہا۔ فرانس کی طرح وہ بھی یہ دیکھتی تھی کہ اس کی تلمانی دعوئیں کے لئے آخری کھلا ہوا دروازہ، بحر روم کے دوسری جانب واقع ہے اور آخر الامر طرابلس کا نذرانہ اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ترکی کے بقائے نام، کا کہیں یہ بھی نہ رہا۔ درحقیقت بہت ہی کم معاہدے ایسے ہوئے ہوں گے جو فطرت انسانی کے استحقاق اور اپنے شرائط کی شرم شعاری میں اس معاہدے سے بازی لیجاسکیں۔ ایک روس کو مستثنیٰ کر کے جو یونانی المذہب سلافیوں کا تنہا موید تھا، دول نے مسیحی قوموں کے اتحاد و استقامت کے خیال کو طلاق بائن دیدی تھی۔ برطانیہ نے جس کے باشندے جنگ کریمیا کے وقت کی طرح اب ترکی منظم کی لاطلمی کا عذر نہیں کر سکتے تھے، وہ اس امر کی مجرم ہے کہ اس نے مقدونیوں اور ارمینیوں کو جنھیں روس آزادی دلانا چاہتا تھا، باہمالی کے تحت اقتدار میں رہنے پر مجبور کرنے میں شرکت کی اور انھیں شرم نظر فادہ صلاح دی کہ انھیں سلطان کے اصلاحات پر اعتماد کرنا چاہئے۔ دوسری طرف روس جس کے پر جوش جہاد، شدید برداشت مصائب اور کامل فتح نے سلافیوں کو آزادی دلانا شروع کیا تھا، وہ یہ دیکھتا تھا کہ اس کا کام برباد ہو گیا ہے۔ ساٹھ برس تک یورپ، وائٹا کے قرارداد کے پلٹنے میں

خفیہ

مصروف رہا تھا، اب برلن کے موٹرنے محکوم قوموں کے لئے ہر طرح کی امداد کو ایک نسل کے لئے پیچھے بٹا دیا۔ بیکنسفیلڈ کی حکمت علی نے آزادی کے توقعات کو نہ صرف بلقان بلکہ روس میں بھی چکنا چور کر دیا۔ انگلستان نے روس کو جو سیاسی شتم زخم پہنچایا، اس نے جدید حریت کو ذلیل کر دیا اور روس میں ایک جدید زمانہ رجعت کا قائم ہو گیا جسے حریت پسند زار کے قتل نے اور قوی کر دیا اور وہ اس وقت تک برقرار رہا۔ گارجیکوف نے اسے بیکنسفیلڈ کی سوانح میں تاریک ترین صفحہ قرار دیا ہے۔ دول نے بعد کی نسلوں کے لئے وہ مسائل و رتے میں چھوڑے ہیں جنہیں قومی زندگی کی طرف سے دول کی حقارت اور انکی غیر دانشمندانہ تدابیر سیاسی نے بہت وسیع و ناگوار بنا دیا ہے۔

بیکنسفیلڈ اپنے مخالفوں کے علی الرغم برلن سے "عزت، آمیز صلح" کا نعرہ لگانا ہوا واپس آیا اور اس کی ظفر منندانہ واپسی پر تمام ملک جوش مسرت سے وجد میں آ گیا۔ جب ٹوریوں کے اصول شہنشاہی نے اپنا پورا پورا زور دکھا دیا کہ وہ ہر طرح کی مبادرت پر آمادہ، توسیع سلطنت کے لئے دلیر، انگریزوں کی قوت تسلط پر متیقن "آزاد اقوام کی نسبت لبرلوں کے روایات اور چھوٹی چھوٹی قومیتوں کی وصف و خوبی کی طرف سے مشکوک اور ایک عمومی پسند قوم کی دھاتوں کی چوہاں والی سیاسیات کی طرف سے منغص و بد دماغ ہے، تو پھر تمام مخالفین ساکت ہو گئے مجلسوں اور انجمنوں نے اپنے ناموں میں "امپیریل"، "شہنشاہی" کا طرہ لگایا اور "حریت پسند حامیان شہنشاہی"، "شہنشاہی کی شان و شوکت اور فتح کے فخر و مباہات میں ٹوریوں سے بھی گوٹے سبقت لیجانے کی فکر میں لگ گئے۔ اس زمانے کے لوگوں میں سے لارڈ سالسبری نے اتنی زندگی پائی کہ اس نے یہ اقرار کیا کہ "ترکی کے معاملے میں ہم نے غلط گھوڑے پر روپیہ لگا دیا تھا" لارڈ بیکنسفیلڈ نے چند ماہ کے اندر اندر روسی حملے کے متعلق اپنے جوش انگیز بیان کو باضابطہ واپس لے لیا۔

دول یورپ

اس کے کام کا ایک نتیجہ یہ باقی رہا کہ اُس نے بسہارک کو معاملات بلقان میں حکم نشہ کی دعوت دی تھی مگر موتر کے بعد جرمنی کل یورپ کی حکم بن گئی، اور اس کی سفارتی طاقت نے انتہائی عروج پر پہنچ گئی، اسے انگلستان کی دوستی اور آسٹریا کے اقلتان دونوں باتوں کا اطمینان ہو گیا تھا۔ پلیوی کی پہاڑیوں کے پہلو میں شہنشاہ فرانس جوزف کے نام کے علامات منقوش ہونے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آسٹریا، جرمنی کی مدد و تائید سے اس دہلیز کی طرف قدم بڑھا رہی تھی جو سلوینیکا سے ملی ہوئی ہے۔ روس نے قسطنطنیہ میں داخل نہ ہونے کا اقرار کیا تھا مگر وہ دیکھ رہا تھا کہ آسٹریا اس کی بہ نسبت بحیرہ روم سے زیادہ قریب ہو گئی ہے اور بحر ہند کی جانب خود اس کے راستے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں حائل ہو گئی ہیں جن کا عدم وجود آس پاس کی سلطنتوں کی سازشوں پر ہے۔ حریص و طمع اور پابوسیوں نے یورپی طاقتوں کو ایک نئی ترتیب میں صف آرا کر دیا۔ روس کو جب برلن میں یوقوف بنا پڑا، تو وہ ٹیوٹنی و سلانی شہنشاہان ثلاثہ کے غیر رسمی لیگ سے آہستہ آہستہ باہر نکل آیا، اور اس طرح یہ اتفاق ٹوٹ گیا، اور زار کی اس کنارہ کشی کی وجہ سے بقیہ دو شہنشاہیاں ایک دوسرے کی حلیف ہو گئیں۔ اپنی عیارانہ تدابیر سیاہ سے بسہارک نے اطلاع کی ۱۸۷۹

بھی اس ٹیوٹنی نظام کے اندر گھینچ لیا اور اس کے موروثی دشمن آسٹریا کے ساتھ اسے متحد کر کے "محالفہ ثلاثہ" مرتب کر دیا، اس مخالف نے تیس برس سے زائد تک ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک ۱۸۸۳

مشرقی و مغربی یورپ کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی تھی۔ فرانس و روس ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور آہستہ آہستہ مشرق و مغرب کا "محالفہ ثنائی" قائم ہو گیا۔ مرابطہ یورپ کے بجائے اب مخالف یک دگر قوموں کی گردہ بندی کا ایک نظام ۱۸۹۵

قائم ہو گیا ہے، جس کا آخری نتیجہ جنگ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس اثنا میں دول کی یہ نئی گروہ بندیاں، یورپ میں قومی جدوجہد کا
التوا اور سیاسی حرص و طمع کا نئے راستوں کی طرف چل نکلتا، ان سب سے
یہی عیاں ہو رہا تھا کہ قومی مخاطرات، قومی حقوق و دعاوی کی نسبت شہنشاہانہ
حفاوت، اور دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لیے وسیع ترین قومی کشاکش کا
ایک جدید دور قائم ہو جائے گا۔ موٹہ برلن کے بعد ہی ایک
پورے براعظم کو یورپین طاقتوں کے درمیان تقسیم کر لینے کی وہ
حیرت انگیز تجویز ظاہر ہوئی جس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یعنی افریقہ
کو اہل یورپ نے آپس میں تقسیم کر لیا۔

افریقہ کی
تقسیم

اس وقت تک اس "تاریک براعظم" اس پر اسرار و پرخطر
سرزمین پر جسے نہ کسی نے قطع کیا تھا اور نہ اس کا کوئی نقشہ بنا تھا، یورپیوں
کی نوآبادیاں صرف کنارے ہی کنارے پر تھیں، ہر ملک کے تحقیق کنندے
دریا کے نیل کے منبع کی جستجو کرنے اور دریائے ٹانگری کا وادی کا
پتہ چلانے میں سرگرم تھے۔ برطانیہ نے برٹن و اسپیک کو روانہ
کیا تھا، اور ایک بن کب سے برتر شخص ہاٹلینڈ کے میک کلی کو
بھیجا تھا جو ٹونگ اسٹون کے نام سے مشہور ہے، یہ شخص
تحقیق کنندہ، ہمدرد بنی نوع انسان، عالم و مبلغ یعنی ہزار برس پہلے کے
قدیم کھلی جہاں گردوں کا ایک سچا نمونہ تھا۔ اس کی شریفانہ و درو انگیز داستان
نے انگریزوں کے خیالات کو مشتعل کر دیا اور افریقہ کے امکانات پر
دنیا کی توجہ منصف ہو گئی۔ ایک وسیع براعظم جس میں زرخیز غیر مزروعہ قطعات
بڑے بڑے ہوئے تھے اس سے یورپ کو روٹی اور غلے کے حصول کی
فوج ہو گئی۔ بربر اور ہاتھی دانت کی فراوان دستیابی نے تاجروں کو
اس جانب مائل کر دیا، اور غلامی کے دردناک حالات اور کافروں
کے بڑے بڑے گروہوں کو مسیحیت میں داخل کرنے کی آرزو نے
مبلغین میں حرکت پیدا کر دی۔ بدروں، تاجروں، مبلغوں اور سائنس دانوں
کی ایک مستشار بروسلز میں لیوپولڈ دوم کے تحت میں جمع ہوئی، اور اس نے

ایک بین الاقوامی انجمن کی بنا ڈالی جو اس ترقی یافتہ صدی کے حسب حال جہاد جاری کرے۔ (جاہ جہا) مجلسیں قائم ہو گئیں اور فرانس، جرمنی اور بھیم سے ہمیں روانہ کی گئیں۔ دفعۃً یہ خبر آئی کہ انسانی و طبیعی خطرات سے مقابلہ کرتا ہوا، ہنری اسٹینلی براعظم کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچ گیا ہے، اور دریائے کانگو کی وسیع وادی کا حال اب پہلی مرتبہ دنیا کو معلوم ہوا ہے، یہ دریا ایک ایسی وادی سے گزرتا ہے جو کسی سمندر کی یادگار ہے۔ ہنری کے مارسیل میں اترتے ہی شاہ لیوپولڈ کے قاصد اس سے ملے اور بادشاہ کے لئے اس کے خدمات حاصل کر لئے۔ وہ بادشاہ کے الچی کی حیثیت سے ۱۸۷۸

بنی نوع انسان کے ساتھ ایک بڑی ہمدردی کے کام پر روانہ کیا گیا، اس کام نے بعد میں کانگو کی بین الاقوامی انجمن کے نام سے شہرت حاصل کی۔ جو لوگ آئندہ کی پرصعوبت حالت کو پہلے سے سمجھتے تھے، ان کے خیالات غلط طور پر ظاہر کیے گئے اور ان پر اعتراضات ہونے لگے۔ نامعلوم دولت کے کشف و حصول کے تجاویز کے ساتھ ساتھ افریقہ کے لئے سرٹوڈوز، شروع ہو گئی۔ فرانس نے اپنی مشرقی نوآبادیوں کی جانب سے دریائے کانگو کی وادی کو اپنے اقتدار میں رکھنے کی کوشش کی مگر فرانس کے شریف ترین افریقی تجسس ڈی پیرا کو اسٹینلی کی مبارکت کی وجہ سے دریائے مذکورہ کے شمالی ساحل پر ٹھک جانا پڑا۔ پرتگال نے صدیوں پہلے سے اس دریا کے دہانے کے قریب قدم جما لئے تھے، اب اس نے ان ممالک کا دعویٰ کیا جو اس کی قلمرو کے مشرقی ساحل کی جانب براعظم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے تھے، اور پرتگالی براعظمی کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کر دینے جس سے انکو اس کے لئے محفوظ ہو گیا اور لیوپولڈ کی انجمن کو سمندر سے منقطع ہو جانا پڑا۔ یہی پہلا موقع تھا کہ جرمنی نے یورپ کے حکم کی حیثیت سے استعماری معاملات میں باضابطہ مداخلت کی۔

مصر میں انگریزوں کا ورود

اس نے اس اعتراض میں فرانس و ممالک متحدہ امریکہ سے بھی سبقت کی کہ انگلستان نے "محبان بنی نوع انسان" کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دی ہے اور برلن میں دوں کے ایک "منشیار" کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ اب صرف دیانے کانگو کی وادی ہی کا مسئلہ زیر بحث نہیں تھا بلکہ کل براعظم کی قسمت معرض بحث میں آگئی تھی۔ افریقہ کے بیرونی حدود کے ہر طرف یورپین طاقتوں نے پہلے ہی سے اپنے اپنے حقوق پیدا کر لیئے تھے اور آگے بڑھنے کے لیے عمل وقوع پر قابض ہو گئے تھے۔ انگلستان نے جنوب و شمال دونوں جانب سے اس معاملے میں سبقت کی۔ محمد علی پاشا کی سعی سے مصر نے گو نہ خود مختاری حاصل کر لی تھی اور نہ سویر کے افتتاح سے انگریزی تجارت کے لیے وادی نیپیل کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی۔ پامرسٹن نے ۱۸۵۰ء میں لکھا تھا کہ "ہمیں مصر سے تجارت کرنے کی ضرورت ہے مگر ہمیں اس کی حکمرانی کے بوجھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے" لیکن اب یہ بوجھ اٹھا لیا گیا ہے۔ جنگ امریکہ کے دوران میں انگریزی کارخانوں کو روٹی مہیا کرنے سے مصر کو ایک طرح کی فوری خوشحالی حاصل ہو گئی تھی مگر اس کی نئی حاصل شدہ دولت کو خدیو اسمعیل پاشا ایشیائیوں کی سی فضول خرچیوں میں غارت کر رہا تھا۔ قومی قدرت بہت سرعت کے ساتھ بڑھ گیا تھا۔ انگلستان و فرانس میں قرضے جاری کیئے گئے مگر سود کی ادائیگی اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ ان دونوں سلطنتوں نے ملک کے نظم و نسق اور مالیات پر اپنا اقتدار نہ حاصل کر لیا، لیکن واقعات نے بہت جلد یہ ظاہر کر دیا کہ یہ انتظام ناقابل عمل ہے، ایک زوال پذیر خدیو کی فضول خرچیوں نے کسانوں کو تباہ کر دیا تھا اور قرض خواہوں کے تباہ کرنے کے آثار بھی نمایاں تھے۔ غلط حسابات شائع کیئے جاتے تھے، آمدنی کے وسائل کا اخفا کیا جاتا تھا، موتر برلن کے موقع پر میٹسویلڈ، بسارک کے اس پیشکش کو نظر شک سے

دیکھتا تھا کہ انگلستان اگر مصر کو ملحق کر لے تو اغماض سے کام لیا جائے گا۔ محمد علی کے وقت سے سلطان کا اقتدار شاہی محض نام کو رہ گیا تھا مگر اب اسی اقتدار سے کام لے کر اسمعیل پاشا معزول کیا گیا اور توفیق پاشا ایک ایسی فلاکت زدہ سلطنت پر متمکن ہوئے جس کی نصف آمدنی قرض خواہوں کے حق میں مکفول ہو چکی تھی، ملک کے لوگ ستم رسیدہ و بددل تھے، فوج کو تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ عربی پاشا کے زیر پادشاهی ایک قومی تحریک پیدا ہوئی، جو ایک حد تک ترکی کے اور ایک حد تک ان بے شمار عمدہ داروں اور دلالوں کے خلاف تھی جو فرانس و انگلستان کی نگرانی کی خدمت انجام دے رہے تھے، عربی بے ایک ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے وزیر جنگ اور پاشا ہو گیا تھا، فوج کے بددلوں کی اعانت سے اس نے کسی نہ کسی طرح ایک ایوان قائم کیا اور جمہوریت کے تجاویز پیش کیے، مگر جب اس نے موازنہ مالی پر ہاتھ ڈالنا چاہا اور قرضے کی حالت خطرے میں پڑ گئی تو پھر قرض خواہوں نے عملی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ سلطان کو ترغیب دیکر ایک سست سا وفد مصر کو بھیجا گیا، اور انگریزی و فرانسیسی جہاز ساحل کے قریب لنگر انداز ہو گئے، دوسری طاقتوں نے ایک موثر کی تجویز پیش کی مگر عربی پاشا نے تو پچھانے تیار کر لیئے تھے اور غیر ملیکیوں کے خلاف عام تشہر نے اسکندریہ میں حملے کی صورت اختیار کر لی۔ سلطان نے نہ تو خود انتظام کرنے کا فیصلہ کیا اور نہ دول کے ان نمایندوں کو آزادانہ کارروائی کی اجازت دی جو قسطنطنیہ میں جمع ہوئے تھے، جب برطانوی رعایا کے تحفظ کا شور بلند ہوا تو گلبرگ اسٹون نے اس کے آگے سر جھکا دیا اور برطانی امیر البحر نے یہ دیکھا کہ اس کے جنگی جہازوں کو دھکی دی جا رہی ہے قلعوں کی جو الگی کا مطالبہ کیا اور اسکندریہ پر گولہ باری کر دی۔ وزیر اعظم پرست سختی کے ساتھ اعتراضات موئے اور اسے نہایت رنج ہوا کہ برائٹ وزارت سے ملحدہ ہو گیا، مگر جب عربی پاشا کی فوج نے

بغاوت
۱۸۸۲ء

شہر پر آتشباری کی اور انہوہ عوام نے شہر کو اچھی طرح لوٹا تو پھر یہ سب اعتراضات رہ گئے۔ فرانسیسیوں کے الگ ہو جانے کی وجہ سے انگلستان نے تنہا کارروائی کی۔ فرانسیسی نہر سوئز کی حفاظت میں مدد دینے پر آمادہ تھے مگر مداخلت میں شریک ہونے سے انکار کرتے تھے۔ دوسرے بقیہ دول نے اس کارروائی پر اعتراضات کیئے مگر ولزلی کی سرکردگی میں، ایک انگریزی ہم نے بمقام تل الکبیر مصری فوج کو بالکل پامال کر دیا اور دول کو اور زیادہ برا فروختہ کرنے کیلئے ولزلی نے نہر سوئز ہی کو اپنا معرکہ بھری بنا لیا۔ اس ہم نے جب قاہرہ پر قبضہ کر لیا تو عربی پاشا نے اطاعت قبول کر لی۔ اس پر مقدمہ چلا کر اسے جلا وطن کر دیا گیا اور اب انگلستان نے مصر میں انڈولاجیری کا نعرہ بلند کیا، اقتدار ثنویہ منسوخ کر دیا گیا اور فرانس نے ایک مالی مشیر مقرر کرنے کی تجویز سے انکار کر دیا۔ مصر میں انگریزوں کی حیثیت کی تشریح کرنے کے لئے ایک گشتی مراسلہ تمام دول کے پاس بھیجا گیا۔ دارالامرا میں، گرنیول نے یہ کہا کہ یہ اختلال (قبضہ) اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ ایک پانڈار، مستقل، اور نافع حکومت نہ قائم ہو جائے۔ مگر گلڈ اسٹون نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ مصر میں انگریزوں کے اس ورود اول کو بالکل یقینی طور پر یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لا شمال افریقہ کی شہنشاہی کا بیضہ ہے اور مقتدرات نے اسے چھوڑ کر دیا کہ جس امر کا اسے خوف تھا ہی طرف وہ قدم بڑھائے۔ سوڈان، مصر کی ایک باجزار ریاست کی حیثیت رکھتا تھا، اور باشی بزوقوں اور دغاکیش پاشاؤں کی بد نظمی کا تختہ مشق بنا ہوا تھا، یہ ملک مصر سے جنوب جانب دور تک پھیلا ہوا ہے، یہاں کی زمین کچھ سیر حاصل اور کچھ شہر ہے۔ یہی ملک غلاموں کی تجارت کی منڈی تھا۔ یہاں ایک سلطان سرگروہ نے جو خود کو ہمدی کہتا تھا آزادی کی جنگ مقدس کا اعلان کر دیا،

اور جن بد دل فوجوں نے عربی پاشا کے ساتھ ہو کر جنگ کی تھی وہ اب اس کی شریک ہو گئیں۔ مصر کی بیرونی چوکیوں کی حفاظت کے لئے خدیو نے ایک انگریز ہکنس پاشا کے تحت میں ایک ناکافی فوج روانہ کی۔ ہکنس پاشا کو امید تھی کہ انگلستان سے مدد مل جائے گی، گریمول نے اس مہم کو روکا تو نہیں لیکن اس یقینی تباہی کی ذمہ داری لینے سے بھی انکار کر دیا۔ دوسرے سرگروہوں کے تحت میں مزید نقصانات اٹھانے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ اس کو لا حاصل قبضہ، کو ترک کر دیا جائے اور سوڈان سے ان مصری قلعہ نشین فوجوں کو واپس بلا لیا جائے، جنہیں مذہبی دیوانوں کے گروہوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس صبر شکن کام کا قرعہ فال جنرل گارڈن کے نام پڑا جس نے اس سے قبل خدیو کی جانب سے اس صوبے پر حکمرانی کی تھی اور بڑے جوش کے ساتھ غلاموں کی تجارت پر اعتراضات کیے تھے۔ اس کی ذات ایک دلی اور ایک جنگجو کے صفات کی عجب مجموعہ تھی۔ ایک ایسے شخص کے تقرر سے جس کی مترادفات پابندی مسیحیت کے باعث دوست قبائل کی دوستی میں فرق آجانا اغلب تھا جو اشتباہات پیدا ہوسے تھے وزارت نے انہیں بلائے طاق رکھ دیا۔ دوسرے روز گریمول نے یہ کہا کہ لا آیا تمہیں یہ یقین ہے کہ ہم نے ایک سخت غلطی کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ "خرد طوم کے راستے میں گارڈن کو خدیو کی طرف سے بے ربط ہدایات ملتے رہے، خدیو سوڈان کو اپنے قبضے میں رکھنے کے خیال سے دل خوش کر رہا تھا اور اس نے "تا وقت ضرورت"، گارڈن کو گورنر جنرل مقرر کر دیا تھا۔ گارڈن کی پر جوش طبیعت نے اسے صراط مستقیم سے ہٹا دیا۔ مرکز حکومت سے دور ہو کر اس نے اپنی نیت بدل دی۔ اس نے پہلے سوڈانیوں سے یہ کہا تھا کہ ملک کے خالی کر دینے کا ارادہ ہے، اب وہ "امجدی کی سرکوبی"، کا ذکر زبان پر لانے اور ملک کے دوبارہ فتح کر لینے کا خواب دیکھنے لگا۔ اس نے اپنی جانشینی کے لئے

جنگ سوڈان
۱۸۸۳

۱۸۸۴

ایک گورنر (والی) کا انتخاب کیا۔ جو ایک قابل حکمران تھا مگر اسکے ساتھ غلامیوں کی تجارت کرنے میں بھی بدنام تھا۔ انگلستان کی وزارت کے اندر سخت اختلاف واقع ہو گیا بعض وزراء گارڈن کو واپس بلا لینا چاہتے تھے اور بعض اس کی تجویز کے موید تھے۔ دفعۃً یہ خبر آئی کہ عربوں کے غول نے بحرِ طوم میں گارڈن اور اس کی فوج کو گھیر لیا ہے۔ وزارت اب اس بحث میں پڑی کہ اسے مدد بھیجی جائے یا نہیں، دوسری طرف وزارت کے فوجی مشیر اس مدد کے وقت، اسکی قوت اور اس کے راستے کی نسبت باہم متفق نہ ہو سکے۔ وزراء کی آرام طلبی کبھی اس حد کو نہیں پہنچی تھی اور کبھی کسی خارجی حکمت علی کے تصفیے کے متعلق اس درجہ کانٹوں میں الجھنا نہیں پڑا تھا۔ سال کے اختتام کے قریب وولزلی کو ایک فوج دیکر مدد کے لئے روانہ کیا گیا، مگر خط استوا کی گرجی، پانی کی کمیابی اور بار برداری کے مشکلات کے مقابلے میں عزم و شجاعت کچھ کام نہ آئی۔ درویشوں نے انھیں پریشان کیا اور اتفاقات و حوادث سے تاخیر ہوتی گئی۔ اُدھر بحرِ طوم میں سیکڑوں نذراہل ہو چکے تھے، سیکڑوں فاقہ کشی میں مبتلا تھے اور سیکڑوں ترک رفاقت کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وسائل مدافعت بھی ختم ہوا چاہتے تھے۔ شہر پر دھاوا کر کے قبضہ کر لیا گیا اور گارڈن قتل ہو گیا۔ بہت کم واقعات ایسے ہوئے ہوں گے جنہوں نے انگریزی قوم کے دلوں میں دلتلاطم پیدا کیا ہو جو اُس فقید المثال سرگروہ کی آخری تنہائی اور اس کی پراسرار موت سے برپا ہوا، جس کی پرجوش ہمدردی نے مصریوں اور خود اس کے ملک و انوں کی نگاہوں میں اسے ایک جیوت ایزر پیر و بنا دیا تھا۔ تمام شہنشاہی غصہ و ذلت کے تلخ شور سے گورنر اٹھی۔ کئی برس تک جہد می اور اس کے جانشین کے ظفر منداناہ انہوہ افواج کے مقابلے میں جنوب کی طرف بڑھنے میں کامیابی نہیں ہوئی مگر انگلستان نے مصر پر اپنا بیڑا مضبوطی سے جمائے رکھا

تا آنکہ جب اس خبر کے موصول ہونے پر کہ گلیڈ اسٹون کے بجائے لارڈ سالسبری وزیر اعظم ہو گیا ہے۔ مصر کے برائے نام بادشاہ سلطان روم کی ہمت افزائی سے یہ عام آواز بلند ہوا کہ "مصر مصریوں کے لیے ہے" (اس وقت بھی یہ گرفت دہلی نہ ہوئی)

انگریزوں کی فریقہ

شمالی افریقہ کی طرح، جنوبی افریقہ میں بھی گلیڈ اسٹون کو پارنا چار ایک ایسی شہنشاہی حکمت عملی کا وارث بنا پڑا جس نے لبرل ذوق کو پریشان کر دیا، انگریز اس سے پہلے ہی اپنے مشرقی ساحلی حدود کو کیپ کالونی سے بڑھا کر ٹینال تک پہنچا چکے اور دریائے آرخ سے گزر کر مغربی گریکو الپینڈ کے معادن الماس کو ہضم کر چکے تھے۔ ادھر نیپیل روڈز کا قزود فتح ممالک کے نئے تجاویز کی بشارت اپنے ساتھ لایا، انگریزی اور ڈچی صوبوں کی متفہمت کی تجویز ہوئی مگر اس میں اس وجہ سے دشواری پیش آئی کہ کیپ کالونی اپنی نئی نئی حکومت پر نازاں تھی اور ٹرانسوال کو اپنی تجارتی آزادی کا خیال تھا۔ ۱۸۶۸ء میں ٹرانسوال نے علیج ڈلیگو کو ملحق کر لیا تھا، اور جب جمہوریہ فرانس کے رئیس کی حکیم کے موافق ڈلیگو پر نگالیوں کی قسمت میں آ گیا، تب بھی بوٹروں نے پرنگال سے معاہدہ کر کے سمندر کی طرف ایک ایسا منفذ پیدا کر لیا جو برطانیہ حکومت سے باہر تھا، مگر ٹرانسوال کے ذرائع مدافعت کمزور تھے، حکومت میں فرقہ بندیوں نے حالت ابتر تھی اور جب جنوبی افریقہ کی متفہمت کا وجود میں آنا قریب الوقوع معلوم ہونے لگا تو بوٹروں کی ایک قلیل جماعت اتحاد کی طرہ فرما ہو گئی۔ ان کی آواز بڑے ذوق شوق کے ساتھ کل جمہوریت کی آواز قرار دیدی گئی۔ اور پینسفلڈ کی شہنشاہی حکمت عملی کی مخالفت میں، اس کی حکومت نے ٹرانسوال کو ملحق کر لیا اور اس کی مدافعت کی ذمہ داری پھر برطانیہ کے سر آ پڑی، مگر انگریزی حکومت سے ڈچوں کا عناد کسی شرح کم نہیں ہوا تھا اور نہ دیسیوں کے مسئلے میں انگریزی مداخلت کی جانب سے ان کی بے اعتمادی میں کسی طرح فرق آیا تھا۔ انگریزی مبلغین

اور ہمدردان نبی نوع انسان کے مشوروں سے بوٹر متنفذ ہو گئے۔ وہ اپنی ہر طرف سے منقطع زراعت کا ہوں اور گرد کے قبائل کے خطرات کو خود ہی اچھی طرح سمجھتے تھے اور اپنے نوکروں سے گینڈے کے جڑے کے کوٹروں سے کام لینا جانتے تھے۔ اس الحاق کو بیچ و خفتہ کے ساتھ کسی حد تک منظور کر لینے کا باعث صرف یہی تھا کہ شاہ سیٹوا یو کے تحت میں قوم زولو کی طرف سے فوری خطرہ درپیش تھا اور نیٹال و ٹرانسوال دونوں اس کی زد میں تھے۔ کیپ کے گورنر سر بارٹل فریر نے سیٹوا یو سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ان وحشی غولوں کو منتشر کر دے جن کے یہاں سناکت اس وقت تک جائز نہ تھی جب تک کہ ان کی بچھیاں خون میں نہا نہ لیں۔ زولو سردار نے اس کا جواب تک دینا گوارا نہ کیا۔ پس برطانوی فوج نے فوراً ہی زولو لینڈ پر حملہ کر دیا۔ انگلستان سے کسی قسم کی کانی امداد نہیں بھیجی گئی اور بہت سے بوٹر جو بیدل سے تھے وہ بھی رک گئے۔ فوج کا سپہ سالار لارڈ چمپفورڈ جنوب افریقہ کے طریق جنگ سے ابھی نا آشنا تھا۔ اس نے اپنی فوج کو منقسم کر دیا، اسکی سرخ رسانی کا انتظام ناقص اور اس کی لشکر گاہ غیر محفوظ تھی۔ اس کی افواج میں سے ایک فوج اسپینڈیلوانا میں بالکل نیست و نابود کر دی گئی اور نیٹال صرف راک ڈرنٹ (چشمہ راک) کے بہادرانہ مدافعت کی وجہ سے بچ گیا، جہاں براہیڈ و چارڈ دو لفٹنوں نے اسی آدمیوں کے ساتھ بالو کی بولیوں اور خالی پیوں کی بارٹھ بنا کر زولو فوج کو روکے رکھا۔ لیکن سرگارنٹ وولزی کے انگلستان سے کمک لیکر آنے کے قبل ہی چمپفورڈ، الینڈی میں زولو ڈن کو شکست دے چکا تھا۔ ان کا ملک تقسیم کر دیا گیا اور پریٹوریا میں وولزی نے فاتح کی حیثیت سے ٹرانسوال کے شاہی نوآبادی ہونے کا اعلان کر دیا، اس پر زور و خود مختار جمہوریت کے لئے ہر طرح کی نیابتی تنظیمات سے انکار کر دیا، اور اس اعلان کے ساتھ ایک انگریزی حکومت قائم کر دی کہ جب تک آفتاب روئے زمین پر

چمکتا ہے اور دریا سمندر میں گرتے ہیں اس وقت تک برطانی اقتدار
 یہاں قائم رہے گا لیکن جنگ زولو کے دوران ہی میں فوج سینڈریور
 کی مجلس کی طرف رجوع اور اپنی خود مختاری کا مطالبہ کر چکے تھے۔ انہوں نے
 گلیڈسٹون کے برسر اقتدار ہو جانے کا انتظار کیا کیونکہ اس نے اپنی
 ہم مدلو تھن کی تقریروں میں بیکنسفیلڈ کے ٹرانسوال کو ملحق کر لینے
 کے متعلق لندن طعن کی تھی اور بوٹراس سے یہ خیال کرتے تھے کہ اس نے
 ان کی کامل آزادی کا اقرار کر لیا ہے مگر جب لبرل متقیقیت کی تجویز میں
 لیت و عمل کرنے لگے اور دیسیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے معاملے
 میں تذبذب میں پڑ گئے تو بوٹروں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ انہوں نے
 جمہوریت کا علم بلند کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنے سپاہیوں
 کو صلح ہو جانے کا حکم دیدیا۔ وزارت نے اپنے اقرار کو واپس لے لیا
 اور حکومت خود اختیاری کو اس وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا جب تک کہ
 وہ ملکہ کے اقتدار کو بزور تسلیم نہ کر لے۔ پھر ایک مرتبہ ایک صلح جو فریق
 کشاں کشاں جنگ میں مبتلا ہو گیا۔ بوٹروں کی طاقت کا اندازہ کم کیا گیا،
 سر جارج کالی کی فوج نا کافی تھی اور اس کی ذاتی شجاعت و بسالت مصیبت
 کو پٹ نہیں سکتی تھی۔ بوٹروں کی کچھ جماعتوں نے انگریزوں کی قلعہ گیر
 فوجوں کا محاصرہ کر لیا، اور بقیہ نے ٹینال پر حملہ آور ہو کر مقام لیننگنگ
 میں امدادی فوج کو سپا کر دیا۔ ایک مہینے بعد کوہ مجوبا کی تاخت میں
 کالی مارا گیا اور اس کے سپاہیوں کو دوسو بوٹروں کے ایک دستے
 نے شکست دیدی۔ یہ تباہی فوجی حیثیت سے اگرچہ ایک خفیف سی بات
 تھی مگر اس کے سیاسی نتائج بہت ہی اہم ہوئے۔ ایک ایسی حکومت
 جس نے اولاً بوٹروں کی ہمت افزائی کی اور پھر ان سے لڑنے کی
 ٹھان لی، اسے صلح کرنا پڑی۔ گلیڈسٹون تقریر کرنے میں جیسا با عظمت
 تھا کام کرنے میں ویسا ہی زبون تھا، بظاہر قوت کے مقابلے میں اس طرح
 رہ چکا دینے سے بوٹروں کی ہمت بڑھ گئی اور اہل برطانیہ کا غصہ بھڑک اٹھا۔

وزارت اور ٹرالسوال دونوں جگہ تلخ و تند مباحثات ہونے کے بعد حکومت خود اختیاری عطا کر دی گئی مگر غیر ملکی معاملات کی نگرانی تاج کے لئے محفوظ رکھی گئی اور ایک رزیڈنٹ، پریٹوریا میں مقیم کر دیا گیا۔ تین برس بعد لندن کی مجلس عارضی نے "جمہوریہ جنوبی افریقہ" کا نام بحال کر دیا اور "دہ اقتدار شاہی" کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ بوٹروں میں اپنی ذات پر نیا اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور اسی بنا پر وہ متفقیت کی ان تجاویز کے خلاف ہو گئے جو کینپ کالونی کے ڈچوں نے اپنے (معاهدہ افریقی) میں پیش کیے تھے۔ شہنشاہی کے تمام تجاویز کے بالمقابل وہ بھان وول اس چھوٹے سے ملک کے ساتھ وابستہ رہے جسے انھوں نے سینہ سپر ہو کر بچا لیا تھا اور ان سے جس طرح بھی ہو سکا اس بے فیض سرزمین میں اپنی گزراوقات کا سامان ہیا کرتے رہے۔

۱۸۵۴

اسی دوران میں ایک رقیب سلطنت انگریزی حدود کے قریب پہنچ گئی تھی، گزشتہ دس برس سے جرمنی اپنے کچھ لوگوں کو بطور بدرتے کے افریقہ روانہ کر رہی تھی۔ ہسارک اس وقت تک غیر ملکی مبادرات کے خلاف تھا وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ معاہدوں کے ذریعے سے کوئٹہ رکھنے کے مقامات حاصل ہو جائیں، مگر اب ایک استعماری فریق کی ترقی نے اسے اپنی روش کے بدلنے پر مجبور کر دیا۔ جرمانی تاجر ڈومیر الینڈ میں داخل ہو گئے، برطانوی اس ملک کو اپنے حلقہ اثر میں سمجھتے تھے مگر انھوں نے اپنے قبضے کو موثر بنانے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی تھی، مگر اب جرمانیوں کی مستعمری سے اور بوٹروں کے ساتھ ان کے اتحاد پیدا کر لینے کی سازشوں سے خوفزدہ ہو کر کینپ کالونی نے (جس نے حال ہی میں حکومت خود اختیاری پائی تھی) خلیج ویلفش پر قبضہ کر لیا لیکن واؤٹنگ اسٹریٹ نے اعتناء کی اور اندرون ملک کو جرمانیوں کے قدم بڑھانے کے لئے چھوڑ دیا۔ جرمانی چپکے ہی چپکے اور قریب کھسک آئے اور خلیج اینگرا پیوٹا پر قابض ہو کر ایک قلعہ زمین

جرمانی و فرانسیسی
مستعمرات

کو بھی بطور حد فاصل کے لے لیا۔ جس سے کیپ کالونی اور دیپائے آرچ کے جنوب کے اطراف محدود ہو گئے۔ اس سے ایک جدید نازک شہنشاہی مسئلہ پیدا ہو گیا۔ نوآبادیاں صرف وزارت استعماری کے توسط سے اعتراض کر سکتی تھیں، اور لسمارک نے وزارت خارجہ کے سوا (جس نے یہ مراعات کی تھی) اور کسی محکمہ کے ساتھ مراسلت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ "انگلستان، افریقہ میں دوسری قوموں کی ہمسائیگی کے خلاف ایک طرح کا اصول مندرجہ قائم کر رہا ہے" مجلس وزرا اور دفتر خارجہ لندن میں بیٹھ کر نوآبادیوں کے معاملات کے متعلق جو بین الاقوامی قراردادیں مرتب کرتے تھے ان کے خطرات کی نسبت اس مسئلے سے ایک سخت انتباہ حاصل ہو گیا گلیڈسٹون نے جرمانی کو ایک استعماری طاقت کی حیثیت سے لٹیک کہا اور "اسے مذہبی اہم مقاصد کے انجام دینے میں اپنا شریک و سہم قرار دیا" گرنویل، سوڈان کے نازک مسئلے میں پھنسا ہوا تھا، اسے جرمانوں کے استعماری مقبوضات حاصل کرنے پر ذرا بھی رشک و حسد نہیں تھا "مصر کے پر امن قبضے اور جرمانوں کی خیر سگالی کے معاوضے میں ساحل کا ایک بخر سا ٹکڑا دینا ایک بے حقیقت سا معاوضہ معلوم ہوتا تھا، مگر کیپ کالونی کے لوگ اسے دوسری ہی نظر سے دیکھتے تھے، وہ یہ دیکھتے تھے کہ جرمانی جب بڑھیں گے تو وہ بالکل ہی ان بوڑھوں سے لمجائیں گے جو دریائے ہارٹس سے گزر کر مغرب کی جانب بڑھ رہے تھے جب یہ افواہ پھیلی کہ ساحل زولو کی طرف جرمانوں نے خلیج پر قبضہ کر لیا ہے تو ایک کروزر (گرد آدر جہاز)، برطانوی علم نصب کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس خبر سے کیپ والوں کا انتشار اور بڑھ گیا، کہ ان کی سرحدوں پر ماہر جرمانی گھاسٹے اپنی کارستانیوں میں سرگرم ہیں اور ویسی سردار اور وہ برطانوی قناصل جو انکی خاطر مداراست

کرتے ہیں دونوں انکی فریب کاری کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ مغربی ساحل کی طرف جرمانی، کیمروں اور ٹوگو لینڈ میں دخل ہو کر فرانس و انگلستان کے درمیان حائل ہو گئے تھے، ۱۸۶۶ء کی ایک تجویز کی متابعت میں وہ ایک نوآبادی قائم کرنے کے لئے یہ مقام زنجبار مشرقی ساحل میں داخل ہو گئے اور چند سال کے اندر اندر فخر یہ کہنے لگے کہ "افریقہ کی بڑی پڈنگ پر جرمنی کی سیاہ مرچیں چھڑکی ہوئی ہیں" فرانسیسی سنگال سے، دریائے نایگر کی طرف بڑھے اور صحرا کو عبور کر کے شمال مغربی افریقہ کو اپنی تسلیم میں داخل کر لیا تھا۔ خلیج شاڈ کی جانب سے انکا راستہ سوڈان اور مغربی ساحل کی انگریزی نوآبادیوں کی طرف کھلا ہوا تھا، اور ایتھوپیا کی طرف سے وہ دریائے کانگو کے وادی میں داخل ہو سکتے تھے۔

لسارک نے جس وقت برلن میں مستشار طلب کی ہے اس وقت متضاد اغراض کے تضادم باہمی کی کیفیت وہی تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ دول نے اپنے دعوای کے تعین پر اتفاق کیا اور "جائز حسب قانون الحاق" کے لئے قواعد مرتب کیے اور اس کے ساتھ (حد فاصل) اور جہاں الحاق کی ضرورت نہ ہو وہاں) "حلقہائے اثر" کے نئے مسلمات قرار دیئے، اور آزادانہ تجارت اور بڑے بڑے دریاؤں میں آزادانہ جہاز رانی کے لئے قواعد متعین کیئے۔ کانگو کی بین الاقوامی انجمن کو وسطی افریقہ میں، وہ وسیع مملکت جس کا وہ مطالبہ کر رہی تھی، اس شرط کے ساتھ باعنا بطہ دیدی گئی کہ تجارت کے لئے اجاروں کی اجازت نہ ہوگی، اور غلامی کو اٹھا دیا جائے گا۔ برلن کی اس قرار داد پر دستخط ہوئے دیر نہیں ہوئی تھی کہ شاہ لیوپولڈ نے یہ اعلان کر دیا کہ اسٹینلی نے جو زمینیں ملحق کی ہیں وہ لیوپولڈ کی ذاتی ملک ہیں اور کانگو فری سٹیٹ (آزاد سلطنت کانگو) اس کے تہا اقتدار شاہی کے تحت میں ہے۔ مستشار برلن کے موضوعات و مسلمات حصول غنیمت کی عیارانہ تک و دو میں پادہ ہوا ہو گئے

برلن

اور لاہدروی انسانی کی جہد عظیم، کا انجام یہ ہوا کہ حصول مقبوضات کی دوڑ میں کسی بات کا بھی خیال نہ رہا۔

افریقہ کی تقسیم

یورپ کی قومیں افریقہ میں حصے بے تحاشا کوڈ پڑیں۔ جو شخص تھے وہ فاتح بن گئے اور بیس برس کے اندر یورپ نے عاقلانہ تیز رفتاری کے ساتھ ایک پورے براعظم کے حصے بخر کر لئے اور اپنی مہموم سرحدوں کو غیر معلوم حدود تک پہنچا دیا تا آنکہ تقسیم کے لئے کچھ باقی نہیں رہا۔ بجز اس کے کہ کمزور ترین فاتحوں کو نقصان پہنچا کر ان سے کچھ حصین لیا جائے۔ جرمنی اس مستشار سے ایک استعماری طاقت بن کر نکلی جو کیمبرون اور ٹوگولینڈ کی مالک تھی، مشرقی افریقہ میں ایک نوآبادی کی حفاظت کے لئے منشور شہنشاہی اس کے ہاتھ میں تھا اور جنوب مغربی افریقہ میں پہلے ہی اس کے قدم جم چکے تھے۔ فرانس کو ایک مربوط و یکجہنس قطعہ پر تسلط حاصل ہو گیا جس کی وسعت مالک متحدہ امریکہ کے رقبے سے دس لاکھ میل زیادہ ہے۔ یہ قطعہ ارض الجزائر (الجزائر) اور ٹیونس (ٹونس) سے کانگو تک اور سنگال سے بحر الغزال تک پھیلا ہوا ہے۔ جرمنی و فرانس کے استمزاج سے دریائے زیمبزی کے تمام علاقہ جاست لمحہ کا دعویٰ کیا تاکہ وہ جنوبی افریقہ میں موزمبیق سے انگولا تک اپنی شہنشاہی قائم کر سکے مگر انگلستان نے اسے روا نہیں رکھا۔ اطالیہ نے اپنا اثر بحیرہ احمر کے ساحل کے آس پاس وسیع کیا۔ انگلستان نے اپنی تجارتی کمپنیوں کے متروک طریق کو پھر جاری کیا۔ چنانچہ نائگر کمپنی مغرب کی طرف فرانسیسیوں کے بڑھنے میں مزاحم ہوئی۔ ایک ایسٹ افریکن کمپنی (کمپنی مشرقی افریقہ) جمیلوں کے پار اور وادی نیل میں جریانیوں کے بڑھنے میں سدراہ بن گئی۔ ادھر سیسل روڈز نے اپنے بلند بانگ اصول "از راس تا قاهرہ" کا صورت پھونکنا شروع کیا، حامیان شہنشاہی کی صفوں میں ییلنگ پہلے ہی سے بلند تھا، پس (روڈز نے اسی ہون کی بنا پر)

تمام رقبوں کے علی الزعم زیمسی پر قبضہ کر لینے کے لئے اس وقت افریقہ
 کمپنی، یا "چارٹرڈ کمپنی"، (کمپنی جنوبی افریقہ یا کمپنی منشور یافتہ) قائم کی۔
 پچو اٹلیمنٹ ملحق کر لیا گیا، بہت بڑا قطعہ ارض جو روڈیشا کے نام سے مشہور
 ہے اس پر بھی قبضہ ہو گیا، اور کیمپ کالونی سے کانگو اسٹیٹ تک
 کے تمام زرخیز وسطی علاقے اپنے تحت تصرف میں لاکر برطانیوں نے بوٹروں، جزیروں
 اور پرتگالیوں کی حصول وسعت کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب
 یورپی طاقتوں نے اپنے باہمی حدود کو متواتر قرار دادوں کے ذریعے سے
 منضبط کرنا چاہا۔ انگلستان اور منشور یافتہ کمپنی کے ساتھ قبضہ معاہدات
 نے جرمنی کو یہ حق دیدیا کہ پرتگال اگر کبھی اپنی نوآبادیوں کے بیٹھے
 پر مجبور ہو تو جرمنی انھیں خریدے۔ زنجبار اور یوگنڈا کے قبضے کے
 عوض میں انگلستان نے مدعا سکر پرنسپلس کی تحمیت تسلیم کر لی،
 اور ہلیگولینڈ، جرمنی کو دیدیا، بسہارنگ مدتوں سے اس موقع کے
 حصول کا آرزو مند تھا۔ کیل کا اس نے پہلے ہی الحاق کر لیا تھا اور
 اب وہ نہر بالٹک کا افتتاح کر کے اپنی شہرت میں اور چار چاند
 لگا دینا چاہتا تھا، اس نے انگلستان کو یہ طعمہ دیا کہ اس سے روس
 کو جانے کا ایک آسان راستہ مل جائے گا اور (ہلیگولینڈ کی) اس حوالگی
 سے باہمی نیک خواہی کو تقویت ہوگی۔ گرنیویل نے اس کا خشک جواب
 یہ دیا تھا کہ جب اطر کی حوالگی سے اسپین کے ساتھ ہمارے
 عمدہ تعلقات مستحکم ہو جائیں گے۔ وہ اس معاملے پر "دوستانہ غور و فکر"
 کے لئے رضامند تھا مگر یہ تبادلہ لارڈ سالسبری کے لئے اٹھار کھا گیا تھا۔
 وزارت جنگ اس مقام کو قبضے میں رکھنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں
 سمجھتی تھی مگر حکمہ بحری اس کے محل وقوع کی جنگی اہمیت پر زور دیتا تھا۔
 پارلیمنٹ اس مسئلے پر مدتوں بحث مباحثہ کرتے رہنے کے بعد وفاق
 شدید مخالفت کو ترک کر کے رضامندی کی طرف مائل ہو گئی۔ اس معاہدے
 کے ذریعے سے انگلستان نے یہ حق بھی حاصل کر لیا کہ اسے اپنے

معاہدات تقسیم

کیپ اور قاہرہ کے ممالک کے لانے کے لئے جرمانی سرزمین سے آزادانہ آمد و رفت کا موقع دیا جائے گا۔ معہذا اس نے سوڈان کی سرحد کو کانگو سٹیٹ اور نیل کے آبشاروں سے ملا دیا۔ یہی معاہدہ تھا جس کی بنا پر انگلستان نے باوجود اس کے کہ فرانس سے جنگ ہو پڑنے کا بالکل یقین ہو گیا تھا، پھر بھی اس فرانسیزی فوج کو فٹووائے نکالنے کا دعویٰ کیا جو مارچ ۱۸۹۸ء کی سرکردگی میں اس عینے میں وہاں پہنچ گئی تھی جس عینے میں انگریزوں نے سوڈان کو دوبارہ فتح کیا ہے، جس پر طوم کی جانب ایک آبشار سے دوسرے سے آبشار تک ریل بڑھائی گئی اور جنگ ہائے اٹھارا اور امدان میں برطانی فوجوں کے ساتھ مصری فوجیں بھی شریک ہو گئیں۔ یہاں درویشوں نے جو ازمنہ وسطی کی سی زرہ و حریر پہنے ہوئے تھے، اٹھالی شجاعت کے ساتھ بے درپے حملے کیے مگر ہلاکت انگیز نیکسٹم توپوں نے ان کے پرچے اڑا دیئے اور دو روز بعد برطانی و مصری جھنڈے اس مقام پر لہرانے لگے جہاں کارٹون نے جان دی تھی۔ اس قبضے کے متعلق اصول کے اعتراضات کے جواب میں آزادانہ تجارت اور قرضوں پر سوڈان کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا اور سوڈان، انگلستان کے زیر حمایت آ گیا۔ اب صرف شمالی ساحل تقسیم کے لئے باقی رہ گیا تھا، اور مسائل گفت و شنید کے بعد خود انگلستان نے سن ۱۸۹۸ء میں اور جرمنی نے ۱۹۱۱ء میں مراکو کو فرانس کے لئے مختص کر دیا، سن ۱۸۸۸ء میں لارڈ سالسبری غیر سرکاری طور پر طرابلس کو اطالیہ کی نذر کر چکے تھے، اب سن ۱۸۹۸ء میں فرانس نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ سوائے ہمیش کے کوئی حصار کے اب افریقہ میں کچھ باقی نہیں رہ گیا۔ دس بارہ برس کے اندر اندر یورپی قوموں نے اس وسیع براعظم کو اپنے خارجی اقتدار ستارے کے خدو میں لے لیا۔ اُس وقت کے اس براعظم کے اغراض سیاسیات یورپ کے حوادث، واقعات سے ملکر اسی میں غلط ملط ہو گئے ہیں

اور اہل یورپ کی آپس کی کشاکشی سے جو جنگ بھی پیش آجائے اس کے گرداب میں، ان دور افتادہ و بیخبر اقوام کے پھنس جانے کا خطرہ ہمیشہ لگا رہتا ہے؛

انگلستان
و معاملات خارجہ

فقوحات کی تگ و دو، حفیہ معاہدات، جنگ کے سپہ اندیشے (جن کا اظہار صرف اُس وقت ہوتا تھا جب خطرہ گزر جاتا تھا) ان تمام امور نے انگلستان کے اہل دانش و بینش کو فکر مند بنا دیا تھا، سمجھٹانے لکھا تھا کہ اگر وزیر اس امر پر مجبور ہوں کہ اپنے غیر ملکی معاہدات کے واجب العمل ہونے کے قبل اسی صفائی کے ساتھ ان کی تشریح کر دیں جس طرح وہ ملکی معاملات کے قانونی صورت اختیار کرنے کے قبل ان کی تشریح تو بھیج کرتے ہیں تو خارجی حکمت عملی میں، ہمارا طریق کار زیادہ مردانہ اور زیادہ واضح ہو جائے، اس کا خیال یہ تھا کہ دوسرے ممالک کے باشندے اکثر انگریزوں کے تنظیمات سے حیرانی میں پڑ جاتے، انگریز مدبروں سے پریشان ہو جاتے اور انگریزی اخباروں سے غصے میں آ جاتے ہیں۔ یہ تمام چھپ چھپ گیاں اسی طرح رفع ہو سکتی ہیں کہ قوموں کے درمیان علانیہ مباحثے ہو کر ہیں، لیکن علاوہ بریں اس پارلیمنٹی حکومتوں اور مطلق العنان درباروں کے باہر جہاں بحث مباحثے کا دستور نہیں ہے، علانیہ معاملات کے طے کرنے میں بڑی دشواری حائل ہو گی، یہ ایک مزید سوال خود انگلستان کے مقتضائے طبیعت کا ہے، شہنشاہی کے بحر متواج نے اہل انگلستان کو محض قومی خطرے کے احساس سے بلند تر سطح پر پہنچا دیا تھا، اور یورپ کی ترقی سے وہ بالعموم لاپرواہ سے ہو گئے تھے۔ ان کی نظریں دنیا کے اطراف و اکناف پر پڑ رہی تھیں تیسری دفعہ کے مسورہ اصلاح کے وقت حکمراں طبقات نے کچھ اندیشہ اس امر کا ظاہر کیا تھا کہ خارجی معاملات کی روانی و تسلسل پر نئی عمومیت کا مضر اثر پڑے گا اور لفظاً نہیں مگر معنی یہ قرار پا گیا تھا کہ خارجی حکمت عملی فریقانہ جنگ و جدل سے ملحدہ رہے گی اور دونوں جانب کے سربرآوردہ ارکان

کے اتفاق آراء سے۔ طے ہوا کرے گی۔ پارسسٹن کے وقت سے
وزرائے خارجہ اکثر دارالامراہی کے رکن رہے ہیں اور یہ دستور
۱۹۰۵ء تک جاری رہا ہے۔ درحقیقت بیرونی معاملات کی کارروائی
پارلیمنٹ کے دائرہ عمل سے نکال لی گئی تھی۔ ایک ایسی قوم جو اپنی
جراثیمی طابعت پر اعتماد رکھتی تھی اس نے اس معاملے پر کچھ خیال ہی نہ کیا
اور یہ معاملہ بالابہی بالا اس کی دسترس سے نکل گیا۔ اس طریقے میں
عملی سہولت یہ ہوئی کہ قوم صرف وطنی معاملات کی روش کے متعلق
وزرا کو مقرر و برطرف کر سکتی تھی اور غیر ملکی معاملات میں کسی قسم کی
دست اندازی نہیں ہوتی تھی۔ ذمہ داری کی کمی یہ رنگ لائی کہ غیر ملکی معاملات
سے عام بے تعلقی میں اور اضافہ ہو گیا۔ جب پارلیمنٹ کے ایک رکن نے
اپنے طور پر یہ تحریک پیش کی کہ ”بغیر پارلیمنٹ کی رضامندی کے جنگ میں
مبتلا ہو جانا، ایسے معاملات کا معاہدہ کرنا جن سے قوم پر اہم ذمہ داریاں
عائد ہوتی ہوں، اور شہنشاہی میں نئے مالک کا اضافہ کرنا کسی طرح منصفانہ و
عاقلانہ فعل نہیں قرار دیا جاسکتا،“ تو گلینڈ اسٹون نے حیثیت وزیر اعظم
کے ایسے دور رس تغیر کو دارالعوام کی ایک مرتبہ کی رائے پر فیصلہ کر دینے
سے انکار کر دیا (اور یہ خیال ظاہر کیا کہ) نازک و پیچیدہ مراسلات ساری دنیا
کو دکھا کر نہیں ہو سکتے اور چونکہ ایک خفیہ مجلس کی بہ نوع ضرورت ہوگی
اس لئے خارجی معاملات کو حکومت عاملانہ کے ہاتھ میں چھوڑ دینے کے
سوا کوئی مضر نہیں ہے۔ الحاق کے متعلق اس کی رائے قطعی یہ تھی کہ
شہنشاہی کا توسع (فی نفسہ) پر از خطر ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی خطرہ
فوری محسوس نہ ہوتا ہو، مگر خارجی معاملات کی طرح شہنشاہی معاملات کو
عام بحث مباحثے سے علیحدہ کر لینے کی کوئی قرار داد نہیں ہوئی تھی اور تقریباً
شہنشاہی کے مسائل لبرل فریق کو دو حصوں میں تقسیم کر دینے والے تھے۔
چہرہ دست حامیان شہنشاہی یعنی لا جنگو، اور لبرل کمینٹی حامیان انگلستان
خورد، مسکے تجاوات میں معدودے چند ریڈیکل (استیصالی) جو اب تک

کامیابی کے مقتدرات پر جھمپے ہوئے تھے، ہوا ہو گئے اور لارڈ روروزی کی سرکردگی اور جرنل پیپیر لین کے حاوی و غالب اثر کے تحت میں ایک "لبرل شہنشاہی فریق" پیدا ہو گیا، پیپیر لین کے اس رجز سے کہ "ہر چیز کو شہنشاہی نظر سے دیکھو" تمام ملک گونج اٹھا۔ لبرلوں کے اس نظریے نے لارڈ سالسبری کو آمر مطلق بنا دیا۔ سالسبری نے اگرچہ غیر عملی معاملات کے لئے ایک مجلس کے قیام کا خیال ظاہر کیا مگر ساتھ ہی اتنی عمل کی ضرورت پر بھی زور دیا تاکہ انگلستان قطبیت کے ساتھ اپنی آواز بلند کر سکے۔ لارڈ سالسبری شہنشاہی کا پر زور حامی تھا، اس کی خارجی حکمت عملی شہنشاہی کے تابع تھی۔ جب گائٹا اور وینٹرولا کے حدود کے متعلق ملک متحدہ امریکہ کے ساتھ نا اتفاقی ہو گئی اور ٹریس جمہوریہ کیپولیٹ نے اصول منرو پر قائم رہنے کا بہت شد و مد کے ساتھ دعویٰ کیا تو دونوں کی ہوشمندی نے جنگ کے امکان کو باطل کر دیا اور یہ تنازعہ حکیم کے سپرد ہو گیا۔ جزائر برطانیہ نے اب چھٹی وسیع ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تھی، اس کے لحاظ سے برطانیہ اغراض کے لئے امن سب سے زیادہ مقدم تھا اور دونوں فریق براعظم کے معاملات سے علیحدہ رہنے پر متفق تھے۔ برطانیہ عظمیٰ بغیر کسی رفیق و حلیف کے اپنے اسی انداز فکر و عمل کی حالت پر قائم و برقرار ہے۔

شہنشاہی طریق، برطانوی امن و اطمینان کے زمانے میں قائم ہوا تھا۔ اس کا انتظام ایک اسی جنگ کے عالم میں ہونے والا تھا جس میں توازن قوت از سر تاپا تبدیل ہو گیا تھا۔ مستشار برلن نے تسلط عالم کی تقسیم کے لئے شیطانی کشاکش کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ابھی افریقہ کی تقسیم جا رہی ہی تھی کہ نئے مواقع اور نئے بازاروں کے لئے جنگ کا رخ ایشیا کی طرف پھر گیا۔ فرانس نے نیپولین سوم کے تحت میں مشرق میں شہنشاہی توسع کا آغاز کر دیا اور ٹریس برس کی جنگ کا خاتمہ کوچوں، چائنا، کیمبوڈیا، انام اور ٹانگن کو اپنے قبضے میں لا کر کیا تھا۔

ایشیا کی تقسیم

وہ بالائی ہر ما میں قدم جانے کے خیال میں تھا کہ وائسرائے ہند نے اس کو بھیج کر لیا۔ یورپین قوموں کی چینی تجارت کی سرستی نے حریمانہ تجویزوں کے وہ شعلے بلند کیے کہ نیپولین اعظم کے وقت سے ایسی تجویزیں کبھی بروئے کار نہیں آئی تھیں۔ جنگ چین و جاپان نے فارموسا اور پسکیڈوز، جاپان کو لادیسے جزیرہ نمائے لیوٹانگ سے جاپان سے چین کو واپس دلانے کے لیے فرانس، روس اور جرمنی کے اتحاد نے یورپ کی وسیع الاثر دراندازیوں کا دروازہ کھول دیا۔ دہلیوں کے قتل کے معاوضے میں جرمنی نے جبراً ضلع کیا چائو کا پتہ حاصل کر لیا، بندرگاہ سنگ چو کو قلعہ بند کر لیا اور اپنے بحری و فوجی حلقہ اثر کو اور بڑھا دیا۔ اس کے بعد روس نے پورسٹ آرٹھر او ٹیلنوا ان کا پٹ لیا اور آخر کار ایک ایسی بندرگاہ حاصل کر لی جو برٹش سے پاک اور معتدل سمندر پر واقع تھی۔ برطانیہ عظمیٰ نے بھی اپنے برابر کرنے کے لیے پانگت کے طور پر دی مے وی اور کولون کا پٹ لے لیا اور اس کے ساتھ سنگھالی کے مستقر کو بھی وسعت دیدی، اندرون ملک میں نئے معاہدے بن گئے اور دریائے پانگسی کی وادی میں اپنے حقوق تسلیم کر لیے۔ فرانس نے اپنی باری میں کوان چو ورن کے پٹے اور دریائے پانگسی تک کے حلقہ اثر کا مطالبہ کیا جس میں ریلوے لائنیں اور پٹے کے حقوق خاص بھی شامل تھے۔ چین کی ناگواری باکسروں کی شورش اور غیر ملکی سفارت خانوں پر حملے کا سبب بن گئی اور ایک "وحشی دشمن" سے انتقام لینے کے لیے جو یورپین فوج بھیجی گئی اس کا انداز اس نصیحت سے ظاہر ہو گیا جو شہنشاہ جرمنی نے اپنی فوج کو کی تھی کہ اپنے ہتھیار سے اس طرح کام لو کہ آئیندہ ہزار برس تک بھی کسی چینی کو یہ جرات نہ ہو کہ وہ کسی جرمنی کو آنکھ بھر کر دیکھ سکے۔ تاکاٹ تھدہ امریکہ بھی جزائر فلپائن کے مالک ہونے اور بحر اوقیانوس میں اپنی ہی حیثیت کے اظہار کے خیال سے چین کے تجویز پر ہلے ہیں دوسرے درل کے ساتھ

شریک ہو گیا چین کے سب سے بڑے مدبری ہنگ چنگ نے لکھا تھا کہ ” ہم فی الواقع نہایت یاس افزا حالت میں ہیں“ اُس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ چین تقسیم ہونے سے صرف اس وجہ سے بچ گیا کہ یورپین قومیں اپنے حصوں کے متعلق متفق نہیں ہو سکیں۔

اس دوران میں وسط ایشیا میں روس و برطانیہ اور چین کے درمیان کشاکش میں بدستور سرگرم تھے۔ روس کو جب بلقان میں بڑھنے سے روک دیا گیا تو وہ چین بچیں ہو کر پھر ایشیا میں حصول وسعت کی طرف متوجہ ہوا۔ بیس برس تک ہندوستان ہر قسم کے خرنشے سے پاک رہا تھا۔ اور حکام اپنی اپنی باری میں آئے دن کے فحط کا مقابلہ کرنے، ریلوں اور ریلوں کے بنانے، مالیات کی پھپھکیوں اور عدل و انصاف کے مسائل کو سلجھانے میں مشغول رہتے اور جب (اپنی مدت ملازمت ختم کر کے) انگلستان کو واپس آتے تو اسے ایک ایسا ملک پاتے جسے شہنشاہی کے اہم ترین مسائل سے نہ کچھ ایسی دلچسپی تھی اور نہ اسے اس معاملے کی کچھ زیادہ اطلاع تھی۔ بیکنسفیلڈ نے مشرق میں سفر کیا تھا اور مشرقی خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، اُس نے یہ عزم کر لیا کہ انگریزی نظم و نسق کی شان و شوکت کو بڑھائے، شاہان مغلیہ کی شہنشاہی کو از سر نو زندہ کرے اور تاج کے سب سے قیمتی گوہر کو سب سے بلند جگہ پر نصب کرے۔ وہلی میں بڑے تزک و احتشام سے دربار ہوا اور اس میں ملکہ کے ”قیصر ہند“ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ انگلستان میں جب اس سے سخت مخالفت برپا ہوئی تو اس کا رفعہ صرف اس طرح کیا گیا کہ انگلستان کے لئے اس لقب کے کسی وقت میں بھی استعمال نہ کیئے جانے کا اقرار کیا گیا۔ لارڈ سلسبری گزشتہ تین برس سے اس فکر میں تھا کہ روسی پیشقدمی کے روکنے کے لئے ہندوستان کی ”ساتھ ملک سرحد“ بنجائے، شمال مغرب کے کوہستان کے در سے جتنے راستے ہو کر نکلتے تھے سب کی حفاظت کے لئے بیک وقت ہا

بیرونی چوکیاں قائم کی گئی تھیں، ان چوکیوں سے گزر کر وہ میدان کارزار تھا جہاں افغانستان "دو آہنی دیگوں کے درمیان ایک سبوحہ گلی کی طرح پڑا ہوا تھا"، جب امیر شیر علی نے زیادہ قریبی تعلقات پیدا کرنا چاہے تو گریجویٹ "پروفارے اعتنائی"، کو مرجع سمجھ کر، امیر کی سبقت پر ٹیک کہنے سے رک گیا اور خود روس سے استمالت سبلی۔ مگر مشرق کی حکمت عملی کا تون صاف ظاہر ہو گیا۔ روس، امیر افغانستان کو اسی طرح کے سیاسی جال میں پھانسنے کی فکر میں لگ گیا جس طرح کے جال اُس نے نحمیت کے نام سے سرحد ہند کے قریب اور جھکیوں میں بچھا رکھے تھے۔ لارڈ سالسبری کے تحت میں "اتحاد" کی حکمت عملی اختیار کی گئی، اور لارڈ لٹن اس کے عامل بنے۔ اسکا پہلا اظہار کوپہٹا کے قبضے سے اور دوسرا اس خواہش سے ہوا کہ امیر اپنے خاص خاص شہروں میں برطانیہ عہدہ داروں کو بغور رہنے پڑے۔ (وکیل مقیم) کے قبول کریں۔ امیر شیر علی انگریزوں سے خائف و بدگمان تھا۔ وہ ہاتھ سے نکل گیا، انگلستان نے جب معاہدہ سین سینٹا نو کو بے حقیقت قرار دیا، تو روسیوں نے ایک وفد معاً افغانستان کو روانہ کیا، اور جب امیر شیر علی نے برطانیہ وفد کے داخلے سے انکار کر دیا تو لارڈ لٹن نے بیس برس کی صلح کو خیر باد کہہ کر اعلان جنگ کر دیا۔ پارلیمنٹ میں سخت کشاکش برپا ہو گئی اور جب ہندوستان کا موازنہ پیش ہوا تو میکنسویل نے یہ شور مچایا کہ وہ ضرر رساں و فتنہ انگیز صلح جو منجر بہ جنگ ہو اور سیاسی توازن کو برباد کر دے، اس کلمہ ایک قیمت پر قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔ گلڈ اسٹون نے حکومت کی روش پر اعتراض کیا اور روس کے ساتھ کہا کہ اس کی باز پرس روس سے کرنا چاہیے تھی کہ افغانستان سے مگر امیر شیر علی اس سے پہلے ہی اس کا خسارہ بھگت چکا تھا، اس کی فوج کو شکست ہو گئی تھی، وہ خود ملک سے بھاگ گیا اور اس کا انتقال ہو چکا تھا، اُس کے پرن بیٹے یعقوب خاں نے ایک

سہارے پر دستخط کر دیئے جس کے بموجب اس نے امداد نقدی کے
 معاوضے میں ورہ خیمہ کی حوالگی کا ظاہری اقرار اور ایک برطانیہ سفیر کا
 کابل میں رہنا منظور کر لیا مگر چھ مہینے بعد سرلیوس کیو گیمیری اور اسکے
 عملے کا قتل عام ہو گیا۔ ملک پر قبضہ کرنے کے لئے ایک فوج قندھار
 میں داخل ہوئی اور ایک تقریری فوج کابل کی طرف بڑھی اور امیر کو
 تخت سے اتار دیا۔ بیکنسفیلڈ کے انتخاب عام میں شکست کھانے سے
 انگلستان میں "اقدامی حکمت عملی" کا شیرازہ بکھر گیا مگر گلیب ٹسٹون کو
 جو مشکلات ورثے میں ملے تھے اس کا تدارک کرنا ضروری تھا اور دوست خیر خاں
 کے پوتے عبدالرحمن خاں کی جانشینی کی ایوب خاں نے مزاحمت کی۔
 مقام میوند میں اس نے برطانیہ دہندی فوجوں کو ایک بڑی ہی خونریز
 شکست دی، اس فوج میں سے صرف نصف آدمی قندھار کو واپس
 آئے اور وہاں انہیں افغانوں کے ایک غول نے گھیر لیا۔ سر فریڈرک رابرٹس
 ان کی مدد کے لئے کابل سے روانہ ہوا اس نے وہی راستہ اختیار کیا
 جسے کچھ ہی قبل اس کے رفیق جنگ سر ڈونلڈ اسٹوارٹ نے اپنے قندھار
 سے کابل تک کے مشہور کوچ میں صاف کر دیا تھا۔ تین مہینے تک
 دن کی سخت تمازت اور رات کی شدید سردی کو برداشت کرتی ہوئی اسکی
 فوج قندھار کے سامنے پہنچ گئی اور دشمن کو شکست فاش دی۔ اس
 شاندار فتح نے لبرل حکومت کو اس درجے پر پہنچا دیا کہ وہ اپنی عزت و وقعت کو
 نقصان پہنچائے بغیر افغانستان کا تخلیہ کر دے۔ لیکن اب زار کو
 صرف یہی فکر نہیں تھی کہ بلقان میں اسے جو سیاسی چرکہ لگا ہے اس کا
 اندام ہو جائے، بلکہ وہ انگلستان کے مصہر پر قبضہ کر لینے کا بھی
 کوئی بدلہ تلاش کرنے لگا۔ ہرو کی ریلوے حد سے بڑھ کر روسیوں نے
 پنجدہ کے بیرونی حصار پر تاخت کر دی۔ حد بندی کی کمیشن کے فیصلوں میں
 ہر طرح کی ناگوار رکاوٹیں ڈال کر انھوں نے پنجدہ میں ان افغانیوں کو
 شکست دیدی، جنہوں نے اُنکے بڑھنے کو روکا تھا۔ اس طرح کی علاقہ

صلائے جنگ نے دارالعوام کے تمام فریقوں کو متحد کر دیا اور گلید اسٹون نے ایک کروڑ دس لاکھ کی منظوری حاصل کر لی۔ پارلیمنٹ کے اس اتفاق عام نے روسیوں پر اثر ڈالا اور روس حدود کے دشمن کے ساتھ متحدہ کے حادثے کا خاتمہ ہو گیا۔ آئندہ بیس برس تک روس، وسطی ایشیا میں بڑھتا رہا اور انگلستان ہر طرف سے پاسبانی کرتا رہا، جسکی وجہ سے انگلستان کو طرح طرح کے خلفشار میں پھنسننا پڑا۔ سرحدی قوموں کی جنگ و جدل، وادی واکن کی ویران سرزمین کی بادیہ پھانی غیر معلوم تہمت میں مقدس لاسہ کے دروازوں تک فوج کشی، تخت رال کے پہاڑوں کی سرگردانی، ایران اور خلیج فارس کی گزرگاہوں کی نگہبانی، یہ سب اسی ایک اصل کی شاخیں ہیں۔ مشرق اقصیٰ کے قبضے ماننے لئے روس و جاپان میں جب جنگ ہوئی ہے اس وقت تک انگلستان کے ساتھ رقابت قطعی طور پر ملتوی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے باہمی استمالت نے افغانستان، تہمت، اور ایران میں دونوں ملکوں کے ۱۹۰۷ء تعلقات کو معین و مشخص کر دیا ہے۔

۱۸۹۹ء بحرالکاہل نہ صرف ایشیا و افریقہ میں بلکہ بحر الکاہل میں بھی، استعماری سلطنتوں کے نئے لاقطعہائے اثر، کی قطعی حد بنیاں کر دی گئی تھیں۔ فرانس نے ساٹھ برس کی کوششوں کے بعد بحلیٹی کو حاصل کر لیا اور جزائر نوو ہلرٹڈز میں اسے جگہ مل گئی۔ جرمنی نے اسپین کے باقی مقبوضات کو خرید کر بحر بالینشیا میں اپنی حیثیت کو مستحکم کر لیا، اور اسکے ساتھ ہی انگلستان کے معاہدے سے (جو جنگ بوئر کے دوران میں سیمووا سے ہٹ گیا تھا) نیوگائنا اور جزائر سلووان و مارشل میں اسے اپنی سابقہ نوآبادی کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ مالک متحدہ امریکہ بھی اب دنیا کی عام سیاسیات میں داخل ہو گیا۔ جب نتیجہ جنگ کے طور پر اسے اسپینی شہنشاہی کے دور افتادہ باقی مقامات مل گئے تو امریکہ کے بحری قاعدۃ الجیش کا خط نیویارک سے پکن تک پہنچ گیا۔

کیوبا، پورٹوریکو، اور دوسرے جزیروں کی وجہ سے ممالک متحدہ کے قدم پھر کر میا اور خلیج مکسیکو میں جم گئے (جزائر فلپائنز اس راستے پر واقع ہیں جو یورپ سے چین کو جاتا ہے) معاہدات کے ذریعے سے اسے بحر الکاہل میں اور مختلف مستقر حاصل ہو گئے۔ ہوائی، جس کے ساتھ بحر الکاہل کا جزیرہ "یعنی ہانولولوکانا قابل فتح قلم شامل تھا) واپس اور گوام کے جزیرے اور سمووا کے حلقے میں ایک مستقر یہ سب معاہدات ہی کے ذریعے سے ہاتھ آئے۔ آخر میں کوریا و قارموسا کے فاتح جاپان نے بحر الکاہل کی جاپانی پیش قدمی سے بڑی فوجی و بحری طاقت کے طور پر اپنی جگہ حاصل کی۔ ۱۸۸۵ء میں وکٹوریا نے ایشیائیوں کی آمد کو روک دیا تھا، بعد کو تمام اسٹریٹوی مستقرات اور نیوزیلینڈ اور جنوبی افریقہ نے یہی قانون جاری کر دیا۔ جاپان نے ابتداً اگرچہ اس معاہدے کو منظور کر لیا تھا اور برطانوی ٹکروں میں اس کے تارکان وطن کا داخلہ بند ہو گیا تھا مگر دس برس بعد اس نے اس معاہدے پر خدشات تک کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے اہل ملک کے نئے انہیں حقوق کا مطالبہ کیا جو سفید اقوام کے لئے تھے۔ اس کے خفیہ امداد پانے والے مختصر ہزارت جن میں فنون جنگ سے آراستہ اعلیٰ درجہ کے ماہر تارکان جہاز و ماہی گیر، تحقیقات کنندگان و تجارت سوار تھے، جزیروں کے اندر گھس گئے اور ہوائی اور ٹامی (واقع نیوکلیڈونیا) کے ایسے بحری مستقروں میں اپنے ہزاروں ماہر کاریگروں کو اتار دیا۔ ٹامی کی بندرگاہ ایسی تھی جس میں بیڑے کے نصف درجن جہازات ٹھہر سکتے تھے اور دنیا کی ایک بہترین کونڈ کی کمان اس کے قریب ہی واقع تھی۔ اس آئیندہ مرکز طوفان کے اندر آسٹریلیا و نیوزیلینڈ، برطانیہ کے وہ مستقر و دور افتادہ چمکیاں تھیں جو ایشیائی اقوام میں گھری ہوئی تھیں جن کی متعدد جہازیں قدیم حدوں کو توڑ رہی تھیں۔ آسٹریلیا و نیوزیلینڈ میں پچاس لاکھ سے کم برطانوی نسل کے لوگ (جنہیں مزید اضافہ نہیں ہوتا تھا)

۱۸۹۲

۱۹۰۹

اتنے بڑے رقبہ ارضی پر قابض تھے جو کم و بیش یورپ کے برابر تھا، نو آبادیوں کی زمینیں ابھی پوری طرح آباد نہیں ہوئی تھیں۔ وہ انگلستان کیا بلکہ سفید رنگ نسل کے لیے ہنوز مختتم طور پر حاصل بھی نہیں کی گئی تھیں، ان کے سوا حل غیر محفوظ پڑے تھے اور ان کی تسلیل آبادی کو کسی زیادہ کثیر التعداد قوم میں فنا ہو جانے کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں دور دراز سمندروں میں اب برطانیہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی کہ کوئی اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ ہی نہ سکے، اس کے ساتھ ہی شہنشاہی تجارت کے توازن میں تغیر رونما ہو گیا تھا۔ کسی بوقت میں نو آبادیوں کی تمام پیداوار انگریزی بندرگاہوں میں تقسیم ہوتی تھی اور نو آبادیوں کی بیرونی تجارت کا مانی مرکز لندن تھا، انگلستان کو اگرچہ اب بھی بین الاقوامی تجارت میں اول درجہ حاصل تھا مگر اب غیر ملکی مقابلہ کرنے والے شہنشاہی کی بازاروں پر یورشیں کر رہے تھے، جس پر مبنی اس منزلت کو سنبھالنے کی تھی کہ (انگلستان کے بعد) دوسرا درجہ اسی کا تھا اور امریکہ کے ڈسٹریٹ، ساری دنیا میں اپنا زور دکھا رہے تھے۔ اس مقابلے میں بے اعتمادی کے ایک جدید عنصر کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ پچاس برس سے برطانیہ شہنشاہی نے تمام دنیا کی تجارت کے لیے دروازے کھول رکھے تھے اور جن قوموں کو اس کے بازاروں میں آزادانہ دخل ملتا تھا وہ اس کے عظیم الشان توسع سے کچھ ایسے خوشنزدہ نہ ہوتے تھے لیکن جب کناڈا کے دباؤ میں آکر انگلستان نے جرمنی و بلجیم کے ساتھ اپنے قدیم آزادانہ تجارت کے معاہدوں کو باطل کر دیا، اور ۱۸۹۵ کناڈا کے ساتھ ایک ترجیحی محصول کا اصول قائم ہو گیا، اور یہ افواہ پھیل گئی کہ

شہنشاہی
تجارت

۱۔ اخراجات کو گھٹانے اور مقابلے کو توڑ دینے کے لیے متعدد تاجروں یا کمپنیوں کے باہم متحد ہو جانے کو لاڈلہ ہے، کہتے ہیں، اس کا ترجمہ "اتحاد تجارت" کے لفظ سے ہو سکتا ہے۔

تمام شہنشاہی کے لئے کرورگیری کا اتحاد قائم ہو جائے گا جس میں تمام نوآبادیاں داخل ہو جائیں گی یعنی برطانیہ شہنشاہی کے لئے ایک نیا "لفرد" پیدا ہو جائے گا، تو پھر خیالاست میں، ایک سرسری انقلاب واقع ہو گیا۔ ہر ایک خود اختیاری حکومت رکھنے والی نوآبادی نے اپنے لئے تحفظی طریق درآمد و برآمد قائم کرنے میں سبقت کی۔ وہ تجارتی نوآبادی کے بازاروں پر اپنا تنہا قبضہ رکھنے کے خواہاں تھے وہ ٹوری فریق کی حمایت کر رہے تھے اور اس سہارے پر اس فریق نے تمام بیرونی دنیا کے مقابلے میں شہنشاہی کے عرض و طول کے اندر تجارتی لا ترسیج، قائم کرنے کا ارادہ کر دیا۔ فرانس اور ممالک متحدہ امریکہ نے پہلے ہی اپنے مقبوضات کو محصول درآمد و برآمد اور قواعد جہاز رانی کے قیود کے ذریعے سے محصور کر دیا تھا، اور جس سرمنی کے پاس (جو بین الاقوامی تجارت میں برطانیہ کے بعد سب سے مقدم تھی) کوئی ضمانت اس امر کی نہیں تھی کہ انگلستان جو یورپ سے پنجگونہ وسیع تر ممالک اور دنیا کی نصف بحری تجارت پر قابض ہے، وہ بھی آخر میں اپنے تمام مقبوضات کے دروازے بند نہ کر دے گا اور جرمانی تجارت روٹے زمین کے چارم حصے سے خارج نہ ہو جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ جس سرمنی نے انگلستان میں آزاد تجارت کے قائم رکھنے میں کوششیں کیں۔ لوگ پہلے ہی سے یہ دیکھ رہے تھے کہ دنیا حلقہ ہائے اثر میں تقسیم ہو گئی ہے، غیر جانبدار بازار گھٹتے گھٹتے ناپید ہو گئے ہیں، کسی قوم کو خود اپنی قلمرو کے سوا اور جگہ آزادانہ داخل ہونے اور مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور تمام کرہ ارض پر دول معظم نے اپنا تسلط جار کھا ہے، جو اپنے تجارتی اجارے کے لئے ویسے ہی رقیب یکدگر میں جیسے اپنے ملکتی حقوق کے لئے۔ زمین پر قبضہ کرنے اور غیر جانبدار بازاروں کو اپنے تحت تصرف میں لانے کے لئے ایک عالمگیر اقتصادی جدوجہد قائم ہو گئی ہے۔ قدیم زمانے کے شہروں، سلطنتوں اور ملکوں کی تجارتی جگہوں کے

اصلاح طریق
درآمد و برآمد

جائے اب شہنشاہیوں کے قیامت خیز تصادم کا اندیشہ قوموں کے سروں پر سنڈ لارہائے۔ اب یورپ کا حل طلب مسئلہ نہیں رہا ہے کہ نصف وچھ سلطنتوں میں توازن طاقت کیونکر قائم رہے، بلکہ اب اُس نے عالمگیر شہنشاہیوں کے یوں کو برابر رکھنے کے فراخ تر مرکز کی نوعیت اختیار کر لی ہے، اور غیر استوار و متزلزل امن کو سہارے کے زور سے قائم رکھنے کے لیے پریچ خانوں اور پھران کے جوانی مخالفوں کی ضرورت لاحق ہو گئی ہے۔

مستعمری
شہنشاہی

ان حالات کے ہوتے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ ڈیڑھ پٹی کے مشہور اصول شہنشاہی سے خارجی حکمت عملی میں نہایت ہی خطرناک امور کا اظہار ہونے لگا۔ خود انگلستان میں اُس کے فریق نے مستعمری شہنشاہی کی نسبت اس کے خیال کو بڑے جوش کے ساتھ قبول کیا، اور نوآبادیوں کے بارے میں اس کے بہت مدلل جوش و خروش کو فراموش کر دیا وہ پہلا وزیر اعظم تھا جس نے اپنی تقریریں کناڈا کی مدح و ستائش کی، حکومت خود اختیاری کو وہ ماننا تھا مگر اس کے ساتھ ہی اس کا دعوے یہ بھی تھا کہ آزادی کے تمام عطیات بائیں طور موجود ہونے چاہیں نہ اٹھا کر درگیری یا شہنشاہی اصول درآمد و برآمد کے لیے قواعد عین ہو جائیں، ایک فوجی ضابطہ ہے جس سے مدافعت عام کے فرائض سب پر عائد ہوتے ہوں، اور لندن میں سب کی ایک نیابتی مجلس ہو۔ اس پر ازجاہ و جلال تجویز کا باضابطہ افتتاح لارڈ سالسبری کے ہاتھوں سے اس وقت ہوا جب انھوں نے ماورائے بحر کی آزاد قوموں کے نمائندوں کو پہلی مرتبہ مجتمع کر کے وزارت خارجہ میں عظیم الشان شانیں کے ساتھ ملکہ کا جشن جو ملی منایا، لیکن اس پہلی استعماری مستشار نے بھی صاف صاف یہ ظاہر کر دیا کہ شہنشاہی کا جو تصور انگلستان میں سمجھا جاتا ہے یعنی ایک ایسی شہنشاہی جس پر شدید مرکزی نگرانی قائم ہو، یہ تو استعماری مالک کے لوگوں کے ذہنوں میں آسانی کے ساتھ جاگزیں نہیں ہو سکتا۔

ان استعماری ممالک میں سے ہر ایک اپنی اپنی تاریخ پر نازاں و فخران ہے اور یہ تاریخیں بہت سی خود مختار سلطنتوں کی تاریخوں سے زیادہ اصلی و حقیقی ہیں۔ انھوں نے مغرب سے محفوظ رکھنے کے لئے شہنشاہی پارلیمنٹ کی جو قومیت بڑی احتیاطوں سے قائم کی گئی تھی، وہ بالکل غائب ہو گئی ہے اور ممکن ہے کہ کوئی نئی بطن و طائفی قوم خود شہنشاہی کے پارہ پارہ کر دینے کا خطرہ پیدا کر دے، "آزاد قوموں" نے خود اپنے قوانین بنائے اور اپنی مرضی کے موافق اپنے حق بدھیت، توطن و تجارت کو اپنے قابو میں رکھا، اور اپنے اس قومی فرض کا دعوے کیا کہ انگلستان یا شہنشاہی کو کسی طرح کا نفع پہنچانے کے لئے وہ اپنے توقعات اور اپنے حقوق کا خون نہیں کر سکتے۔ مختلف النوع اغراض نے انھیں سیاسی تفرق اور اپنے مخصوص "اصول منرو" (یعنی شہنشاہی ذمہ داریوں کے عدم اقرار) کے راستے پر لا ڈالا ہے، لارڈ سالسبری نے بہت صحیح طور پر ملک کو ان مشکلات سے متنبہ کر دیا تھا جن کا اس صورت حالات سے پیدا ہونا لازمی تھا جو دنیا کے لئے بالکل نئی تھیں یعنی آہستہ آہستہ سمندر پر ایک شہنشاہی کا قائم ہو جانا جس میں کسی قسم کا مملکتی ارتباط نہ ہو جس کا تعلق باہمی محض بحسری مدافعت کی ضرورتوں سے ہو اور جس کی بنیاد روئے زمین کی چند نہایت ہی تنگ مزاج نسلوں کے احساس و التفات پر ہو مستشار میں اگرچہ نوآبادیوں نے مدافعت کی عام ذمہ داری کے اصول کو تسلیم کر لیا مگر انھوں نے ایک شہنشاہی فوج کے خیال کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ ان کی خود مختاری کے لئے باعث ذلت ہے اور شہنشاہی بیڑے کے قیام کو بھی بہت ہی شک و شبہ کے ساتھ روارکھا۔ شہنشاہی بیڑے میں شکریت مالی پر آسٹریلیا کے رضا مند ہو جانے کو کنا ڈانے یہ کہہ کر لغو قرار دیا کہ اس "کرایہ کی مدافعت" سے اپنی مسکنت و عدم قومیت کا ثبوت دینا ہے۔ نیوزیلینڈ کے ہرڈ وغیرہ وزیر و فائی سیدن نے اپنے وہم فانی سامعین سے یہ کہا کہ "جو شخص اپنی پیٹھ پر ایک پستارہ لئے ہوئے ملک میں

چکر لگاتا پھرتا ہوا سے مسلح گرو اور جہازوں اور تار پٹوں و کشتیوں کی کیا حاجت ہے، چیمبرلین نے جب جرمانی نوٹے پر کرورگیری کے اتحاد کی تجویز پیش کرتے ہوئے نوآبادیوں نے اس کی بھی اسی طرح پر مخالفت کی۔ نوآبادیوں کا اصرار کے ساتھ یہ کہتی تھیں کہ اگر مالی تفرقہ نہیں ہے تو پھر زیادہ دنوں تک آزاد قوتوں کی یہ شہنشاہی قائم نہیں رہ سکتی، کٹاؤ کی سرکردگی میں مستعمری ملک وزارت خارجہ کے اس اختیار کو بھی معرض بحث میں لائے کہ وزارت ان کی ضمانتی کے بغیر کوئی معاہدہ کرے۔ اس کی وجہ انھوں نے یہ بیان کی کہ انگریزی اغراض و مقاصد کی حفاظت آزاد قوموں کی آزادانہ رائے سے ہونا چاہئے اور ہر ایک استعماری ملک کو یہ حق ہونا چاہئے کہ انگلستان اور یورپ کے تغیر پذیر معاملات خارجہ میں اپنی شرکت کا ثبوت کرے۔ دوسرے

۱۸۸۹
۱۹۰۰

۱۸۹۷

مستشار کے موقع پر نوآبادیوں کے وزراء نے اعظم پہلی مرتبہ مجتمع ہوئے، مگر ملکہ کی دوسری جوہلی کے اعزاز میں شہنشاہی شوکت و سطوت کے شاہکار اظہار کے پس پردہ مدافعت کا زیادہ اہم سوال حل ہو رہا تھا۔ مخالفہ طبقہ جو اب تک محض ایک بری طاقت سمجھا جاتا تھا اس سے سمندروں میں پرخطر رقابت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، یہی پہلا موقع تھا کہ سواحل افریقہ کے دور دراز ملک میں ایشیائیوں کے توڑ پھوٹ پر بحث پیدا ہو گئی تھی۔ اگر ہندوستانی تارکان وطن شہنشاہی مدنیات کے حق کا سوال اٹھا سکتے ہیں، تو پھر جاپانی اپنے پانچ کروڑ کی آبادی کے زور پر اپنے توسع کو حق بجانب ثابت کر سکتے ہیں، لیکن جب چیمبرلین نے یہ حیثیت وزیر استعماری شہنشاہی کے بار کو برداشت کرنے میں نوآبادیوں سے برومانگی تو انھوں نے مدافعت کے مشترک انتظام کے قائم کرنے پر کچھ آمادگی نہیں دکھائی تھی اس کے بجائے انھوں نے ترجیحی حاصل کے اصول پر تجارتی اتحاد کی رائے دی اور شہنشاہی کی آزاد تجارت کے قواعد کو منسوخ کر کے اور اپنے دلخواہ آپس میں مالی وابستگی کر کے انھوں نے اپنی مالی خود مختاری کو ثابت کرنا چاہا۔ قبسری مستشار کے موقع پر پندرہ برس کے

بحث مباحثے کے بعد وزارت مستعمری کی تجویز مستفقت زیر نگرانی لندن
 غائب ہو گئی۔ جنگ بوسٹون نے اس تجویز کی تباہی کو ثابت کر دکھایا ہے۔
 دنیا میں سب سے زیادہ زرخیز معدن طلا کے دریافت ہونے سے
 تمام ملکوں کے مبادرت پسند اشخاص طرائق سوال کی طرف گھٹنے لگے،
 اور سب جو ہائے شکر میں جا ڈٹے۔ یہاں قوموں کے اس
 جموے کو بپا نے خود کو ایک ایسی قدیمی شکل کی حکومت کے تحت میں پایا جو ابتداً
 ایک شیبانی و متحد قوم کے لئے قائم کی گئی تھی۔ ان لوگوں پر گرانبار محصول
 لگائے گئے، طرفدارانہ قوانین و اجازت سے وہ پریشان ہو گئے اور تاجر کار
 پر عہد و عہدہ داروں نے ان کے راستے میں روٹے اٹکائے۔ پس
 انھوں نے بذریعہ حق رائے وہی خود حکومت میں شرکت کا مطالبہ کیا۔
 بوسٹون نے اس حق کے دینے سے انکار کیا اور اپنی روش پر جمے رہے۔
 بوسٹون کی خواہش بس یہ تھی کہ انھیں بحال خود چھوڑ دیا جائے، اور یہ
 وکیل اشخاص انھیں پریشان نہ کریں، دعواستوں اور قرضوں پر کچھ لحاظ
 نہیں کیا گیا، رئیس جمہوریہ کر و گرنے کہا کہ ادا تمہارے پاس بند و قفس نہیں
 ہیں اور میرے پاس ہیں، اول اول یہ خیال تھا کہ کانوں کی برآمد کے ختم
 ہو جانے سے یہ اوٹلمینڈر (آفاقی)، اس بخر اور ناہرہاں سر زمین سے
 از خود فرار ہو جائیں گے مگر جب نئے معاون کی دریافت سے یہ واضح
 ہو گیا کہ طرائق سوال میں سونے کی مقدار شہنشاہی برطانیہ اور مالک متحدہ
 امریکہ کے برابر موجود ہے، تو پھر یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ غیر ملکی یہاں
 جم کر رہنے کے لئے آئے ہیں۔ اس سے اس کشاکش میں نئی شدت
 و تندہی پیدا ہو گئی۔ ساحل کو طبع کر لینے سے اہل برطانیہ نے بوسٹون کی
 اس اسید پر پانی پھیر دیا تھا کہ وہ کوئی پتہ نہ لگے۔ اپنے لئے محفوظ کر سکیں۔
 آفاقوں نے اپنے سیاسی حقوق کے لئے پھر شور و شر برپا کیا کیپ کالونی
 کے وزیر اعظم روڈز نے روڈیشیا کے منظم ڈاکٹر جیمسن کے تحت میں
 طرائق سوال پر مسلح ماحنت کر کے لئے اپنی امداد پیش کی۔ یہ ایک غدارانہ

دوسری جنگ
 بوسٹون

وضیحت انگیز سازش تھی لیکن آخر وقت میں انگریزوں اور آفاقیوں میں
 مشاجرت ہو جانے سے اس حملے کی تجویز میں ابتری پیدا ہو گئی اور اس
 تاخت کا انجام یہ ہوا کہ ڈورنگ اسپ میں بمبیں اور اس کے چھ سو سوار
 سب گرفتار ہو گئے۔ ٹوری حکومت نے اس تہا جرکت کے اصلی بائی بانی
 روڈز کو کچھ سخت سزائیں نہیں دی، یقیناً یہ کیا جاتا تھا کہ حکومت تحقیقات
 سے اور مزید پیدگیوں کے پیدا ہونے سے خائف تھی۔ اس کے
 بعد سے قومی عناد و شکوک کے اس شور و شغب میں جس نے ملک کو
 جنگ میں مبتلا کر دیا اصلاح و سکون کی تمام امیدیں از خود خاک میں
 مل گئیں۔ بوئروں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ بھی زیادتی ہونے والی ہے
 اور انھوں نے بھلت مکنہ سلاح جنگ کا انتظام شروع کر دیا، آرمی فری اسٹیٹ
 اتک انگلستان کی باوقار رفیق تھی، لیکن اس معاملے میں وہ بھی
 بوئروں کی شریک ہو گئی۔ تمام یورپ غیظ میں آ گیا اور انگلستان
 کا دشمن ہو گیا، جرمنی و فرانس نے خفیہ سلاح جنگ بھیجے گئے
 اور ہر ملک سے رضا کار جوق در جوق طرائف سوال میں پہنچنے لگے۔ کروگر
 نے ایسے شرائط کے ساتھ حق رائے وہی پیش کیا جس سے اس کی
 قدر و قیمت گھٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی اپنی جمہوریت کے لئے
 (جس کی بنا رکھنے میں وہ بھی بہ مقام گریٹ ٹرک شریک تھا)
 ذی اقتدار سلطنت کے درجے کا مطالبہ کیا۔ (برطانی) ہالی کشر، الفریڈ ملر
 نے (برطانیہ کے) اقتدار شاہی پر اصرار کیا اور مجلس مشورہ شکست ہو گئی۔
 ایک کمیشن نے یہ رپورٹ کی کہ "ایسے منافر یکہ گریڈ لائٹ کے
 ایک ساتھ قائم رہنے سے ہمیشہ مسلح تصادم کے ہو پڑنے کا اندیشہ ہے"
 کیپ کالونی کے بچوں کے ایک زبردست اتحاد میں "ایف کینڈا باندہ"
 (اتحاد افریقی) نے حق رائے وہی کے ایک مسودہ قاب لون کے
 منظور کرنے کے لئے جمہوریت پر زور دیا مگر مسودے کے قابل نقص و فعات
 نے اسے کسی کام کا نہ رکھا۔ انگلستان نے حکیم کی تجویز کی مگر اس میں

۱۸۹۹

اور بالائی مسائل بھی شامل کر دیئے جنہیں بوٹروں نے اصلی مطالبات پر اضافہ مزید قرار دیا۔ دونوں فریق میں سے کوئی بھی اقتدار شاہی کے متعلق دینا نہیں چاہتا تھا۔ کیپ کالونی کی افواج کی کمان سرولیم بلگر سے تجربہ کار شخص کے ہاتھ میں تھی، اُس نے آفاقیوں کی دست درازی کی روش اور پر زور کارروائیوں کے لئے فوجی قوت کے ناکافی ہونیکے متعلق بار بار اور زور کے ساتھ متنبہ کیا، مگر اس کا جواب یہ ملا کہ وہ برطرف کر دیا گیا۔ کیپ کالونی اور نیٹال کی فوجی تیاریوں، ہندوستان سے فوجوں کی آمد، ٹرانسوال کو ہر طرف سے مسلح سپاہیوں سے گھیر لینے اور سب سے بڑھکر انگلستان میں سپاہ محفوظ کے طلب کیئے جانے سے رئیس جمہور یہ کروگر جو فرزدہ ہو گیا۔ اُس نے برطانی فوجوں کی واپسی اور مزید کمک کے روک دینے کا مطالبہ کیا، لہٰذا یہ ایسا مطالبہ تھا جس کا زیر بحث لانا بھی بلکہ مغلطہ کی حکمت نے ناممکن خیال کیا۔ تین دن بعد بوٹروں نے نیٹال پر حملہ کر دیا۔ جنرل بلر نے کہا تھا کہ "قبل اس کے کہ بدترین سیاسی الیٹیم (بلان نہائی) پیش کریں، فوجی قوت کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ اس الیٹیم کو عمل میں لاسکے، مگر دشمن کا اس وجہ حقیر سمجھنا ہی ہلک ثابت ہوا، نہ کسی کارروائی کی کوئی عین تجویز تھی نہ کوئی قابل اعتنا نقشہ تھا، برخلاف اسکے بوٹروں پر ایک چشمہ اور پہاڑی سے واقف تھے، یہی نہیں بلکہ ذخائر کے بقدر ضرورت مہیا کرنے اور صفائی کے سامان اور حفظ صحت کی طرف سے شغلت برتی گئی۔ بوٹروں نے لیڈ می اسمتھ، کمبرلی، اور میننگنگ کا محاصرہ کر لیا، اور چوٹا لیبٹ کا اپنی ملکیت میں الحاق کر لیا۔ انہوں نے تین جدا جگہ راستوں سے بڑھنے کا حکم دیا۔ برطانی فوج نقد ادیب تو بوٹروں سے کم تھی ہی، اسے حیرت انگیز قادر اندازوں سے سابقہ پڑا۔ جنہوں نے سیدانوں کے خطرے اٹھائے، سختیاں جمیلیں اور جنگیوں کے سبب جن فٹوں اور عیسی خود اعتمادی کی ضرورت ہے ان سب کی بھارت

۹ اکتوبر

حاصل کی تھی۔ کمبری کی جانب لارڈ میتھون کے راستے کو بوٹر
 سرگروہوں نے روک رکھا تھا، گزشتہ جنگوں کا ایک آزمودہ کار سپاہی
 کراچی دریائے ماڈر کی مدافعت کر رہا تھا، اسپیکر سفاٹین میں اس پر
 وقعت یورش کر دینے کی کوششیں نقصان کثیر کے ساتھ ناکام رہیں۔ اسی روز
 اسٹرامبرگ میں بھی تباہی پیش آگئی اور اس ہفتے میں بلر، لیڈمی سمیت
 کی طرف بڑھتے ہوئے دریائے ٹوگیلا پر روک دیا گیا جہاں دشمن
 لوٹس بوتھا کے تحت ہیں۔ مقام کولفسوا اس کی ٹاک میں لگے ہوئے
 تھے، انگریزوں کو گیارہ سو مقتولوں اور مجروحوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔
 امریکہ کی نو آبادیوں کے نکل جانے کے بعد سے کبھی ایسے زلزلت آمیز
 ہفتے کا سنہ نہیں دیکھنا پڑا تھا۔ پس لارڈ رابرٹس کے تحت میں بخلت نام
 بہت بڑی حکمت روانہ کی گئی اور لارڈ کچنر لا چیف آف دی اسٹاف
 (عہدہ دارا علی) مقرر کیے گئے۔ شہنشاہی کی آزاد قوموں میں جوش کا
 ایک طوفان موجزن ہو گیا اور یہ حیرت فرما منظر آنکھوں نے دیکھ لیا کہ
 انگریزی فوجوں کی تائید میں کناڈا، آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی فوجیں
 جنوبی افریقہ میں اتر رہی ہیں۔ لارڈ رابرٹس کی نئی فوج نے کراچی کی فوج
 کو ہار ڈیگرک میں جالیا، اور اسے اطاعت پر مجبور کر دیا۔ جنرل فرنج
 نے کمبری کو خلاصی دلائی، لیڈمی سمیت کے طولانی محاصرے کو جنرل بلر نے
 اٹھا دیا، اور دوہینے بعد روڈیشیا کی ایک فوج میفلنگ کی
 خلاصی کے لیے روانہ کی گئی۔ لارڈ رابرٹس بخار کرتے ہوئے
 بلومفاٹین کی طرف بڑھ رہے تھے کہ کروگر کا ایک پیغام خود مختاری
 کے ساتھ صلح کے لیے پہنچا۔ لارڈ سلسبری نے کہا کہ بوٹروں نے
 جو جنگ برپا کی ہے اس کے نتائج بھی انھیں جھگٹنا پڑیں گے۔
 انھوں نے انگریزی سرزمین پر حملہ کیا اور جب تک کامیابی کی ذرا بھی
 جھلک نظر آتی رہی انھوں نے آشتی کا نام تک نہ لیا۔ آج شری سٹیٹ
 کا الحاق کر لیا گیا، اور ایک مرتبہ پھر ایک پہ سالار ایک انگریزی فوج

دارالجمہور

نوآبادیوں کی
فوجوں کا

۱۹۰۰

جمہوریوں کا
الحاق

اپنی رکاب میں لئے ہوئے پریٹوریا میں داخل ہوا اور ٹرانسوال کے
الحاق کا باضابطہ اعلان کیا۔ کروگر ہالینڈ کو بھاگ گیا اور وہیں انتقال
کر گیا۔ بوٹروں میں اب کوئی سپہ سالار احساس برس سے زائد عمر کا
باقی نہیں رہا تھا اور انھوں نے پوتھا، ڈنباری اور ڈی وسٹ کی
سرکردگی میں دو برس تک جنگ کو قائم رکھا بلکہ کیپ کا لونی تک
پر حملہ کیا، لارڈ کچنر کی نئی فوجی کارروائیوں کے موافق ریلوں کے
کنارے کنارے برابر گڑھیاں بنا دی گئیں اور تاروں کے جال تمام ملک
میں پھیلا دیئے گئے۔ عورتیں اور بچے قیام گاہوں میں مجتمع کیئے
جانے لگے اور بوٹرو قیدی ہزاروں کی تعداد میں سمندر پار بھیجے جانے
لگے۔ جنگی کارروائی کے اس طریق پر چلانے کو انگلستان کے
لیبل فریق نے بڑی ہی شدت کے ساتھ مردود و مطرود قرار دیا،
سر ہنری کیمپبل، پینرین نے اس طرز جنگ پر لعنت بھیجی جو
لا وحشیانہ طریق، پر جاری کیا گیا تھا انھوں نے کہا کہ، کانگنی کے
قصبات کے باہر سارا ملک تق و وق ویرانہ بنا ہوا ہے، کھیت جلانے
اور دیہات غارت کیئے جاتے ہیں۔ بھیڑ بکری اور گائے بیل یا تو
ذبح کر ڈالے جاتے ہیں یا ہنکا دیئے جاتے ہیں، کلیں تباہ کر دی
جاتی ہیں، مکان کے سامان اور زراعت کے اوزار توڑ پھوڑ ڈالے
جاتے ہیں۔ اس مقاتلہ کی حالت خانہ جنگی کی افسوسناک حالت کو
پہنچ گئی۔ آشتی و سازگاری کا ایک پر زور احساس پیدا ہو گیا
اور یونینسٹ فریق پر زور دیا گیا کہ وہ ان فیاضانہ روایات کی طرف
عود کرے جن سے بارہ نو آبادیوں میں امن قائم ہوا ہے۔ سر ایلفرڈ ملر
نے کہا کہ ”میرا فرض منصبی یہ ہے کہ، افریقیت کے غلبہ تسلط کو تباہ
کر دوں“ بوٹرو اپنی جگہ پر باہوسانہ نظر سے تھے، قبل اس کے کہ
ویرانگی کی صلح نے اس مصیبت کا خاتمہ کیا، انگریزوں کی مورخ
سے بڑھی ہوئی فوجیں پورے پورے حصوں کو صحت مندی سے مٹا چکی تھیں۔

انگلستان نے یہ ذمہ لیا کہ وہ اس ملک کی نیابتی تنظیمات کو بحال کر دے گا اور قیدی اور عورتیں اپنے کھیتوں کو واپس کروئے گئے۔ چمبرلین نے بحیثیت وزیر مستعمرات شہنشاہی متفہمت پر زور دینے کے لئے اس ویران کردہ ملک میں سفر کیا مگر ٹوری حکومت تذبذب میں پڑی رہی اور بوئر لبروں کے وعدے کے انتظاریں رکے رہے۔

شہنشاہی
قومیت

انگلستان نے اگرچہ بروقت اسے سمجھا نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جو استعماری فوجیں جنوب افریقہ میں اتری تھیں انھوں نے شہنشاہی کے مطمح نظر کو بدل دیا تھا، مستعمرات یہ دیکھ کر کہ فوجیں ان کے زیر حکم ہیں اور وہ کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں خود مبنی کے فوری احساس سے سرمست ہو گئے اور اس توقع میں پڑ گئے کہ اپنے لئے ایسا درجہ حاصل کر لیں جو خود انگلستان کے درجے سے کسی طرح کم نہ ہو۔ مستعمری و خارجی وزارتوں کے تحت میں شہنشاہی مرکزیت قائم کرنے کی حکمت عملی پس پشت ڈال دی گئی اور اس کے بجائے ایک انٹی تجویز تقابل باہمی اور مساویانہ محالفہ کی قائم ہو گئی، اور مدافعت کی بنا آئندہ کے استعماری بیڑوں کے اصول پر رکھی گئی۔ جنگ بوئر نے قومیت کو فاختانہ راستے پر چلا دیا ہے اور محاکم استعمری اب اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ بھی قسمت کا ایک عجیب پھیر ہے کہ جو قومیں جنوبی افریقہ میں بوئروں کے اوپر شہنشاہی حکمرانی کا تسلط جانے کے لئے آئی تھیں انھیں نے تمام مستعمرات کے لئے خود مختاری کی ایک صورت قائم کر دی جو پہلے سے انگلستان کی شہنشاہی پسندوں کے خیال میں بھی نہیں آئی تھی، نہ اس کی توقع تھی اور نہ انگلستان نے اسے پہلے ہی سمجھا تھا جنگ کے بعد جب تیسری مستشار کا انعقاد ہوا تو وہ ملی مستشار تھی جس نے مستعمرات کی "دقومی" تناؤں اور آرزوں کو انگلستان سے قطعاً و قماً تسلیم کر لیا۔ یہ موقع ان دعاوی کے پیش کرنے کے لئے

موزوں تھا، کیونکہ چین کی تاخت کے بعد سے انگلستان کا کوئی ایک بھی دوست نہیں رہا تھا اور وہ یورپ کی حکومتوں اور اخباروں کے غیر معمولی بغض و عناد کا ہدف بنا ہوا تھا۔ قیصر جرمنی نے کہا کہ "ہمیں ایک مضبوط جرمانی بیڑے کی اس شد ضرورت ہے" جبکہ افریقہ کی ہم، نیز چین کو جہازات کی روانگی نے قیصر کو یہ سبق دیا تھا کہ بحری طاقت کے وسائل کیا ہیں اور برطانیہ شہنشاہی کو کوئیلہ لینے کے مختلف مستقروں نے کس طرح مربوط کر رکھا ہے، پس بحری ضروریات کا ایک نیا مطالبہ ادا و ریشٹاگ میں پیش کیا گیا اور اس کے ساتھ قیصر کے یہ شور انگیز الفاظ سننے میں آئے کہ "ہمارا مستقل سمندر پر منحصر ہے" اس مطالبہ ادا کے پردے میں جو بیازرطلبی کی گئی تھی وہ قیصر کے اس طرح کے اضطراب انگیز جواب سے اور بھی قطعی ہو گئی کہ "سمندر کے دیوتا کا سہ شاخہ نیزہ ہماری منہج میں ہونا چاہیے" سمندروں کی ایسی نئی تقسیم ہونا چاہیے جس میں جرمنی اسی طرح بحر اوقیانوس کا امیر البحر ہو، "جس طرح روس بحر الکاہل کا امیر البحر ہے" انگریزی تاریخ میں کسی واقعے نے قوم کے سطح نظر کو کبھی اس طرح دفعہ نہیں بدلا ہے، جیسا اس وقت ہوا چھبر لین کو مستقل کے لئے پیش آنے والے امور کا خطرہ لگا ہوا تھا اور جب اسے انگلستان، جرمنی اور مالک متحدہ امریکہ کے درمیان ایک یوٹنی معاہدے کے قائم کرنے میں ناکامی ہوئی، تو وہ شہنشاہی کی قوموں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا کہ "ہمارے جو قراستدار اور اسے بحر میں آباد ہیں ان کا اعتماد اور ان کی الفت غیر قوموں کی نیکو خواہی سے زیادہ اہم ہے" اس اثنا میں نوآبادیاں اپنے داخلی اتحاد میں زیادہ قریبی تعلق پیدا کرنے پر مجبور ہو رہی تھیں۔ ۱۸۹۹

دس برس کے اندر اندر کناڈا کی شمال پر تین متفقہ قومیں تیار ہو گئی تھیں۔ آسٹریلیا نے جب دیکھا کہ بحر الکاہل میں ایک کے بعد دوسری ۱۹۰۲

غیر ملکی طاقت داخل ہو رہی ہے، تو اُس نے بحاس برس پہلے کے
تذبذب کو ترک کر کے اپنا متفقہ نظام سلطنت مرتب کرنے کے لیے ایک
مجلس عارضی طلب کی۔ ہر پیشہ اور ہر فریق کے سربراہ آوردہ اشخاص کی مجلس
منعقد ہوئیں اور نئی تجویز کے ایک ایک حصے پر تنقید و بحث ہوئی۔ پھر
وزرائے اعظم کے ایک اجلاس میں منظور ہو کر اور تمام قوم کے مراجعہ
میں مقبول ہو کر یہ مسودہ قانون انگلستان بھیجا گیا۔ ان لوگوں نے
نوآبادی یا "قلمرو" کی اصطلاح کو مسترد کر دیا اور اپنے لیے
"دولت عامہ" کا اعلان کر دیا۔ وزارت مستقرات نے یہ تجویز کی کہ
دولت عامہ اور مختلف ریاستوں کے درمیان جو آئینی اختلافات
پیدا ہوں ان کا مراجعہ کناڈا کے مائند پر یوہی کونسل (مجلس شاہی)
میں ہوا کرے مگر اُس سے انکار کر دیا گیا۔ اس نئی قوم کا پہلا نظم نشان
کام یہ تھا کہ اُس نے "ذہ سفید رنگ" "آسٹریلیا کا دعوئی نسب اور
رنگ دار اقوام کی آمد کو مسدود قرار دیا۔ اس کا دوسرا کام اپنے لیے مدافعت کا
اختیار کرنا تھا۔ نیوزیلینڈ اُس سے علیحدہ رہا۔ اسے اب بھی جنوبی
بحرالکابل اور پالینیشیا کے مجھائے جزائر کی سرگردی کی توقع تھی
جسے مدتوں پہلے (۱۸۴۰ء میں) سر جارج گرے نے جب سرمنی کی
تقلید میں اتحاد کر و گیری کے ذریعے سے قائم کرنا چاہا تھا۔ آسٹریلیا
کے ساتھ متفق ہونے سے انکار کر کے اُس نے شہنشاہی نظام میں
مساویانہ سلطنت بننے کو ترجیح دی۔ اس تسلط و میراںشودہ جزائر
ملحق کر لیے گئے، "پنج اقوام" کی صف میں سب سے آخری اور
سب سے زیادہ شور انگیز داخلہ اتحاد جنوبی افریقہ کا تھا۔
سرمنہری کیمپیل بیئر بین جب وزارت پر فائز ہوئے تو لبرلوں
نے اس عمل پر اپنے اصول آزادی کو پورا کر دکھایا۔ جنوبی افریقہ کا
اتحاد کر و گیری ایک نئی متفقیست کا پہلا قدم تھا اس راہ میں بڑی
پر صعب منزلیں پیش آئیں، چونکہ ٹرانسوال کی کانوں کی پیداوار

باہر بھیجنے کا قریب ترین راستہ ایک پرتگالی بندرگاہ سے ہو کر تھا اور وہاں مزدوروں کی آمد بالخصوص پرتگالی علاقے سے تھی، اس لئے بہت سے مسائل جن کا تعلق ان ریاستوں کے داخلی تعلقات سے تھا، دفتر خارجہ کو طے کرنا پڑتے تھے۔ تجارتی تنازعات نے نسلی عداوتوں کو مشتعل کر دیا تھا۔ طرہ السوال کی ریل ڈیلیگو ات تک گئی تھی اور اس لئے جنوبی افریقہ کی تجارتی اغراض بالکل طرہ السوال کے قبضہ قدرت میں تھے، اور وہ کیپ کالونی کو تباہ کر دینے کی دھمکی دے سکتا تھا۔ جو ریلیں مختلف ریاستوں کو ملاتی تھیں وہ ان سرحدوں سے گزرتی تھیں جن کا نشان نقشہ پر جس طرح چاہتے تھے بنا دیتے تھے۔ یہ نشانات کسی سیاسی یا طبعی خطوط تقسیم سے کچھ موافقت نہیں رکھتے تھے اور جو قومیں حصص متنازعہ میں رہتی تھیں ان میں خاصیت کا مرض مزمن ہو چکا تھا۔ چیمسن کی تاخت اور اجتماعی شکرگاہوں کی یاد نے (شمالی) میدانوں کے بوڑھوں کو کیپ کالونی کے فرانسیسی ہیوگیناٹوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ ادھر انگریزوں کو اپنے اغراض و مقاصد اور اپنی فوقیت کے جانے رہنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ طرہ السوال سے کیپ کالونی تک مختلف ریاستوں نے، افریقہ کے دیسی باشندوں کے متعلق اپنی اپنی خاص روش اختیار کر رکھی تھی یہ روش ایک دوسرے سے مغاثر تھی اور اس پر کسی قسم کی قید نہیں تھی۔ نیٹال نے ہندوستان سے مشروط المعاہدہ قلمی اس کثرت سے بلائے تھے کہ وہاں ہندوستانیوں کی تعداد سفید رنگ قوموں کے برابر ہو گئی تھی، اور سیاہ نسل کی آبادی کو یورپین آبادی کے مقابلے میں دس اور ایک کی نسبت تھی، مگر جب نیٹال اپنی حکومت اور اپنی مداخلت کے لئے خود ذمہ دار ہو گیا تو اس نے ہندوستانیوں کا آنا قانوناً روک دیا، اور ایک ہولناک شہنشاہی مسئلہ پیدا کر دیا۔ معادن طلا میں کام کرنے والے چینی مزدوروں کے

معاہدے نے بعد میں ایک اور مشکل کا اضافہ کر دیا۔ ایک ایسی مایوس کن حالت سے نجات دلانے کے لیے لبرل حکومت نے یہ عزم کر لیا کہ ان منتشر صوبوں کو حکومت خود اختیار ہی عطا کر کے شہنشاہی کی آزاد قوموں میں انھیں جگہ دی جائے۔ یہ تجویز ایک لابی سربراہ تجربہ دار، کبکریٹھون کی گئی مگر جس تجویز کے دارالامرا میں ناکام ہو جانے کا اندیشہ تھا، حکومت سے کام لیکر حکم شاہی سے نافذ کر دی گئی۔ بڑے افسواں اور آرتھر یورک لونی کے لیے حکومت خود اختیاری کی تجویز سے جنوب افریقہ کے نظام سلطنت کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ نیا اتحاد ابھی مکمل ہی ہوا تھا کہ وزیر اعظم نے لندن کی ایک مستعمری مستشار میں جنوبی افریقہ کے وکلاء کا خبر مقدم کیا، اور کہا کہ لا میں آپ کو یہ یقین دلانا ہوں کہ قدیم ملک (انگلستان) کے اندر (آپ کے متعلق) جیسی محبت میں پچھی اور فخر کا احساس پیدا ہو گیا ہے اس پر آپ کے نہایت ہی پر جوش خیالات بھی فوق نہیں لے جاسکتے۔ حکومت جنوبی افریقہ کے ارکان کی مجلس عارضی ایک نظام سلطنت کے بنانے کے لیے جمع ہوئی جسے چاروں نوآبادیوں نے قدرے اصلاح کے ساتھ منظور کر لیا، اور شہنشاہی پارلیمنٹ نے اسے بطور قانون کے نافذ کر دیا۔ انگریز اور ڈچ) دونوں نسل کے لوگ مساوی درجہ پر رکھے گئے اور دونوں زبانیں، مسلم قرار دی گئیں۔ پر میوریان نظم و نسق ملک کا مرکز اور کیپ ٹاؤن پارلیمنٹ کا مستقر قرار پایا۔

جس طرح خود نوآبادیوں اور اقسام کی نہیں، اسی طرح نے شہنشاہی آئینی تجربہ بات بھی گونا گوں تھے، سنا ڈا میں باہم اتفاق کرنے والے صوبوں نے اسے ذاتی درجہ کو بائبل ہی کھو یا تھا اور جس قانون کے ذریعے سے ان کا اتحاد ہوا ہے اسی قانون کی رو سے وہ پھر قائم کیے گئے۔ تشریحی اختیار غور و فکر کے ساتھ صوبہ جات اور جدید ممکنہ پارلیمنٹ کے درمیان تقسیم کیے گئے، اور جو اختیارات بالترتیب

سوائس
تاریخ

مقامی مجالس واضح قوانین کے لیے محفوظ نہ کیئے گئے ہوں وہ سب اسی ملکٹی پارلیمنٹ کے جیٹھ اختیار میں سمجھے گئے۔ صوبوں کے لفٹنٹ گورنروں کا تقرر، گورنر جنرل باجلاس کاؤنسل کے ذریعے سے ہوتا ہے، پس وہ اسی ذریعے سے ملکٹی کابینہ کے نام سے تمام صوبہ بجاتی مجالس تشریحی کے اور برحق اعمال میں لاسکتا ہے اور تعلیمی معاملات میں اُسے قلیل التعداد مذہبی جماعتوں کے تحفظ اعراض کے خاص اختیار حاصل ہیں۔ سینات کے ارکان جن کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ صوبوں کی نمائندگی کرتے ہیں، وہ بھی تاجیاست، گورنر جنرل ہی کے مقرر کیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس نقص شدید نے ان کی وقعت کو گھٹا دیا، اور جب انھوں نے سینات میں مغربی صوبوں کی مساویانہ نمائندگی سے انکار کر دیا تو اُس وقت میں اور بھی کئی آگئی۔ کناڈا کی مرکزی حکومت کا یہ غلبہ آسٹریلیا کی دولت عامہ کے مقابلے میں نہایت ہی متفاد معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ریاستوں نے اپنا اپنا پر زور صوبہ بجاتی اثر پیدا کر لیا تھا اور تقویت کے قیام کے وقت انھوں نے اپنی آزادی سے دست بردار ہونے سے بڑے غرور کے ساتھ انکار کر دیا، اور بدستور بادشاہ کے مقرر کردہ گورنر کے ماتحت رہیں اور یہ گورنر بادشاہ کے جوابدہ ہوتے ہیں۔ آسٹریلیا نے نہ صرف پریمی کو نسل (مجلس شاہی) کی مداخلت کو نامنظور کر کے کناڈا کی نظیر سے روگردانی کی بلکہ اُس نے ایک اور بھی نمایاں بحرف یہ کیا کہ اپنے نظام سلطنت کی اصلاح کا اختیار بذریعہ مراجعہ خود آسٹریلوی قوم کے ہاتھ میں رکھا، حالانکہ برطانی شالی امریکہ میں نظام سلطنت کا تغیر صرف شہنشاہی پارلیمنٹ کے توسط سے ہو سکتا ہے۔ ان دونوں اعتبارات سے دولت عامہ آسٹریلیا کا قانون مستعری "قومیت" کی برترین حد کو پہنچا ہوا قانون ہے، اور کسی اور ملک کے بجائے مالک متحدہ امریکہ کے نظام سلطنت سے زیادہ قریب ہے۔ ان امور کے علاوہ مالک متحدہ امریکہ کے مشابہت کے اور بھی وجوہ ہیں، مثلاً یہ کہ

ہر ایک ریاست کی نمایندگی پر اصرار کیا گیا ہے اور طریق کنا ڈا کے برعکس متفقہ مجلس وضع قوانین کے اختیار یا معائنہ نظر معینہ حدود کے اندر محصور رکھے گئے ہیں، اور باقی جملہ اختیارات خود ریاستوں کو حاصل ہیں۔ جنوبی افریقہ میں یہ تمام حالات الٹ دیئے گئے تھے، وفاداری میں مختلف درجے رکھنے والے صوبوں کو اپنے طور پر ترقی کرتے رہنے کی اجازت دینے سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں ان کی یاد، زرو جو اہر کی دولت کی وجہ سے شیبانی جماعتوں کے نئے شہر آباد کر لینے سے فوری تخریسات کی ظہیر پذیری، ان کی وجہ سے مقامی حکومت میں انقلاب کا پیش آجانا، سرحد کے پار یورپ کی سب سے زبردست فوجی قوت کی موجودگی یہ وہ خیالات تھے جن کی وجہ سے جنوبی افریقہ کے بدتروں نے اس تفہیت کو اپنے دہاں سے دور رکھا جو دوسری ریاستوں میں مقبول ہو چکی تھی۔ ان سب سے زیادہ دور رس زمانہ آئینہ کا وہ عالمگیر مسئلہ تھا جسے سفید و رنگدار نسلوں کے تعلقات باہمی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں یہ مسئلہ اور ملکوں کی نسبت زیادہ شدید صورت میں موجود ہے اور اس کی یہ موجودگی ہی جنوبی افریقہ کی تاریخ کا سرشتہ ہے۔ جہاں سو بارہ لاکھ سفید رنگ آدمی اپنے سے تقریباً پانچ گونہ زیادہ افریقی اور دوسری رنگ دار قوموں میں ملے ہوئے ہیں، اور دو سفید رنگ قومیں اصلی باشندگان ملک کو بالکل ہی مغائر نقطہ نظر سے دیکھتی ہیں اور ڈاوننگ اسٹریٹ اور کیمبرل ایک تیسری نظر سے ان پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ ان پچھ دیے چکے مشککات کے ہوتے ہوئے متفقہ اشخاص کے بجائے توجہ کو مجمع سمجھا گیا اور اس میں شامل ہونے والی نوآبادیوں سے یہ چاہا گیا کہ وہ ایک واحد واسطے پارلیمنٹ کے تحت میں اپنے تشریحی اختیارات سے دست بردار ہو جائیں، اور مقامی حکومت کے جلانے کے لئے مجالس منتظمہ کی پست سطح پر آئیں۔ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ اس طریق میں

متفقہ
تخریسات

حکومت کو ایک مرکز پر لانے کے لئے ضرورت سے زیادہ سعی کی گئی ہے۔ اس طرح مختلف ملکوں میں سیاسی نظریہ کے ہر ایک نوع کو تجربے کا موقع دیا گیا ہے اور یہ کام خود انہیں ملکوں کا ہے کہ وہ اپنے اپنے نظام سلطنت کو اپنی حقیقی ضرورت کے مطابق ڈھال لیں۔ جنوبی افریقہ کو اب بھی وہ وسائل لجاؤں گے کہ وہ اتحاد کے ماتحت مقامی اغراض و مقاصد کو زیادہ دل کھول کے وسعت دیکر اور اپنی مختلف ریاستوں کو اپنی اپنی قوت عمل سے کام لینے میں زیادہ آزادی عطا کر کے کامل قومی زندگی تک نمو حاصل کرے۔ کناڈا میں مرکزی حکومت کے اختیار کے باوجود پریوی کوئٹل کے عدالتی فیصلوں کے ذریعے سے تشریحی اختیار کی تقسیم میں بہت ہیشیاری کے ساتھ توازن قائم رکھا گیا ہے خواہ اس کے حصول میں بے انتہا مقدمہ بازی اور کسی حد تک کشیدگی ہی کیوں نہ واقع ہو گئی ہو۔ آسٹریلیا جسے زیادہ عمومی آزادی حاصل ہے، وہ ہمیشہ دو فریقوں کے درمیان معلق رہتی ہے ایک فریق لا ریاستی حقوق، کاموید ہے اور دوسرا فریق متفقہ طاقت کے بڑھانے کا حامی ہے، دوسرے فریق میں زیادہ تر تمام مزدور شامل ہیں اور ان وسیع الاثر حرفتی مسائل پر موثر اقتدار عمل میں لاؤ پڑتے ہیں جو نظام سلطنت کے شرائط کی رو سے ریاستوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اس وقت تک عدالتی فیصلوں کا دباؤ یہ پڑا ہے کہ جو تقسیم اختیارات عملاً قائم ہے اس میں خلل نہیں واقع ہوا ہے، اور ریاستی فریق کو مراعات کے ذریعے سے فتح حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ خاتمہ ہنوز نظر نہیں آتا اور بدستور اس مسئلے پر شدید اختلاف برپا ہے۔ حقیقت متفقیت کوئی سانچے میں ڈھلی ہوئی تجویز نہیں ہے، کوئی ملک ایسی نہیں ہے جہاں اس وقت تک مقامی قوت عمل اور مرکزی طاقت کے مابین تمام مراحل کلیتہً طے ہو گئے ہوں اور خود شہنشاہی کے لئے آخری حل ابھی اور بھی عسیر الحصول ہے۔ ملکوں کے لئے ضروری ہے کہ

وہ پہلے اپنے اندرونی مسئلے کو حل کر لیں۔

شہنشاہی ہتھیاری حکمت

اس کے بعد سے سب سے حاوی سوال یہ رہا ہے کہ شہنشاہی نظم کو کیونکر مستحکم کیا جائے۔ منقسم کی یہ تجویز کہ نوآبادیوں کو اپنی طور پر اپنی قومی آزادی حاصل کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے اور ڈزریٹی و جمپریٹن کی یہ کوشش کہ شہنشاہی اجتماع کی ایک تجویز کے ماتحت شہنشاہی کی سب قوتوں کو متحد کرنا چاہئے، دونوں برطرف کر دی گئی ہیں۔ ایک برطانیہ تجارتی لیگ کے ذریعے سے تجارت کو مفروضہ شہنشاہی اغراض و مفاد کے ساتھ مخصوص کر دینے کی نسبت یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ اسی پرانے ہتھیاری طریقے کی ایک آسان سی شکل ہے۔ ملک مادری کے حق میں عام تجارتی ترجیح کے ہونے سے نوآبادیوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے اور انھوں نے بالاعمالان یہ کہہ دیا کہ ان کی مالی حکمت عملی ایسا معاملہ ہے جس کے متعلق یہ ملکیتیں اپنے حق اور اپنے مفاد سے ہرگز دست بردار نہ ہوں گی، ترجیحات بالکل رضامندی طرفین سے ہونا چاہئیں، لندن سے خارجی حکمت عملی کی نگرانی ہونے سے یہ نوآبادی والے بالتخصیص منقض ہیں۔ شہنشاہی کے ابتدائی زمانے میں انگریزی حکومت، غیر ملکی حکمت عملی کے نام سے کونسلینڈ کو جنی تارکان وطن کے خلاف قانون نافذ کرنے سے روک سکتی تھی، لیکن کناڈا کی سرگروہی میں ملکوں نے یہ کہہ دیا کہ اگر تجارت یا ترک وطن کے متعلق برطانیہ ان کی مرضی کے بغیر کسی غیر ملک سے کوئی معاہدہ کرے گا تو وہ ان پر جسدا عاید نہیں ہو سکتا، اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے یہ دعوئے کیا کہ انھیں خود اپنے معاہدے کرنے اور انگلستان کے موکد کیے ہوئے معاہدوں کی نسبت زور دہانہ اثر رکھنے کا حق حاصل ہے۔ مسٹر ایسکوٹھ نے تیسری استعماری مستشار کو اچھی طرح پر متنبہ کر دیا کہ خارجی حکمت عملی کے چلانے کا تعلق کلینٹ دفتر خارجہ سے ہوگا، مگر ایک ایسا خطرہ سر پر آ رہا جس کے

دباؤ سے ایک نمایاں نظر ثانی کو روا رکھنا پڑا، اور تیسرا جاپانی معاہدہ جس میں اس امر کی احتیاط کی گئی تھی کہ مبادا جاپان، امریکہ کی جنگ میں اس شہنشاہی کو بھی کشاں کشاں داخل کر دے، وہ پہلا موقع تھا جب تمام وزرائے اعظم نے باطلاس کونسل ایک موقر بین الاقوامی قرارداد کی توثیق کی۔ مدافعت کے مسئلے میں بھی ان ملکوں نے اسی سخت روش کا اظہار کیا۔ جرمنی کے بحری قانون سے جو دہشت پیدا ہو گئی تھی اس کے بعد بارہ برس تک روز افزوں خطرات کے دوران میں یہ مناقشہ جاری رہا۔ ایک طرف نوآبادیاں اپنے آئینہ کے قومی بیڑوں کی نسبت بحث کر رہی تھیں اور جاپانی بیڑا بحر الکاہل میں اپنی قوت کا زور دکھا رہا تھا، دوسری طرف بحر شمال کے خطرات کے اندیشے میں انگلستان کو مجبور ہو کر اپنے زبردست جہازوں کو اطراف و جوانب سے سمٹنا پڑ گیا تھا، اپنے معاشری و حرفتی معاملات میں از حد مستغرق ہونے کی وجہ سے نوآبادیوں کو خارجی معاملات کا کچھ یوں ہی دھندلا سا احساس ہوتا تھا، یہاں تک کہ یوسینا کے معاملے میں جنگ یورپ کا اندیشہ پیدا ہو گیا، تیسرا جرمانی سو وہ قانون بحری پیش ہوا اور سہرا ڈورڈگرس نے دارالعوام میں یہ بیان کیا کہ نئے خطروں کے مقابلے کے لیے برطانی بیڑے کو از نو نوڈریڈنگ کی طرز پر بنانا پڑے گا۔ اس وقت ان نوآبادیوں کو جبراً و قہراً ان مسائل پر توجہ کرنا پڑی۔ سولہ کی متشار نے شہنشاہی بیڑے کے اخراجات میں شرکت کرنے کی طرف قدم بڑھایا، اور خود نوآبادیوں کی تیری افواج کا خرچ بہت کچھ بڑھا دیا۔ بحری مدافعت کے متعلق نوآبادیاں دو مختلف خیال فرقوں میں منقسم تھیں۔ حکومت نیوزیلینڈ اور کناڈا کے دو بڑے فرقوں میں سے ایک فرقہ (جس کی سرگروہی اسب سر رابرٹ باڈون کر رہے ہیں) اس ہول کی آئینہ میں ہے کہ نوآبادیوں کی طرف سے جہازات اور سپاہی

آئینہ کے
ملکتی بیڑے
۹۶
۱۹۱۴

ویٹے جائیں اور یہ سب کے سب ہمیشہ کے لئے ایک متفقہ شہنشاہی
 بیڑے کے لازمی اجزاء ہیں، آسٹریلیا اور کینیا کے بیڑوں
 سے ولفرڈ لاپرہ قومی بیڑے کے طریق کو سمجھتے ہیں یعنی یہ بیڑے
 مقامی سمندروں میں تقسیم رہیں اور صرف جنگ کے وقت محکمہ امیر البحری
 کے تابع فرمان ہوں۔ لندن کے مستشاران میں قومی احساس کے
 متعلق حقدار اعترافات کیے گئے ہوں گے ان میں یہی اقرار باہمی، اولین ترین
 اعتراف اس امر کا تھا کہ شہنشاہی کی بنیادوں میں سب سے زیادہ
 مستحکم و یقینی بنیاد قومی احساس ہی ہے۔ مگر ایک ایسی جنگ کی تہدید
 کے سامنے جس کا خطرہ انگلستان کو ۱۸۸۱ء کے بعد سے کبھی
 نہیں پیش آیا تھا، یہ تجویز شکست ہو گئی۔ الحزائر اور انٹرویو کے
 ۱۹۱۱ء مازک مواقع پر نو آبادیوں کو یہ انتباہ ہو گیا کہ ان کی تسامت
 ہستی ہی خطرے میں پڑی ہوئی ہے، اور جب یہ خبر اڑی کہ فرانس، ٹائیٹی
 کو جزیرہ منی کے حوالے کر دینے والا ہے تو انھیں اس خطرے کی
 آمد کا احساس ہو گیا۔ ایک عاجلانہ مراعات باہمی کے ذریعے سے
 وہ نگرانی کے اتحاد اور مقام خطر میں بیڑے کے اجتماع کے متعلق
 رضامت ہو گئے، اس کے ساتھ ہی برطانیہ نے یہ قبول کیا کہ
 وہ مشرق میں ایک بیڑا قائم رکھے گا۔ جزیرہ منی کے پانچویں
 بحری مسودہ قانون سے اشتغال اور تیز ہو گیا۔ ۱۹۰۲ء میں بحر اوقیانوس
 ۱۹۱۲ء بحر الکاہل اور بحیرہ روم میں انگلستان کے ۳۴ جہازات تھے،
 اب ان مقامات میں اس کے صرف ۳۶ جہازات رہ گئے۔
 اہلی آسٹریلیا نے کہا کہ شہنشاہی امداد کے بغیر ہمارے سمندر بے حفاظت
 اور ہمارے تجارتی راستے غیر محفوظ ہیں۔ آسٹریلیا کو جن خطرات کا
 سامنا ہے وہ اپنی نوعیت میں فرد ہیں، اور دنیا کی کسی دوسری قوم
 پر ایسا اثر نہیں پڑتا، زیادہ پر جوش اشخاص اس امید میں لگ گئے کہ
 آخر الامر بحر الکاہل کے بیڑے کی نگرانی نو آبادیوں کے عملہ بحری کے

ہاتھ میں آجائے گی۔ ہم اس امر کے خواہاں ہیں کہ ہم براعظم کو کیا جائے اور ہمیں ایسے حقوق خاص دیئے جائیں جو تاریخ میں کسی شہنشاہی نے اب تک اپنے اجزائے ترقیبی کو نہ دیئے ہوں۔ ان کی ضرورت یہ تھی کہ جو مقام "اب بھی قوموں کا میدان کارزار بن سکتا تھا" وہاں ان کا "بڑا جنگجو بیڑا" موجود رہے۔ اب خود نوآبادیوں کے جہازوں کے نئے کا آغاز ہو گیا ہے۔

آزاد اقوام

آسٹریلیا کے باشندوں کو ان مسائل سے جو بالکل زائرہ جدید کے مسائل ہیں تمام دوسری اقوام کی بہ نسبت زیادہ تعلق ہے، آسٹریلیا شہنشاہی کا سب سے زیادہ عمومی پسند ہے، اور قرآن مانعہ کے بارے سے اس کی پشت خم نہیں ہے۔ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ ایسے معاشری قوانین کے تجربہ نگاہ بن گئے ہیں جو دنیا کے ہر ایک قانون سے آگے بڑھے ہوئے اور سب سے زیادہ دلیرانہ ہیں۔ نسائیہ کے سوا اور ہر جگہ کلیسا و سلطنت کلیتہً ایک دوسرے سے علحدہ ہیں۔ مزدوروں کو ہر جگہ پارلیمنٹ میں قوت حاصل ہے اور حزب العمال کی حکومتیں دولت عامہ اور ریاستوں میں برسر اقتدار ہیں۔ سرکاری محکمے یورپین ممالک سے زیادہ ہیں، اور کتاب اندراج قوانین ان قوانین سے بھری ہوئی ہے جن سے آزادی پر سود اور معاشری مساوات کا یقین پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں مزدوروں کے کام کرنے کے اوقات یہاں سے کم اور ان کی اجرت اور تعطیلیں یہاں سے زیادہ ہوں، نیوزیلینڈ کے باشندوں کی اوسط آمدنی دنیا میں سب سے بڑھی ہوئی ہے، اور بیڈریکل (استیصالی) اور حزب العمال کی حکومت کا دور دورہ یہاں ہر ایک نوآبادی سے زیادہ رہا ہے۔ سر جان گروس جو پہلے گورنر تھے اور بعد میں بلوں کی سربراہی کے سرگروہ اور وزیر اعظم ہو گئے تھے، ان کا اثر اس نوآبادی کے بیباکانہ عمومی قوانین میں

۱۸۶۳

صاف نظر آتا ہے۔ نیوزیلینڈ پہلا ملک ہے جس نے ہر بالغ شخص کو حق رائے دہی عطا کیا جن میں میوری عورتیں بھی شامل تھیں۔ کارخانہ اور جہاز سازی کے قوانین میں بڑی بڑی سیلکٹوں کو چھوٹے چھوٹے حصص میں تقسیم کرنا اور زمین کے ملک سلطنت ہونے کا اصول قائم کرنا، حرفتی انجیم، زندگی کا بیمہ، اور ایک سرکاری امین کے ذریعے سے اہل ملک کے مفاد کی قابل تعریف فکر و پرداخت ان تمام قوانین میں نیوزیلینڈ ہی نے سب سے پہلے قدم بڑھایا اور سب کی رہبری کی۔ یہ ضرور ہے کہ دوسرے نئے ممالک کی طرح اس پر بھی ان خطرناک امور کا اثر پڑا ہے کہ اس کے اعراض، مادی ترقی اور مقامی معاملات تک محدود ہو گئے ہیں اور روپے کے قرض لینے اور خرچ کر دینے اور حرفتی و فریقانہ اعراض کے لئے مددینے کی بدعا وہیں جید ترقی کر گئی ہیں مگر آزاد مملکتوں میں سے اونٹنے والے ہر مملکت کے باشندوں نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ایک پر زور نسل جسے شہنشاہی امن کے زیر تحفظ حقیقی و معزز حکومت خود اختیاری کا یقین کامل ہو اور جس کے عادات اس کی نسل کے شایان شان ہوں وہ عمومیت کی ذمہ داری کے سزاوار ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی قسمت کی نیرنگی ہے کہ نئی شہنشاہی جو مساویانہ حقوق اور آزادانہ رنڈا مندی کے مسائل کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہی تھی، اس کا ثبوت اس قدر عاجلانہ و فوری طور پر مل گیا۔ اس کے نمائندوں کی گاہ بہ گاہ کی مجلس مستشار حال ہی میں شہنشاہی کی ایک کونسل (مجلس شوریٰ) کا منصوبہ سوچنے لگی ہے، اتحاد جنوبی افریقہ کو تو ابھی اتنا ہی زمانہ ہوا ہے کہ وہ ایک مستشار میں شریک ہو سکا ہے۔ آسٹریلیا اپنے قومی اتحاد کی پہلی علامت کے اظہار کے لئے اب کچھ تیاریاں سو رہی ہے، تمام صوبوں کے ریلوے کے الحاق تمام دولت عامہ کے لئے ڈاک کے ایک ہی ٹکٹ کا استعمال اور پاس کیپییرا کے ویران قریب و جوار میں،

۱۹۱۱

۱۹۱۲

۱۹۱۳

ایک متفقہ دارالسلطنت کے بنا کر نے پر اتفاق رائے، ان سب تجویزوں کا شیوع اب ہوا ہے۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے کہ مغربی و مشرقی کناؤا، بڑا عظیم کو عبور کرنے والی تین ریلوں کے ذریعے سے ملحق ہو گئے ہیں۔ یہ ریلیں سنسان اور پیر گیاہ میدانون اور پلند و نامعلوم سلسلہ کے کوہستان میں سے ہو کر گزری ہیں۔ یہ ٹکنتیں عام طور پر اپنی سریع اندرونی ترقی میں مستغرق تھیں، اور انھوں نے اپنے قومی احساس کا اعلان ابھی حال ہی میں کیا تھا، شہنشاہی نظم و ترتیب کی بحث ابھی شروع ہی ہوئی تھی، اور مدافعت کی ایک تجویز پر ابھی سرگرم مباحثہ ہی ہو رہا تھا کہ دنیا پر عالمگیر جنگ کی بلائے بیدرماں نازل ہو گئی شہنشاہی کے امتحان کا ایسا موقع کبھی نہیں آیا تھا کہ اس پر ایسی ناگہانی ضرب پڑی ہو جس سے ایک ایسے طریق کار کی سخت ترین آزمائش کا وقت آ گیا ہو جو ہنوز نکتہ چینیوں کی نظر میں ایک ہیوئی سے زیادہ وقعت نہ رکھتا ہو لیکن منقشہ مستعین کا خود اختیاری حکومت رکھنے والی قوموں کی صورت میں مجتمع ہو جانا اور پھر قوموں کا اپنی آزادانہ مرضی سے ایک شہنشاہی دولت عامہ میں جمع ہو جانا، ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر انگریز فخر کر سکتے ہیں کہ دنیا کو حکومت کے جس وسیع سے وسیع تجربے اور انسانی آزادی کے لیے جس پر زور سے پر زور کوشش کا علم ہے، یہ دولت عامہ ان سب سے بڑھی ہوئی ہے؛

شہنشاہی کے انگریز مستعین جب سچے مکرر دیکھتے ہیں اور ان کی نظریں بنتھم پر پڑتی ہے تو اس شہنشاہی کی دوسری نسلیں ولر غور سے اور تکلار کسن کو اپنی آزادی کا بے شکر سمجھتی ہیں۔ تاج برطانیہ کی اس پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ رعایا کے علاوہ جو یورپین نسل کی ہے، برطانیہ عظمیٰ نے دوسری نسلوں کے تیس کروڑ سے زاید باشندوں کا بار حکومت اپنے کندھے پر لے لیا ہے۔ اس عظیم الشان مبادرت سے جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ملتی حکومتوں کے مطالعہ کی نسبت انگریزی قوم کے ارتقا کے مطالعے کا

شہنشاہی
کی حکومت

زیادہ موقع ملتا ہے۔ اس شہنشاہی میں حکمرانی کے ہر ایک طریق کی مثال موجود ہے، ایک حد پر اگر آزادانہ استعماری طریقہ ہے تو دوسری حد پر "محبتوں" کی "سیاسی مطلق العنانی" موجود ہے جہاں شاہ انگلستان بغیر دعویٰ ملکیت کے خود سرانہ اقتدار عمل میں لاسکتا ہے اور جس قسم کی عدالت چاہے قائم کر سکتا ہے۔ بے راہہ روی و ناکامی اور انسانی لغزشوں کے باوجود یہ مقصد برابر ترقی کرتا جا رہا ہے کہ اپنے نفع کے لیے باشندوں کو کام میں لانے کے پرانے خیال کے بجائے خود ہر ایک سلطنت و مملکت کے اغراض کا تحفظ کرنا چاہیے اور اس مقصد کے ساتھ ہی ساتھ مختلف قوموں کے اپنی اپنی حکومتوں میں زیادہ وسیع حصہ لینے کے سلسلے میں ہو رہے ہیں۔ گزشتہ تیس برس میں شہنشاہی ہند میں آزادی کو بہت وسعت دے دی گئی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ لیان ملک کے ایشیا میں رک ٹوک کم کرنے کا میدان ہو گیا ہے بلکہ خود انگریزی علاقے میں بہ کوشش ہو رہی ہے کہ تمام نظم و نسق میں نیابتی حکومت کو ترقی دی جائے۔ اس کا آنا بھلاس بلدیہ و بھلاس ضلع سے ہوا ہے اور بعد ازاں صوبہ بھارتی کونسلوں میں اس طرح اصلاح کی گئی ہے کہ ان کا حصہ کثیر ماتحت نیابتی جماعتوں کی طرف سے منتخب ہوا اور آخر میں مجلس واضح آئین و قوانین ہند میں ایسے ارکان شامل کیے گئے جن کا انتخاب زیادہ تر صوبہ بھارتی کونسلوں کے ذریعے سے ہوتا ہے، سرکاری داخل و خارج میں آزادی کے مطالبہ کو یوں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ارکان مجلس کو سالانہ موازنہ پر بحث کرنے اور عمدہ واروں سے استفسار کرنے کا حق دیا گیا ہے جس سے یہ آثار پائے جاتے ہیں کہ آخر میں انگلستان کی نگرانی میں (جو زیادہ تر مالی نگرانی ہے) کچھ کمی کر دی جائے گی۔ برطانیہ عظمیٰ کو اس پر فخر ہے کہ اس نے ایشیا و افریقہ میں وہ روش اختیار کی ہے کہ جس سے غیر اقوام کے دوسرے حکمرانوں کی نسبت اس کے زیر نگین

مالک میں عام طور پر انسانیت و انصاف کا رواج زیادہ ہو گیا ہے۔ اس جانب قدم بڑھانے کا بہترین اندازہ غالباً شمالی ٹانگریہ کی محبت سے ہو سکتا ہے، جہاں فرض شناس عہدہ داروں کے ایک گروہ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ کس حد تک ویسی تمدن کی حفاظت شہنشاہی حکومت کا نصب العین اور اس کا طرہ تاج بنایا جاسکتا ہے۔

کنڈا اور آسٹریلیا کے سوا اور ہر جگہ انگریزوں کو یہ وقت پیش آئی ہے کہ انھیں اپنے سے بہت تر یا مختلف النوع تمدن کے لوگوں پر حکمرانی کرنا اور ان میں عدل و انصاف کرنا پڑا ہے۔ انگریزی حکومت کا ماخصل اگر یہ ہوا ہے کہ چین، شمالی لینڈ، کریٹ، ایران اور آخر الامر فرانس میں ہندوستانی فوجیں بھیجی گئی ہیں، اگر اس حکومت کی وجہ سے ہندوستانی و چینی قلیوں کے جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے افریقہ میں اور چینیوں کے بحر الکاہل میں اقامت گزریں ہونے کا مرحلہ پیش ہو گیا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ آئندہ کے مسائل گزشتہ مسائل سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوں گے۔ انگریزوں کے تعلقات ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کے اصول منرو کے درپے ہو کر یہ چاہیں کہ کرہ ارض کے کسی حصے کی حد بندی کر لیں جس کے اندر وہ اپنی خاص تہذیب کی تکمیل کریں، اور اس حصے سے باہر کے لوگوں کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو محدود کریں۔ برطانیہ عظمیٰ کا فرض اور اس کا مقدر ساری دنیا کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ اپنی شہنشاہی کے اندر اس کا کام یہ رہا ہے کہ ایک حاوی کل اقتدار کے تحت میں ہر طرح کی مختلف آب و ہوا، مختلف حالات، مختلف زبان، مختلف روایات اور مختلف مذاہب کی قوموں کے اندر وسیع امن و امان قائم رکھے۔ اس نے اپنے صحیح شعور طبعی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ تجارت کا روزانہ لین دین ہی تمام قوموں اور نسلوں کے لوگوں میں باہمی ربط و ضبط

اور ایک دوسری کی شناسائی کا اولین ذریعہ ہے اور کسی قسم کی دلیل و حجت کی بنا پر تجارت کی آمد و شد میں ہر طرح کی دست اندازی کو یہ سمجھ کر مسترد کر دیا ہے کہ اس سے تصادم کا ایک وسیع الاثر، کثیر الوقوع اور تقریباً ناقابل الاختتام سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ حکمت عملی حتیٰ بجانب ثابت ہو رہی ہے، کیونکہ انگلستان اب بھی دنیا کی نصف پیداوار کا حامل ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس پیداوار کے لئے ایک دارالصدور پیدا کرنا اور لندن میں دنیا کے نصف کاروبار کو انجام دینا ہے۔ انگریز اسی قسم کے وسیع الاثر نشوونما کی فکر وں میں غرق تھے کہ دفعۃً انھیں یورپی تنازعات کے اسی طرح کے حلقے میں واپس آنا پڑا جس سے وہ جنگ وائرلو کے بعد سے بہلو جاتے رہے تھے۔

مرا بظہور پکا سخت جان اقتدار قوموں کی استعماری وسعت کی صدارت کرتا رہے، وول یورپ جس زمانے میں دنیا کی تقسیم کرنے میں مشغول تھے اس دوران میں وہ وطن کے قدیمی مناقشوں کو ابھارنے سے رکے رہے اور انھوں نے ایشیا، افریقہ اور بحر الکاہل میں اپنے نئے حدود کم و بیش آشتی کے ساتھ طے کر لیئے۔ مگر بے زیادہ عظیم الوسعت تجویز چین کو حلقہ ہائے اثر میں تسلیم کر لینے کی تھی اور اس کی ناکامی نے غیر ملکی مبادرت کو روک دیا۔ یورپ خود اپنے اوپر پلٹ پڑا۔ اس کی حکومتوں نے پچھلے مناقشات اور لایعقلانہ مداخلت میں بھنکر، یہ کوشش کی کہ اپنی اپنی جداگانہ و خفیہ گھنٹ و شنید کے ذریعے سے اپنے اپنے خاص فوائد حاصل کر لیں اور عام خطرات اور ذمہ داریوں کو کسی آئندہ زمانہ کے لئے ٹال دیں۔ یورپ کے باشندے جو خفیہ سیاسی چالوں کے تختہ مشق بنے ہوئے تھے، وہ ایسے معاملوں، ذمہ داریوں اور خطروں میں بھنس گئے جن کا انھیں کچھ علم ہی نہیں تھا حالانکہ انجام کار میں اس کا بار انھیں کو برداشت کرنا تھا جس اثنا میں فرانس، انگلستان،

جہاں حکمت عملی

اور روس، اپنے اپنے جداگانہ و غیر یقین راستوں پر چل رہے تھے، اسی زمانے میں جرمنی نے استقلال کے ساتھ مخالفت کا نشانہ کو مستحکم کر لیا اور اپنی ایک خاص حکمت علی معین کر لی۔ ولیم دوم نے جب اس شان سے تاج شہنشاہی زیب سر کیا کہ وہ اسے پارلیمنٹ یا تمام قوم کا عطا کر وہ نہیں سمجھتا تھا بلکہ اسے صرف خدا کی رحمت قرار دیتا تھا، تو پھر ہسٹریک بہت جلد برطرف کر دیا گیا اور نوجوان شہنشاہ کی بلند پروازی پر زور اور متشون طبیعت کو کھل کھیلنے کا پورا موقع مل گیا۔ ہسٹریک نے کہا تھا کہ "ایک فرد واحد کی حیثیت سے جرمنی ابھی ایک نئی قوم ہے مگر وہ وقت آنے والا ہے جب جرمانی شہنشاہی تمام یورپ پر حاوی ہو جائے گی" مگر اب قیصر نے یورپ سے باہر نظر ڈورانا شروع کی۔ برطانی طاقت کی وسعت سے رشک میں آکر اس نے یہ عزم کیا کہ جرمنی نہ صرف خشکی پر جنگ آور قوموں میں سب سے اول درجہ پر ہو بلکہ سمندر پر بھی اسے اپنی طاقت کا مظاہرہ ہو کہ وہ آئندہ ایک بڑی استعماری سلطنت پر قابو رکھ سکے جرمانی شہنشاہی کی پیسیوں ساگرہ کی باہرنا بظہر رسم کے موقع پر اس نے ورسیلز میں اعلان کر دیا کہ جرمانی شہنشاہی اب ایک عالمگیر شہنشاہی ہے۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اب خدا کی مرضی سے دنیا کی طاقت اور دنیا کا اثر انھیں (اہل جرمنی) کا ہے لا اب آئندہ سے جرمنی اور جرمانی شہنشاہ کے دخل کے بغیر دنیا میں کسی امر کا تصفیہ نہ ہونا چاہیے۔ میرا معاملہ ایک سچا معاملہ ہے اور میں اس کی پیروی کروں گا۔ جو لوگ میری مخالفت کریں گے میں ان کے پرچھے اڑا دوں گا۔ جرمنی کے استعماری فریق نے یہ عزم کر لیا کہ ہندوستان کی حشمت و شوکت کو بھی مٹا کر دے۔ جرمانی تخیل اور جرمانی نظم و تربیت کی فوقیت کی وجہ سے تمام قوم اس خیال پر متحد ہو گئی تھی کہ روسے زمین کی مہیری کرنا اور انھیں نفع پہنچانا ان کا فرض عین ہونا چاہیے۔ جفاکشی، وسائل و ذرائع اور حکومت کے اوصاف

۱۸۸۸
۱۸۹۰

۱۸۹۶

ان میں خلاقاً موجود تھے، محنت و کفایت کی خوبیاں انہیں تربیت سے حاصل ہوئی تھیں۔ اس عظیم الشان تجویز میں اپنے معینہ و مقررہ کام کے پورا کرنے کی انہیں تعلیم دی گئی تھی، پس ان حالات کے ساتھ انہوں نے ایسے رہبروں کی پیروی کی جو عظمت و وسعت کی ایک معینہ تجویز سے سرمو تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اس عظیم الشان کام کے لئے جس سخت تربیت کی ضرورت تھی جرمانی اُسے انگیز کرتے تھے اور اس لئے ان کی نگاہ میں انگلستان ایسا معاوم ہوتا تھا کہ وہاں عدم انضباط، بے تربیتی و جہالت چھائی ہوئی ہے۔ ٹریڈنگی نے کہا تھا کہ "جو شے بالکل ہی دھوکے کی ٹٹی ہو وہ ہمارے اس عالم میں، دائماً قائم نہیں رہ سکتی۔"

یورپ سے تقریباً پانچ گونہ بڑی برطانی شہنشاہی جو مختلف سمندروں میں منتشر تھی وہ پریشیا کے احساس نظم و تربیت کے لئے ایک دائمی اہانت بنی ہوئی تھی۔ اس کی مدافعت کے لئے کوئی متحیر فوج نہیں تھی، کوئی مالی قرار داد نہیں تھی، نہ کوئی بے روک نگرانی تھی اور ہسٹارک کو اسی طرح کے سیکڑوں کمزور اسباب ایسے نظر آتے تھے جن سے وہ سمجھتا تھا کہ "اگرچہ شاہان انگلستان کی رگوں میں جب بانی خون دوڑ رہا ہے مگر ان پر غور انگلستانیوں کا تختہ الٹ کر رہے گا، جرمنی کی نظر ایک زیادہ مجتمع اور علمی اصول پر قائم کی ہوئی مملکت پر جمی تھی۔ اپنی تخت نشینی کے دوسرے ہی سال یوچوان شہنشاہ ولیم دوم نے قسطنطنیہ جا کر سلطان سے ملاقات کی، وہاں ایک ایسی ہی

۱۷۹۹

اسے نظر آئی۔ جنوبی ایشیا میں ایسی زمینیں موجود تھیں جن میں کمزور ہتھیار بھرے ہوئے تھے۔ جن کے تیل کے چشموں میں روس اور شمالی امریکہ کے کنوؤں سے زیادہ تیل تھا، وسیع جنگلات اور زرخیز زمین افستادہ پڑی ہوئی تھی جس سے روٹی، اُون اور گیہوں حاصل ہو سکتا تھا، ارض بابل اور وادیہائے فرات و وچانہ کے منافع حاصل کرنے کی صلاح ایک انگریز سپہ سالار فرانسس ہسٹن نے دی تھی جس نے

ایشیائے
میں

تعمیر ریلوے کے لئے اس ملک کی سپلائی کی تھی مگر انگریزی ریلوے داروں نے اس طرف کچھ التفات نہ کیا اور یہ تجویز ترک کر دی گئی۔ وان ہولڈنگی ۱۸۳۹

جب ترکی فوج کو تربیت دے رہا تھا تو اس نے فلسطین میں محبت قائم کرنے پر زور دیا تھا اور اس دن کی پیشین گوئی ہو گئی تھی، جب مشرق میں جرمانی مدبروں کو وہی اقتدار حاصل ہو گا جو پامرسٹن، تھیرز اور چینکاف کو حاصل رہ چکا تھا۔ جرمانی علمائے اقتصادیات پچاس برس تک ان تجاویز پر زور دیتے رہے تھے جنہیں بالآخر ولیم دوم نے اپنے ہاتھ میں لیا، یہ اصلاح و انتفاع کی ایسی تجویز تھی جو برطانیہ شہنشاہی کی بڑی سی بڑی تجویز کے ہمپا یہ تھی۔ بالیالی اور فرانس کے باہن ایک بہت بڑا ریلوے معاہدہ ہو چکا تھا مگر سیدن کی شکست نے اس معاہدے کا خاتمہ کر دیا۔ برلن کی موٹرنے نئے مواقع پیدا کر دیئے۔ سلطنت عثمانیہ کی قلع برید کر کے جو عیسائی بادشاہتیں قائم کی گئی تھیں ان سے دو چار ہو کر سلطان عبدالحمید خاں نے پریشیا وی سپہ سالاروں کو ایک فوج مرتب کرنے کے لئے طلب کیا، جب رومیلیا اور بلغاریہ کے صوبے باہم مل کر خاندان میٹنبرگ کے الگزنڈر کے تخت میں ایک امارت بن گئے تو بلقان میں جرمانی اغراض کے قدم اور آگے بڑھ گئے۔ انگلستان و فرانس نے اس اتحاد سے اتفاق کر لیا تھا اور اب لارڈ سائسبری کا سفیر قسطنطنیہ معاہدہ برلن کے سیکر ہوا سے دیکر افسوس کر رہا تھا۔ لیکن زار نے نئے نئے محققے میں آکر الگزنڈر کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا اور جرمانی اثر نے بلغاریہ کو اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ خاندان سیکس کو برگ کو تھا کے شہزادے فرڈیننڈ کو جو آسٹریا کی فوج میں ایک افسر تھا، اپنا حکمراں منتخب کر لے۔ ترکی کے ساتھ دوستی مصدق ہو گئی۔ سلطان عبدالحمید خاں پہلے سلطان تھے جنہوں نے ایک سیاسی آلے کے طور پر "پان اسلام" (اخوت اسلامی) کی قدر و قیمت کو سمجھا اور خلافت کے روحانی اقتدار سے کام لیا، انہیں نے سب سے پہلے

۱۸۳۹

۱۸۳۹

۱۸۶۸

۱۸۸۳

۱۸۸۶

تجدید ترکی
۱۸۹۳
۱۸۹۴

اس اسلامی تجدید کی رہبری کی جو ہندوستانی سرحد کے قبائل تک پہنچ گئی ہے۔ آرمینیہ کے خونریز مناقتے اور مقامی ہنگامے ایسے قتل عام سے دبائے گئے کہ زمانہ عارضی اس کی مثالوں سے خالی ہے، تقریباً ڈیڑھ لاکھ عیسائی ہلاک ہو گئے۔ انگلستان غیظ و غضب سے تھرا اٹھا اور گلیڈسٹون نے اس "سفلح اعظم" پر لعنت بھیجی اپنی آخری کوشش صرف کر دی۔ فرانسیسیوں نے انھیں "قتال احمد" کے نام سے موسوم کیا، لارڈ سالبری جو اب برسراقتدار ہو گئے تھے، انھوں نے عدل خداوندی کے فتوے کے بموجب شہنشاہ عثمانیہ کے فنا کرنے کی دھمکی دی۔ سالونیکا میں انگریزی جہازات، سپاسٹوپول میں روسی جہازات اور سمیرنا میں فرانسیسی جہازات، انتظامی حکم میں کھڑے ہوئے تھے، اور لارڈ ڈنکوڈ نے ایسے الفاظ میں جو تہدید جنگ کے مشابہ تھے اس جرم عام کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ چھ دول عظام کی آنکھوں کے سامنے سلطان نے جو چاہا کیا اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ آپس کے قول و قرار، باہمی بے اعتمادی، اور جس وجہ سے نے دول عظام کے ہاتھ پاؤں اس طرح باندھ دیئے تھے کہ کسی قسم کی مشترکہ کارروائی ناممکن ہو گئی تھی۔ قسطنطنیہ میں آرمینیوں کے ایک نئے قتل عام کے بعد سلطان اس طرف متوجہ ہوئے کہ کریست کے ترکی شہنشاہی سے جدا کیئے جانے کو روک دیں، نوپریٹوں کی

سلطان عبدالحمید خاں ثانی کی نسبت گلیڈسٹون اور اسکے متبعین نے جس سفارت و بدرگی کا اظہار کیا ہے وہ تمام دنیا پر اظہار من الشمس ہو چکی ہے، اسکی رد کی ضرورت نہیں ہے، عیسائیوں کے قتل کا فساد بھی طلسم ہو شراب کی داستاؤں سے زیادہ پورا جہاں ثابت ہو چکا ہے، لیکن اس افسانہ کی شہرت دینے والوں کے لئے مصنف کے اس قول پر کہ "زمانہ عارضی اس کی مثال سے خالی ہے" صرف اتنے اضافے کی ضرورت ہے کہ میان تہذیب یورپ کے ہاتھوں زمانہ مستقبل میں ذہنی افسانے کی مثل واقع سے خالی نہ رہا۔

نہریمت کے بعد یہی جزیرہ آل عثمان کی بحری طاقت کی آخری یادگار رہ گیا تھا، طرابلس اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے کے لئے یہی ایک کڑی تھی، اور مالٹا و سوئز کے درمیان یہی جزیرہ خاص بحری معرکہ تھا۔ ۱۸۹۶

۱۸۹۸

کوریو کیس اور اس پر جب یونانیوں نے اعلان جنگ کر دیا تو ترکی کی قاہرہ فتح نے مسلمانوں کی طاقت کا سکہ بٹھا دیا۔ آرمینیوں کے قتل عام کی یاد بھی دلوں میں تازہ تھی اور تمام یورپ اس پر نفرتیں ہی کر رہا تھا کہ قیصر سب سے الگ ہو کر قسطنطنیہ پہنچا اور اسی "قتال احمد" سے

ملاقات کی شام میں اس نے خود کو مسلمان قوموں کا حامی ظاہر کیا، حالانکہ مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ برطانی و فرانسیسی شہنشاہیوں کے اندر آباد ہے اور جرمانی حکومت میں ایک مسلمان بھی نہیں ہے۔ دمشق میں اُس نے یہ کہا کہ "سلطان اور اُن تیس کروڑ مسلمانوں کو چورٹے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جرمنی کا شہنشاہ ہمیشہ اُن کا دوست رہے گا" یہ ایک نہایت اہم و معنی خیز محافلے کی ابتدا تھی جرمنی نے اپنے ایشیائے کوچک میں داخل ہونے کے ساتھ ہی یہ

سوچ لیا کہ یہ ملک ایک "جرمانی نہر سوئز" ہو گا اور مشرق میں جرمانی علم و تمدن اسلامی دنیا پر چھا جائے گا۔ خاندان کو برگ کے شہزادہ فرڈیننڈ نے بہ آمادگی تمام یہ اجازت دیدی کہ برلن و قسطنطنیہ کے درمیان بلغاریہ ہو کر براہ راست سلسلہ آمد و رفت قائم کیا جائے اور سلطان نے ایک جرمانی کمپنی کو قونیہ سے قویت تک ایک

بند اور ریلوے

۱۸۹۹

۱۹۰۲

ریلوے تیار کرنے کی مراعات عطا کر دی، سلطان کی شہنشاہی میں یہ

راستہ نہایت ہی اہم راستوں میں سے ہے۔ جرمنی کے شاطران جنگ اور ماہران تجارت نے اس تجویز کو جس طرح مرتب کر رکھا تھا، اسی طرح اُس کا آغاز ہوا۔ روڈز نے "ازرا اس نا قاسرہ"، کا جو آوازہ بلند کیا تھا یہ تجویز شاندار ہے اس سے کم نہ تھی اور واقعیت کے اعتبار سے

اس سے مستحکم تر بنیاد پر قائم تھی۔ ان لوگوں کی نظر اس پر تھی
 پیرنیزیم اور بغداد اور ایک سلسلہ ریلوے میں منسلک ہو جائیں، خشکی کی
 طرف سے ہندوستان کا ایک راستہ کھل جائے، خلیج فارس
 کے جرمانی بیڑے کو ٹکڑے بنچانے کے لیے ریل گاڑیاں ایک ہزار میل کا
 راستہ طے کر کے آئیں، ایک ریلوے دمشق سے قاہرہ تک جائے
 اور ایک انگورہ سے ارض روم و فلسطین کو جائے شاخوں کے
 ذریعے سے قسطنطنیہ کو اسلام کے مقدس شہروں سے ملا دیا جائے۔
 روس کے لیے اس کی سہمد قفقاز پر خطرہ پیدا ہو گیا اور اٹالیہ کو
 برٹنسی کی تجارت میں اندیشہ لاحق ہو گیا۔ فرانسیسی تاجر، شام سے
 نکال دیئے گئے اور مارسلہ کا سلسلہ آمد و رفت خطرے میں
 ڈال دیا گیا۔ ارادہ یہ کیا گیا تھا کہ پریشیا کے کسان ہزاروں کی تعداد
 میں عراق کو منتقل کیئے جائیں اور ان وسیع قطعات ارض کے لیے
 علمی حیثیت سے سیاحت کا انتظام کیا جائے۔ وان بلونے یہ کہا تھا کہ
 اگر کوئی شخص کسی جگہ کے متعلق ناگفتا بہی تو قعات کے ہونے کا ذکر
 زبان پر لا سکتا ہے تو وہ جگہ عراق ہے۔ افسوس صدی کے
 تمام دوران میں شہنشاہی عثمانیہ کو بین الاقوامی، قومی، نسلی، اور مذہبی ہر طرح
 کے محرمات جنگ سے نقصان پہنچتا رہا ہے مگر اب ان محرمات
 میں ایک آخری جذبہ و احساس کا مزید اضافہ ہو گیا ہے یعنی استعماری
 شہنشاہیوں نے ایشیائے کوچک اور مصر کے قبضے کے لیے
 مقابلہ شروع کر دیا ہے، یہ وہ زمینیں ہیں جنہیں سکندر سے لیکر
 پولین تک ہر ایک فاتح دنیا کی کبھی سمجھتا رہا ہے۔

انگلستان
یورپ

انگلستان جب جنگ بوسٹر سے فارغ ہو کر نکلا ہے تو
 اس نے اپنے گروپس ایک بدلی ہوئی دنیا پائی اور اسے یورپین
 طاقتوں کی نسبت اپنی رفتار میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ فرانس
 و روس تو پرانے دشمن تھے، فٹو دا کے مناسبت سے اور بھی سخت تھی

پیدا ہو گئی اور چمبرلین نے فرانس کو سختی سے متنبہ کیا کہ وہ اسے
اطوار میں اصلاح کرے۔ کہا جاتا ہے کہ جب روس نے پورٹ آرٹھر
پر قبضہ کیا تو چمبرلین کی زبان سے بیساختہ یہ نکلا کہ "یہ ٹیڑھی کھیر ہے"
دربار اور قوم دونوں جرمنی کے طرفدار تھے۔ نیو گائٹنا پر قبضہ کرنے کو
چمبرلین نے ایک "قطعہ ارض کا بے حقیقت سامعہ"، سمجھا اور
اینگلو پینڈ کی حوالگی کی نسبت یقین کیا کہ دوسرے وسیع منافع نے زائد از ضرورت
اس کی تلافی کر دی ہے۔ سیمووا کی نسبت گفت و شنید ہو جانے کے
بعد اس نے یہ صلاح دی کہ "دنیا میں آئیندہ پر زور اثر رکھنے کے لئے"
برطانیہ، جرمنی اور ممالک متحدہ امریکہ کے باہم ایک محالہ
ہو جانا چاہیے۔ استعماری مراعات باہمی کی نسبت دوستانہ مباحث
شروع ہو گئے۔ انگریزی اجتماعیت پسند اپنے براہِ ان جرمنی کی قدر کرتے
اور ان پر اعتماد رکھتے تھے، مگر اصلی مفاہمت اطمینان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔
انگریزوں کے ہاتھ بڑھانے پر جرمنی رک سی گئی کہ سب ادا وہ براہِ اعظم
پر انگلستان کی تلوار بن جائے۔ چمبرلین کو آخریہ معلوم ہو گیا کہ وہ
"لوہے کے چنے چبا رہا ہے" اس کی تجارتی اصلاح، شہنشاہی اتحاد
کو روکری کی تجویز اور کٹاؤا کے ترجیحی درآمد و برآمد کا قانون، ان باتوں نے
جرمنی میں شکوک پیدا کر دیئے، اور اس کے عوض لینے کی دہلی دی جانے
گئے، اور ایک دوسرے قانون بحری کی رو سے واقعی جرمنی کے پیرے کو
دو چند کر دیا گیا۔ انگلستان نے جب بغداد اور یلوے میں مدد دینے سے
انکار کر دیا تو جرمنی کے عناد میں اور ترقی ہو گئی اس موقع پر اڈورڈ ہفتم
کے تخت نشین ہو جانے سے دربار کی نظر غیر ملکی معاملات پر بالکل ہی
دوسری طرح پڑنے لگی اور اس سے انگریزی حکمت عملی کی تبدیلی میں سہولت
پیدا ہو گئی۔ انگلستان کے معاملات کی رہبری جب تک لارڈ سالسبری
کے ہاتھ میں رہی انھوں نے انگلستان کے "تفرد" کو قائم رکھا۔
ان کے خیال میں بغداد اور یلوے سے ابتدا ہی سے ایک جریانی و روسی معاملہ تھا۔

لارڈ سالسبری نے بس ایک حیرت افزا بدعت کو تسلیم کیا تھا۔ انگلستان اپنی باربرداری کے کاروبار، اپنی دولت، اپنے استحقاق تفوق کی وجہ سے بدستور تجارت کو اپنے قابو میں کیئے ہوئے تھا مگر فرانس جو ۱۸۰۲ء کے قبل دوسرے درجے پر تھا اب چوتھے درجے پر پہنچ گیا تھا اور ممالک متحدہ امریکہ اور جرمنی دوسرے اور تیسرے درجے پر آگئے تھے، پس اب یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ تمام رقیبوں کے مقابلے میں ہر ایک سمندر میں ایک حاوی و غالب انگریزی بیڑا قائم رکھا جائے اور حکومت نے بحر الکاہل کی سربراہی اور وہ سلطنت جاپان سے بحالہ کے آسٹریلیا کے لئے امن کا یقین کر لیا (یہی بدعت لارڈ سالسبری سے سرزد ہوئی تھی) جب مسٹر بالفور وزیر اعظم اور لارڈ لینسڈون وزیر خارجہ بنے تو یورپ میں جو اندیشناک حالت اور ہر طرف عام خطرہ پیدا ہو رہا تھا ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حکمت عملی میں باقاعدہ انقلاب کیا گیا۔ ۱۹۰۲ء جنگ وائٹ لو کے بعد سے انگلستان، یورپین سلطنتوں کے مخالفت و تنازعات سے بے تعلق اور سب سے الگ رہا تھا اور اس کی تری و بحری فوجیں اسی طرز عمل کے اندازے کے موافق رہی نہیں۔ اڈورڈ ہفتم کے عہد کے ساتھ اس میں تغیر واقع ہو گیا۔ مسلسل معاہدات کے ذریعے سے کابینہ، یورپ میں امن کے قائم رکھنے کی امید میں آہستہ آہستہ توازن طاقت کے اصول کی طرف پلٹ گیا۔ فرانسیسی ذرائع نے انگریزوں کی تائید حاصل کرنے کے لئے جب دست سبقت بڑھایا تو اب تکنت سے کام نہیں لیا گیا اور نئے بادشاہ کے پہلی مرتبہ سرکاری طور پر فرانس جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کے ساتھ اس سے زیادہ گہری بھتی ہو گئی جسے پامرسٹن نے کبھی بھی تسلیم کیا ہو۔ انگلستان نے کاسلری و کیننگ کے طریق کو چھوڑ کر فرانس کے مراکو میں وسعت حاصل کرنے کے متعلق اپنی پچاس برس کی مخالفت کو ترک کر دیا صرف ایک لارڈ روبرٹی نے

اس نئے معاہدے کو اس بنا پر مطعون کیا کہ اس سے ایک شدید فوجی خطرہ لاحق ہوتا تھا۔ اس معاملت سے تجارتی حقوق خاص، تاجخیر کی غیر جانبداری، مصر میں آزادانہ کارروائی، نیوفاؤنڈ لینڈ کی باہمی گیری کا اقتدار، سیام، مغربی افریقہ، جزائر نیو ہیبراڈز اور مدغاسکر کے تنازعات کی یکسوئی یہ سب فوائد حاصل ہوئے۔ طرابلس، اطالیہ کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ جرمنی نے اس معاہدے کو لا نہایت ہی موافق فطرت اور بالکل ہی حق و سجا قرار دیکر قبول کیا، لیکن فرانس و اسپین نے ادھر تو مراکو کے علیٰ حالہا قائم رکھنے کی آشکارا ذمہ داری کی، ادھر اس ملک کو آپس میں تقسیم کر لینے کا ایک خفیہ معاہدہ کر لیا جس کے بموجب اسپین کو وہ انتہائی شمالی سواحل ملے، جن میں تاجخیر بھی داخل تھا۔ اس معاہدے کا انکشاف سات برس بعد ہوا۔ فرانس نے جب یہ چاہا کہ اصلاحات کی ایک وسیع الاثر تجویز جس کا اجرا انیسویں قرصے سے ہوا، سلطان پر بزور عائد کرے تو جرمنی نے اسے اس طرح لٹکارا کہ سب گت بندھاں رہ گئے۔ قیصر اپنی تفریحی کشتی میں سوار ہو کر یکایک تاجخیر میں جا اترا اور اپنی اس نئی حیثیت کو نمایاں کر دکھایا کہ وہ مسلمانوں کا حامی ہے اور یہ اعلان کیا کہ کوئی طاقت اس کے اور کسی آزاد ملک کے آزاد بادشاہ کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی۔ جرمنی نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ مراکو کے معاملات میں جہاں مصدقہ معاہدے کی رو سے اس کے تجارتی اعراض موجود ہیں، اس سے مشورہ کیا جائے تاکہ ”دوسرے مسائل میں جو اس سے زیادہ اہم ہوں، اسے نقصان نہ پہنچے“۔ شاہان ہولنڈ و لارن کے ”استیلاء عالم“ کی اس طرح سبکی ہونے کے خلاف شہنشاہ نے جو لعنت و نفرین کی اس سے سارا عالم گونج اٹھا، اس نے اپنی فوج سے کہا کہ ”بارود کو خشک، تلوار کو تیز، نظر کو وقف مرام اور اعصاب کو مضبوط رکھو“۔ یلیئم شان معرکہ جس کا نتیجہ ہنوز نامعلوم ہے، شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت سے

جرمنی کو یہ یقین ہو گیا کہ اس کو ہر طرف سے محصور کر لینے کی کوئی نہ کوئی
 نچوڑ تو قائم ہے اور اُس سے اس کا عقدہ اور تیز ہوتا گیا۔ اوصہ
 فرانس و انگلستان اپنی جگہ پر یہ یقین کرنے لگے کہ جرمنی نے
 قصداً یہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ انگریزی اور فرانسیسی قرارداد کو پارہ پارہ
 کر دیگی اور کسی معاملے میں رزرو آزمانی کرے گی، جس کی تہ میں قوت کے
 نہایت ہی عمیق اور نہایت ہی پیچیدہ مسائل پوشیدہ ہوں گے شہنشاہ جرمنی
 عین اس وقت تاجخبر میں اتر اٹھا جب فرانس کا حلیف روس، کڈن
 میں نہریت فاش اٹھا کر جا پانیوں کے سامنے سے برابر سپاہی ہوتا ہوا ہاتھا
 شیشما میں روسی ٹرے کے تباہ ہونے کے چار ہی دن بعد شہنشاہ جرمنی
 نے مسئلہ مراکو کے متعلق ایک بین الاقوامی مستشار کا مطالبہ کیا۔ فرانس
 کے وزیر خارجہ ڈلکاسی نے فرانسیسی دعاوی کے خلاف اس ناگہانی
 مبارز طلبی کو قبول کر لیا ہوتا مگر مجلس وزراء بفر کسی حلیف کے جنگ کے
 خطرے میں، نہیں پڑنا چاہتی تھی، ڈلکاسی بالکل اکیلا ہو گیا اور اسے
 مستعفی ہونا پڑا۔ یہی ڈلکاسی تھا جس نے انگریزی و فرانسیسی مراقتت کو
 انجام کو پہنچایا تھا۔ ڈلکاسی کے زوال اور اجڑا ہونے کے طلب کرنے
 سے جرمنی کو غلبہ حاصل ہو گیا، دول نے (جن میں مالک متحدہ امریکہ
 بھی شامل تھا) رواداری باہمی کا انتظام کر دیا، مراکو کے علیٰ حالہ باقی رکھنے کی تصدیق کی مگر فرانس
 و اسپین کو سوا علیٰ تصبات کی نگرانی و حفاظت کا اختیار دیا جنہیں میں سے کوئی بھی کامیابی کا
 دعوے نہیں کر سکتا تھا اور ان ناگوار یوں کی تلخی بدستور باقی رہ گئی۔
 ڈلکاسی کی یہ دھمکی کہ مراقتت میں اتنی طاقت ہے کہ وہ جرمنی سے
 جنگ کر سکتی ہے اور انگلستان کا ایک جہیب بحری حملے کے لئے
 اظہارِ رضا مندی، ان دونوں باتوں نے جرمنی میں سخت اشتعال
 پیدا کر دیا۔ غصہ و شبہ کی وجہ سے تو خوش انگیز افواہیں پھلتی اور لوگوں
 کے دلوں میں گھر کرتی جاتی تھیں، اٹھ برس بعد جنگ یورپ کا جوشعلہ
 بلند ہوا ہے اُس سے قبل تک یہ نہ معلوم ہوا کہ خفیہ گفت و شنید سے

کس حد تک انگلستان پر پاس عزت کی پابندی عائد کر دی ہے۔ فرانس نے جب یہ چاہا کہ بصورت وقوع جنگ اس کی تائید بزور اسلحہ کی جائے، تو سہراڈورڈ گرسے نے ایسا وعدہ کرنے سے انکار کر دیا مگر یہ قبول کیا کہ اگر فرانس کو مجبوری سے جنگ کرنا پڑے تو ممکن ہے کہ اہل برطانیہ اس کی مادی تائید میں اپنی قوت صرف کریں اور کسی ایسے حادثے کے وقوع کے لئے تیار رہنے کے خیال سے بڑی و بھری افواج کے متعلق "تفصیہ مکالمات" کو بھی اسی شرط سے جائز رکھا کہ یہ مباحث دونوں میں سے کسی حکومت کو بھی کسی امر کا پابند نہ کریں گے۔

جب سرینہری کیمبل بینر میں وزیر اعظم اور سہراڈورڈ گرسے وزیر خارجہ ہوئے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ لبرل حکومت ہمہ تن اس فکر میں تھی کہ صلح و امن قائم رہے۔ لبرلوں کی آزادانہ تجارت کی قدیمی حکمت علی سے دوسری سلطنتوں کے ساتھ خلفشار کے ایک خطرناک منبع کا سدباب ہو گیا، اور شہنشاہی اصول ترمیمی کے تجاویز خاک میں مل گئے۔ طرائق سوال کو حکومت خود اختیار ہی عطا کرنے سے تھمیں و بہرہ دی حاصل ہو گئی۔ وسطی ایشیا کے متعلق روس سے اتفاق ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دو سب سے بڑی ایشیائی شہنشاہیوں کے درمیان جس رقابت نے ستر برس تک کوئی سچی موافقت نہ ہونے دی تھی اس میں کمی آگئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگلستان کے دور قہر کے ختم ہو جانے سے توازن طاقت کے پلے پھر تقریباً برابر ہو جائیں گے، اور یورپ میں مرابطہ دوسرا جنم لے گا۔ مرزا الحالی و خود اعتمادی کے فرط جوش میں مشکلات پر نظر نہیں پڑی۔ ایک طرف وسطی سلطنتوں کا مخالفہ ٹلشہ تھا، جو تیس برس کے انقباض سے مربوط ہو چکا تھا، اس کی فوجی قوت سب سے بالاتر تھی اور اس کی ایک روش معین ہو چکی تھی۔ دوسری طرف دو سلطنتیں جو تھوڑے ہی زمانے قبل تک ایک دوسرے کی مخالف اور ایک دوسرے سے بدظن تھیں اور اب وہ افریقہ

فریق لبرل کی حکمت علی

۱۹۰۵

۱۹۰۶

ایشیا کے متعلق متفرق و مقامی مفاہمات کے ذریعے سے ایک دوسرے سے قریب ہو گئی تھیں، مگر یورپ میں ان کی کوئی مشترکہ حکمت عملی نہیں تھی۔ وزیر اعظم نے اشارے سے وہ جگہ بتا دی جہاں سے دورا تے جاتے تھے، ایک تو وہ فراخ و آسان راستہ بنا جو تحفظ تجارت فوجی خدمت، اور انگلستان کے آزاد تنظیمات کو ذیل و رسوا کرنے کی طرف جاتا تھا، اور دوسرا آزاد تجارت اور وسیع تر آزادیوں کا راستہ تھا جو صلح و امن، کفایت شعاری، اور اصلاح کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ وزیر اعظم کے پیرو، مدتوں کے رُکے ہوئے غنیمت کی آگ میں جل رہے تھے اور اپنی بہت بڑی کثرت رائے کی وجہ سے مطلق العنان بن گئے تھے، انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ وہ وطن کی معاشی اصلاح کے متعلق اپنی ان مدت کی رُکی ہوئی تجاویز کو عمل میں لائیں گے، جو براہ راست یورپین ملک کے تجاویز سے آگے بڑھ جائیں گے۔ اس فوق کے تمام بے میل عناصر میں ایک پر خوش قوت عمل باری و ساری تھی، پارلیمنٹ میں اس فریق کی سربراہ اور وہ جماعتوں میں ایک کاؤٹی ونگ تھی۔ جماعتی قانون ہمیشہ اصحاب کی تھی جن کو بین الاقوامی قانون کی طاقت پر اعتماد تھا، دوسرے وہ لبرل تھے جو قوموں کے علاوہ اور یہ وفا اتفاق پر یقین رکھتے تھے مگر اس کے ساتھ بھت پسند روس سے صاف طور پر بدظن بھی تھے، تیسرے مزدوروں کا فریق تھا جسے جرمانی، ایتالیوں اور مزدوروں کی ایک نئی برادری "کے بین الاقوامی تصور سے پر زور ہمدردی تھی (اس برادری سے) یہ توقع تھی کہ جنگ و جدل کا خاتمہ ہو جائے گا اور انکی نگو خواہی کے سفامات جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جائیں گے وہ غیر ملکی حکمت عملی کو پاک و صاف کر دینے اور خفیہ سپاہی چالوں کو فنا کرنے کے لئے عمومیت کی قوت کو عالم آشکارا کر دیں گے۔ مگر وسعت نظر کی کمی اور غیر ملکی تاریخ و سیاسیات سے لاعلمی کے باعث ان کے صلح و امن کے اس کام میں وقتیں پیش آگئیں اس صدی میں

یہ تنگ نظری و لاعلمی انگلستان کا بڑا ہی بدنام نقص ہے۔ کوئی وقت تھا کہ یونان کی خود مختاری کے معاملے میں انگلستان کی دلچسپی کا پٹ اس سے کچھ زیادہ نہیں سمجھتا تھا کہ سہولت کے ساتھ قرض حاصل کر لینے کے لیے یہ سارا جال بچھایا گیا ہے۔ کابڈن اور پرائٹ نے اکثر اپنے کام کو سالفہ آمیزی سے خراب کر دیا تھا اور لبرلوں کو انہیں کے روایات و رٹے میں لے کر پھینکے پس اگر وہ اپنے مناقب و مثالب دونوں کی غلط تعبیر کرتے تو ان سے کچھ غیر متوقع نہ تھا۔ پرائٹ ایک پرجوش حامی امن تھا مگر اس کا خیال یہ تھا کہ حصول آزادی کے اعتبار سے امریکہ کی خانہ جنگی بالکل بجائے۔ کابڈن بحری فوجیت کا حامی اور کسی اور ملک کی بحری قوت کو انگلستان کی قوت کے برابر دیکھنے کے بجائے وہ دس کروڑ پاؤنڈ کے لیے رائے دینے کے لیے تیار تھا کیونکہ اس قسم کی ہر ایک کوشش کی غایت یہی ہوگی کہ اس ملک کی نسبت کوئی نہ کوئی برا منصوبہ دل میں پیدا ہو گیا ہے، مل ایک زبردست بیڑے کا خواہاں تھا اور "اعلان پیرس" پر افسوس کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم نے ایک بحری قوم کے فطری سلاح جنگ کو الگ رکھ دیا ہے کیونکہ ہم نے اپنے دشمنوں کی تجارت کے خلاف جنگ کرنے کے حق کو ترک کر دیا ہے۔ جب انگلستان نے سلاح جنگ کے کم کرنے کی تجویز کی اور خود اپنی جہاز سازی کے کم کر دینے کی لایقنلانہ مثال قائم کی تو جرمنی نے آسٹریا کے ساتھ اپنی مشورہ کی کشمکش کو یاد کر کے یہ جواب دیا کہ اس کی بحری قوت کے کم کرنے کی قرارداد آٹھ کی قرارداد ثانی کے مرادف ہوگی اور یہ جواب محض شاعرانہ جواب نہیں تھا۔ پرائٹ نے ۱۸۵۵ء میں یہ الفاظ کہے تھے کہ کسی لا خود مختار طاقت سے یہ کہنا کہ اسے اپنی قوت کو محدود کرنا چاہیے مثل اس کے ہے کہ خود اس کی ملکیت کے اندر اس کے اقتدار اعلیٰ کے حقوق پر حملہ کیا جائے۔ جرمنی نے اپنے جنگی جہازوں کی تعداد

بڑھادی۔ لاپانہ بحث پر لعنت بھیجی اور ہیکسٹ کی مستشار صلح میں شریک ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی کہ اس میں فوج کشی کرنے کی کوئی تجویز نہ پیش ہو۔ ۱۸۹۹ء میں ٹوکولس و ووم نے جنگ کی ہشتادویں کو کم کرنے کے لئے جو مستشار امن طلب کی تھی اس کے بعد یہ دوسری مستشار تھی۔ اس نے ۱۸۶۳ء کی جنیوا کی مجلس سے کہ تو اعد کو تسلیم کر لیا، غیر جانبداروں کی تجارت اور قابضانہ فوج کے تحت میں غیر جانبداروں کی زمین کے محفوظ رکھنے کے ساتھ فکریں کیں، اور بیستی کی کہ بھری جنگ کے قواعد مرتب ہو جائیں۔ بحری غنیمتوں کی ایک بین الاقوامی عدالت قائم ہو جائے اور حکیم کے لئے ایک مستقل عدالت عالم وجود میں لائی جائے۔ غیر جانبداروں کی حیثیت کی تعریف، تحدید اور حکیم و غنیمت کے لئے ایک مسلم ضابطے کی تیاری میں مشکلات پیش آئے خود مستشار ہیکسٹ کے اختیار کے متعلق مشکلات کا سامنا ہوا حالانکہ اس میں چوالیس سلطنتوں کی نمایندگی ہو رہی تھی۔ برٹن، عظیم جنوبی امریکہ کو بھی اس بنا پر یورپی حلقے میں لے لیا گیا تھا کہ وہ بھی اسی تہذیب و تمدن کا کلمہ گوئے، مگر جن دولِ عظمیٰ نے بحث و مباحثہ میں چھوٹی قوموں کی سادہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، وہ اسے کب تسلیم دانی تھیں کہ ان کے پرانے مقاصد و اغراض کا قصہ اکواٹڈر کی ایک بیسٹری رائے سے ہو جایا کرے۔ نئی دنیا کے متعلق کیننگ نے جو خواب دیکھے تھے اس کے ایک صدی بعد تک بھی وہ پرانی دنیا کے قوانین کو ہموار نہیں کر سکتی تھی۔

بہتر نظر

پانچویں وزیر اعظم نے جہاز سازی میں مزید تحقیق کر کے اور تمام دنیا کے نام ایک کھلا خط اس مضمون کا شائع کر کے کہ انسانیت و تمدن کے اغراض و مفاد پر نظر کر کے بے سلاجی اختیار کی جائے صلح و امن کے لئے آخری کوشش کی۔ ان کے بعد مسٹر اسکوتھ نے ان کی جگہ لی اور بیعت سر اور ڈوگر سے جنگ کی نئی تہذیبوں کے باوجود

برابر صلح و امن کی کوششیں کرتے رہے۔ تاخیر میں اختلاف کا جو باب وا ہوا تھا وہ اب بلقان کی طرف منتقل ہو گیا، اور یورپ کی جنگ کا خطرہ مغربی بحیرہ روم سے گزر کر اس کے مشرقی حصے میں جا رہا۔ اگرچہ مراکو، بحیرہ روم اور بحیرہ اوقیانوس دونوں طرف کے راستوں پر حاوی ہونے کی وجہ سے پانچ برس کے اندر دو مرتبہ خطرے کا باعث بن چکا تھا تاہم خطرے کا اصل مرکز سلطنت عثمانیہ ہی میں قائم تھا۔ آسٹریا نے اس امر کی شناخت کی کہ آئندہ ایشیا کے کوچک کے ذرائع و وسائل کے وا کرنے کا فرض اہل جرمنی کے طبائع کے لائق اور سزاوار تحسین ہے اور باوجود اس کے کہ دس برس پہلے روس کے ساتھ قرارداد کر چکی تھی پھر بھی اس نے اس ریلوے کو مستحکم کرنے کے لئے برلن سے مدد لی جو نووی بازار سے گزرتی ہوئی براہ وادی ورودر سلونیکا کی طرف جانے والی تھی اور یہی سلونیکا تمام دنیا کے جرمانی کے لئے ڈینیوب کی طرف سے ہو کر صحیح تجارتی مخرج ہے۔ سربیا نے روس کی تائید سے یہ مطالبہ کیا کہ بطور معاوضے کے اسے بحر اڈریاٹک کی ریل بنانے کا موقع دیا جائے نووی بازار والے اسی منصوبے کو دفعۃً اس تجویز سے بدل دیا گیا کہ بوسینیا اور سرزی گویا کا باضابطہ الحاق کر لیا جائے اور اسے فرانسس جوزف کی ساتھیوں سالگرہ کے جشن کے لئے ایک موزوں ہدیہ سمجھا گیا، بادشاہوں اور قوموں کا یہ ایک ایسا تصور تھا جو سو برس قبل سترٹکس کے لائق تھا جنوبی سلاویوں کے روز افزوں اتحاد کی وجہ سے آسٹریا و ہنگری پہلے ہی سے خائف تھیں اور وہ کسی تاویسی مہم کے بھیجنے اور سربیا کے ملحق کر لینے کے خیال میں لگی ہوئی تھیں۔ سربیا کو وہ بلقانی ریاستوں کا پڈنٹسٹ سمجھتی تھیں۔ اسی نے سن ۱۸۷۸ء کے مطالبہ کے خلاف سب سے پہلے سر اٹھایا تھا اور دوسری بلقانی قوموں کے بہ نسبت کم امداد سے اپنی آزادی حاصل کر لی تھی۔ آخر میں یہ افواہ اڑی کہ مقام ریوال میں شاہ اڈورڈ کے

زار سے ملنے کے موقع پر انگلستان و روس نے یہ تجویز کی ہے کہ
 مقدمہ نیا کا انتظام چھ طاقتوں کی طرف سے ہو۔ ان حربیانہ تجاویز کا
 جواب یہ دیا گیا کہ نوجوان ترکوں کے سلوینکا میں انقلاب برپا کر دیا۔
 بدست پاشا کے ۱۸۷۶ء والے مشہور نظام سلطنت کی تجدید کر کے
 انھوں نے "بقائے شہنشاہی عثمانیہ" کے مسئلے سے یورپ کو
 دوچار کر دیا۔ جرمانی طاقتیں جو ایک لمحے کے لئے روک دی گئی تھیں،
 انھوں نے وہی بسمارک کی تباہی ہوئی حکمت عملی اختیار کی یعنی آسٹریا کی
 سرگروہی میں، ایک بلقانی مشترکیت قائم کی جائے۔ بلغاریہ کے ساتھ
 ایک عادلانہ اور منصفیت، اور رومانیہ و یونان کے ساتھ خفیہ
 گفت و شنید ہو گئی۔ پریٹسٹنٹ شاہزادہ فرڈیننڈ نے ۱۸۹۵ء میں
 اپنے بیٹے کو پرانے یونانی کلیسا میں اضطراب دلایا تھا اور یہ شاطرانہ معاملت
 اس نے اس طمع میں کی تھی کہ شاید کبھی وہ دن بھی آجائے کہ وہ
 قسطنطنیہ میں داخل ہو جائے۔ اب اس نے عثمانی سیادت سے
 روگرداں ہو کر شان کے ساتھ اپنے کو زار بلغاریہ شہر کر دیا۔ آسٹریا
 نے باضابطہ ان صوبوں کو ملحق کر لیا جن کا اس نے تیس برس تک
 انتظام کیا تھا۔ اس عام اضطراب میں ناپاک افواہوں نے تمام
 قوموں میں تلخی و بد مزگی پیدا کر دی اور لوگوں کے دلوں میں غیر معمولی
 ہیجان برپا ہو گیا۔ قیصر نے اس بیان سے اور بھی بے اعتمادی کے
 بیج بونے کہ جنگ بوڑھے دوران میں فرانس و روس نے
 اس سے انگلستان کے خلاف مخالفہ کرنے کی خواہش کی تھی
 مگر اس نے انھیں صاف جواب دیدیا تھا، کاسا بلینکا میں فرانسسوں
 کے جرمانی فراریوں کو گرفتار کرنے سے جنگ کا اضطراب طاری ہو گیا
 تا آنکہ یہ معاملہ ثالثی کے لئے ہنگ کو بھیجا گیا۔ اہل جرمنی
 یہ دیکھ رہے تھے کہ افریقی مسائل کے متعلق بحرہ روم کی لاطینی طاقتوں
 میں قرار و ادیں ہو رہی ہیں، اور روسی و انگریزی حکومتوں میں خاص طور پر

پس انھوں نے حلقہ زڈن کے فرانسیسی خطرے کو یاد کیا۔ ان کے
دلوں میں ایک مستقل اور جدوجہد کے تک پہنچا ہوا خیال یہ جم گیا کہ انھیں
ایک "حلقہ" میں محصور کر رہے ہیں۔ لہذا بحری طاقت کی مسابقت
میں اور شدت پیدا ہو گئی۔ بحر شمال میں جرمنی کی تینیس ڈوٹاٹوں کی
تجزیہ کو نافذ کرنے میں عملت کی گئی، اور اوسٹر آسٹریا، اطالیہ اور فرانس
نے بحیرہ روم میں جنگی جہازات بنانے شروع کیے۔ ستمبر ۱۸۹۷ء میں
ملکہ کے جشن سالگرہ کے موقع پر جو عظیم الشان "آرمیڈا" پورٹسموتھ میں
جمع ہوا تھا، اس کی فوجیت اب زائل ہوتی جاتی تھی اور سہرا ڈورڈوگرے
نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ بیٹرا از سر نو بنایا جائے اور آٹھ ڈریڈناٹ
اسی سال تیار کیئے جائیں جسٹری کی گھبراہٹ دینے والی بری و بحری تیاری،
کارخانہ کرب میں مزدوروں کے بہت بڑے اضافے جنگ کے
نئے نئے آلات کے اختراع نے اتفاق شدت میں زیادہ جارحانہ انداز
پیدا کر دیا جسٹری کا دباؤ اطالیہ پر سخت ہو گیا، جب الحاق بوسینیا
کے مسئلے پر روس کی نبرد آزمانی کو خاطر میں نہ لانے میں آسٹریا کو پس و پیش
ہوا تو قیصر نے یہ تجویز کی کہ بوسینیا اور گلیشیا کی حفاظت کے لیے
اپنی فوجیں متعین کر دے گا اور بوسینیا و ہیرزی گونیا پر قبضہ کر لیا جائے گا۔
اور جب آسٹریا نے اذکار کیا تو اس نے روس کو الٹیمیم
(دماغ نہانی) بھیج دیا اور تمام دنیا میں شور مچا دیا کہ وہی اپنی "براق زرہ بکتر"
سے اس جلیل القدر کامیابی کا باعث ہوا ہے چونکہ دوسری طاقتیں
کسی متنازعہ کے طلب کرنے کے متعلق زائد از ضرورت مختلف رائے
تھیں اس لیے یہ الحاق بغیر کسی اعتراض کے عمل میں آ گیا۔ اسی پہلے
میں سلطان عبدالحمید خاں سے سزول کر دیئے گئے اور نوجوان
ترکوں کی بدعزت حکمرانی کا آغاز ہوا۔ جرمنی اثر بلقان پر
چھا گیا اور پریشیادی افسروں نے ترکی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔
جسٹری نے آسٹریا میں ترقی کے لیے ایک قرضہ جاری کیا گیا۔

بغداد ریلوے تیزی کے ساتھ آگے بڑھائی گئی۔ فیصلہ کرنے
 پائسڈیم میں زار سے ملاقات کی اور نکولس نے یہ اقرار کیا کہ وہ اپنی
 فوج روسی جرمانی سے ایک خاص حد تک پیچھے ہٹائے گا۔
 بغداد ریلوے پر جرمانی حکومت کے اقتدار و نگرانی کو اس نے
 تسلیم کر لیا، اور ایک ایسی ریلوے کے بنانے پر رضامند ہو گیا جس سے
 جرمنی کے سامان کے لئے ایران کے بازار کھل جائیں۔
 شاہ اوڈورڈ لاہانی صلح، کے انتقال سے انگلستان کو
 جو رنج و الم ہوا اس سے عام صلح و آشتی کی خواہش اور زیادہ ہوئی۔
 بیگ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے ایک مجلس لندن میں
 پہلے ہی جمع ہو چکی تھی اور اعلان لندن سے جس میں اعلان برسر کو
 اور شرح و بسط سے بیان کیا گیا تھا، بحری جنگ کے ضابطے کے متعلق
 اتفاق عام کی انتہائی حد کے تعین کی کوشش کی گئی تھی۔ حکومت،
 بین الاقوامی حق کے معاملے میں اپنے عزم صادق پر قائم تھی۔ اس نے
 اس اعلان کو دارالعوام میں منظور کرایا مگر دارالامرا نے اسے
 مسترد کر دیا۔ مستعمری مستشار کو اس اعلان کے شرائط کی نسبت شک تھا،
 ممالک متحدہ امریکہ نے جس کے ساحلی حدود و بغایت وسیع ہیں
 اور جس کے مفاد و اغراض سمندروں پر حاوی ہیں، اس نے بھی اس اعلان
 پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ بیگ میں دس برس کی کوششوں کا
 نتیجہ بہت کم نکلا تھا۔ اس تمام دوران میں پیرس اور نیز سے عاجلانہ
 بے سلاجی اور عالمگیر امن کی نویدوں کی بارش ہو رہی تھی۔ ایک
 نئے جاپانی معاہدے سے یہ انتظام کیا گیا کہ جاپان و امریکہ کے مناسبتے
 میں انگلستان کے پھنس جانے کا کوئی امکان نہ رہے۔ انگلستان
 میں شہنشاہ جرمنی کی آمد پر، بڑی گرم جوشی سے انکا استقبال
 ہوا، مصالحانہ طور پر یہ انتظام ہوا کہ بغداد ریلوے بحیرہ روم کے کسی
 ساحل تک جائے اور خلیج فارس تک نہ جائے۔ جرمنی کے ساتھ

انگلستان
 ۱۹۱۱

بہت وسیع استعماری رعایتوں میں دوستانہ مکالمات کی جہلک کا نظر آنا، ایران و بحیرہ روم کے پیش نظر مناقشات کا طے ہو جانا، یہ سب وہ باتیں تھیں جن سے بڑی بڑی امیدیں پیدا ہو رہی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ جس مہنی نے عام حکیم کے طریق و نظام پر بحث کرنے کے متعلق رئیس جمہوریہ ٹیفٹ کی تجویزوں کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا تھا کہ اگر کوئی ملک سلاح جنگ پر کافی روپیہ نہ خرچ کرے گا تو وہ دنیا کے اسٹیج پر ایک بے ضرورت ایکٹر بن کر رہ جائے گا۔ ادھر انگلستان میں اگر ذی اقتدار فریق حامی صلح تھا تو فریق مخالف زبردست حامی شہنشاہی تھا، اُس نے بھی حریف کے مقابلے پر تکرر باندھنی اور لارڈ رابرٹس نے بلا اعلان یہ کہہ دیا کہ "خواہ کوئی سا مقصد قوم کے پیش نظر ہو اس کی عزیمت کا معیار قوم کی صلح قوت ہی ہے" اُس نے انگلستان کو یہ آواز دی کہ وہ ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے جس بے نظیر برتری پر پہنچ گیا ہے وہ راستہ جنگ ہی کا راستہ ہے اور وہ تمام اقوام و امماریوں نے کبھی انسانی تاریخ میں اپنا نام روشن کیا ہے وہ سب اسی راستے سے ہو کر گزرے ہیں۔ لارڈ موصوف نے اہل ملک سے یہ خواہش کی کہ وہ جرمانی بدتروں اور جنرل برن ہارڈی کے مسلمات کو قبول کریں۔ لارڈ موصوف کی رضا کارانہ فوج کی تجویز میں وطن کی حفاظت کے لیے جبریہ فوجی تسلیم لازم تھی مگر اس تجویز میں انگلستان کی ماورائے بحر ضروریات پر کافی توجہ نہیں کی گئی تھی، نہ اس عملی سوال کے حل کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تھی کہ سپہگری کی تربیت کو انگلستان کے اہل حرفہ کے حالات سے کیوں کر تطبیق دی جائے۔ اس تحریک کے سرگروہوں کو علماء و عملا ان حالات پر وقوف نہیں تھا۔ دونوں جانب کے ذمہ دار بدتروں میں کسی ایک بدتر نے بھی اس طریق کار کی تائید نہیں کی، نہ وزارت جنگ نے اسے پسند کیا، کیونکہ وزارت کو اس تجویز سے ہندوستان اور مقبوضات کی انگریزی فوج کے لیے سخت حفرہ نظر آتا تھا۔

اس اثنا میں انگریزوں نے بےستور اپنی توجہ اندرونی مسائل پر رکھی اور یورپ کے معاملات کو ایک ایسی وزارت خارجہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جس نے باوجود عموماً میانہ خیالات کے زور شور کے ایک پشت تک نہ تو قوم کو معاملات سے اطلاع دینے کی پروا کی اور نہ ان کی تائید ہی حاصل کرنے کی فکر کی۔ جب مراکو سے پھر ایک مرتبہ خطرات جنگ کی آواز کانوں میں آئی، تو ملک ایک ایسے اندرونی انقلاب سے زیر و زبر ہو رہا تھا جسکی قومی، معاشری، آئینی اور مالی تحریکات کی وسعت و شدت سے یورپ حیرت میں پڑ گیا تھا، جن وطنی مسائل میں ان وزراء نے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا جو یورپی حکمت علی کے ذمہ دار تھے ان مسائل میں اہل انگلستان کا شدید توغش بھی اس برہمزدگی کا باعث ہو گیا تھا۔ مراکو کو علیٰ حالہ قائم رکھنے کی دہری دہری ضمانت کے باوجود فرانسیسیوں نے اس حملے سے کہ یورپی باشندوں کے لئے خطرہ درپیش ہے نہیں پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے جواب میں جرمانی اگنیوٹ، سینیر، آغا دیر میں آ موجود ہوا۔ جرمنی نے فرانس کے ساتھ مراکو کے مسئلے میں پوری گنت و شنید کا مطالبہ کیا۔ سن ۱۹۰۵ء میں جب اس ریفہ کے اقطاع ساحلی، فرانس، اسپین، اطالیہ، و انگلستان کے درمیان تقسیم کیے گئے تھے اس وقت تلافی کی تجویزیں جرمنی کا جو حسب قرار پایا تھا، اس کا تقاضا کیا اور یہ بھی چاہا کہ دیاسے کانگو کی وادی میں فرانسیسی و جرمانی حدود پر جو لغو تنازعہ مدت سے چلا آ رہا ہے اس کو موقوف کیا جائے۔ انگلستان بھی اس دعویٰ کے ساتھ اکھاڑے میں اترتا کہ مراکو کے متعلق ہر ایک مباحثے میں وہ بھی شرکت کرے گا، اگر فرانسیسی کانگو کی حوالگی چاہی گئی تو وہ الگ کھڑا دیکھتا نہیں رہے گا نہ وہ ہر قسم کی جرمانی تجویز کو مانے گا کہ آغا دیر کو ایک بحری قاعدہ الجیش بنا دیا جائے۔ بیڑا یہ مہر احکام اپنے ہوئے روانگی کے لئے

۱۰۱
جولائی

تیار رکھنا تھا اور وزیر خزانہ مسٹر لائڈ جارج نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ہرچہ باو اباو، برطانیہ عظمیٰ، دنیا کے تمام ذول عظام میں اپنی منزلت اور تجارت کو بحال و برقرار رکھی گی۔ اس تحریر نے اہل جرمنی کو حد سے زیادہ مشتعل کر دیا لیکن سلسلہ کی طرح اس وقت بھی فرانس و جرمنی کو براہ راست مرہلت کرنے کے لئے ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا گیا اور اس طرح جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔ جرمنی نے ہرا کوپر فرانس کی محبت کو تسلیم کر لیا اور فرانس نے اپنا نام سے وادی کانگو میں اس سرزمین کا ایک حصہ حاصل کر لیا جسے اس شریف بہادر وادی پرینا نے فتح کیا تھا جو کسی وقت میں، آزاد و بی سہگری کے فرانسیسی تخیلات کا نمونہ تھا۔ یہ تنازعہ جس طرح چلا اور جس طرح ختم ہوا دونوں اعتبار سے ایک دولت انگیز تنازعہ تھا اور اس نے تقسیم افریقہ کی اس رفتار پر برا اثر ڈالا جس نے تیس سال سے دول یورپ کے تعلقات میں تلخی پیدا کر رکھی ہے، مگر براعظم کی سلطنتوں کے درمیان اب افریقہ اصلی مسئلہ بحث طلب نہیں رہا ہے اور یورپ متشاعر برلن کے چھوڑے ہوئے مسائل کو ترک کر کے ان مسائل کی طرف متوجہ ہوا ہے جنہیں یونٹروپن کے سرگروہوں، یعنی پریشیاوی بسارک، ہنگری، انڈارسی اور یہودی سلٹس فیلڈ اپنے درٹے میں چھوڑ گئے ہیں۔ قوی جذبات پھر بلقان کی قسمت پر مرکوز ہو گئے تھے جو ترقی پذیر قومیتوں اور ان کے گرواؤ کے معماران فہم نشاہی کا خون چکاں میدان جنگ بنا ہوا تھا۔

سرمیہا مسئلہ پرستور باقی رہ گیا تھا پڑ
 جب سے ۱۸۷۹ء میں بسارک اور انڈارسی نے اس مخالف
 کی بنیاد قائم کی ہے جس کے طفیل میں جرمنی، بلقان کے معاملے میں
 آسٹریا ہنگری سے اپنی بیرونی چوکی کی طرح کام لے سکتا تھا، اُس وقت
 سے اس تنویہ باوسفا ہی میں برابر میگروں کو سرگروہی حاصل رہی ہے،
 ان کے ناشرین و مدبرین، نے یہ دعوے کر رکھا تھا کہ سرزمین ہنگری پر
 روایوں اور سلاویوں کی کسی قسم کی تعلیم و تہذیب کا نہ کہیں وجود ہے اور

دنگرے
 بلقان

ہو سکتا ہے، اور وہاں کے کارباری لوگوں کو سلاخیوں کی ہر ایک
 اقتصادی کوشش کے ٹوڑ دینے کے لیے تاہم کا پتھر ڈالنا تھا۔
 اسٹریٹنگری کا وزیر خارجہ کاونٹ ایئرٹھال الحاق ہوسپینک
 جا ثابت کرنے کے لیے کسی مناسب وجہ کی تلاش میں تھا، پس
 اس نے آگراہم میں عدلیہ کے فیصلہ انگیزہ ہڈے کا اشارہ کر دیا
 اور اس کی ہمت افزائی کرتا رہا، یہ مقدمہ سات ماہ تک چلنا رہا۔
 اس کے نتیجے میں، ایک اس سے بھی زیادہ بدنام مقدمہ ایئرٹھال کے
 مضمون نویس ڈاکٹر فریڈجنگس کا برپا ہوا جس سے یہ امر واقعہ
 ثابت ہو گیا کہ سرنی حکومت کو بدنام کرنے کے لیے مضمونی دستاویزوں
 کی ایک وسیع تجارت ہو رہی تھی جو اسٹریٹنگری کے سفارت خانہ بلگرید
 میں تیار کیے جاتے تھے اور سفارت خانہ بھی اس جرم میں شریک تھا
 اور بالواسطہ اسٹروی وزارت خارجہ کے عہدہ داران علی کا بھی اس سے
 تعلق تھا۔ پس منجملہ دوسری سخت کارروائیوں کے ایک کارروائی یہ بھی
 کی گئی کہ کوشش کا نظام سلطنت منسوخ کر دیا گیا، یہ میوں کے پرانے کلیسا
 کا منشور معلق کر دیا گیا، اور "اقتصادی" احتساب قائم کر دیا گیا۔ اس اثنا میں
 مقصد و نیہ کے اندر بیسالی تو میں اس امر پر متفق ہوئی تھیں کہ آل عثمان کو
 جو اپنے کندھوں سے اتار پھینکیں۔ وہ ایک طرف اسٹروی و بیگری
 نظم و نسق اور دوسری طرف نوجوان ترکوں کی جگہ ان کے جوہر بد نظمی میں
 پھنس گئی تھی، اس پر روس نے انھیں اور ہمت دلائی۔ پس دوسرے
 ترکوں کے خلاف ایک "بلقان لیگ" میں متحد ہو گئیں۔ ہر ایک
 بے میل جماعت تھی جس میں ماٹھی نگر و اور سر پر یا اسٹریٹنگری سے سخت منفقہ
 تھیں، یونان و بلغاریہ نے کسی وقت بھی اپنی باہمی سے اتھاں نہ ہوتے
 کو ڈاموش نہیں کیا تھا یہاں تک کہ جب انھوں نے ترکی پر حملہ کیا
 (سوقت بھی خلیل آنگرے سے نہیں نکلا) اس فہم نے تو ان سے دل کو ہلکا کر
 درہم و برہم کر دیا اور بلغاریہ نے اسے ہلکا کر دیا۔

۱۹۰۹

۱۹۱۲

داخل ہو گئے اور سر بیوں نے اپنے ازمینہ وسطی کی شہنشاہی کا پائنت
 پھر واپس لے لیا۔ جرمانی سلطنتیں جن کے آئندہ کے منصوبوں کا انحصار
 اس پر تھا کہ بلقانی لیگ تباہ ہو جائے اور پریشیاوی افسروں کے
 تحت ہیں شہنشاہی عثمانیہ میں فوجی اصلاح ہو، انھوں نے اب یہ دیکھا کہ
 ترکی ایک کمزور اور شکست خوردہ سلطنت ہو گئی ہے اور سلاوی سلطنتوں
 کی ایک دیوار ان کے راستے میں حائل ہو گئی ہے۔ اس پر یہ یقین کہ
 روس ان قوموں کی سربراہی کر رہا ہے کہ وہ آسٹریا کو سمندر سے
 بٹا دیں اس سے ٹیوٹنی و سلاوی تقادم میں اور بھی شدت پیدا ہو گئی،
 اور بلقان میں قومی احساس سے زیادہ مشتعل ہو گیا۔ کہا جاتا تھا کہ
 "بلغاری قوم کو تین سمندروں کی ضرورت ہے" یونان کی نظر
 سلونیکا اور کوالا (قوالا) پر تھی، "سربیا اکبر" کے نوجوان پرجوشوں
 نے اطالیہ کی جنگ آزادی کا مطالعہ کیا تھا، انھوں نے فریق پڈمانٹی
 کا نام اختیار کر لیا مگر جب سربی قوم اچھین سے منقطع ہو کر بحر اوقیانوس
 میں کوئی بندرگاہ حاصل کرنے کے لئے البانیا میں داخل ہوئی تو
 آسٹریا نے اس کی ساحل تک رسائی کو روکنے کے لئے فوج جمع کی۔
 موٹر لندن اس کے نام سے دول نے مداخلت کی۔ سہرا ڈورڈگری نے
 اس موٹر کی صدارت کی جو لندن میں منعقد ہوئی تھی اور ان کی
 آشتی امیز روش سے ایسے شرائط طے ہو گئے جنہیں منظور کرنے پر
 سربیا کو راضی کیا جاسکا۔ حریف شہنشاہیوں کی سازشوں کے
 دوران میں بلقانی قومیں ایک دوسری جنگ پر آمادہ ہوئیں۔ سربیا
 و بلغاریہ کے مناقشے میں آسٹریا نے اور زہر ملا ریاحت ملتجیہ ہوا کہ
 بلغاریہ نے شیخون مارا۔ وائٹا، پدالپٹ، قسطنطنیہ اور سینٹ پیٹرسبرگ
 سے یہ مناقشہ زور کے ساتھ بھڑکایا گیا۔ سربوں نے یہی لیے لیے
 کوٹ پینکر جنگ کی جو روسیوں نے گزشتہ جنگ کے لئے نہیں
 کیئے تھے اور فرانس کی بنکوں سے ان کو مدد ملتی رہی۔ ادھر بلغاریہ میں

آسٹریا ہنگری سے بے اندازہ سامان جنگ پہنچ رہا تھا، زار فرڈینینڈ نے ۱۹۱۲ء میں اپنی پارلیمنٹ کی منظوری سے غیر ملکی معاملات کی نگرانی کا اختیار تنہا اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ وہ اس مسرت افزا امید میں پڑا ہوا تھا کہ اسے بحر اسود سے بحر اربعین و بحیرہ ایڈریاٹک تک اپنی مملکت قائم کر لینے میں (آسٹریا سے) مدد ملیگی اور اس سبب سے اس نے وائٹا ویڈا پوسٹ سے تفریق تعلقات قائم کر کے تھوڑے دنوں کے لئے اب ایک دوسرا استعجاب رونما ہوا۔ سربیا و یونان رومانیا سے مدد پا کر اب پہلے زیادہ قوی ہو گئے تھے اور بلغاریہ کے پاس سمندر کی طرف سے لٹھرنے کا ایک ناکافی ساراستہ رنگیا تھا، اور وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ عقبہ دونوں کا بڑا حصہ اس کے قبضوں کے درمیان تقسیم ہو گیا ہے۔ اس نازک وقت میں آسٹریا نے اٹالیہ کو یہ دعوت دی کہ وہ سربوں کے خلاف اس کے ساتھ ایک "دفاعی" جنگ میں شریک ہو جائے، اٹالیہ الیہ کے انکار کرنے پر جرمانی شہنشاہ فرانسس جوزف کی مدد کے لئے آموجہ ہوا، اور معاہدہ نیو اسٹامبول ہو گیا۔ پھر ایک مرتبہ ایک ایسی بات سوچی گئی جس کے وقوع سے بلقانی سلطنتوں کا آئینہ اتفاق ممکن نہ تھا۔ دونوں ممالق نے کمزوری دکھائی اور معاہدہ لندن کو پارہ پارہ ہو جانے دیا۔ آسٹریا نے پھر ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا۔ سربیا اور یونان نے مقدونیا کا حصہ طالب اپنے ہاتھ میں رکھا مگر جرمانی شہزادہ ولیم (ویڈ) کے تحت میں ایک منفرد البانیا کے قائم کرنے سے سربیا، ایڈریاٹک سے محروم رہ گئی۔

قتل عام، حور و ستم اور انتقام کشی نے ہر طرف ابتری پیدا کر دی، اور اس کے بعد ایک ظلمت چھا گئی۔ زار فرڈینینڈ نے سلاویوں کے ہتھیار اور اس اصول کو کہ بلقان بلقانیوں کے لئے ہے، مسترد کر دیا۔ اگر وہ سلاویوں کے لئے سکتا اور دوستانہ طور پر آسٹریا کے لئے سمندر کے راستے کا

جنگ یوپ

یقین کر دیتا تو اسے یقین تھا کہ دونوں کے مشترک دشمن یعنی سربریا کے پائل کر دینے میں آسٹریا اس کی مدد کرتی، اس نے لہذا سیاسیات واقعہ کے خط میں بڑھ کر بقان لیک کے دوبارہ قسام ہونے کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ایک کے سوا باقی سب غیر ملکی حکمران خاندانوں کے زیر حکومت تھیں اور غیر قومی اور برادر کش جنگ نے ان میں پھوٹ ڈال رکھی تھی اس حالت میں ان کی بقا ان کے ارد گرد کی شہنشاہیوں کے رحم و کرم پر منحصر تھی۔ اس غمناک تاریکی میں سے بوسینا کا ایک خوب نوجوان سربراہوں میں کھل کھلا ہوا اور شہنشاہ آسٹریا کے دلچسپ آرک ڈیوک، فرانسس فرڈینینڈ کو قتل کر ڈالا۔ کبھی کسی جرم کی پاداش میں، ایسے انتقام اور ایسی تباہی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ شہنشاہ فرانسس جوزف نے اس کے جواب میں سربریا کی پر زور تائید سے سربریا کے نام ایک الیمینڈ اور ایک تحریری اعلان نامہ روانہ کیا، اس اعلان نامے کے الزامات اور اس کے شرائط بعینہ وہی تھے جو اس نے پینالیس پر اس قبل پبلک اسٹ کے سرپرما راتھا۔ سربریا کو ان مطالبات کے تسلیم کرنے کے لیے جن سے اس کی ہستی حیثیت ایک آزاد سلطنت کے متعلق متضرر نہیں آئی جاتی تھی اڑتالیس گھنٹے کا وقت دیا گیا۔ سفارتی گفت و شنود یا دول یورپ کے درمیان میں پڑنے کے لیے کوئی وقت نہیں دیا گیا۔ اعلان جنگ کے بعد یورپ کی تمام بڑی بڑی طاقتیں یکے بعد دیگرے اس ہبتناک جنگ کی گرواب میں پھنس گئی ہیں۔ وجوہات مختلف تھے، کہیں حرص و طمع کا لقمہ تھا، کہیں حسد الوطنی کا جوش تھا، کہیں انجام کار کی بربادی کا خوف و اضطراب کہیں پرانے سیاسی تعلقات کے پھندے پڑے ہوئے تھے اور بہت سی سلطنتیں اس قدیمی خیال کی سریع ترقی سے اندھی ہو گئی تھیں، کہ مورثہ کے آلاست آزادی کی روح کو دبا سکتے یا عزت، پہگری

اور انصاف کو بزور قہر قائم رکھ سکتے ہیں حالانکہ ہر ایک قوم جب تک اس میں جان باقی ہے اپنے خلاف جنگ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے ابا کرتی رہے گی۔ حال کی دنیا میں جس بے شمار قوتوں کا انکشاف ہوا ہے وہ مدبران ملک کے اندازے اور توازن کے موروثی روایات سے تجاوز کر گئی ہیں۔

مہمیت
و قوتیں

غرض جس زمانے کا آغاز ایک یورپ میں موٹرسیک کے بلند ترین تو قہاست سے ہوا تھا، اس کے بعد کے سو برس کا انجام یہ ہوا کہ دول کے توازن طاقت کے نیچے دب کر امن کی امیدوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور یہ توازن بھی ایسا بے سرو پا رہا کہ ایک اتفاقاً قیام نے ترازو کے ان کمزورپلوں کو درہم برہم کر دیا اور تین تہا عظیم سہ کے بل جنگ میں دھکیں دسیئے گئے۔ اس ایک صدی میں یہ بھی دیکھ لیا گیا کہ یہ قدیمی اعتقاد بھی نسبتاً منسوخ ہو گیا ہے کہ تمام عالم عیسوی ایک دولت خاں سے جس پر تمدن کا اعلیٰ ترین فرض عاید ہوا ہے۔ اس کے بجائے ایک نئے خیال یعنی قومیت کے عقیدے نے اقوام کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے اور لوگوں کو اس اعلیٰ و مستحسن خیال سے گرا دیا ہے کہ قوموں کو چاہئے کہ وہ سدا کی ذلت سے نکل کر مذہب میں، ادب میں، اپنی معاشری زندگی کی تعمیر و تربیت میں، بلکہ خاص اپنے ملک کو بلند کرنے اور اسے نفع پہنچانے کے لئے تجارت کے کاروبار تک میں اپنے آبا و اجداد کی روحانی روایات کو ترقی دیں۔ قومیت کی جتنی صدا نہیں اب تک گوشہ نشین ہوئی تھیں یہ عدا سب میں طبعی ہوئی ہے اس نے ہر طبقے اور ہر درجہ کے لوگوں کو اس طرف بلا یا کہ وہ اپنے مستطال اس اور وہاں کے لوگوں کے سینے اپنی خداست پیش کریں، اور چونکہ اس نے تمام ملت کو محض وسیع آزادی کی غرض میں منسلک کر دیا تھا، اس لیے اس نے ان کے سینے اس سے فراخ تر تاج کے دروازے کھول دیئے جو کسی ایک طبقے کے باقی فائدے کے لئے

کسی حرفتی جدوجہد سے کبھی واہوسے ہوں انسان کی قدیم جنگ و جدل کی پرہشدرام یا و اور ایک غیر معلوم مستقبل کی ذمہ داریوں کے احساس سے خیالات زمانہ موجودہ کی قید و بند سے نکل کر بہت دور پہنچ گئے تھے۔ ایک پوری قوم کے روحانی اتحاد کی حیثیت سے عہدیت میں پر از اعزاز انہماک و جرأت کے چار چاند لگ گئے تھے، اور یورپ کے مغربی نصف حصے میں آزادی کے معاملے نے اپنی فتح و نصرت اور حسنت و مرحبا کا شور بلند کر دیا تھا۔ انگریزی قوم من حیث المجموع عمومی حکومت کی مویدا اور گرفتاران قیود کی لمجا و مادی نبی رہی ہے، اور یہ معیت فرانس قوموں کی آزادی کو بزور قسامت رکھنے۔ فرانس کی شکست کے بعد جب قومیت، آزادی کے مرادف ہو نیکی بجائے زیادہ تر نظادل و شدت کے ہم معنی ہو گئی تو ایک زیادہ تباہی انگیز دور شروع ہوا۔ حالات بہت کچھ بدل گئے تھے، اس صدی کے وسط سے صنعتی و علمی انکشافات نے انسانی قوت کے حیظ اثر کو بے اندازہ بڑھا دیا تھا، اور اس کے ساتھ ہی حرص و ہوس کو بھی وسعت دیدی تھی۔ آلات حرب کی ترقی اور نہایت وسیع صنعتی ذرائع و وسائل کے سلطنت کے نشہ و تصرف میں آجانے سے ذی اقتدار شاہی خاندانوں کی مادی قوت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ نہ کوئی ماتحت قوم ان کے خلاف سر اٹھا سکتی تھی اور نہ کوئی خودی قوم ان سے جنگ آزمانی کر سکتی تھی۔ عالمگیر تسلط کے عویدار شہنشاہوں کے حقوق کے مقابلے میں یورپ کے بادشاہوں کے حقوق نسبت نظر آتے تھے، اور نئے عریض و طویل آئینوں میں پرانے خیالات کے عکس بے حقیقت سے ہو گئے تھے۔ انگلستان تک ہیں شہنشاہی کا نازک اثر اس خیال میں نظر آسکتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں انسانوں کی نسبت یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ اس سے رعایا کا تحفظ اس وجہ سے مقصود نہیں ہے جس درجہ ظورہ پشتوں کو دبانام طور ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب ملک گیری کی یہی ہوس حکمرانوں سے گزر کر

قوموں میں سرایت کر گئی اور قومیں اپنی شوکت و وسعت کے جوش میں بادشاہوں کے مانند
 سرست ہو گئیں، حصول غلبہ کے خیال میں حریت کے تحمل کو ترک کر دیا، اور قومی زندگی
 کے حیلے سے قدیم مطلق العنانوں کے جو روستم کو تازہ کر دکھایا، تو حکمران خاندانوں کی
 قوت اور بھی المضعف ہو گئی۔ نئے زمانے کے مسائل نے ایسی وسعت اور ایسی حمیدگی
 حاصل کر لی ہے کہ وہ پیران ملک کی رسائی ذہن سے خارج ہو گئے ہیں اور قومی حکومتیں
 اپنے تمام اضافی وسائل کے باوجود اس کام میں پوری نہ اتریں۔ اسکے بعد اضطراب
 و مہیجان کا ایک ایسا دور پیش آیا کہ چشم یورپ نے کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا تھا۔
 بڑی سلطنتوں پر باہمی رقابت و مخالفت کی تپ چڑھ گئی تھی اور چھوٹی سلطنتیں اپنے ان
 طاقتور مہسایوں کے درمیان پسپی جا رہی تھیں۔ اس وقت کے جذبہ و جوش پر شہنشاہی
 اور قومیت کی صورت حال یہ واقع ہوئی تھی کہ ان میں سخت ترین تصادم برپا ہو گیا تھا۔
 نوشتہ قسمت کو سامنے دیکھ کر ہلاکت و بربادی کا ایک ایسا احساس پیدا ہو گیا تھا کہ
 آزادی کا فیاضانہ جوش و خروش، اضطراب و موس کی خود غرضی کے نیچے دب کر رہ گیا تھا
 اور قومیت کو ظلم و زیادتی، غداری و مکاری اور نفرت انگیزی کے لئے مدد و حمایت
 قرار دے لیا تھا۔ غرض کہ جنگ و خطرے کے وقت انسان کے نیک صفات منتشر و
 پریشان ہو جاتے ہیں اور انسانی کاموں کی چلانے والی قوتوں میں زمانہ وحشت کے
 انسانی خصائل کو سب سے تقدم حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو ایسا لگا آتا تھا کہ
 قومیت ”اپنی قوت ختم کر چکی ہے“، اور چھوٹی چھوٹی قومیں بدل گرفتہ و عاجز ہو کر ”شہنشاہی
 کی وسیع تر حب الوطنی“ کا سبق حاصل کریں گی۔ لیکن قومی زندگی اگرچہ راہ سے بے راہ
 کر دی گئی ہے مگر طبائع انسانی میں اسکا نقش ایسا گہرا جا ہوا ہے کہ وہ ناکامیاب نہیں
 رہے گی۔ اعلیٰ قوانین کو اپنی قوت ثابت کرنے اور انسان کو یہ یقین حاصل کرنے
 کے لئے کہ انسانی ترقی کا راستہ تسلط و اقتدار کی شان و شکوہ سے ہو کر نہیں بلکہ آزادی کی
 صفت نیک سے ہو کر گزرا ہے، ایک مدت کا امن اور کمانی و شہت و کبار ہے۔ بہت
 ممکن ہے کہ شہنشاہیوں کی عظمت و جلال اعلیٰ ترین دماغی ترقیوں کی ربوبیت کا باعث ہو
 اور اس سے وہ لوگ جنہیں ذہانت و قوت کی نعمت عطا ہوئی ہے یہ تسلیم کریں کہ توسعہ کو
 بے اندازہ وسعت حاصل کرنے میں صرف کرنا یا شہنشاہی مہیا حکومت کی کھینچنا کھل کو چلا کر

اپنی قوت کو ضائع کرنا میسود محض ہے۔ اگرچہ متعدد قوموں کو جنھیں تجربہ، علم اور معاملات کی عمارت نہیں ہے، قدیم روایات، اور سیاسی چالوں کے خلاف انہیں راستہ دکھاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ وہ بہت ہی آسانی کے ساتھ ادھر یا ادھر گریں مگر انکی قسمت مستحکم ہو چکی ہے۔ آزادی اور اسکے ساتھ بین الاقوامی استحکام یا اُس سے بھی بڑھ کر انسانی برادری کا جذبہ و جوش، صرف یہی دونوں تمدن کو بچا سکتے اور اسے ترقی دے سکتے ہیں اور یورپ کا کوئی نیامراطب کسی نہ کسی دن قوم کی وفاداری اور نوع انسان کے ساتھ وفا شناسی، اس کے اصول کو قائم کر دے گا۔ سو برس گزر چکے ہیں جب انگلستان نے موٹروائٹا کے موقع پر قوموں کے حقوق سے چشم پوشی کی تھی۔ ایک صدی میں اُس نے آہستہ آہستہ یہ سیکھا ہے کہ قومی آزادی کی قوت آئینی اصلاح سے مافوق کوئی شے ہے، یہ وہی مفہوم ہے جسے پرانے وقتوں کے دھنگوں اور ان کے بعد کے ریڈیکلوں (اسٹیسیالیوں) نے مبہم طور پر محسوس کیا تھا۔ مذہبائے دراز سے انگریزی قوم اپنے حقوق خاص کو ایسے متیقن و قومی اطمینان کے زیر سایہ حاصل کرتی رہی ہے جو یورپ کی کسی دوسری قوم کو میسر نہیں آیا ہے مگر جب آزادی کا مستحکم اعتقاد رکھ کر وہ یہ خواہش کرے گی کہ جن نعمتوں کا اُس نے خود لطف اٹھایا ہے اُسے دوسری قوموں تک وسعت دے اور ایسے عزم کے ساتھ جو اُس کے حاصل آمدہ بنے نظیر مواقع کے شاہان شان اور ایسے علم و رائے کے ساتھ جو اسکی قوت کے ہم پل ہو، وہ منضبط آزادی، قومی حریت اور بشی نوع انسان کی وفاداری کی اعلیٰ مثال قائم کرے گی، اسوقت اس کی تاریخ سزاوارت حسین و آفرین ہوگی۔

۳۳ ایک ملت کی دوسری ملت کے ساتھ ہمدردی، باہم قوموں کے درمیان ایک عام انسانیت کا احساس، آزادی اور خود مختاری کے لیے قوموں کی تمنائیں اور آرزوئیں، بس یہی اصل سیاسی طاقتیں ہیں۔

فروری ۱۸۶۷ء

۳۳ وہ عظیم شان قوت جس نے یورپ کی کاپیٹل کر دیا ہے، جو ۱۸۱۵ء کے بعد سے اسکی تاریخ کا راز بنی رہی ہے وہ ایک سیاسی "حس" یعنی قومیت ہے۔

اپریل ۱۸۸۰ء

(خطوط جے۔ آر۔ گرین)

تاریخ انگلستان کے اہم واقعات

بترتیب سنین

۱۰۱۶ - ۲۲۹

(۱۰۰)

۴۳۹	انگریزوں کا برطانیہ میں وارد ہونا	۶۰۳	جنگ ڈیکسن
۴۵۷	انگریزوں کا کنٹ کو فتح کرنا	۶۱۳	جنگ چسٹر
۴۷۷	جنوبی سیکسن کا آنا	۶۱۷	ادون کا شاہ ناٹھمیا ہونا (متوفی ۶۵۵)
۴۹۱	اینڈریڈیا کا محاصرہ	۶۲۶	ادون کا تمام برطانیہ پر سیادت حاصل کرنا
۴۹۵	مغربی سیکسن کا آنا		سڈا کا اہل مرسیا کا بادشاہ ہونا
۵۱۹	کرکوک و سنک شاہان و سٹ سیکسن	۶۲۷	ادون کا مذہب عیسوی کو قبول کرنا
۵۲۰	کوہ سڈن پر اہل برطانیہ کی فتح	۶۳۳	ادون کا سٹفلڈ میں مارا جانا
۵۲۷	ایڈا کا سلطنت برٹشیا کا قائم کرنا	۶۳۵	اسولڈ کا برٹشیا کا بادشاہ ہونا (متوفی ۶۴۲)
۵۶۰	اتھلرٹ شاہ کنٹ (متوفی ۶۱۶)		اسولڈ کا اہل ولز کو ہونٹفلڈ میں شکست دینا
۵۶۸	وٹ سیکسن کا اتھلرٹ کو سپا کر دینا		ایڈن کا مولی اٹمینڈ (جزیرہ مقدس) میں قیام اختیار کرنا
۵۷۱	وٹ سیکسن کا وسط برطانیہ میں داخل ہونا		وٹس کا تبدیل مذہب
۵۷۷	وٹ سیکسن کا دیورجم کو فتح کرنا	۶۳۲	اسولڈ کا ہرفلڈ میں مارا جانا
۵۸۳	وٹ سیکسن کا فیدلی میں شکست کھانا	۶۵۱	البو کا شاہ ناٹھمیا ہونا (متوفی ۶۷۰)
۵۸۸	اتھلرک کا سلطنت ناٹھمیا کا قائم کرنا	۶۵۵	الیو کا ونویڈ میں فتح پانا
۵۹۳	اتھلورٹ کا شاہ ناٹھمیا ہونا (متوفی ۶۱۷)	۶۵۸	وٹ سیکسن کا پیرٹ تک ملک کو فتح کر لینا
۵۹۷	آگسٹین کا کنٹ کے مذہب کو تبدیل کرنا		

۶۵۹	ولفیر کامرسیا میں بادشاہ ہونا	۷۸۷	اودا کا مقام پھینڈ ایک اسقف اعظم کا
۶۶۱	ولفیر کا وِسٹ سیکسن کو دریائے ٹیمز کے پار بھگا دینا	۷۹۶	سنٹولف کا مقام پھینڈ ایک اسقف اعظم کا
۶۶۳	انقلاب و مجلس و عہدہ	۸۰۲	اگرٹ کا وِسٹ سیکسن میں بادشاہ ہونا (متوفی ۸۳۹)
۶۶۸	کیڈمن بمقام وِسٹ سیکسن	۸۰۳	سنٹولف کا پھینڈ کی مستقر اسقفی کا برباد کر دینا
۶۶۰	تھیوڈور کا کنٹریری کا اسقف اعظم مقرر ہونا	۸۰۸	چارلس اعظم کا آرڈولف کو دوبارہ تھمبیریا کا بادشاہ بنانا
۶۸۱	انگریزوں کا نار تھمبیریا کا بادشاہ ہونا (متوفی ۷۲۱)	۸۱۵	اگرٹ کا مغربی اہل ویلز کو دریائے ٹیمز تک دباننا
۶۸۲	ولفیر کا جنوبی سیکسن کے مذہب کا تیل کرنا	۸۲۱	مرسیا میں خانہ جنگی کا واقع ہونا
۶۸۵	سنٹولف اور شاہ وِسٹ سیکسن کا ڈیمسٹ کو فتح کرنا	۸۲۵	اگرٹ کا اہل مرسیا کو مقام الینڈن میں شکست دینا
۶۸۸	انگریزوں کا مقام کنیسیر میں شکست کھانا اور قتل ہونا	۸۲۸	اگرٹ کا جنوبی ٹیمز کے تمام انگلستان پر سیادت حاصل کرنا
۶۸۹	اینی کا شاہ وِسٹ سیکسن ہونا (متوفی ۷۵۷)	۸۲۹	ایسٹ اینگلیا کا مرسیا کے خلاف خروج کرنا
۷۱۵	اینی کا سیولرڈ شاہ مرسیا کو بمقام وین برا شکست دینا	۸۳۷	اہل مرسیا کا ایسٹ اینگلیا والوں سے شکست کھانا
۷۱۶	انگلبارڈ کا شاہ مرسیا ہونا (متوفی ۷۲۶)	۸۳۸	مرسیا اور نار تھمبیریا کا اگرٹ کی اطاعت قبول کرنا
۷۳۳	اہل مرسیا کا وِسٹ سیکسن کو فتح کرنا	۸۳۷	اگرٹ کا انگریزوں کی تمام سلطنتوں پر سیادت حاصل کرنا
۷۳۵	بڈا کا انتقال	۸۳۷	اگرٹ کا ویلز پر حملہ کرنا
۷۵۳	بانٹیفیس کا انتقال	۸۳۷	اگرٹ کا بمقام پچسٹ ڈن وینز کو شکست دینا
۷۵۴	جنگ برفرد میں وِسٹ سیکسن کا دوبارہ آزادی حاصل کر لینا	۸۳۹	انگلو وِسٹ سیکسن ہونا (متوفی ۸۵۸)
۷۵۶	ادبرٹ شاہ نار تھمبیریا کا اکلورڈ پر قابض ہو جانا		
۷۵۸	اودا کا شاہ مرسیا ہونا (متوفی ۷۹۶)		
۷۷۵	اودا کا اہل کنٹ کو بمقام الفرڈ مغلوب کرنا		
۷۷۹	اودا کا اہل وِسٹ سیکسن کو بمقام وِسٹ سیکسن شکست دینا		

۸۲۹	الفرڈ کا سپاہ ہونا	۸۹۵	ہیسٹنگ کا مریسیا پر حملہ کرنا
۸۵۱	ڈینز کا مقام انگلی میں شکست کھانا	۸۹۶	الفرڈ کا ڈینز کو اسکس سے کھانا
۸۵۳	الفرڈ کا روم کو روانہ کیا جانا	۸۹۷	ہیسٹنگ کا انگلستان کو چھوڑ کر چلا جانا
۸۵۵	اتھولوف کا روم کو جانا	۹۰۰	الفرڈ کا ایک بیڑے کی بنیاد ڈالنا
۸۵۷	اتھلیال کا شاہ وکس ہونا (متوفی ۸۶۰)	۹۰۱	اڈورڈ اکبر، انتقال، ۹۲۵
۸۶۰	اتھلٹ کا شاہ وکس ہونا (متوفی ۸۶۶)	۹۱۲	نارٹھمن (شالیوں) کا نارمنڈی میں آباد ہونا
۸۶۶	اتھلرڈ شاہ وکس (متوفی ۸۷۱)	۹۱۳	اتھلفلیڈ کا ڈینی مریسیا کو فتح کرنا
۸۶۷	ڈینز کا ناٹھمبریا کو فتح کرنا	۹۱۸	ادورڈ کا ایٹ اینگلیا اور اسکس کو مطیع کرنا
۸۶۸	ڈینز کے ساتھ صلح ناٹھمبریا ہونا	۹۲۱	ادورڈ کا ایٹ اینگلیا اور اسکس کو مطیع کرنا
۸۷۰	ڈینز کا ایٹ اینگلیا کو فتح کر کے وہاں اقامت اختیار کرنا	۹۲۲	ادورڈ کا ناٹھمبریا، اسکاٹس اور سٹریٹھلڈ کا بادشاہ اعلیٰ تسلیم کیا جانا
۸۷۱	ڈینز کا وکس پر حملہ کرنا	۹۲۵	اتھلسٹین، انتقال ۹۳۰
۸۷۲	الفرڈ کا وکس کا بادشاہ ہونا (متوفی ۹۰۱)	۹۲۶	اتھلسٹین کا اہل ویلز کو اسکس سے خراج کرنا
۸۷۳	ڈینز کا مریسیا کو فتح کرنا	۹۳۲	اتھلسٹین کا اسکاٹ لینڈ پر حملہ کرنا
۸۷۶	ڈینز کا ناٹھمبریا میں سکونت اختیار کرنا	۹۳۷	بروینبرگ کی فتح
۸۷۷	الفرڈ کا ڈینز کو مقام اسکس میں شکست دینا	۹۴۰	اڈمنڈ، انتقال ۹۴۶
۸۷۸	ڈینز کا وکس کو تاراج کرنا	۹۴۳	ڈنلسٹین کا رئیس خانقاہ گلینبری بنایا جانا
۸۷۹	الفرڈ کا اوٹنگٹن میں قہیاب ہونا	۹۴۵	کیمر لینڈ کا میلکم، (شاہ اسکاٹس) کو غطا ہونا
۸۸۳	الفرڈ کا روم و ہندوستان کو الچی بھیجنا	۹۴۶	اڈورڈ، انتقال ۹۵۵
۸۸۶	الفرڈ کا لندن پر قابض ہو کر اسے دوبارہ قلعہ بند کرنا	۹۵۲	ادورڈ کا ناٹھمبریا کو امارت ارل بنانا
۸۹۳	ڈینز کا کنٹ ودریا کے ٹیمز میں دوبارہ نمودار ہونا	۹۵۵	اڈوگ، انتقال ۹۵۹
۸۹۴	الفرڈ کا ہیسٹنگ کو وکس سے خراج کرنا	۹۵۶	ڈنلسٹین کا جلاوطن کیا جانا

جائزہ مارشل، کاؤنٹ آئینج	۱۰۴۰
ادورڈ تائب، انتقال	۱۰۶۶
لینفرنگ بمقام بک	۱۰۴۵
ولیم کی فتح مندی بمقام ویل اس ٹیونیز	۱۰۴۷
گادون کا جلاوطن کیا جانا	۱۰۵۱
ولیم (نارمنڈوی) کا انگلستان میں آنا	
گادون کی واپسی	۱۰۵۲
گادون کا انتقال	۱۰۵۳
ہیرلڈ کارل وٹ سیکسن بنایا جانا	
ولیم کی فتح مندی بمقام مارٹر	۱۰۵۴
ہیرلڈ کی پہلی ہم ویلز میں	۱۰۵۵
نارمنوں کا جنوب اطالیہ کو فتح کرنا	۱۰۵۴
ولیم کی فتح مندی بمقام ڈایو	۱۰۵۸
نارمنوں کا سسلی پر حملہ آور ہونا	۱۰۶۰
ہیرلڈ کا ویلز کو فتح کرنا	۱۰۶۳
ہیرلڈ کا بادشاہ ہونا	۱۰۶۶
ہیرلڈ کا ایٹمفر ڈیورج پر قیام ہونا	
ہیرلڈ کا سنلاک (یعنی ہیسٹنگز) میں شکست پانا	
ولیم (نارمنڈوی) کا بادشاہ ہونا، انتقال	۱۰۸۷
نارمنوں کا انگلستان کو فتح کرنا	۱۰۶۸
کلیسا کی تنظیم جدید	۱۰۷۱

ادگار کے تخت میں مریا کی بغاوت	۹۵۷
ادگار، انتقال	۹۷۵
کنیٹنگٹن کا اسقف اعظم کنیٹنگٹن ہونا	۹۵۹
ادورڈ شہید، انتقال	۹۷۸
اتھلرڈ، مستعد، انتقال	۱۰۱۶
فلک اسود، کاؤنٹ، آئینج	۹۸۷
سورن کا حملہ	۹۹۳
ڈنیز کا قتل عام	۱۰۰۲
سورن کا اسکس کو تباہ کرنا	۱۰۰۳
اسقف اعظم الفیہ کا قتل	۱۰۱۲
تمام انگلستان کا سورن کا مطیع ہو جانا	۱۰۱۳
اتھلرڈ کا بھاگ کر نارمنڈی کو جانا	
ادورڈ فولاد بازو کا بادشاہ ہونا	۱۰۱۶
اور انتقال کر جانا	

انگلستان زیریں شاہان غیبر

۱۰۱۶ - ۱۲۰۴

کنیٹ، بادشاہ، انتقال	۱۰۳۵
گادون کارل اسکس بنایا جانا	۱۰۲۰
کنیٹ کا روم کو جانا	۱۰۲۷
ولیم (نارمنڈوی) کا پیدا ہونا	
ہیرلڈ، بادشاہ، انتقال	۱۰۴۰
ہیرلڈ، بادشاہ، انتقال	۱۰۴۲

۱۱۱۲	میلڈا کا ہنری پنجم سے عقد کرنا	لینڈرنک کا اسقف اعظم کنیٹری ہونا	
۱۱۲۰	جہاز و ہارٹ کی تباہی	۱۰۷۵ راجہ فرانسس بن کا خروج	
۱۱۲۱	نارمن بیرونوں کا خروج	۱۰۸۱ ولیم کا ویلز پر حملہ آور ہونا	
۱۱۲۲	فرانس اور آبنجو کا ولیم کلیٹو کی تائید کرنا	۱۰۸۵ ڈینی حملہ کی ناکامی	
۱۱۲۸	میلڈا کا جفری (آبنجو) سے عقد کرنا	۱۰۸۶ "ڈومزڈے بک" کی تکمیل	
	ولیم کلیٹو کا فلینڈرز میں انتقال کرنا	۱۰۸۷ ولیم احمر، انتقال ۱۱۰۰	
۱۱۳۲	ویلز کی بغاوت	۱۰۹۳ انسلیم، اسقف اعظم	
۱۱۳۵	اسٹیفن (بلوا) انتقال ۱۱۵۴	۱۰۹۴ نارمن سرحد داروں کے خلاف	
۱۱۳۸	نارمنڈی کا اہل آبنجو کو پسپا کرنا	ویلز کی بغاوت	
	ارل رابرٹ کا خروج	۱۰۹۵ رابرٹ (مورے) کا خروج	
	جنگ "اسٹینڈرڈ" (علم)	۱۰۹۶ نارمنڈی کا ولیم کے پاس کفول کیا جانا	
۱۱۳۹	اساقفہ کی گرفتاری	۱۰۹۷ ولیم کا ویلز پر حملہ آور ہونا	
	میلڈا کا ورود	"ہنگامہ" کا انگلستان کو ترک کرنا	
۱۱۴۱	جنگ لکن	۱۰۹۸ فرانس سے جنگ	
۱۱۴۷	جیرلڈ (ویلز) کا تولد	۱۱۰۰ ہنری اول، انتقال ۱۱۳۵	
۱۱۴۸	میلڈا کا نارمنڈی کو واپس ہو جانا	ہنری کا منشور	
	اسقف اعظم تھیوولڈ کا جلاوطن ہونا	۱۱۰۱ رابرٹ (نارمنڈی) کا انگلستان پر	
۱۱۴۹	ہنری (آبنجو) کا انگلستان میں آنا	حملہ آور ہونا	
۱۱۵۱	ہنری کا ڈیوک نارمنڈی ہو جانا	۱۱۰۶ پادریوں کے عطائے سند کے مسئلہ کا تصفیہ	
۱۱۵۲	ہنری کا الیز (گاسپی) سے عقد کرنا	انگریزوں کا نارمنڈی کو فتح کرنا	
۱۱۵۳	ہنری کا انگلستان میں آمد معاہدہ و ٹرانکفرو	۱۱۰۹ فلک (بروٹھی) کا ڈاؤن آبنجو	
۱۱۵۴	ہنری ووم، انتقال ۱۱۸۹	۱۱۲۹ فرانس سے جنگ	
۱۱۵۹	ٹولوسس کے خلاف ہم	۱۱۱۰ آبنجو سے جنگ	
	بدل خدمت کا طریق غلط	۱۱۱۱ صلح گسرس	
۱۱۶۲	اسقف اعظم کنیٹری بنایا جانا		

۱۲۰۳	آرٹھر کا قتل
۱۲۰۴	فرانسیسیوں کا آنجو و نامندی کو فتح کرنا
(۵)	
منشور اعظم	
۱۲۹۵-۱۳۰۳	
(۶)	
۱۳۰۵	نامندی کو واپس لینے کے لیے بیرون کا جنگ سے انکار کر دینا
۱۳۰۶	اسٹیفن لیگلشن کا اسقف اعظم کینیٹری ہونا
۱۳۰۸	انٹونٹ سوم کا انگلستان پر حکم تعطل بندی جاری کرنا
۱۳۱۰	جان کا حلف آئرش کو صوبوں میں تقسیم کرنا
۱۳۱۱	جان کا لیولن ایپ جار و تھ کو اجالت پر مجبور کرنا
۱۳۱۳	جان کا پوپ کے تابع ہو جانا
۱۳۱۴	جنگ بوانیز راجہ بکن کی ولادت
۱۳۱۵	منشور اعظم
۱۳۱۶	بیرون کا لیوس (شہزادہ فرانس) کو بلانا
۱۳۱۶	مہری سوم، انتقال ۱۳۴۲
	تصدیق منشور
۱۳۱۷	لیوس کا فرانسس کو واپس جانا
	منشور کی دوبارہ تصدیق

۱۱۶۴	ضوابط کلینڈن کونسل (جلسہ شوری) نامہ پیش
	اسقف اعظم ٹامس کا فرار
۱۱۱۶	دستور کلینڈن
۱۱۷۰	اسٹرانگ بو کا انگلستان پر حملہ آور ہونا
	شیرفون (نام لاس امن) کی تحقیقات
	اسقف اعظم ٹامس کا انتقال
۱۱۷۲	مہری کا آرٹھوڈوکس کو فتح کرنا
۱۱۷۳	مہری کے بیٹوں کی بغاوت
۱۱۷۶	دستور نامہ پیش
۱۱۷۸	عدالت شاہی کی تنظیم جدید
۱۱۸۱	قوانین
۱۱۸۹	چرچ کا خروج
	چرچ اول، انتقال ۱۱۹۹
۱۱۹۰	چرچ کی جنگ صلیبی
۱۱۹۴	چرچ آگسٹس سے جنگ
۱۱۹۳	لیولن ایپ جار و تھ، شمال ویلز میں
۱۱۹۷	چرچ کا شیڈول کیلڈن کا تعمیر کرنا
۱۱۹۹	جان، انتقال ۱۳۱۶
	جان کا آنجو وین کو واپس لینا
	لیون کا قصد بروٹس کا لکھنا

لیولن ایپ گریفرٹھ کا حکمران ویز تسلیم کیا جانا	۱۲۱۹	ہیوبرٹ ڈی برنائب السلطنت
۱۲۴۰۔ اڈورڈ کا جنگ صلیبی کے لیے جانا	۱۲۲۱	فرائٹر کا انگلستان میں ورود
۱۲۴۲۔ اڈورڈ اول، انتقال ۱۳۰۷	۱۲۲۳	فکس ڈی بروئی کا خروج
۱۲۴۷۔ اڈورڈ کا لیولن ایپ گرونڈ کو مطیع کرنا	۱۲۲۵	نشور کی تصدیق تازہ
۱۲۴۹۔ قانون مارٹین	۱۲۲۸	اسٹفن لینگٹن کا انتقال
۱۲۸۲۔ ویز کی فتح	۱۲۲۹	پوپ کے استحصالات
۱۲۸۳۔ قانون تجارت	۱۲۳۰	ہنری کی ہم کا پائٹو میں ناکام رہنا
۱۲۸۵۔ قانون وٹسٹر	۱۲۳۱	اٹالوی پادریوں کے خلاف سازش
۱۲۹۰۔ قانون گولی اسپرٹوز	۱۲۳۳	ہیوبرٹ ڈی برکا زوال
یہودیوں کا اخراج	۱۲۳۷	نشور کی تصدیق دیگر
برکھم کا معاہدہ عقد	۱۲۳۸	(لیسٹر کے) ارل سائمن کا ہنری کی
اسکاٹلینڈ کی جانیشن کی متعلق نارہم	۱۲۳۷	ہمشرو سے عقد کرنا
میں پارلیمنٹ کا انعقاد	۱۲۳۲	ٹیلیورگ میں ہنری کی شکست بیرون کا
اڈورڈ کا اسکاٹلینڈ کے مرافعات		رقوم امداد سے انکار کرنا
سینے کا دعویٰ کرنا	۱۲۳۶	لیولن ایپ گرونڈ کا شمال ویز کا شہزادہ ہونا
راجہ بکین کا انتقال	۱۲۸۳	ارل آئرلینڈ کا رقوم امداد سے انکار کرنا
فلپ (شاہ فرانس) کا گینبی پر قبضہ کر لینا	۱۲۳۸	ارل سائمن کا گینبی کو جانا
فرانسیسی شہ کے کا ڈاور پر حملہ کرنا	۱۲۴۳	ارل سائمن کا انگلستان کو واپس آنا
انگریزی پارلیمنٹ کی آخری تنظیم	۱۲۵۳	قواعد کسفورڈ
(۵)	۱۲۵۸	معاہدہ امینز
اسکاٹلینڈ اور فرانس سے جنگ	۱۲۶۳	جنگ لیوس
(۶)	۱۲۶۵	عوام کا پارلیمنٹ میں طلب کیا جانا
اڈورڈ کا اسکاٹلینڈ کو فتح کرنا	۱۲۶۷	جنگ ایوشم
	۱۲۶۷	راجہ بکین کا اپنی تعینف اپن جس، لکھنا

۱۲۹۷	اسٹریٹنگ میں ویلیس کی فتح مندی	۱۳۲۵	ملکہ اور شاہزادہ اڈورڈ کا فرانس کو جانا
	پاریسوں کا خلیج الذمہ قرار دیا جانا	۱۳۲۶	ملکہ کا انگلستان میں اترنا
	پریوں کا گینبی میں خدمت سے انکار کرنا	۱۳۲۷	اڈورڈ دوم کی معزولی
۱۲۹۸	اڈورڈ کا اہل اسکاتلینڈ کو فالکرک میں		اڈورڈ سوم، انتقال ۱۳۷۷
	مفتوح کرنا	۱۳۲۸	معاہدہ نارٹھمپٹن کی رو سے اسکاتلینڈ
	پریوں کا مطالبہ کہ ویرا کی، مرڈگی پارلیمنٹ		کی خود مختاری کا تسلیم کیا جانا
	کی طرف سے ہو	۱۳۲۹	رابرٹ بروس کا انتقال
	پریوں کا بزور مشوروں کی تصدیق جدید	۱۳۳۰	رابرٹ بروس کا انتقال
	حاصل کرنا	۱۳۳۲	اڈورڈ سیل کا اسکاتلینڈ پر حملہ کرنا
	اسکاٹلینڈ کی اطاعت	۱۳۳۳	جنگ ہیلینڈن ہل
	پر فتح کی پارلیمنٹ		سیل کا اڈورڈ کی اطاعت کرنا
	رابرٹ بروس کی شورش	۱۳۳۵	اڈورڈ کا اسکاتلینڈ پر حملہ کرنا
	کاسٹل کی پارلیمنٹ	۱۳۳۶	
	اڈورڈ دوم، کا انتقال ۱۳۲۷	۱۳۳۷	فرانس کا دوبارہ اعلان جنگ کرنا
	گیوسٹن کا جلاوطن کیا جانا	۱۳۳۷	
	امراے منتظمین کا دفعات اصلاح کا	۱۳۳۸	فرانس و اسکاتلینڈ سے جنگ
	تیار کرنا		اڈورڈ کا تاج فرانس کا دعویٰ کرنا
	گیوسٹن کا انتقال	۱۳۳۹	سیل کا اسکاتلینڈ سے کھلا جانا
	جنگ بیکن		اڈورڈ کا براہ راست کی جانب سے
	جنگ اتھنز		فرانس پر حملہ کرنا
	اڈورڈ کا خواب و قواعد کو قبول کر لینا	۱۳۴۰	جنگ ٹیموس
	اہل الینگسٹن کا انتقال، خواب کا ساقط	۱۳۴۱	
	کیا جانا	۱۳۴۲	بریشی اور گینبی میں جنگ
	اہل اسکاتلینڈ کے ساتھ عارضی صلح	۱۳۴۳	
	اہل فرانس کا گویسٹن پر حملہ کرنا	۱۳۴۴	جگہائے کرنسی و نوائیل کر اس
		۱۳۴۵	کیلے کا قبضہ

شورش کسانان		فرانس سے عارضی صلح	
۱۳۸۲ء ملک فراز میں وکلف کا نزم قرار پانا		۱۲۲۸ء کافی و باکی پہلی نموداری	
دہی دست و اعطوں کا قلع قمع		۱۳۳۹ء قوانین مزدوروں	
۱۳۸۳ء وکلف کی موت		۱۳۵۱ء پہلا قانون امتناعی صلح پاپائی	
۱۳۸۶ء بیرون کار چرڈ کو ارل ہنوک کے		۱۳۵۳ء پہلا قانون امتناعی اختیارات پاپائی	
برطرف کرنے پر مجبور کرنا		۱۳۵۵ء تجدید جنگ فرانس	
۱۳۸۹ء فرانس کے ساتھ عارضی صلح		۱۳۵۶ء جنگ پوائنٹرز	
۱۳۹۲ء چرڈ آر لینڈ میں		۱۳۶۶ء قانون کانگنی	
۱۳۹۶ء چرڈ کا ایٹلاڈ فرانس سے سے ہٹ کرنا		۱۳۶۷ء نویریٹ میں شاندار اسود کی فتحیابی	
فرانس کے ساتھ عارضی صلح کی مدت میں		۱۳۶۸ء وکلف کا سالہ ڈی ڈوینو،	
اضافہ		۱۳۷۰ء لموخر کی فتح	
۱۳۹۷ء ڈیوک گلوستر کا قتل		۱۳۷۲ء ریشیل کے تریب اسپینی بیڑے کی	
۱۳۹۸ء چرڈ کے تباہی و بظلم و ستم		فتحیابی	
۱۳۹۹ء چرڈ کی معزولی		۱۳۷۳ء اکوین کی بغاوت	
پہلی چھ ماہ، انتقال ۱۳۱۳ء		۱۳۷۶ء نیک پارلیمنٹ	
۱۴۰۰ء ویلز میں اوون گلینڈر کا خروج		۱۳۷۷ء ڈیوک لینکیسٹر کا اس پارلیمنٹ کے	
۱۴۰۱ء قانون زندقیت		کام کو الٹ دینا	
۱۴۰۲ء جنگ ہارڈن ہیل		وکلف کا اسقف لندن کے سامنے	
۱۴۰۳ء خاندان پرسی کا خروج		ناظر ہونا	
۱۴۰۳ء فرانسسوں کا انگلستان پر تاخت کرنا		۱۳۹۹ء چرڈ دوم، انتقال	
۱۴۰۵ء اسقف غنم سکوپ کا خروج		۱۳۷۸ء گرگوری باڈیم کا وکلف کی زندقیت پر	
۱۴۰۷ء فرانسسوں کا تیسری بار حملہ کرنا		نعت کرنا	
۱۴۱۱ء فرانس میں ڈیوک برگنڈی کی مدد کے لئے		۱۳۸۰ء لانگ لینڈ کی تیسری پیڑھ ران	
انگریزی فوج کا روانہ کیا جانا		۱۳۸۱ء وکلف کا اعلان عقیدہ تبدیل دوم ہجرت کے خلاف	

پارک کا بطور جانشین کے تسلیم کیا جانا
جنگ ویلفیڈ
سنٹ الینز کی دوسری لڑائی ۱۳۶۱
جنگ مارٹیم کراس
اڈورڈ چارم، انتقال ۱۳۸۳
واروک، بادشاہ گر ۱۳۶۱
اڈورڈ کالیڈی گر سے عقد کرنا ۱۳۶۳
واروک کا فرانس کو فرار ہونا ۱۳۶۰
اڈورڈ کالیڈیڈز کو بھاگنا
جنگ ہائے مارٹس ویٹوکسبری ۱۳۶۱
اڈورڈ کا فرانس پر حملہ کرنا ۱۳۶۵
کیسٹن کا انگلستان میں اقامت ۱۳۶۶
اختیار کرنا
اڈورڈ پنجم کا قتل ۱۳۸۳
رچرڈ سوم، انتقال ۱۳۸۵
بکنگھم کی شورش
جنگ باسورٹھ ۱۳۸۵

(*)

شاہان ٹیوڈر

۱۳۸۵ - ۱۶۰۳

(*)

ہنری ہفتم، انتقال ۱۵۰۹
لیمرٹ شمشل کی سازش ۱۵۸۶

ہنری پنجم، انتقال ۱۳۲۲
لوئارڈون کی سازش ۱۳۱۴
جنگ اگلکورت ۱۳۱۵
ہنری کا نارمنڈی پر حملہ کرنا ۱۳۱۰
ڈیوک برگنڈی سے معاہدہ ۱۳۱۹
معاہدہ ڈراپس ۱۳۲۰
ہنری ششم، انتقال ۱۳۶۱
جنگ وینول ۱۳۲۳
معاہدہ آربینہ ۱۳۲۸
اضلاع کی حق رائے دہی کا محدود کیا جانا ۱۳۳۰
جون آف ارنک کی موت ۱۳۳۱
موت مارٹس ۱۳۳۵
مارگریٹ (آنجو) کا عقد ۱۳۳۵
ڈیوک گلوسٹر کا انتقال ۱۳۳۷
ڈیوک سٹوک پر مقدمہ کا چلایا جانا اور اسکی موت ۱۳۵۰
کیڈ کی بغاوت
نارمنڈی کا انقضاض
گینی کا انقضاض ۱۳۵۱
ڈیوک پارک کا محافظ نامزد ہونا ۱۳۵۲
سنٹ الینز کی پہلی لڑائی ۱۳۵۵
پارک کے "عہد محافلت" کا ختم ہونا ۱۳۵۶
طامیان پارک کے خروج کی ناکامی ۱۳۵۹
جنگ نارٹھمپٹن ۱۳۶۰

۱۵۲۹	ہنری کا طلاق کا عزم کرنا۔ پروٹسٹنٹوں کی وارگیر	۱۲۹۰	فرینڈ و ازیلا سے معاہدہ
۱۵۲۹	وزارت	۱۲۹۲	ہنری کا فرانس پر حملہ کرنا
۱۵۳۱	بادشاہ کا کلیسا کے انگلستان کا سرگروہ علی تسلیم کیا جانا	۱۲۹۷	کارنوال کی بغاوت
۱۵۳۲	قانون مراعات		لیکن دارلک کا گرفتار ہونا
۱۵۳۳	قانون تفوق و جانشینی	۱۲۹۹	سیمیٹین کیسٹ کا امریکہ میں اترنا
۱۵۳۵	کرامول، نائب اسقف اعظم مور کی موت	۱۵۰۱	کالٹ واریمس، بمقام آگسٹورڈ
	آئر لینڈ میں حامیان جیرالڈ گرانٹھام چھوٹی خانقاہوں کا بند کیا جانا		آرتھر بوڈر کا گھوڑا (اریکان) سے
۱۵۳۷	سفر رحمت		نقد کرنا
۱۵۳۸	انگریزی بائبل کی اجازت	۱۵۰۲	ارگرٹ بوڈر کا ہمراہ سے نقد کرنا
۱۵۳۹	لارڈ آکسٹر کا قتل	۱۵۰۵	کالٹ، سنٹ پال کے گرجا کا منظم
	قانون عقائد سنہ	۱۵۰۹	ہنری ہشتم، انتقال ۱۸۳۷
	بڑی خانقاہوں کا بند کیا جانا		اریمس کا لاج حاکم (۶) لکھنا
۱۵۴۲	ٹیوڈروں کے فتح آئر لینڈ کی تکمیل	۱۵۱۲	فرانس سے جنگ
۱۵۴۳	فرانس سے جنگ	۱۵۱۳	جنگ ہائے اسپرو فلاڈن
۱۵۴۴	ارل سرے کا قتل		وزاری کا وزیر اعظم مقرر ہونا
۱۵۴۳	اڈورڈ ششم انتقال ۱۵۵۳	۱۵۱۵	مور کی تصنیف الہ اولویا
	جنگ پینکی کلو	۱۵۱۷	لوٹھہ کامراعات سے تبرا کرنا
	اوقاف ثواب رسالی کا بند کیا جانا	۱۵۲۰	دشت پارچہ زرین
۱۵۴۸	انگریزی کی کتاب ادعیہ عام		اوتھہ کا پوپ کے فرمان کا جلا دینا
۱۵۴۹	مغربی بغاوت سامرٹ کے دور	۱۵۲۱	ہنری ہشتم کے ساتھ اوتھہ کا مناقشہ
		۱۵۲۲	بنگ فرانس کی تجدید
		۱۵۲۳	وزاری کا دارالعوام سے مناقشہ
		۱۵۲۵	قرضہ ہائے جبری کے استعمال کی شکست
			فرانس سے صلح
			سڈیل کا عہد نامہ جدید کا ترجمہ کرنا

تولیت کا خاتمہ	۱۵۶۷ ڈارنلی کا قتل
۱۵۵۱ سامرٹ کا انتقال	۱۵۶۸ شین اوپل کی شکست و موت
۱۵۵۲ میری، انتقال ۱۵۵۸	۱۵۶۸ میری کا انگلستان کو فرار ہونا
چانسلر کا آرچبل کا پتا چلانا	۱۵۶۹ شمالی اربوں کا خروج
۱۵۵۴ میری کا فلپ (شاہ اسپین) سے عقد کرنا	۱۵۷۰ فرمان معزولی کا شائع ہونا
۱۵۵۵ کارڈنل پول کا انگلستان کو پاک کرنا	۱۵۷۱ نارٹوک کی سازش و موت
پروٹسٹنٹوں کی داروگیر کا آغاز	۱۵۷۲ نڈرلینڈز کا الواس کے خلاف سر اٹھانا
۱۵۵۶ اسقف اعظم کریم کا جلایا جانا	کارٹرٹ کی لا تینیہ پارلیمنٹ
۱۵۵۷ فرانس سے جنگ	۱۵۷۵ ملکہ کا نڈرلینڈز کی مدد سے انکار کرنا
۱۵۵۸ کیلے کا نکل جانا	۱۵۷۶ بلیک فرائز میں پہلا عام تھیٹر
الیزبتھ، انتقال ۱۶۰۳	درنگا ہی پادریوں کا ورود
۱۵۵۹ الیزبتھ کا شاہی نفوق مذہبی اور انگریزی	۱۵۷۷ ڈریک کا بحر الکاہل کی جانب روانہ ہونا
کتب ادعیہ کا بحال کرنا	۱۵۷۹ للی کی "یونس"
۱۵۶۰ اسکاٹلینڈ میں جنگ	اسٹیسری کی "تقوم شیبیان" کا شائع کرنا
۱۵۶۱ میری سٹوارٹ کا اسکاٹلینڈ میں اترنا	۱۵۸۰ کیمن و پارسنز انگلستان میں
۱۵۶۲ الیزبتھ شین اوپل کی بغاوت	خاندان اسمنڈ کا خروج
الیزبتھ کا ڈرائیسی ہیموگنیاٹوں کی تائید کرنا	سمرک کا قتل عام
ہانس کا افریقہ سے تجارت بردہ فروشی	۱۵۸۳ الیزبتھ کو قتل کرنے کی سازش
کا آغاز کرنا	کلیسائی کمیشن کو نئے اختیارات کا دیا جانا
۱۵۶۳ کیتھولکوں کے خلاف پہلا تعزیری قانون	شہزادہ آرج کا قتل
انگریزوں کا ہٹیور سے نکالا جانا	آرمیڈا کا ٹیکس میں جمع ہونا
پادریوں پر عقائد سی و نہ کا اقتراض	ورجینیا کی آباد کاری
۱۵۶۵ میری کا ڈارنلی سے عقد کرنا	۱۵۸۵ انگریزی فوج کا نڈرلینڈز کو بھیجا جانا
۱۵۶۶ ڈارنلی کا رزیو کو قتل کر دینا	ڈریک کا اسپینی ساحل پر پہنچنا
شاہی ایوان مبادلہ کا تعمیر ہونا	۱۵۸۶ جنگ زلفن

ہزاروں معروضہ	بینکٹن کی سازش
پارلیمنٹ کا کلیسا و سلطنت دونوں کے معاملات سے بحث کرنے کا دعویٰ کرنا	۱۵۸۷ شیکسپیر کا لندن میں آنا
سنتھارہ پمپٹن کورٹ	میری اسٹوارٹ کی موت
بارود والی سازش	ڈریک کا قانس میں اسپینی بیڑے کو جلا دینا
ہیکن کی تصنیف "ترقی علم"	بارلو کی تصنیف "ٹیلین" (تیمور لنگ)
پارلیمنٹ کی عذر داشت شکایت	۱۵۸۸ شکست آرمیڈا
الستر کی آباد کاری	مارٹن مارٹیلٹ کے رسائل
والی ملڈنٹ کا عقد	۱۵۸۹ ڈریک کا کارونہ کو لوٹ لینا
پارلیمنٹ سے اولین نشانات	۱۵۹۰ "فیری کوئن" کی اشاعت
ارل اور کونٹس سائوسٹ پر مقدمہ	۱۵۹۳ شیکسپیر کی تصنیف "وینس وادوس"
جف جسٹس کلب کی ریفرمی	۱۵۹۴ ہوگر کی تصنیف "نظم حکومت کلیسائی"
شیکسپیر کا انتقال	۱۵۹۵ جانسن کی تصنیف "ہر شخص اپنے انداز میں"
ہیکن، محافظ ہر شاہی	قانس پر تاخت
اسپینی عقد کے تجاویز	۱۵۹۷ دوسری آرمیڈا کی تباہی
کھیلوں کے متعلق اعلان	ہیکن کے "خطبات"
رائے کی ہم و موت	۱۵۹۸ ہوف اوئل کا خروج
جگ سی سالہ کا آغاز	۱۵۹۹ ارل وکس کی ہم آئرلینڈ میں
پلیٹنٹ پر حملہ	۱۶۰۱ اسکس کا قتل
آئیے زائرین کا نیا انگلینڈ میں آنا	۱۶۰۳ ماڈنٹ جوائے کا آئرلینڈ کی فتح کو مکمل کرنا
ہیکن کی تصنیف "نودم آرگنیم" (قانون جدید)	ایریشہ کا انتقال
ہیکن پر مقدمہ کا چلایا جانا	(۱۶۰۳)
ہیکنز کا عوام کے اعتراض کو پھاڑ کر پھینک دینا	شاہان اسٹوارٹ
	۱۶۰۳-۱۶۸۸
	(۱۶۰۳)
	۱۶۰۳ جیز اول، انتقال ۱۶۲۵

۱۹۲۲	شہزادہ پارلس کا سفر میڈرڈ	۱۹۲۲	سے انکار کرنا
۱۹۲۳	اسپین کے خلاف جنگ کا عزم	۱۹۳۷	اڈنبرا کی سرتابی
۱۹۲۵	چارلس اول، انتقال ۱۹۲۹	۱۹۳۸	ہینڈن پر مقدمہ
	پہلی پارلیمنٹ کی برطرنی		ملٹن کی تصنیف "لا سیداس"
	فادس	۱۹۳۹	اہل اسکاتلینڈ کا عہد و میثاق
۱۹۲۶	بکننگھم پر مقدمہ کا چلایا جانا		مسلی، ڈیونس لائیں
	دوسری پارلیمنٹ کی برطرنی		بروک کا سکون
۱۹۲۷	نذرانہ بھری تقریب کا اجرا	۱۹۴۰	فختر العہد پارلیمنٹ
	روسیل کی ہم کی ناکامی		جنگ اساقفہ
۱۹۲۸	درخواست حقوق		یارک میں امر کی مجلس شورا کے عظیم
	بکننگھم کا قتل		طویل العہد پارلیمنٹ کا اجتماع، نومبر
	لاڈ اسقف لندن		پیم، سرگروہ دار العوام
۱۹۲۹	تیسری پارلیمنٹ کی برطرنی	۱۹۳۱	اسٹیورڈ کا قتل، مٹی
	میدیا جوئٹس کو منشور کا عطا کیا جانا		چارلس کا اسکاتلینڈ کو جانا
	ڈیوورٹھ کا لارڈ پریسیڈنٹ (صدر اعظم)		حامیان شاہی کا پارلیمنٹ سے کھل جانا
	شمال مقرر ہونا		چارلس کا اپنا علم بکننگھم میں بند کرنا ۲۷ اگست
۱۹۳۰	پیورینوں کا نقل وطن، نیوا انگلینڈ کی طرف		جنگ ایجیل ۲۳ اکتوبر
	لاڈ، اسقف اعظم کنیسوری		ہالس کا "De curie" لکھنا
	ملٹن کے تصانیف "لا الگرو" اور "پنسیرو سو"	۱۹۳۳	دست منسٹر میں اہل مذہب کی مجلس
	پرائن کی تاریخ اعظم		اہل کارنوال کا خروج
۱۹۳۴	ملٹن کی کورس		ہینڈن کی موت، جون
۱۹	جلسن، وزیر خزانہ		جنگ رادڈ سے داؤن، جولائی
	اسکاٹلینڈ کے لیے لاکٹاب قانون مذہب،		محاصرہ گلوسٹر
	اور "ادعیہ عام" کا شائع کیا جانا		فائلینڈ کی موت، ستمبر
	ہینڈن کا حصول جہاز کے ادا کرنے		چارلس کا اولینڈ کے کیتھولکوں سے مرہلت کرنا

- ۱۹۳۳ جنگ کراچی بریج ۹ جون
جنگ مارشٹن مور ۲ جولائی
کارنوال میں پارلیمنٹی فوج کی اطاعت ۲ ستمبر
جنگ بیر مور، ۲ ستمبر
جنگ نیو بری، اکتوبر
ملٹن کی تصنیف "آریو پیکٹنگا"
۱۹۳۵ قانون اینڈ آرڈر پریل
عسکر جدیدہ کی تیاری
جنگ نیو بری، ۳ جون
جنگ فلپپاگ، ستمبر
۱۹۳۶ چارلس کا خود کو اہل اسکاتلینڈ کے
حوالہ کر دینا، مئی
۱۹۳۷ اہل اسکاتلینڈ کا چارلس کو ایوانہائے
پارلیمنٹ کے حوالہ کر دینا، ۳ جون
فوج کا شوٹس انگیزوں کو منتخب کرنا اپریل
بادشاہ کا "ہامبی ہاؤس" میں گرفتار
ہو جانا، جون
فوج کا "عاجزہ تفریح" جون
گیارہ ارکان کا اخراج
فوج کا لندن پر قبضہ کر لینا، اگست
بادشاہ کا فرار، نومبر
اہل اسکاتلینڈ کے ساتھ چارلس کا خفیہ
معاہدہ
۱۹۳۸ حامیان شاہی کی بغاوت کا پھوٹ پڑنا، فروری
۱۹۳۹ چارلس اول کا قتل، ۳ جنوری
اسکاٹ لینڈ کا چارلس دوم کو بادشاہ
مشہر کرنا
انگلستان کا خود کو دولت عامہ شہر کرنا
کراہول کا ڈروگڈا کو فتح کرنا، ۱۱ ستمبر
۱۹۵۰ کراہول کا اسکاتلینڈ میں داخل ہونا
جنگ ڈنبار، ۳ ستمبر
۱۹۵۱ جنگ وارسٹر، ۳ ستمبر
ہانس کی "لیو تھن"
۱۹۵۲ اسکاتلینڈ کے ساتھ اتحاد
جنگ ٹیچ (ہالینڈ) کا آغاز مئی
ٹریسٹ کی فتح مئی، نومبر
۱۹۵۳ بلیک کی فتح مئی، فروری
کراہول کا ارکان پارلیمنٹ کو خراج
کر دینا، ۲۰ اپریل
تذکری مجلس عارضی (سیلون کی پارلیمنٹ)
جولائی
۱۹۵۳ مجلس عارضی کی بطرفی، دسمبر

طویل العہد پارلیمنٹ کا دوبارہ اخراج
 ۱۶۶۰ تک کا لندن میں داخل ہونا
 دو عارضی پارلیمنٹ
 چارلس دوم، ورود اور مئی انتقال
 ۱۶۸۵
 اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ کے اتحاد کی شکست
 ۱۶۶۱ حاجی شاہی (کیوبل) پارلیمنٹ کا آغاز
 ۱۶۶۲ قانون اتحاد کی توجیح ثانی
 پورٹینی پادریوں کا اخراج
 رائل سوسائٹی لندن میں
 ۱۶۶۳ اخراج کے مسودہ قانون کی ناکافی
 ۱۶۶۴ اجتماع عبادت کا قانون
 ۱۶۶۵ جنگ ٹیچ (ہالینڈ) کا آغاز
 قانون بیچ میل
 لندن کی وبا
 نیوٹن کا نظریہ تفرق
 لندن کی آتشزدگی
 ۱۶۶۶ ٹیچ، ڈوے میں
 کلیرنڈن کی برطانی
 صلح بریڈا
 لیوس کا فلینڈرز پر حملہ اور ہونا
 ملٹن کی تصنیف "ایموپازحت"
 ۱۶۶۸ صحافت شمشہ
 صلح ایکسلا شپیل
 ایشلی کا گنھو لکوں کی رواداری سے جھک جانا

توجیح حکومت
 اولیور کرامول، محافظ ملک، انتقال ۱۶۵۸
 ۱۶۵۴ ہالینڈ سے صلح کا موکد ہونا
 (کرامول کے) زمانہ محافظت کی پہلی
 پارلیمنٹ، ستمبر
 ۱۶۵۵ پارلیمنٹ کی برطانی، جنوری
 میجر جنرل (امراے جھوش)
 اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ کا انتظام
 کلیسا کا انتظام
 بلیک کا پھر روم میں پہنچنا
 اسپین سے جنگ اور چھٹا کی فتح
 ۱۶۵۶ (کرامول کے) زمانہ محافظت کی
 دوسری پارلیمنٹ
 ۱۶۵۷ بلیک کی فتح سینا کرز میں
 کرامول کا بادشاہ کے لقب سے
 انکار کرنا
 قانون حکومت
 ۱۶۵۸ پارلیمنٹ کا برطرف کیا جانا، فروری
 جنگ ڈیوٹر
 ڈنکرک کا قبضہ
 کرامول کی موت، ستمبر
 چرچ کرامول، محافظ ملک، انتقال ۱۶۱۲
 ۱۶۵۹ زمانہ محافظت کی تیسری پارلیمنٹ
 پارلیمنٹ کی برطانی
 طویل العہد پارلیمنٹ کی باز طلبی

۱۹۷۸	صلح نی گوتین	۱۹۷۰	معادہ ڈاور
	اولش کا سازش پاپائی کا اختراع		بنین کی تصنیف لاسفر زایر کا لکھا جانا
۱۹۷۹	پارلیمنٹ کا اجتناع	۱۹۷۱	ملٹن کی تصنیف پیریڈ انٹرنیشنل (محول منت)
	دینی کا زوال		و "سیمسن اگولٹس"
	جدید وزارت بسکر وگی شافٹسبری		نیوشن کا (د نظریہ فور)
	ایک نی گوتینل د مجلس شوری کے یٹے	۱۹۷۲	اسچکر کا بند کیا جانا
	ٹمپل کی تجویز		اعلان مراعات
	قانون لہ احضار ملزم، کا منظور ہونا		پالینڈ کے ساتھ جنگ کا آغاز
	مسودہ قانون حجب کا پیش ہونا		ایشلی کا چانل بنا یا جانا
۱۹۷۹	پارلیمنٹ کا بر طرف کیا جانا	۱۹۷۳	اعلان مراعات کی واپسی
	شافٹسبری کی بر طرفی		قانون اختیار
۱۹۸۰	ایجنٹشن (شور انگیزی) کے لیے مجلس		شافٹسبری کی بر طرفی
	کا قائم ہونا		شافٹسبری کا دھاتی نسریق کی سگری
	مانتھ کا تحت کا دعویدار ہونا		اختیار کرنا
	عرشی دہندگان متفقین	۱۹۷۴	مسودہ قانون ضمانت پریوینٹ کی
	دار الامر کا قانون حجب کو مسترد کرنا		ناکامی
	لارڈ اسٹیفورڈ کا مقدمہ		چارلس کا پالینڈ سے صلح کر لینا
۱۹۸۱	اکسفورڈ میں پارلیمنٹ		دینی کا وزیر خزانہ ہونا
	فرانس سے معاہدہ	۱۹۷۵	چارلس اور لیوس کے بائین امداد باہمی کا
	مسودہ قانون تحدید کی نامطوری		معادہ
	شافٹسبری اور مانتھ کی گرفتاری	۱۹۷۷	شافٹسبری کا ٹاور کو بھیجا جانا
۱۹۸۲	شافٹسبری کی سازش و مفروسی		مسودہ قانون ضمانت کلیسا کی ناکامی
	پن کھائیسلوینیا کی بنا ڈالنا		فرانس سے جنگ کے لیے دونوں
۱۹۸۳	شافٹسبری کی موت		ایوانوں کا محضر
	سازش رائی ہاوس		شہزادہ آرج کا میری سے عقدر

ولیم کو دعوت طلب کا دیا جانا
سات استغفوں کا مقدر
آئرلینڈی فوج کا انگلستان میں
لایا جانا
لیوس کا جرمنی پر حملہ آور ہونا
ولیم (آرچ) کا شمار بے میں اترنا
چیمز کا فرار

انگلستان جدید

۱۹۸۹ عارضی پارلیمنٹ
اعلان حقوق
ولیم اور میری کا بادشاہ اور ملکہ
بنایا جانا
ولیم کا لیوس کے خلاف مخالفہ اعظم
قائم کرنا
جنگ کلکوٹلی، ۲۷ جولائی
محاصرہ لندینڈری
مسودہ قانون بغاوت
مسودہ قانون رواداری
مسودہ قانون حقوق
حلف نہ لینے والوں کی علحدگی
۱۹۹۰ مسودہ قانون انکار حلف و قانون مراعات
جنگ بی بیٹ، ۱۰ ستمبر

لارڈ رسل اور الگرن سڈنی کا قتل
۱۹۸۳ شہروں کے منشور کا باطل کیا جانا
فوج کا اضافہ
۱۹۸۵ جنم دوم، انتقال ۱۷۰۱
ارکاٹل اور ماتھ کی بغاوت
جنگ سمورا، ۶ جولائی
عدالت خونخوار
فوج کا بیس ہزار تک بڑھایا جانا
فرمان نیٹس کی تیسخ
۱۹۸۶ شاہی اختیار سے قانون اختیار کا
ساقط قرار دیا جانا
کلیسیائی کمیشن کا تقرر
۱۹۸۷ نیوٹن کی تصنیف «پرنسیا»
رفقاہ میگڈلین (کالج) کا اخراج
لارڈ رچسٹر اور لارڈ گلینڈن
کی برطرفی
اعلان مراعات
برو (قصبات) کی تنظیم
ولیم (آرچ) کا اعلان مراعات کے
خلاف اعتراض کرنا
ٹرکونل کا آئرلینڈ میں نائب السلطنت
مقرر کیا جانا
۱۹۸۸ پارلیوں کا نئے اعلان مراعات کے
پرٹھنے سے انکار کرنا
چیمز کے لڑکے کا تولد

۱۷۰۹ جنگ مالپلیکٹ	جنگ بوائن یکم جولائی
۱۷۱۰ سیکورل کا مقدمہ	ولیم کا لاکرک سے سپاہ ہونا
۱۷۱۱ ہارلی اور سنٹ جان کی ٹوری وزارت	۱۶۹۱ جنگ آکھرم، جولائی
۱۷۱۲ ہالبراک کی برطرفی	خوالگی و معاہدہ لاکرک
۱۷۱۳ معاہدہ یوٹرکٹ	۱۶۹۲ گھنکو کا قتل عام
۱۷۱۴ جارج اول، انتقال ۱۷۲۷	جنگ لاکرک، ۱۹ مئی
ٹاؤنشنڈ اور ویلیول کی وزارت	۱۶۹۳ سنڈر لینڈ کی تجویز وزارت
۱۷۱۵ لارڈ مارکے تحت میں حامیان جمیر کا خروج	۱۶۹۴ مڈینک آف انگلینڈ، رینٹ انگلستان
۱۷۱۶ قانون ہفت سالہ	کا اجبرا
۱۷۱۷ تحالف ٹرٹلٹ	میری کا انتقال
۱۷۱۸ ٹارڈ اسٹیوہوپ کی وزارت	۱۶۹۶ بحالی حالت سکھارت
۱۷۱۹ تحالف اراہ	۱۶۹۷ بیخ رسوب
۱۷۲۰ مسودہ قانون وزارت کی ناکامی	۱۶۹۸ پہلا معاہدہ تقسیم
۱۷۲۱ کینیجسٹر جنوبی	۱۷۰۰ دوسرا معاہدہ تقسیم
۱۷۲۱ وزارت سر رابرٹ ویلیول	۱۷۰۱ ڈیوک آف ساسکس کا شاہ اسپین ہو جانا
۱۷۲۳ اسقف اثریری کا اخراج	قانون جانشینی کا منظور ہونا
۱۷۲۴ آسٹریا و اسپین سے جنگ	جمیر دوم کا انتقال
۱۷۲۶ جارج دوم، انتقال ۱۷۶۰	۱۷۰۲ اسپن، انتقال ۱۷۱۳
۱۷۲۹ معاہدہ سیواگل	۱۷۰۳ جنگ بلنہیم، ۱۳ اگست
۱۷۳۰ امریکہ کے چاول کی آزادانہ برآمدگی	ہارلی اور سنٹ جان کا برسر اقتدار ہونا
اجازت	۱۷۰۵ اسپین میں پیربرا کے فتوحات
۱۷۳۱ معاہدہ فائنا	۱۷۰۶ جنگ ریمیلینڈ، ۲۳ مئی
۱۷۳۳ والپول کا مسودہ قانون محصول ارضی	۱۷۰۷ اسکاتلینڈ کے ساتھ اتحاد کا قانون
جنگ جانشینی پولینڈ	۱۷۰۸ ہارلی اور سنٹ جان کی برطرفی
فرانس و اسپین کے باہم اتحاد خاندانی	جنگ اوڈینارڈ

۱۷۳۷	ملکہ کیرولائن کا انتقال	۱۷۵۸	لوئسبرگ اور راس بریٹین کا قبضہ
۱۷۳۸	فرقہ ہتھیوسٹ (ضابطین) کا لندن میں نمودار ہونا		قلعہ ڈیوکیں کا قبضہ
۱۷۳۹	اسپین کے ساتھ اعلان جنگ	۱۷۵۹	جنگ منڈن
۱۷۴۰	جنگ جانشینی آسٹریا		قلعہ نیوگرا، اورگنڈو کا قبضہ
۱۷۴۱	والپول کا استعفاء		ولف کی فتح بلند پہاڑے کوہ ابراہام پر
۱۷۴۲	جنگ ڈنچن، ۲۷ جون	۱۷۶۰	خلیج کیویران کی جنگ، ۲۰ نومبر
۱۷۴۳	بھری مہم کی وزارت		جارج سوم، انتقال ۱۸۲۰
۱۷۴۴	جنگ فائنٹاپے، ۳۱ مئی		جنگ وینڈو اس
	چارلس اڈورڈ کا انگلستان میں اترنا	۱۷۶۱	پٹ کا عہدے سے مستعفی ہونا
	جنگ پرسیا پیئر، ۱۳ ستمبر		لارڈ بوٹ کی وزارت
	چارلس اڈورڈ کا ڈربی میں پہنچنا، ۲۴ دسمبر		ارول برینڈلی کی نہر کا بنایا جانا
۱۷۴۶	جنگ فالکرک، ۲۳ جنوری	۱۷۶۳	صلح بیریٹس
	جنگ کیو لوڈن، ۱۶ اپریل		جارج گرینویل کی وزارت
۱۷۴۸	صلح ایکسٹرا		وجود کا پاپریز (قصبہ ظروف گلی) کا قلم کرنا
۱۷۵۱	کلاپو کا آرکٹ پر اچانک قبضہ کر لینا	۱۷۶۴	وٹس کا دارالعوام کا پہلا اخراج
۱۷۵۳	بھری مہم کا انتقال		ہارگریو کا کاتنے کی مشین ایجاد کرنا
	ڈیوک نیوکس کی وزارت	۱۷۶۵	قانون محصول عدالت کا منظور ہونا
۱۷۵۵	جنگ ہفت سالہ		لارڈ رانگلم کی وزارت
	جنرل بریڈرک کی شکست		امریکی موٹر کا اجلاس و تعرض
۱۷۵۶	پورٹ مہین کا نخل جانا		وارٹ کا دفاعی انجن ایجاد کرنا
	امیر البحرینگ کی بازگشت	۱۷۶۶	قانون محصول عدالت کی ترمیم
۱۷۵۷	کلاسٹرسوں کی مجلس عارضی		لارڈ چیتھم کی وزارت
۱۷۵۸	ولیم پٹ کی وزارت	۱۷۶۸	ڈیوک گرینٹن کی وزارت
	جنگ پلاسی، ۳۰ جون		وٹس کا دوبارہ اخراج

۱۷۷۹	آرکراٹ کا بافنگی کی مشین (کل)	۱۷۷۹	آرکراٹ کا بافنگی کی مشین (کل)
۱۷۷۹	ایجاد کرنا	۱۷۷۹	ایجاد کرنا
۱۷۷۹	ٹیکس کا ڈیل سکس کی جانب سے	۱۷۷۹	ٹیکس کا ڈیل سکس کی جانب سے
۱۷۷۹	تین مرتبہ منتخب ہونا	۱۷۷۹	تین مرتبہ منتخب ہونا
۱۷۷۹	دارالعوام کا کرنل لٹل کو رکن بنانا	۱۷۷۹	دارالعوام کا کرنل لٹل کو رکن بنانا
۱۷۷۹	جوئین برطانوی سپاہ کا قبضہ کرنا	۱۷۷۹	جوئین برطانوی سپاہ کا قبضہ کرنا
۱۷۷۹	جوئین کے خطوط	۱۷۷۹	جوئین کے خطوط
۱۷۷۹	پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق حقیقہ کی تجویز	۱۷۷۹	پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق حقیقہ کی تجویز
۱۷۷۹	لارڈ مارٹھ کی وزارت	۱۷۷۹	لارڈ مارٹھ کی وزارت
۱۷۷۹	پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی اشاعت کے	۱۷۷۹	پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی اشاعت کے
۱۷۷۹	روکنے کی آخری کوشش	۱۷۷۹	روکنے کی آخری کوشش
۱۷۷۹	جلیل القدر انگریزی اخباروں کا آغاز	۱۷۷۹	جلیل القدر انگریزی اخباروں کا آغاز
۱۷۷۹	ہیسٹنگز کا گورنر جنرل مقرر ہونا	۱۷۷۹	ہیسٹنگز کا گورنر جنرل مقرر ہونا
۱۷۷۹	جوئین کی شور شہائے چاند	۱۷۷۹	جوئین کی شور شہائے چاند
۱۷۷۹	جوئین کا فوجی قبضہ	۱۷۷۹	جوئین کا فوجی قبضہ
۱۷۷۹	جوئین کے بندرگاہ کا بند کیا جانا	۱۷۷۹	جوئین کے بندرگاہ کا بند کیا جانا
۱۷۷۹	میساجوسٹس کے منشور کا تبدیل کیا جانا	۱۷۷۹	میساجوسٹس کے منشور کا تبدیل کیا جانا
۱۷۷۹	موت کا فلاڈلفیا میں جمع ہونا	۱۷۷۹	موت کا فلاڈلفیا میں جمع ہونا
۱۷۷۹	حقیقہ کی تجویز مصانحت کا استرداد	۱۷۷۹	حقیقہ کی تجویز مصانحت کا استرداد
۱۷۷۹	لگسنگٹن میں خفیف جنگ	۱۷۷۹	لگسنگٹن میں خفیف جنگ
۱۷۷۹	اہل امریکہ کا واشنگٹن کے تخت میں	۱۷۷۹	اہل امریکہ کا واشنگٹن کے تخت میں
۱۷۷۹	جوئین کا محاصرہ کر لینا	۱۷۷۹	جوئین کا محاصرہ کر لینا
۱۷۷۹	جنگ نیو یارک	۱۷۷۹	جنگ نیو یارک
۱۷۷۹	جنوبی نوآبادیوں کا اپنے گورنروں کو	۱۷۷۹	جنوبی نوآبادیوں کا اپنے گورنروں کو
۱۷۷۹	نکال دینا	۱۷۷۹	نکال دینا
۱۷۷۹	کراہیٹیوں کا "میول" ایجاد کرنا	۱۷۷۹	کراہیٹیوں کا "میول" ایجاد کرنا
۱۷۷۹	آرنلڈ کا کناڈا پر حملہ کرنا	۱۷۷۹	آرنلڈ کا کناڈا پر حملہ کرنا
۱۷۷۹	جوئین کا اختلا	۱۷۷۹	جوئین کا اختلا
۱۷۷۹	اعلان آزادی (خود مختاری) پر جولائی	۱۷۷۹	اعلان آزادی (خود مختاری) پر جولائی
۱۷۷۹	جنگ ہائے بروکس و ٹرنٹن	۱۷۷۹	جنگ ہائے بروکس و ٹرنٹن
۱۷۷۹	ایڈم اسمتھ کی تصنیف "دولت اقوام"	۱۷۷۹	ایڈم اسمتھ کی تصنیف "دولت اقوام"
۱۷۷۹	جنگ برینڈیواین	۱۷۷۹	جنگ برینڈیواین
۱۷۷۹	سینٹ کی اطاعت، اراکتوں پر	۱۷۷۹	سینٹ کی اطاعت، اراکتوں پر
۱۷۷۹	حقیقہ کا متفقہ اتحاد کی تجویز کرنا	۱۷۷۹	حقیقہ کا متفقہ اتحاد کی تجویز کرنا
۱۷۷۹	واشنگٹن بمقام وادے فورج	۱۷۷۹	واشنگٹن بمقام وادے فورج
۱۷۷۹	مالک متحدہ امریکہ کے ساتھ فرانس	۱۷۷۹	مالک متحدہ امریکہ کے ساتھ فرانس
۱۷۷۹	سین کا محالہ	۱۷۷۹	سین کا محالہ
۱۷۷۹	حقیقہ کی موت	۱۷۷۹	حقیقہ کی موت
۱۷۷۹	جبرالٹر کا محاصرہ	۱۷۷۹	جبرالٹر کا محاصرہ
۱۷۷۹	شمالی طاقتوں کی مسلح غیر جانبداری	۱۷۷۹	شمالی طاقتوں کی مسلح غیر جانبداری
۱۷۷۹	آئرلینڈی رضا کار	۱۷۷۹	آئرلینڈی رضا کار
۱۷۷۹	چارلس ٹاؤن پر قبضہ	۱۷۷۹	چارلس ٹاؤن پر قبضہ
۱۷۷۹	کازنہاک پر حیدر علی کی تاخت	۱۷۷۹	کازنہاک پر حیدر علی کی تاخت
۱۷۷۹	پورٹو نو دو میں حیدر علی کو شکست	۱۷۷۹	پورٹو نو دو میں حیدر علی کو شکست
۱۷۷۹	یارک ٹاؤن میں کارٹوئس کی اطاعت	۱۷۷۹	یارک ٹاؤن میں کارٹوئس کی اطاعت
۱۷۷۹	لارڈ کنگم کی وزارت	۱۷۷۹	لارڈ کنگم کی وزارت
۱۷۷۹	راؤنی کے فتوحات	۱۷۷۹	راؤنی کے فتوحات
۱۷۷۹	پوانیکر کے قانون کی ترمیم	۱۷۷۹	پوانیکر کے قانون کی ترمیم
۱۷۷۹	پارلیمنٹی اصلاح کے لیے پٹ کا	۱۷۷۹	پارلیمنٹی اصلاح کے لیے پٹ کا
۱۷۷۹	مسودہ قانون	۱۷۷۹	مسودہ قانون

فاکس کا قانون ازالہ حیثیت عرفی
برک کی تصنیف "قدیم ونگوں سے نئے
ونگوں کی جانب مراجعہ"

۱۴۹۲ پٹ کا پالیٹیکو اتکا د میں شامل
ہونے سے روکنا

فرانس کا دریائے شٹ کو کھول دینا
پٹ کے ماسعی برائے صلح
متحدہ اہل آئر لینڈ

فرانس کا انگلستان کے خلاف
اعلان جنگ کرنا

ونگوں کے ایک حصہ کا پٹ کے
ساتھ شریک ہو جانا

انگریزی فوج کا فلینڈرز میں اترنا
انگریزوں کا ٹولون سے نکالاجانا

۱۴۹۳ انگریزوں کا پالیٹیکو سے نکالاجانا
قانون احضار ملزم کا معلق کیا جانا

لارڈ ہو کی فتحمدی، یکم جون

۱۴۹۶ برک کے "خطوط دربارہ شاہ کش صلح"
انگلستان کا فرانس کے ساتھ جنگ

میں تہارہ جانا

جنگ کیپیٹرواؤن

جنگ راس سنٹ ولسنٹ

۱۴۹۸ آئر لینڈی بغاوت کا داینگیل میں

پامال کیا جانا

جنگ نیل

اقتصادی اصلاح کے لیے برک کا

مسودہ قانون

شکسین کی وزارت

جبرالٹر سے مخالفین کا انہزام

۱۴۸۳ معاہدات پیرس و ورسیلز

فاکس اور رتھ کی متحدہ وزارت

فاکس کا مسودہ قانون ہینڈ

پٹ کی وزارت

۱۴۸۴ پٹ کا مسودہ قانون ہینڈ

مالی اصلاحات

۱۴۸۵ البینی اصلاح کا مسودہ قانون

انگلستان و آئر لینڈ کے باہن

آرا و تجارت کا مسودہ قانون

۱۴۸۶ دارن ہینڈنگز پر مقدمہ کا قائم ہونا

۱۴۸۷ فرانس کے ساتھ معاہدہ تجارت

۱۴۸۸ قانون تولیت

۱۴۸۹ ورسیلز میں سٹیٹس جنرل کا اجلاس

جدید فرانسیسی نظم سلطنت

حایت ترکی کے لیے مخالفہ

۱۴۹۰ نٹکا ساؤنڈ کے متعلق مناقشہ

پٹ کا پالیٹیکو کی حایت کرنا

برک کی تصنیف "خیالات دربارہ انقلاب

فرانس"

۱۴۹۱ کناد میں نیابتی حکومت کا قائم

کیا جانا

۱۷۹۹	پٹ کا فرانس کے خلاف اتحاد کی تجدید کرنا	جنگ کارونا، ۱۶ جنوری
	پیسور کی فتح	ولنزی کا سوئٹ کو ابار ٹوسے
۱۸۰۰	مائنٹا کا انگریزی طرے کی اطاعت کرنا	جنگ ٹلمورا، ۲۸ جولائی
	دول شمالی کی مسلح غیر جانبداری	والچون کے خلاف ہم
	آئر لینڈ کے ساتھ اتحاد کا قانون	اسپنسر پیسول کی وزارت
۱۸۰۱	جارج سوم کا پٹ کی تجویز تیار	پارلیمنٹ کی اصلاح کی تجدید
	کیتھولکوں کا مشر دکر دینا	جنگ بسا کو
	مشر اورنگٹن کا نظم و نسق	ٹارمس و ڈراس کے خطوط مدافعت
۱۸۰۱	مصر میں فرانسیسی فوج کی اطاعت	شہزادہ ولیم کا متولی ہونا
	جنگ کوہ پیگن	جنگ نیوٹنس دی اونورا، ۵ مئی
	صلح امینز	گروہ سنائمان کی شورشیں
۱۸۰۲	''اؤنیر ایویو'' کی اشاعت	اسپنسر پیسول کا قتل
	بوناپارٹ کے خلاف اعلان جنگ	لارڈ لورپول کی وزارت
۱۸۰۳	جنگ اسائی	سپوڈاد اور گوا اور بیڈیماز کا ہونا
	پٹ کی وزارت تانیہ	امریکہ کا انگلستان کے خلاف جنگ
۱۸۰۵	جنگ ٹریفلر، ۲۱ اکتوبر	جنگ سلیمینکا
۱۸۰۶	پٹ کا انتقال ۲۳ جنوری	ولنگٹن کا فرانس میں داخل ہونا
۱۸۰۷	احکام باجلاس کونسل	اہل امریکہ کا کنڈا پر حملہ کرنا
	برودہ فروشی کی موقوفی	جنگ ارفنس
	ڈیوک پورلینڈ کی وزارت	جنگ ٹووس، ۱۰ اپریل
	ڈنمارک کے بڑے کی گرفتاری	جنگ صیوا، جولائی
۱۸۰۸	جنگ دیمرا اور مجلس سٹرا	ولنگٹن پر کوشش
۱۸۰۹	امریکہ کا قانون عدم مداخلت کو منظور کرنا	پلیٹسبرگ اور نیوا آریسن میں
		برطانیوں کی سپاہی

۱۸۱۵	جنگ کوآربرس، ۱۶ جون	۱۸۳۳	لارڈ پلورن کی وزارت
	جنگ وائٹو، ۱۸ جون		امداد غربا کا نیا قانون
	معاہدہ وائٹا		قومی تعلیم کے نظم کا آغاز
۱۸۱۹	پینچسٹر کا قتل عام		سر رابرٹ پیل کی وزارت
۱۸۲۰	کیٹو اسٹریٹ کی سازش	۱۸۳۵	شخصیہ بلدیہ کا قانون
	حاج چہارم، انتقال ۱۸۳۰		ازدواج عربی کا قانون
	مسودہ قانون برائے طلاق ملکہ	۱۸۳۶	وکتوریہ، انتقال ۱۹۰۱
۱۸۲۲	کیننگ وزیر خارجہ	۱۸۳۸	لیگ مخالف قانون غلہ کی تکوین
۱۸۲۳	مسٹر ہکنسن کا وزارت میں	۱۸۳۹	تعلیم کے لیے پریوی کونسل کی مجلس کا
	شریک ہونا		تکتم کیا جانا
۱۸۲۶	پرننگال کو ہم		قوم کے منشور کے لیے مطالبات
	جنوب امریکی سلطنتوں کا تسلیم کیا جانا		گناڈا میں بغاوت
۱۸۲۷	مسٹر کیننگ کی وزارت		چین سے جنگ
	لارڈ گارڈیج کی وزارت		کابل پر قبضہ
	جنگ نویرنو	۱۸۴۰	فرانس، اسپین و پرتگال کے ساتھ
	ڈیوک ونگٹن کی وزارت		حالیہ اربہ
۱۸۲۸	مسودہ قانون رفع قیود کیتھوکان		عکس پر گولہ باری
۱۸۲۹	ولیم چہارم، انتقال ۱۸۳۷	۱۸۴۱	سر رابرٹ پیل کی وزارت
۱۸۳۰	لارڈ ڈاکر کے کی وزارت	۱۸۴۲	انکم ٹیکس (محمول آمدنی) کی تجدید
	لورپول اور پینچسٹر پلوے کا افتتاح		چین سے صلح
۱۸۳۱	اصلاح کے لیے شورا انگریزی		افغانستان میں انگریزی فوج کا قتل عام
۱۸۳۲	مسودہ قانون اصلاح پارلیمنٹ کا		افغانستان میں پولاک کے فتوحات
	منظور ہونا، ۷ جون		سندھ کا الحاق
۱۸۳۳	مستغرات میں غلامی کا بند کیا جانا	۱۸۴۵	جنگھائے نو کی وفیر و زیشہر
	ہند کی تجارت کا عام کیا جانا	۱۸۴۶	جنگ سبراؤں

سٹر گلڈ اسٹون کی وزارت	تو امین غلہ کی تنسیخ
۱۸۶۹ سٹر لینڈ میں سقفی کلیسا کی موقوفی	لارڈ جان رسل کی وزارت
۱۸۶۰ آئر لینڈ میں مسودہ قانون اراضی	۱۸۳۸ مشورے یون اور آئر لینڈ میں باغیوں کا قلع قمع
مسودہ قانون تقسیم دارالعلوموں میں اعتبار مذہبی کی منسوخی	۱۸۳۹ قلع گجرات
مسودہ قانون غوج	الحاق پنجاب
۱۸۵۲ مسودہ قانون خفیہ راستے دی	۱۸۵۲ لارڈ ڈربی کی وزارت
۱۸۴۳ وزیر علی کی وزارت ثانیہ	لارڈ ابرڈین کی وزارت
اسٹانٹنی سے جنگ	۱۸۵۴ روس کے خلاف فرانس سے اتحاد
جماعت مزدوران میں سے پہلی مرتبہ ایک رکن کا انتخاب	محاصرہ سباستوپول
۱۸۴۵ مارکویس ہنگرن کا لبرل لیڈر ہونا	جنگ انگریزوں، ۵ نومبر
قانون سکونت صحابان	۱۸۵۵ لارڈ پامرسٹن کی وزارت
آئر لینڈ میں قانون تحفظ امن	سباستوپول پر قبضہ
توسیع قانون باہت اتحاد مزدوران	۱۸۵۶ روس کے ساتھ صلح پیرس
نہر سوہیز کے حصے کی خریداری	۱۸۵۷ بنگال میں پوش سیاہ
غزیرادہ بیچرہ کی سیاحت ۱۸۵۷ اکتوبر	۱۸۵۸ ہندوستان کی فرانزوائی کا تاج کی طرف منتقل ہونا
انڈیا میں کی یادداشت کا درجہ	تحریک رضا کاران
ساکنہ پیش ہونا	لارڈ ڈربی کی وزارت ثانیہ
نیوز ایجنٹ کے لیے مرکزی حکومت کا قیام ہونا	۱۸۵۹ لارڈ پامرسٹن کی وزارت ثانیہ
جزائر شری کا الحاق	۱۸۶۵ لارڈ رسل کی وزارت
۱۸۶۶ پنچ کی یادداشت سے انگلستان کا انکار کرنا	۱۸۶۶ لارڈ ڈربی کی وزارت ثلثہ
خلیج بسیکا میں برطانی بیڑہ	۱۸۶۷ مسودہ قانون اصلاح پارلیمنٹ
بھاری منہ الم کے متعلق	۱۸۶۸ سٹر ڈربی کی وزارت

گلیڈ اسٹون کی مہم

وزیر پبلی کارن بلکنسفیلڈ بنایا جانا

نئی شہنشاہیت

۱۸۶۶ قسطنطنیہ میں مستشار

۱۸۶۶ ملکہ کا قیصر گھنڈ مشہر کیا جانا

گارڈن کا سوڈان کا گورنر جنرل ہونا

لندن کا معاہدہ تمہیدی

جنوبی افریقہ کے لیے قانون جواز شتر کیت

پرائسوال کا الحاق

چیمبرلین و بزمک

پارلیمینٹ کا پارلیمنٹ کے اندر وقتیں پیدا

کرنے کا آغاز کرنا

۱۸۶۸ بیڑے کو قسطنطنیہ کی روانگی کا حکم

ملنا، جنوری

معاہدہ سین سیفانو، مارچ

ہندوستانی فوجوں کا مالٹا کو روانہ

ہونے کا حکم ہونا

۱۸۶۸ بلکنسفیلڈ کا روس کے ساتھ

خفیہ معاہدہ، ۳۰ مئی

بلکنسفیلڈ کا ترکی کے ساتھ

خفیہ معاہدہ، ۲ جون

موتبرلین، ۱۳ جون

۱۸۶۹ جنگ زونو، آسٹریلیا اور

چشمہ رارکی، جنوری

افغانستان پر حملہ

ڈیوٹ کا آئرلینڈی معاہدہ ارضی قائم کرنا

مہم ڈلوٹھیا

۱۸۸۰ گلیڈ اسٹون کی وزارت

آئرلینڈ میں شبہ پر گرفتار کیے جانے کی

اجازت کا قانون

بریلڈا کو تصدیق و فاشکاری کی

اجازت ملنے سے انکار کیا جانا

عام عبادت سے اتفاق نہ کرنا لوگوں کو

سہولت تدقین کے عطا کیے جانے کا

قانون

کسانوں کے تحفظ کے لیے زمین پر

شکار کھیلنے کا قانون

مزدوروں سے کام لینے والوں کی

ذمہ داری کا قانون

پارلیمینٹ پر مقدمے کا چلایا جانا

جنگ افغانستان

پرائسوال میں بیوروں کا خروج و سبھر

۱۸۸۱ طریق کار روائی د پارلیمنٹ کے

نئے قواعد

لارڈ بلکنسفیلڈ کا انتقال

آئرلینڈ کی اراضی کا دوسرا مسودہ قانون

پارلیمینٹ کا قید کیا جانا

جنگ بوسنیا

۱۸۸۲ لارڈ ایف کیونڈس اور سٹورک کا قتل

قانون انسداد جسدائم

۱۸۸۶ برٹش پارلیمنٹ میں داخل ہونے کی
اجازت، جنوری
گلیڈسٹون کی تیسری وزارت
۱۸۸۶ مسودہ قانون ہوم رول (حکومت خود مختاری)
کی شکست، جون
لارڈ سائبرس کی وزارت، جولائی
ٹرانسوال کی جانب ہونے کے لیے دوڑ
(پارلیمنٹ کی) کارروائی کے نئے قواعد
۱۸۸۷ قانون جسٹس، آئرلینڈ
قانون اراضی، آئرلینڈ، اگست
پیلی سٹوارٹ مستشار
جنرل نوٹس برائڈز میں برطانیہ و عظمیٰ
و فرانس
۱۸۸۸ دارالعوام میں نئے قواعد کارروائی
قانون حکومت مقامی
آئرلینڈ کی خریداری اراضی کا مسودہ قانون
نیوکاسل کے ایک جزو کا الحاق
پارلیمینٹیشن کا اختتام
۱۸۸۹ پارلیمینٹ کی موت
۱۸۹۰ گنی انڈیا کی مجلس، آئرلینڈ
ہیگولینڈ کا جسٹس کو دیا جانا
محبت زنجبار
۱۸۹۱ مزدوری کے حالات متعلق شاہی کمیشن
بالفور کا قانون خریداری اراضی
۱۸۹۱ قانون کارخانہ و دارالصنائع

اسکندریہ میں برطانی بیڑا، جون
جنگ تل الکیر، اگست
کیپ کالونی (نوآبادی رہا امید)
میں معاہدہ افریقانی
۱۸۸۲ گلیڈسٹون کے قواعد کارروائی -
محافظہ ٹرنٹ کا قائم ہونا
(مسودہ) قانون دستورات محرب
مسودہ قانون اراضی زرعی
سوڈان میں کس پاشاہ کی شکست
۱۸۸۳ جنرل گارڈن کا خرطوم کو بھیجا جانا،
جنوری
تیسرے قانون اصلاح کا منظور ہونا
ٹرانسوال کے ساتھ معاہدہ لندن
مستشار برلن
جنوبی افریقہ میں بیوروں کا عظیم نشان
نقل وطن
نیوکاسل میں برطانی و جرمانی الحاقات
۱۸۸۵ سقوط خرطوم، سوڈان کا اختتام
روسی فوجوں کا پچھلے پر قبضہ کر لینا
مسودہ قانون تقسیم جدید
لارڈ سائبرس کی وزارت، جنوری
بالائی برما کا الحاق، نومبر
کنڈا و بھراکھل کے ریلوے کی
تکمیل
جنوب بچوالینڈ کا الحاق

کام کرنیوالوں کے معاوضہ کا مسودہ قانون
جولائی

۱۸۹۸ نی ہائی دی کا پٹہ
انڈمان و سوڈان کا قبضہ
مناقشہ مشورہ

۱۸۹۹ آئر لینڈ کی حکومت مقامی کا قانون
ہیک میں متنازع

دوسری جنگ بویہ
کچنر کا خرطوم کو لے لینا

۱۹۰۰ بویروں کی جمہوریت کا الحاق
قانون دولت عامہ آسٹریلیا

لیگاس اور ٹائیگر کی حمایت
پکنگ میں بوریس فوجیں، اگست

۱۹۰۱ اٹور و سہنم، انتقال ۱۹۱۰
انگریزی و جاپانی مخالف

۱۹۰۲ سٹر بالفور کی وزارت
صلح وریٹنگ

۱۹۰۳ آئر لینڈ میں خریداری اراضی کا قانون
فرانس سے معاہدہ لندن

۱۹۰۵ وزیر اعظم کو سرکاری حیثیت کا عطا ہونا
اصلاح محصول درآمد و برآمد کی شوری انگریزی

۱۹۰۶ لاسہ ریورس
کمیل بیزمین کی وزارت

۱۹۰۷ ٹرانسوال کو حکومت خود اختیاری کا عطا کیا جانا

۱۸۹۲ آزاد اشدائی تسلیم
گلیڈ اسٹون کی پونجی وزارت، اگست

مہوم رول (حکومت خود اختیاری)
کے دوسرے مسودہ کا دانا امر کی

بائب سے مسترد ہونا
جنگ ماہیل

۱۸۹۳ نیٹال میں حکومت مسولہ
مجلس پیرس (حلقہ مذہبی) کا

مسودہ قانون
لارڈ روزبری کی وزارت، مارچ

۱۸۹۴ اگنڈا کی حمایت
خریجات انتخاب کا ادا کیا جانا

جاپان سے معاہدہ
بار کورٹ کا موازنہ موسوم بہ موازنہ

۱۸۹۵ موصول موت
لارڈ سالبری کی وزارت، جون

جیمسن کی تاحوت، دسمبر
چترال پر قبضہ

۱۸۹۶ سیام کے متعلق فرانسیسی برطانی معاہدہ
ڈانگولا پر قبضہ

۱۸۹۷ پانچ امراء البھر کا کریٹ پر قبضہ کر لینا
کام لینے والوں کی ذمہ داری کا قانون

۱۸۹۸ ریٹرنٹ کی کارروائی کے لئے نئے قواعد
آرمنی قتل عام گلیڈ اسٹون کی مہم

دوسری استعماری متنازع

قانون مناقشات تجارتی	۱۹۰۷	قانون پارلیمنٹ	۱۹۰۷
مستشار الجنازہ		قانون پانچویں	
نیوزیلینڈ کی مملکت کا قائم کیا جانا	۱۹۰۷	محافظہ جاپانی کی تجدید	
جنوبی افریقہ کا اتحاد کرو گیری		اعلان لندن	
ہنگ کی دوسری مستشار		آغا پیر پر جہاز پختہ کا جانا	۱۹۱۱
امرا کے حق اٹھا کے محدود کرنے کی		قانون قومی بیمہ	
قرارداد		کانہائے زغال میں کام کرنیوالوں کیلئے	۱۹۱۲
مسترا اسکوتھ کی وزارت	۱۹۰۸	قانونی اقل اجرت	
قانون وظیفہ پیرا نہ سالی	۱۹۰۹	کلیسائے ویلز کی برطرفی کا قانون	۱۹۱۳
دارالامرا کا موازنہ کو مسترد کر دینا		اعلان جنگ، ۴ اگست	۱۹۱۴
جنوبی افریقہ کا نظام سلطنت، ستمبر		قانون ہوم رول (حکومت خود اختیاری)	

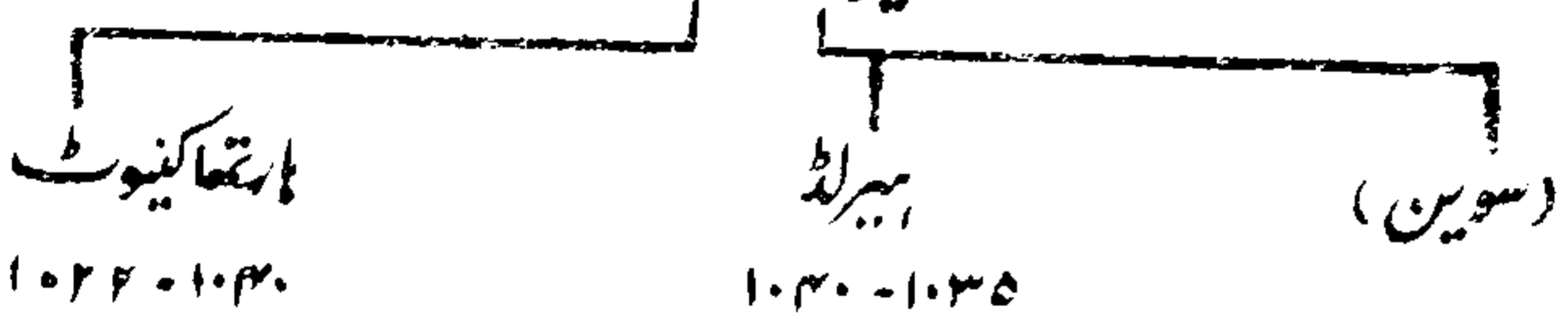


شاہان دینر

سوین

۱۰۱۴ و

کینوٹ - اما (ماضی دی بیوہ شاہ اتھلرڈ) (ثانی)



ڈیوک نارمنڈی

الف

اہل نارمنڈی کا ڈیوک اول

۹۱۱-۹۲۷

رچرڈ (بیختر)

۹۲۲-۹۹۶

رچرڈ (نیک دل) ۱۰۲۶-۹۹۶
 ۶ (۱) اتھلر ڈنمانی شاہ انگلستان
 (۲) کینیٹ شاہ ڈنمارک انگلستان

رابرٹ (ڈیشان)

۱۰۲۸-۱۰۳۵

رچرڈ ثالث

۱۰۲۶-۱۰۲۹

ولیم فاتح

۱۰۳۵-۱۰۸۷

رابرٹ ثانی ۱۰۸۷-۱۰۹۶
 ۱۰۹۶ سے ۱۱۰۰ تک اس
 امارت پر سکا بحالی ولیم قابض رہا
 ۱۱۰۰-۱۱۰۶
 ۱۱۰۶ میں اسکے بحالی سہری نے
 پتھام ٹینکلر سے مغلوب کر لیا

ولیم (احمر) ۱۰۹۶-۱۱۰۰
 ۱۱۰۶-۱۱۳۵
 (مثلاً)
 جعفری کاؤنٹ آبنجو و امین
 جعفری نے نارمنڈی کی امارت اسٹیفن کے ہاتھ سے نکالی

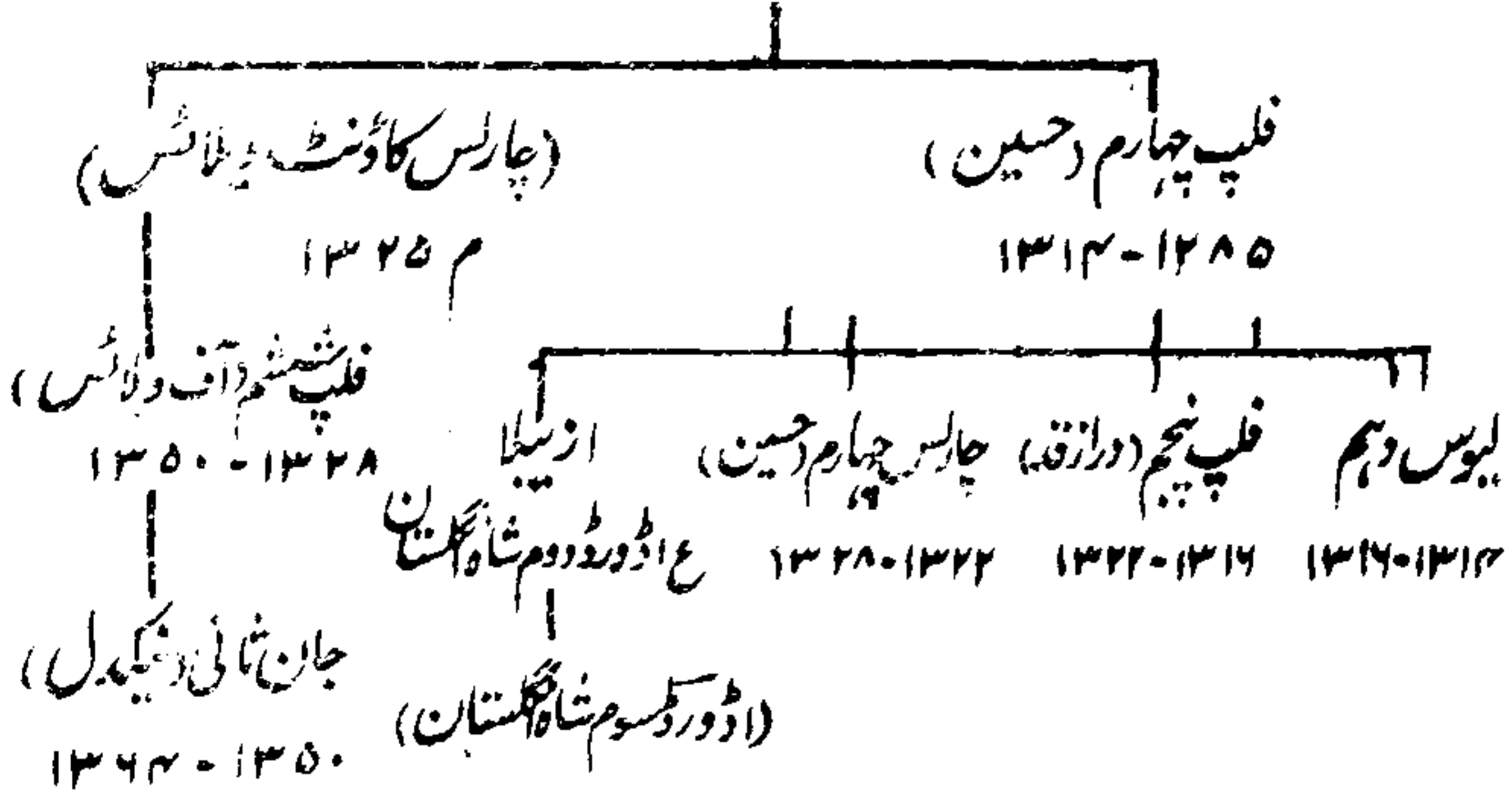
ہنری اول ۱۱۰۶-۱۱۳۵
 اسٹیفن کاؤنٹ بلوے
 اسٹیفن (آف بلوے)
 منقول ۱۱۳۵

ہنری دوم
 امارت کا منصب ۱۱۵۱ میں حاصل ہوا
 اور ۱۱۸۹ میں اس نے انتقال کیا

رچرڈ (شیر دل) ۱۱۸۹-۱۱۹۹
 جان
 ۱۱۹۹-۱۲۰۳ (۱) سینیس فرانس نے نارمنڈی کو فتح کر لیا

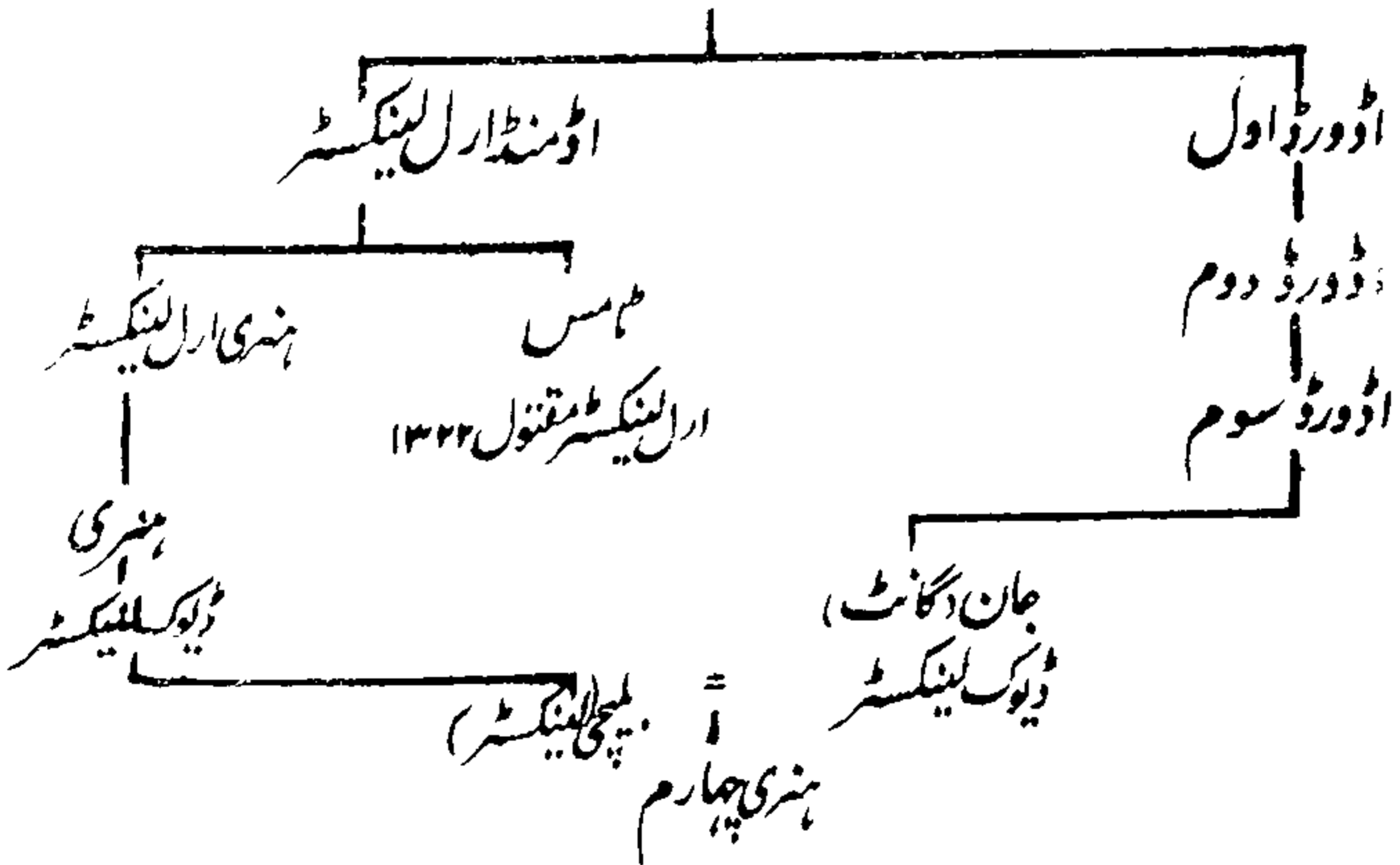
فرانس کے تاج و تخت کے متعلق اڈورڈ سوم کے دعوے کی وضاحت و حقیقت

فلپ سوم (دلیور)
۱۲۸۵-۱۲۸۰



شجرہ نسب ہنری چہارم

ہنری سوم



سنگھڑ پیرچ اگلس تھان

(۵)

خانڈان پیرک

اڈور ڈسوم

اڈمنڈ پینگی (یوکیو پیرک)

لیٹل ڈیوکیو کپرس

ع اڈمنڈ پینگی (ارل پیرچ)

راجہ پینگی (ارل پیرچ)

اڈور ڈکوری

(ارل ڈیون)

۱۵۵۶ م

خانہ دان لینکسٹر

(۶)

کنوینشن انگلستان

اودور سوم

جان رگنٹسٹ

ڈیوک لینکسٹر

ڈیوک لینکسٹر کا سنسٹ (۲)

کنیٹھراٹن سوڈنڈ

لمپنی (لینکسٹری)

ڈیوک لینکسٹر

کنیٹھراٹن سوڈنڈ

کنیٹھراٹن سوڈنڈ

کنیٹھراٹن
ع ہنری سوم شاہ کیتھرائل ولین

کنیٹھراٹن سوڈنڈ
کنیٹھراٹن سوڈنڈ

کنیٹھراٹن سوڈنڈ

کنیٹھراٹن سوڈنڈ

جان بو فرٹ
ڈیوک سمرسٹ

جان بو فرٹ
ڈیوک سمرسٹ

جان بو فرٹ

ہنری بو فرٹ
ڈیوک سمرسٹ

ہنری بو فرٹ
ڈیوک سمرسٹ

ہنری بو فرٹ

کسہیم میں قتل کیا گیا
۱۳۶۳

کسہیم میں قتل کیا گیا
۱۳۶۱

کسہیم میں قتل کیا گیا

ہنری اسٹیفن فرٹ
ڈیوک بکنگھم

ہنری اسٹیفن فرٹ
ڈیوک بکنگھم

ہنری اسٹیفن فرٹ

ہنری ہنری
ع الیزبتھ (یاکس)

ہنری ہنری

ہنری ہنری
اودور (ویہند)
بنفام کوسبری مارگیا

تکونتا بائخ انگلستان

(۸)

شاہان انگلستان
(ناہنی فتح کے زمانے سے)

ولیم اول

۱۰۲۷ء (تقریباً) ۱۰۸۷ء
ع مشاطاً (فلیمینڈرز)



(اڈیلا)

ہنری اول

ولیم دوم

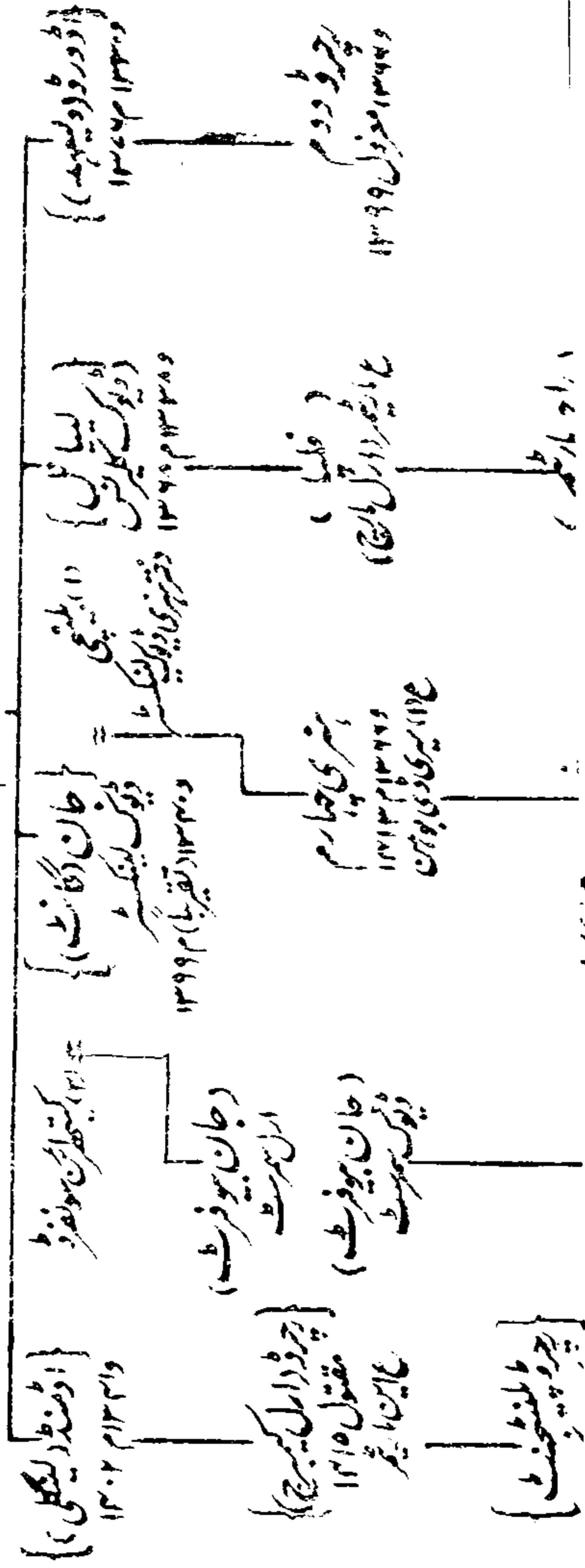
ریچرڈ اول (ہیملینڈز)

صفوحہ دگر

مکمل تاریخ شاہان

شاہان انگلستان (پہلے صفراء شاہان) (۹)

اٹوروسوم



۱۶۲۵ م (۱۶۲۵)
عائین (۱۶۲۵)

صفراء

صحت نامہ تکملاً تاریخ اہل انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲	۲۰	اوسط درجے	اوسط درجے	۲۵	۲	اعلیٰ درجے	اعلیٰ درجے
۴	۱۶	فیاضانہ جذبے	فیاضانہ جذبے	۴۰	۱۰	اشخاص کی	اشخاص کے
۵	۲	اغراضوں	اغراضوں	۴۰	۲۳	تمہارا	تمہارا
۶	۱۷	ان قبضوں	ان قبضوں	۴۹	۸	سک	سک
۶	۴	قدیم تر زمانے	قدیم تر زمانے	۵۰	۱۷	درجے	درجے
۷	۲۰	کہ جو	کہ جو	۵۰	۱۷	بنایا جاتے تھے	بنایا جاتے تھے
۸	۱۷	کس پرسی	کس پرسی	۵۲	۱۵	سڈری	سڈری
۱۱	۲۰	ہاتھ دستی	دستی	۵۲	۱۷	میڈوک	میڈوک
۱۱	۲۲-۲۱	درجے	درجے	۵۶	۱۶	گلیڈ سٹون	گلیڈ سٹون
۱۲	۱۱	یہ بھی	یہ بھی	۵۷	۷		
۱۶	۷	غایت درجے	غایت درجے	۵۸	۳	اسی وقت	اسی وقت
۲۳	۶	دباورہ	دباورہ	۵۸	۱۵	تعلیمی	تعلیمی
۲۵	۱۷	۱۸۷۰ء	۱۸۷۰ء	۶۰	حاشیہ	نوائین تجارت	نوائین تجارت
۲۵	۳	یہ ظاہر	یہ ظاہر	۶۲	۲	کی بجائے	کی بجائے
۳۰	۱۲	کردیا گیا	کردیا گیا	۶۵	۱۱	بیکہ	بیکہ
۳۳	۲۴	اسی	اسی	۶۶	۱۸	قانون نکلے	قانون نکلے
۳۳	۱۳	پہا من جلسوں	پہا من جلسوں	۷۰	۶	قبل کی	قبل کے

اس کا جائز نام ہے
اس کا نام ہے
اس کا نام ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۶۱	۱۵	تمام تر میں	تمام تر	۱۲۱	۱۲	قوانین تشریحات	تشریحات
۶۲	۱۵	صاحب تخت کارکن	صاحب تخت کارکن	۱۲۵	۴	شہرت	شہرت
۶۴	۷	ارضی آر لینڈ	ارضی آر لینڈ کا	۱۲۷	۱۴	چلا جا رہا تھا	چلتا رہا
۶۷	۲۵	سے	سے	۱۲۸	۱۵	اپنی شخصی	اپنے شخصی
۸۵	۹	پچاس برس	پچاس برس کی	۱۲۹	۱	پوشیدہ غیر معلوم	پوشیدہ وغیر معلوم
۸۹	۲۵	طرف دار	طرف دار	۱۳۰	۲	زراعت کرتے	زراعت کرنے
۹۰	۱۹	احصاء مجرم	احصاء مجرم	۱۳۱	۱۴	زندگی پر	اپنی زندگی پر
۹۳	۱۷	سرگ	سرگ	۱۳۲	۲۴	زندگی کی بہتوں	زندگی بہتوں
۹۸	۲۲	جنگ جو	جنگ جو	۱۳۳	۲۵	تھا	تھی
۱۰۶	۱۷	نہیں ہو	نہیں ہوتے	۱۳۴	۲۴	حضرت عیسیٰ	حضرت عیسیٰ
۱۰۹	۶	Tort	Tort	۱۳۵	۲	قرار داد کی	قرار داد کے
۱۱۰	۱۱	ہم نے	+	۱۳۶	۶	ہوئے	ہو گئے
۱۱۱	۲۱	وسیع شدہ	پایا گیا تھا	۱۳۷	۱۵	ناگوار گزار	ناگوار گزار
۱۱۲	۲۵	غربا کی	وسعت یافتہ	۱۳۸	۲۳	پشت دینا	پشت پناہ
۱۱۳	۲	ایک فوجی	غربا کے	۱۳۹	۱۰	اس کی ذہانت	اسکی سی ذہانت
۱۱۵	۲۰	بروایات	فوجی	۱۴۰	۲۵	مالیہ منافع	مالیہ کے منافع
۱۱۶	۱۷	(دارالعوام) میں	- بروایات	۱۴۱	۸	پروشیا	پروشیا
۱۱۸	۳	دوست درازیاں	(دارالعوام) میں	۱۴۲	۱۰	"مسئلہ مشرقی" کے	"مسئلہ مشرقی" کے
۱۱۹	۵	مقدار وقت	دوست درازیاں	۱۴۳	حاشیہ	غلامی بزور اسلحہ	غلامی بزور اسلحہ
۱۲۱	۶	قبضہ و انتقال	مقدار وقت	۱۴۴	۲۴	"قصا ہنگری"	"قصا ہنگری"
۱۲۲	حاشیہ	آئر لینڈ و اصلاح	قبضہ و انتقال	۱۴۵	۴	دبا دیا گیا تھا	دبا دیا گیا تھا
			آئر لینڈ و اتحاد	۱۴۶	۲۴	تھا	تھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۶۸	۲۵	پر سایہ	سایہ	۲۴۱	۱۹	پارٹل	پارٹل
۱۸۰	۱۵	بیشمار	بیشمار	۲۵۱	۱۶	مہازرست	مہازرست
"	"	مچھیکان	مچھیکان	۲۵۸	۱۶	اسپینڈ ہوانا	اسپینڈ ہوانا
۱۸۲	۲۲-۱۶	بسر بیا	بسر بیا	۲۶۳	۳	دوکس	دوکس
۱۸۶	۱۸	افغانستان نے	افغانستان کے	۲۸۱	۱۱	پارٹور	پارٹور
۱۹۰	۴	ہمیت	ہمیت	۲۸۲	۴	دنیا	دنیا
"	۱۰	جسکا	جسکا	"	"	مہترین	مہترین
۱۹۶	۱۶	انجام دین	انجام دئے	۲۸۳	۱۹-۱۶	خلاصی	خلاصی
۱۹۸	۴	مطالبہ	مطالبہ	۲۸۵	۶	بڑا سوال	بڑا سوال
۲۰۱	۲۵	جو سکتی تھی۔ انہیں	جو سکتی تھی انہیں	"	"	صورت جات	صورت جات
۲۰۳	۹	گیٹا	گیٹا	۲۹۲	۲۳	مانمت	مانمت
۲۰۵	۴	کردی گئی	کردی گئی	۲۹۸	۲۵	مطالعہ کی	مطالعہ کے
۲۱۰	۲۴	اشتراک	اشتراک	۳۰۳	۱۱	نظم و ترتیب	نظم و ترتیب
۲۱۵	۱۱	مشغل	مشغل	۳۰۴	۳	ترتیب	ترتیب
۲۲۳	۱۲	ترایت	ترایت	۳۰۵	۱۹	تقسیم	تقسیم
۲۲۶	۲۵	وہ ایک کہلوڑوں	وہ کہلوڑوں	۳۱۰	۱۲	ہوا	ہوا
۲۲۶	۴	طوائف الملوک	طوائف الملوک	۳۱۸	۱	علقہ گزرتوں	علقہ گزرتوں
۲۲۸	۲۲	ان کے	ان کے	"	۲	مہترین کے	مہترین کے
۲۳۲	۸	سندھ	سندھ	۳۲۴	۱۸	اشستی اینڈ	اشستی اینڈ
۲۳۵	۱۱	آتے ہیں	آتے رہیں	"	۲۵	فرانس کی	فرانس کی
"	۱۲	موجودہ	موجودہ	۳۳۰	۱	میلوڈ	میلوڈ
"	۲۱	ممکنہ	ممکنہ	"	۲	رام سہ نکالنے	رام سہ نکالنے